اے کربلا کی خاک اس احسان کو نہ بھول
لپٹی ہے تجھ پہ نعش "جگر گوشۂ رسول"

جگر گوشۂ رسول

مکتبہ نبویہ ○ گنج بخش روڈ لاہور

Marfat.com

نام کتاب ——— جگر گوشۂ رسول
موضوع ——— حالات شہزادۂ رسول امام حسین رضی اللہ عنہ۔
طباعت ——— فوٹو آفسٹ۔
سال طبع اول ——— ۱۹۱۴ء
سال طبع تازہ ——— ۱۹۷۶ء
طابع آفسٹ ——— الکتاب پرنٹرز۔ لاہور
ناشر ——— مکتبہ نبویہ۔ گنج بخش روڈ۔ لاہور
صفحات ——— ۲۹۶
قیمت مجلد ——— ۵۰؍۱۳ روپے

اسلامی کتب خانہ
اقبال روڈ ○ سیالکوٹ

Marfat.com

تفصیل عنوانات کتاب

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
ولادت گل باغِ رسالت	۱	درود و نماز	۱۲
امام عالی مقام کی ولادت	۱	امام شافعی کی مداحی اہل بیت	۱۳
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اظہار مسرت	۱	حرمت صدقہ	۱۳
تسمیہ زبانِ رسول سے	۱	مودت اہل بیت	۱۴
زوجہ محترمہ حضرت عباس کا خواب	۲	محبت اہل بیت کا حکم	۱۴
عقیقہ	۲	اہل بیت امتِ محمدی کا سفینہ نوح	۱۵
شکل وشباہت	۲	حب اہل بیت کے فائدے	۱۵
کنیت اور القاب	۳	محبت خدا محبت رسول محبت اہل بیت	۱۶
حضرت امام کے ساتھ رسول اللہ کی محبت	۳	اہل بیت باب مغفرت ہیں	۱۷
حضور کا خطبہ چھوڑ کر حسنین کو گود میں اٹھا لینا	۴	محافظت اہل بیت کے لیے عہدِ مغفرت	۱۷
نماز میں حضور کی پشت مبارک پر سواری	۴	حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی روایت	۱۷
زبان مبارک سے اظہار محبت	۶	اسلام کی بنیاد حب رسول	۱۷
اِمام حسین کے رونے سے حضور کی بے چینی	۷	حب آلِ رسول ایمان کی بنیاد ہے	۱۸
افضلیت امام کا اعلان	۸	گلشن مصطفوی کے دو پھول	۱۸
خطبات میں حب اہل بیت کی تلقین	۱۰	جوانان بہشت کے سردار	۱۸
فرمانِ رسول	۱۰	حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں	۱۸
اہل بیت کی پانچ فضیلتیں	۱۱	اہل بیت سے بغض رکھنے والے کا حشر	۱۸
سلام	۱۱	امام حسین کا دشمن	۱۹
طہارت	۱۲	محبت رسول کے چند واقعات	۱۹

Marfat.com

قدم امام سینۂ رسول پر	۲۰
امام حسین کے ہمجولی کو پیار	۲۰
خداوندی کلام اور اہل بیت کرام	۲۱
آیات تطہیر	۲۲
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مرتبہ شناسی	۲۵
حضرت حسین کی تعلیم و تربیت	۲۸
اخلاق و عادات	۲۹
معدن علم اور بحر عفو و کرم	۳۰
تحمل و بردباری	۳۱
جود و سخا کا پیکر	۳۱
وفات رسول صلی اللہ علیہ وسلم	۳۲
حضور بستر علالت پر	۳۴
حضرت عائشہ صدیقہ کا مرتبہ	۳۷
حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مرتبہ	۳۸
حضرت امام حسین کو صدمہ	۳۸
حضرت فاطمہ زہرا کی وفات	۳۸
مصائب کا آغاز	۴۱
امیر معاویہ کا انتقال	۴۲
یزید کی تخت نشینی	۴۲
ولید عامل مدینہ اور امام حسین علیہ السلام	۴۲
دربار رسول سے کوچ	۴۴
حضرت بی بی صغریٰ اور قافلہ اہل بیت	۴۵
بی بی صغریٰ کا دردانگیز مرثیہ	۴۸
امام نے جوار رسول کو کیوں چھوڑا؟	۵۱
بیعت یزید سے انکار	۵۲
یزید کی ضلالت پرور حالت	۵۳
یزید کا کردار	۵۵
دین سوز شرم باختگی	۵۵
شہادت حضرت امام کے ابتدائی واقعات	۵۸
حضرت علی کرم اللہ عنہ کی روایتیں	۶۳
سر الشہادتین	۶۸
مقام امام فی بیت الحرام	۷۰
فتنہ بے وفائی	۷۱
کوفیوں کا مظاہرۂ وفا	۷۱
کوفیوں کی سیاسی حالت	۷۲
ایک نازک مرحلہ	۷۳
حضرت مسلم کی روانگی	۷۵
دربار حسینی کا ایلچی	۷۶
اٹھارہ ہزار کوفیوں کی محبت	۷۶
امام عالی مقام کی روانگی	۷۷
اللہ کے گھر سے اللہ کی طرف	۸۲
فرزند رسول کے ایلچی کا حال	۸۳
بدنہاد ابن زیاد کو فرمان	۸۴
ابن زیاد کا مظاہرہ شقاوت	۸۵
ابن زیاد کی فوج اور حضرت مسلم	۸۹
حضرت مسلم کی شہادت	۹۰

Marfat.com

حضرت مسلم کے خوردسال بچوں کی شہادت ۹۲
معصوم بچے زندانِ ستم میں ۹۲
معصوموں کے نازک گلے ۹۵
علی کے نواسوں کے رخسار ۹۵
معصوموں کے سر دربار ابن زیاد میں ۹۹
مکافاتِ عمل ۹۹
دوش محمد کا سوار منزل شہادت کی طرف ۱۰۰
حضرت مسلم کی شہادت کی اطلاع ۱۰۳
صبر مشکل تھا ضبط دشوار تھا ۱۰۵
قصرِ مقاتل ۱۰۶
لشکر حر دشت کربلا میں ۱۰۶
فرزند ساقی کوثر کا ایثار ۱۰۷
دشمن کی فوج ۱۰۷
امام دوجہاں کی اقتداء ۱۰۷
ابن زیاد بدنہاد کا قاصد ۱۰۹
مسافرِ راہِ شہادت قربانگاہِ کربلا میں ۱۱۰
اے سرزمین کرب وبلا ۱۱۲
خیمہ ہائے اہل بیت ۱۱۴
آغازِ مصائب ۱۱۵
عمرو سعد کا لشکر ۱۱۵
عمرو سعد کربلا میں ۱۱۸
عمرو سعد کا قاصد خدمت امام میں ۱۱۹
عمرو سعد اور ابن زیاد کی مراسلت ۱۲۰
دریائے فرات پر پہرہ ۱۲۱
سقائے اہل بیت کی خدمات ۱۲۳
بیعت یزید کا مطالبہ ۱۲۴
امام عالی مقام سے عمرو سعد کی ملاقات ۱۲۷
علمائے شیعہ کے غلط نظریات ۱۲۸
ابن زیاد کا تازہ فرمان ۱۳۱
میدان کربلا میں انصار سے خطاب ۱۳۳
محرم کی صبح اور شام ۱۳۵
ساقیِ کوثر کے نواسوں کی پیاس ۱۳۸
حضرت سکینہ کی پیاس ۱۴۰
انتظار اور اضطراب ۱۴۴
صبح قیامت ۱۴۶
شب عبادت و اطاعت ۱۴۶
رفقاء و اہل بیت سے آخرین خطاب ۱۴۷
اہل بیت کی تسکین ۱۴۸
صبح قیامت کی نمود ۱۴۹
میدان کربلا کا پہلا جہنمی ۱۵۰
جنگ کی تیاری ۱۵۱
میدان کربلا میں رشد وہدایت ۱۵۲
فرزند محمد کا نطق حق وصداقت ۱۵۳
جناب بریر کی تقریر ۱۵۵
وعظ رشد وہدایت ۱۵۶
اہل بیت کرام کو وصیت ۱۵۷

Marfat.com

امام دوجہاں خیمہ کے دروازے پر ۱۵۸
اشقیاء کو خطاب ۱۵۸
عمروسعد کو خطرہ ۱۶۰
شمر سے امام عرش مقام کا خطاب
عمروسعد سے خطاب
گروہِ شیاطین میں ایک سعید روح ۱۶۳
جنگ کا آغاز ۱۶۶
عمروسعد کا پہلا تیر ۱۶۶
یسار اور سالم ۱۶۶
حرؒ میدان جہاد میں ۱۶۷
رفقاء سفر کی معرکہ آرائیاں ۱۷۲
میدان جنگ میں نماز ۱۷۴
دشت کربلا میں خاندان رسالت کا پہلا شہید ۱۷۶
اولاد حضرت عقیل رضی اللہ عنہ ۱۷۷
اولاد حضرت جعفر طیار ۱۷۷
امام حسن کی اولاد میدان کربلا میں ۱۷۷
اولاد علی کرم اللہ وجہہ ۱۷۸
امام حسین رضی اللہ عنہ کے فرزند ۱۷۸
حضرت عبداللہ اور حضرت محمد بن مسلم کی شہادت ۱۷۸
حضرت جعفر بن عقیل ۱۸۱
حضرت عبدالرحمن بن عقیل ۱۸۲
حضرت موسیٰ بن عقیل ۱۸۲
حضرت زینب کے جگر پارے ۱۸۳

حضرت قاسم میدان کربلا میں ۱۹۲
حسن کے چاند پر ظلم کے سیاہ بادل ۱۹۶
امام حسن کا دوسرا فرزند ۱۹۸
امام حسن کا تیسرا فرزند ۱۹۹
شیر خدا کے بیٹے ۱۹۹
حضرت عباسؑ علمدار کی جاں نثاری ۲۰۰
کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے ۲۰۶
ایک لاف زن کا انجام ۲۰۸
شمر کا گھوڑا ۲۰۹
حضرت عباس کے کٹے ہوئے بازو ۲۱۴
ہم شکل رسول اللہ پہلا نوجوان میدان کربلا میں ۲۲۲
فرزند حسین کی رخصت ۲۲۲
حضرت علی اکبر میدان شہادت میں ۲۲۷
شیر خدا کے پوتے کی للکار ۲۲۸
پیارے فرزند تشنہ کام باپ کے ہاتھوں میں ۲۲۹
مادرِ اکبر کی حالت ۲۳۳
ننھا شہید ۲۳۵
مظلومیت کا جاں گداز مرقع ۲۳۷
امام تشنہ کام خیمہ اہل بیت میں ۲۳۸
امام مظلوم کی مینا ۲۳۹
بیت شرف خاص سے نکلے شہِ عالم ۲۴۵
امام عالی مقام کا آخری سلام ۲۴۶
سب کچھ جانتے ہیں مگر بانتے نہیں ۲۴۷

Marfat.com

حسینی تلوار کی چمک	۲۴۸
السابقون من المرتدین	۲۴۹
طوفان ظلم میں مظلومیت کی کشتی	۲۴۹
تھا بازوے حسین میں دست خدا کا زور	۲۵۰
حرم رسول کی طرف کوفیوں کی پیش قدمی	۲۵۱
لب تشنہ بآب اندر	۲۵۲
صبر و شکیبائی کی تلقین	۲۵۲
امام دوسرا نرغۂ اعدا میں	۲۵۴
معرفت الٰہی عرش خاک فرش پر	۲۵۶
قیامۃ الکبریٰ	۲۵۹
فرزند رسول۔ جگر گوشہ بتول	۲۵۹
پیکر تسلیم و رضا کی آخری دعا	۲۵۹
جلادوں کا نرغہ امام ازلی پر	۲۶۱
سینہ تھا العین سینہ کو زانو سے دبا کر	۲۶۱
لاشہ اطہر کی پامالی	۲۶۴
جسم اقدس خاک کربلا میں	۲۶۴
مخدرات سراپردہ عصمت کے خیمے	۲۶۵
عابد بیمار کے قتل کا ارادہ	۲۶۵
شہدا کی لاشوں پر نبی زادیوں کا گزر	۲۶۶
حرم رسول کا لٹا ہوا قافلہ	۲۶۹
شہدائے کربلائے کی تدفین	۲۶۹
شہداء کے سر نیزوں پر	۲۶۹
ابن زیاد کے دربار میں اہل بیت	۲۷۰
ابن زیاد کا خطبہ فتح	۲۷۳
بندی چلی ہے شام کو آل رسول کی	۲۷۳
اہل بیت کا ورود دمشق دربار یزید	۲۷۴
دمشق سے مدینہ کو واپسی	۲۷۷
مظلوم و بےکس اہل بیت مدینۃ النبی میں	۲۷۷
سیدہ زینب کی روضۃ الرسول پر حاضری	۲۸۱
اسوۂ حسینی	۲۸۴
برق انتقام و قاتلین آل محمد کا انجام	۲۸۷

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

ولادت گلِ باغ رسالت

حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی تاریخ اور سنہ ولادت میں جزوی اختلاف ہے شیعی علماء کے نزدیک تو ۳ شعبان سنہ ۴ھ کو امام علیہ السلام کی ولادت ہوئی اور دن پنجشنبہ کا تھا اور سُنی علماء کے نزدیک ۵ شعبان سنہ ۴ھ کو سہ شنبہ کے دن آپ تولد ہوئے۔ آپ بطنِ مادر میں چھ مہینے رہے۔ اور بیان کیا گیا ہے کوئی بچہ سوائے حضرت یحییٰ اور امام عالی مقام کے چھ مہینے کا زندہ نہیں رہا۔

امام عالی مقام کی ولادت اور آنحضرت کی مسرت

جب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی ولادت کی اطلاع ملی تو حضورؐ بیحد مسرور ہوئے اور اپنی قرۃ العین حضرت سیدہ فاطمہ زہراؓ کے مکان پر تشریف لے گئے۔ اور ارشاد فرمایا کہ میرے فرزند کو مجھے دکھاؤ۔ اسماء بنت عمیس کپڑے میں لپیٹ کر آپ کو لائیں اور آغوشِ رسول اللہؐ میں دیدیا۔ حضورؐ نے چشم شفقت و محبت سے نظر ڈالی اور داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی۔

تسمیہ زبان رسولؐ سے

اذان و اقامت کے بعد حضورؐ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے دریافت فرمایا کہ کیا نام رکھا ہے۔ حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ حضورؐ کی موجودگی میں بھلا میری کیا مجال ہو کہ نام رکھوں پھر آنحضرت نے فرمایا کوئی نام ذہن میں آیا ہے تو حضرت علیؓ نے کہا کہ میرے ذہن میں تو حرب آیا ہے یہ نام حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس مولود مسعود کا نام حسین ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت حسنین کے نام بذریعہ وحی جبرائیل علیہ السلام نے بتلائے اور کہا یا رسول اللہ، حضرت ہارون کے تین بیٹے تھے۔ شبر شبیر مشبر جس کا ترجمہ عربی میں حسن

Marfat.com

حسینؓ اور محسن ہے اور یہی بعد دیگرے فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے تینوں صاحبزادوں کے یہی نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھے اس سے قبل عرب میں یہ نام کسی کے نہیں رکھے گئے تھے۔ چونکہ ایک موقع پر آنحضرت صلعم نے حضرت علی کو حضرت ہارون سے تشبیہہ دی تھی۔ اس لئے آپ کے صاحبزادوں کے نام حضرت ہارون علیہ السلام کے صاحبزادوں کے نام پر رکھنا اس مرتبہ عظمیٰ کی ایک اور توثیق ہے۔

زوجہ محترمہ حضرت عباسؓ کا خواب

ام فضل بنت حارث زوجۂ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ایک شب کو خواب دیکھا جس کی وجہ سے ان کو پھر نیند نہ آئی اور حضور اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا حضورؐ نے خواب دریافت فرمایا تو انہوں نے عرض کیا میں نے خواب دیکھا ہے کہ حضور کے جسم اطہر کا ایک حصہ علحدہ ہو کر میری گود میں آپڑا ہے آپ نے ارشاد فرمایا تمہارا یہ خواب اچھا ہے میری فاطمہؓ کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہونے والا ہے جسے تم اپنی گود میں پرورش کروگی چنانچہ ام فضل رض کا بیان ہے کہ ایسا ہی ہوا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسرت کا اندازہ صرف اس امر سے ہو سکتا ہے کہ بخبر اطلاع ولادت حضور فوراً حضرت سیدہ کے مکان پر تشریف لائے اور اسی وقت طلب کر کے گود میں لے لیا۔ پھر خود ہی اذان و اقامت کہی۔ اور خود ہی نام رکھا۔ اور بعض روایتوں میں ہے کہ حضورؐ دیر تک امام حسینؓ کے دہن مبارک میں زبانِ اطہر دیکر چباتے رہے اس آسمان کے نیچے وہ کونسا لڑکا ہے جسے یہ سعادت حاصل ہوئی ہو۔

عقیقہ

ولادت کے ساتویں روز حضور اقدسؐ نے امام حسین علیہ السلام کا عقیقہ فرمایا اور دو بنڈھے ذبح کئے اور بالوں کے ہم وزن چاندی صدقہ کی اور سر میں خلوق ایک قسم کی خوشبو مل دی،

شکل و شباہت

شکل و شباہت کے متعلق صرف اسی قدر کہنا کافی ہے کہ آپ سینے سے قدم تک آنحضرت

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ مشابہ تھے یہاں تک کہ حضرت سیدہ بطور لوری کے فرمایا کرتی تھیں اَنْتَ شَبِیْہٌ بِاَبِیْ لَسْتَ شَبِیْہًا بِعَلِیٍّ تو میرے باپ سے مشابہ ہے اپنے باپ علی سے نہیں لطائف اشرفی میں ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام اس قدر حسین او رجمیل وشکیل تھے کہ جب آپ اندھیرے میں بیٹھتے تو پیشانی رخسار اور بیاض گردن کی چمک دمک سے لوگ دریافت کر لیتے کہ آپ وہاں بیٹھے ہیں:

کنیت اور القاب

امام حسین علیہ السلام کی کنیت ابو عبداللہ ہے اور لقب جو سب سے زیادہ مشہور ہے وہ الشہید ہے لیکن اس کے علاوہ بھی ہیں۔ مثلاً سید طیب زکی سبط وغیرہ

حضرت امام کیساتھ رسول اللہ کی محبت

رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جناب امام علیہ السّلام کے ساتھ کس قدر محبت تھی اس کا اندازہ تو صرف اسی ایک واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ خبر ولادت مسموع فرماتے ہی سیدہ پاک رض کے دولت سرا پر تشریف لے گئے اور اسی وقت فوراً یہ کہہ کر طلب فرمایا کہ میرے فرزند کو لاؤ اور مجھ کو دکھاؤ کیا کوئی نانا ایسا بھی تم نے دیکھا ہے جو ولادت کے بعد اس قدر جلد نواسہ کے دیدار سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرنے کے لئے مضطرب ہو پھر آنحضرت کی زندگی کا مطالعہ کرو تو معلوم ہوگا کہ حضرات حسنینؑ کے ساتھ حضور ؐ کو جو تعلق قلبی تھا وہ کسی باپ اور بیٹے کے تعلقات میں نہیں ملتا، محبت سب کو اپنے بیٹے بیٹوں سے اور پوتوں اور نواسوں سے ہوتی ہے مگر جو محبت حضور ؐ کو حضرت امامینؑ سے تھی اس کی نظیر نہیں ملتی بعض اوقات انسان ایسے ضروری فرائض میں منہمک ہوتا ہے کہ اس وقت اکلوتے اور چہیتے فرزند کو بھی جدا کر دیتا ہے کبھی بچے سے کہہ دیتا ہے کہ جاؤ گھر میں کھیلو کبھی اس کی ماں کو حکم دیتا ہے کہ اس کو یہاں سے لے جاؤ۔ اور کبھی ملازم کو حکم دیتا ہے کہ اس کو اٹھا کر لے جاؤ مگر رسول اللہ علیہ وسلم کی حیات طیب میں ایسی کوئی مثال نہیں ملتی کہ امام حسین رض تشریف لائے ہوں اور حضور ؐ ان کی طرف ملتفت نہ ہوئے ہوں یا اغماض کیا ہو یا گھر واپس بھیج دیا ہو خواہ کیسے ہی ضروری امور میں حضور مشغول ہوں جب کبھی بھی حضرات حسنینؑ میں سے ایک یا دونوں صاحبزادے تشریف لائے حضور ؐ کمال محبت سے آپکی طرف۔

متوجہ ہو گئے انتہا یہ ہے کہ فرائض دین کی انجام دہی کی حالتوں میں بھی آپ کی توجہ ان کی طرف مبذول ہو جاتی تھی۔ مثلاً خطبے میں بلکہ نماز تک میں رعایت ملحوظ رکھتے تھے۔ چنانچہ ہم ذیل میں چند واقعات دیتے ہیں ان سے حضور کو ان دونوں حضرت سے جو قلبی تعلق تھا اس کا اندازہ ہو سکیگا۔

آنحضرت کا خطبہ چھوڑکر حسنینؑ کو گود میں اٹھالینا

امام ترمذی نے اپنی صحیح میں اور دوسرے ائمہ حدیث نے بھی روایت کی ہے کہ:۔

عن بریدۃ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یخطب اذ جاء الحسن والحسین علیہما قمیصان احمران یمشیان یعثران فنزل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من المنبر فاخذھما ووضعھما بین یدیہ ثم قال صدق اللہ اِنَّمَآ اَمۡوَالُکُمۡ وَاَوۡلَادُکُمۡ فِتۡنَۃٌ نظرت الی ھٰذین الصبیین یمشیان ویعثران فلم اصبر حتی قطعت حدیثی ورفعتھما یعنی بریدہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ جناب رسول خدا خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ جناب امام حسنؑ اور امام حسینؑ گرتے پڑتے تشریف لائے اور دونوں صاحبزادے سرخ قمیص پہنے ہوئے تھے حضورؐ ان کو دیکھ کر نیچے اتر آئے اور ان کو اٹھالیا اور دونوں کو اپنے آگے بٹھالیا۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد ایک آزمائش ہیں میں نے ان لڑکوں کو چلتے پھرتے اور گرتے پڑتے دیکھا مجھ سے صبر نہ ہو سکا۔ یہاں تک کہ میں نے اپنی بات کو کاٹ کر ان کو اٹھالیا!!

تم اندازہ کرو۔ کہ حضورؐ ایک اہم کام یعنی رشد و ہدایت میں مشغول ہیں مگر ایسے کام کو چھوڑ کر صاحبزادوں کو اٹھالیتے ہیں یہ فعل کس قدر شفقت اور محبت پر دلالت کرتا ہے حضورؐ کی اس محبت کو دیکھو اور پھر ان اشقیاء کی بے رحمی و سنگدلی پر غور کرو جو رسول اللہ کا کلمہ پڑھتے تھے اور محمدؐ اور آل محمدؐ پر درود و سلام بھیجتے تھے۔ مگر حسینؑ کا سر قلم کرتے ہوئے نہ خدا سے شرم آئی نہ رسول کی محبت کا پاس و لحاظ کیا۔

نماز میں حضورؐ کی پشت مبارک پر سواری

یہ تو خطبہ کا واقعہ ہے اسی طرح کی متعدد روایتیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں بھی حضورؐ ان صاحبزادوں کی رعایت ملحوظ رکھتے تھے چنانچہ ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ:۔

Marfat.com

عن ام سلمة کان یصلی والحسن والحسین یلعبان ویقعدان علی ظهرہ - یعنی آنحضرت نماز پڑھا کرتے تھے اور حضرت حسنین آپکی پشت مبارک پر سوار ہو کر کھیلا کرتے تھے۔

ایک دوسری روایت میں اسی قسم کے واقعہ کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

عن عبد اللہ ابن شداد عن ابیہ قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی احدی صلوتی العشاء وھو حامل حسنا وحسینا فتقدم نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوضعہ ثم کبر للصلوۃ فصلی فسجد بین ظہرا نی صلوۃ سجدۃ اطالھا قال ابی فرفعت راسی فاذا الصبی علی ظہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو ساجد فرجعت الی سجودی فلما قضی رسول اللہ صلعم الصلوۃ قال الناس یا رسول اللہ انک سجدت بین ظہرانی صلوتک سجدۃ اطلتھا حتی ظننا انہ قد حدث امر او انہ یوحی الیک قال کل ذلک لم یکن ولکن ابنی ارتحل فکرھت ان اعجلہ حتی یقضی حاجتہ۔

یعنی عبد اللہ بن شداد اپنے باپ سے ناقل ہیں ایک دفعہ رسول مقبول ؐ نماز عشاء کے لئے تشریف لائے اور آپ کے مقدس کاندھے پر امام حسنؓ یا امام حسینؓ تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی اور نماز پڑھنے لگے۔ جب آپ سجدہ میں گئے تو آپ نے سجدہ کو طول دیا یہاں تک کہ میں نے طوالت سجدہ کے باعث اپنا سر سجدہ سے اٹھایا تو دیکھا کہ وہ لڑکا آپ کی پشت مبارک پر بیٹھا ہے۔ یہ دیکھ کر میں نے اپنا سر سجدہ میں جھکا لیا جب آپ نماز ختم کر چکے تو لوگوں نے پوچھا کہ حضور نے سجدہ کو اس قدر طول دیا کہ ہم کو یقین ہوا کہ شاید کوئی امر واقع ہو گیا یا وحی نازل ہوئی ہے۔ حضور نے جواب دیا کہ ان میں سے کوئی بات بھی نہ تھی۔ بات یہ تھی کہ میرا بیٹا میری پیٹھ پر سوار ہو گیا تھا اور میں اس امر سے کراہت کرتا تھا کہ جب تک اس کی خواہش پوری نہ ہوے میں اس کو اپنی پشت سے اُتاروں۔

امام احمد حنبلؒ نے ایک دوسری حدیث لکھی ہے جس کے روای حضرت ابوہریرہؓ ہیں:۔

عن ابی ھریرۃ قال کنا نصلی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم العشا وفاذا سجد ثب الحسن والحسین علی ظہرہ فاذا رفع راسہ اخذ ھما بیدہ من خلفہ اخذا رقیقا یضعھما علی الارض فاذا عاد عادا حتی قضی صلوۃ فاقعد ھما علی فخذیہ۔

یعنی ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ وسلم کے ساتھ ہم نماز عشاء میں شریک تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا تو جناب حسنؓ وجناب

Marfat.com

حسینؑ حضورؐ کی پشت مبارک پر سوار ہو گئے۔ جب جناب نے سر اٹھایا دونوں حضرات کو دست مبارک سے پیچھے ہٹا کر بٹھا دیا اور جب آپ پھر سجدہ میں گئے تو وہ دونوں پھر سوار ہو گئے یہاں تک کہ حضورؐ نے نماز ادا کی اور دونوں کو اپنے زانوئے مبارک پر بٹھا لیا۔

اس قسم کی نماز سے متعلق اور بہت سی حدیثیں ہیں۔ بعض میں یہ ہے کہ صاحبزادے بحالت نماز نشست مبارک پر سوار ہو جاتے کبھی گردن پر اور بعض میں ہے کہ کبھی آگے سے نکل جاتے اور کبھی عقب سے اور کبھی پیروں کے بیچ کے فرجہ سے آتے جاتے رہتے تھے۔

اوپر جو دو حدیثیں لکھی گئی ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ حضورؐ نماز میں بھی رعایت ملحوظ رکھتے تھے یہاں تک کہ ہاتھ سے اتار دیتے تھے پھر ان صاحبزادوں کی ان شوخیوں پر کبھی خفگی کا اظہار نہیں فرمایا اور نہ یہ حکم دیا کہ نماز کے اوقات میں یہ نہ آنے پائیں اس سے کمال محبت و شفقت کا حال معلوم ہوتا ہے یہ سب سے اہم طریقہ ہے جس سے حضرات حسنینؑ کے ساتھ محبت رسول کا اندازہ ہو سکتا ہے لیکن اس کے علاوہ بھی بہت واقعات کے ذریعہ حضور کی شفقت و محبت کا حال معلوم ہوتا ہے۔

زبان مبارک سے اظہار محبت

امام ترمذی اپنی صحیح ترمذی میں فرماتے ہیں :- عن اسامة بن زید قال طرقت علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذات لیلة فی بعض الحوائج فخرج النبی وھو مشتمل علی شئی لا ادری ما ھو فلما فرغت من حاجتی قلت ما ھذا الذی انت مشتمل علیہ فکشف فالحسن والحسین علیھما السلام علی ورکیہ فقال ھذان ابنای و ابناء ابنتی اللھم انی احبھما فاحبھما واحب من یحبھما اسامہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہ ایک رات کو کسی ضرورت سے میں نے رسول اللہ صلعم کا دروازہ کھٹکھٹایا آنحضرتؐ باہر تشریف لائے مگر اس حالت میں کہ آپ کسی شے پر چادر لپیٹے ہوئے تھے اور مجھکو نہیں معلوم تھا کہ وہ کیا شے چادر میں لپیٹے ہوئے تھے جب میں اپنے کام سے فارغ ہوا تو عرض کیا کہ آپ کیا لئے ہوئے ہیں آنحضرتؐ نے چادر ہٹائی تو معلوم ہوا کہ آپ کے دونوں پہلوؤں میں امام حسنؑ و امام حسینؑ ہیں پھر آنحضرتؐ نے فرمایا یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ خداوندا میں ان کو دوست رکھتا ہوں تو بھی ان کو دوست رکھ اور جو ان کو دوست رکھیں ان کو بھی دوست رکھ :-

Marfat.com

صحیح ترمذی میں ایک اور روایت ہے :۔ عن انس بن مالک یقول سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ای اھل بیتک احب الیک قال الحسن والحسین وکان یقول لفاطمۃ علیھا السلام ادعی لی ابنای فاذا جاء افیشمھما ویضعھما الیہ
حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ بعض لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپ کو اپنے اہل بیت میں سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ تو حضورؐ نے فرمایا کہ حسنؑ اور حسینؑ اور آنحضرت حضرت فاطمہ سے فرمایا کرتے تھے کہ میرے بیٹوں کو میرے پاس بلا لاؤ جب وہ حضرات آتے تو حضورؐ ان دونوں کی خوشبو سونگھتے اور اپنے سینۂ اقدس سے چمٹا لیتے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک اور روایت ہے فرماتے ہیں: قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومعہ حسن وحسین ھذا علی عاتقہ وھذا علی عاتقہ وھو یلثم مرۃ ھذا ومرۃ ھذا حتی انتھی الینا فقال من احبھما فقد احبنی ومن ابغضھما فقد ابغضنی یعنی ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک بار جناب رسول اللہ صلعم اس شان سے تشریف لائے کہ ایک کاندھے پر حضرت حسنؑ اور ایک پر حضرت امام حسینؑ تھے اور آنحضرت کبھی ان صاحبزادے کا بوسہ لیتے تھے اور کبھی ان کا یہاں تک کہ حضورؐ ہم لوگوں کے قریب آ گئے تو فرمایا کہ جو شخص ان دونوں کو دوست رکھے وہ میرا دوست ہے اور جو ان سے دشمنی رکھے وہ میرا دشمن ہے۔

امام حسینؑ کے رونے سے حضورؐ کی بے چینی

علامہ بدخشی نزل الابرار میں تحریر فرماتے ہیں کہ: خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من بیت ام المومنین عائشۃ فمر علی باب فاطمۃ سلام اللہ علیہا فسمع حسینا بکی فقال الم تعلمی ان بکائہ یؤذینی جناب رسول مقبولؐ ایک بار حضرت ام المومنین عائشہؓ کے مکان سے حضرت فاطمہ علیہا السلام کی طرف گذرے تو امام حسینؑ کے رونے کی آواز آپ کے کان میں آئی آپ نے حضرت فاطمہ کو آواز دی کہ کیا تم کو نہیں معلوم کہ اس کے حسین علیہ السلام کے رونے سے مجھے تکلیف ہوتی ہے

کس قدر حضورؐ کو محبت حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ تھی کہ ذرا سا رونا بھی آپ کو برداشت نہ ہوا اور حضرت سیدہؑ جیسی لاڈلی صاحبزادی کو فہمائش کر دی اس کے مقابلہ پر اشقیائے شام کا طرز عمل دیکھو کہ کس طرح بے رحمی اور بے دردی سے شہید کیا۔

Marfat.com

افضلیت امام کا اعلان

امام عالی مقام سے حضور رمؐ کو جو محبت تھی اُس کا حال کچھ اوپر گذر چکا ہے اب زبان رسالت نے فضیلت و عظمت کا جو اعلان عام فرمایا ہے وہ بھی سنو:۔

عن ربیعۃ السعدی قال اتیت حذیفۃ نسئلہ عن اشیاء فقال اسمع منی وعہ وبلغ الناس انی رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسمعتہ باذنی وقد جاء الحسین علی المنبر فجعلہ علی منکبیہ ثم قال ایھا الناس ھذا الحسین خیر الناس جدا وجدۃ جد رسول اللہ سید ولد ادم جدتہ خدیجۃ سابقۃ الایمان من کل الامۃ وھذا الحسین خیر الناس خالا وخالۃ خالہ القاسم وعبد اللہ وابراھیم وخالتہ زینب ورقیۃ وام کلثوم وھذا الحسین خیر الناس عما وعمۃ عمہ جعفر وعقیل وعمتہ امھانی وھذا الحسین خیر الناس ابا واما واخا واختا ابوہ علی وامہ فاطمہ واخوہ الحسن واختہ زینب وام کلثوم ثم وضعہ علی منکبیہ فاجلسہ فی قبلیہ فقال ایھا الناس ھذا الحسین جدہ فی الجنۃ وجدتہ فی الجنۃ وخالتہ فی الجنۃ واعمامہ فی الجنۃ وعماتہ فی الجنۃ وابوہ فی الجنۃ وامہ فی الجنۃ ثم قال یا ایھا الناس انہ لم یعط احد من ذریۃ الانبیاء الماضیین ما اعطی الحسین ابن علی خلا یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراھیم

ربیعۃ السعدی کہتے ہیں کہ وہ ایک دفعہ حضرت حذیفہؓ کے پاس گئے اور حذیفہ سے چند مسائل دریافت کئے ربیعہ کہتے ہیں کہ حذیفہ رضؓ مجھ سے فرمانے لگے کہ جو میں کہتا ہوں اس کو سنو اور یاد رکھو اور لوگوں تک پہنچا دو میں نے اپنے کانوں سے آنحضرتؐ کو فرماتے ہوئے سنا ہے اور اس وقت خاص میں امام حسینؓ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے جب آپ منبر پر تشریف فرماتے تھے اور امام حسینؓ آپ کے کندھے پر سوار ہو گئے۔ پس آپ نے فرمایا اے لوگوں یہ حسین وہ ہے جو باعتبار اپنے نانا اور نانی کے سب سے افضل ہے اس کا نانا رسول خدا اور نانی خدیجہؓ جو تمام امت میں سب سے پہلے ایمان لائیں اور یہ وہ حسین ہے جو باعتبار اپنی خالہ اور اپنے ماموں کے سب سے بہتر ہے۔ آپ کے ماموں تو قاسم عبد اللہ اور ابراہیم ہیں۔ اور خالہ زینبؓ اور ام کلثوم رضؓ ہیں اور حسینؓ وہ ہے جو باعتبار پھوپھی اور چچا کے سب سے بہتر ہے چچا تو جعفر و عقیل ہیں اور پھوپھی ام ہانی اور حسینؓ وہ ہے جو اپنے ماں بھائی اور بہن کے عتبار سے سب سے بہتر ہے باپ علیؓ ماں فاطمہؓ

Marfat.com

بھائی حسنؓ اور بہن زینب و کلثوم ہیں۔ یہ فرما کر حضور بیٹھ گئے اور امام حسین کو کندھے پر سے اتار کر پہلو میں بٹھا لیا اور پھر ارشاد فرمایا ایہا الناس یعنی اے لوگو یہ وہ حسین ہے جن کا نانا بھی جنت میں ہے اور نانی بھی جنت میں جس کی خالہ بھی جنت میں ہے اور خالو بھی جس کے چچا بھی جنت میں اور پھوپھیاں بھی جنت میں جس کا باپ بھی جنت یں اور ماں بھی جنت میں جس کا بھائی جنت میں اور بہنیں بھی جنت میں اور یہ خود بھی جنت میں اے لوگو یہ وہ حسین ہے جس کو وہ سب فضائل عطا فرمائے گئے ہیں جو سوائے حضرت یوسفؑ بن یعقوب بن اسحٰق بن ابراہیم کے انبیائے سابقین کی ذریت میں سے کسی کو عطا نہیں فرمائے گئے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ امام حسینؓ کس قدر جلیل المرتبت رسول خدا کی نگاہ میں تھے اول تو جس واقعہ کا اس روایت میں ذکر ہے وہی امام حسینؓ کی علو شان کو بیان کر رہا ہے اور فی الواقع دنیا میں وہ کون سی ہستی ہے جو نانا نانی ماں باپ چچا ماموں خالہ پھوپھی بہن بھائی کی طرف سے ایسا ہو یعنی جس کے یہ تمام رشتہ دار اور اقربا ایسے ذی رتبہ اور ذی شان ہوں پھر اس پر حضور کا یہ اعلان اس حقیقت کو ظاہر کرتا ہے کہ آپ اپنی امت پر جناب امام عالی مقام کی فضیلت و برتری ظاہر کر دینا چاہتے تھے۔ تاکہ آپ کے مرتبہ سے لوگ بے خبر اور ناواقف نہ رہیں یعنی صرف یہی بات نہ تھی کہ لوگوں کو صرف یہ علم ہو کہ حسین محمدؐ کے نواسے تھے اور ہر ایک نانا کو اپنے نواسے محبت ہوتی ہے ہر ایک نانا اپنے نواسے کو گود میں اٹھاتا ان کو پیار کرتا اور ان کی طفلانہ شوخیوں سے مسرت حاصل کرتا ہے۔ اسی طرح رسول اللہ بھی بہ تقاضائے محبت بشری محبت و شفقت فرماتے تھے۔ نہیں بلکہ نانا اور نواسے کے رشتہ کی جو محبت ہوتی ہے اس کے علاوہ ایک چیز تھی یہی وجہ ہے کہ حضور نے نہ صرف شفقت و محبت کا اظہار امام عالی مقام کے ساتھ کیا بلکہ بار بار امت پر آپ کے فضائل ظاہر کئے اور اپنی محبت کا اظہار فرمایا اور لوگوں کو یہ بھی اطلاع دی کہ مجھ کو ان سے محبت ہے اور یہ بھی فرمایا کہ اے خدا میں ان کو دوست رکھتا ہوں تو بھی دوست رکھ اور صرف اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ یہ بھی فرمایا کہ اے خدا جو ان کو دوست رکھتا ہے اُن کو بھی تو دوست رکھ اور پھر بار بار امت کو ان امامین ہمامین سیدین حسنؓ والحسینؑ سے محبت کرنے کی تلقین فرمائی اور ان کے مراتب علیا سے امت کو آگاہ کیا۔ چنانچہ نہایت کثرت سے اس قسم کی روایتیں منقول ہیں کہ حضورؐ نے امام حسنؓ اور امام حسینؓ علیہما السلام سے محبت کرنے کی امت کو ہدایت اور تلقین فرمائی ہے۔

Marfat.com

خطبات میں حُبِ اہل بیت کی تلقین

ایک صورت تو اظہار محبت کی وہ تھی جو اوپر گذری۔ دوسری وہ جو ابھی ہم نقل کر آئے ہیں کہ حضورؐ زبان اقدس سے فرماتے تھے کہ مجھ کو حسن و حسینؓ سے محبت ہے اے خدا تو بھی ان سے محبت کر اور ان سے بھی جو ان سے محبت کریں اور تیسری یہ کہ آپ کی شان و مرتبہ علی ہے۔ لوگوں کو آگاہ فرماتے تھے چنانچہ امام مسلم امام ترمذی اور امام حاکم امام احمد حنبل نے اپنی حدیث کی کتابوں میں نقل کیا ہے۔ عن زید بن ارقم قال قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوماً خطیباً بماء یدعی خماً بین المکۃ والمدینۃ فحمد اللہ واثنی علیہ ووعظ وذکر ثم قال اما بعد ایھا الناس انما انا بشر یوشک ان یاتینی رسول ربی فانا اجیب انی تارک فیکم الثقلین اولھم کتاب اللہ فیہ الھدی والنور فخذوا بکتاب اللہ واستمسکوا بہ فحث علی کتاب اللہ ورغب فیہ ثم قال واھل بیتی اذکرکم اللہ فی اھل بیتی اذکرکم اللہ فی اھل بیتی

زید بن ارقم سے روایت ہے کہ ایک دن اس پانی کے کنارے جسے خم کہا جاتا ہے اور جو مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہے جناب رسول خدا ہمارے درمیان خطبہ پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے پس خدا کی حمد و ثنا بیان کی اور وعظ و نصیحت کرنے کے بعد فرمایا اے لوگو بشر ہوں اور میں گمان کرتا ہوں کہ میرے پاس (جلد) خدا کا پیغام پہنچانے والا آئیگا اور میں اس کو قبول کرنے والا ہوں پس میں تمہارے لئے دو بڑی چیزیں چھوڑنے والا ہوں ان میں اول تو خدا کی کتاب قرآن ہے جس میں ہدایت اور نور ہے۔ پس تم خدا کی کتاب کو مضبوط پکڑو اس سے تمسک اختیار کرو۔ پھر آنحضرت نے کتاب اللہ کے اتباع و تمسک پر لوگوں کو ترغیب و تحریص دلائی پھر فرمایا اور میرے اہل بیت اپنے اہل بیت کے لئے تم کو خدا کو یاد دلاتا ہوں اپنے اہل بیت کے لئے تم کو خدا کو یاد دلاتا ہوں

اس حدیث میں صاف الفاظ میں کامل اہمیت کے ساتھ اہل بیت کی عزت و حرمت اور عظمت و محبت کرنے کی تلقین فرمائی گئی ہے۔

فرمان رسولؐ

(اپنے بعد دو چیزیں چھوڑتا ہوں کتاب اللہ و اہلبیت)

امام ترمذی نے جابر بن عبداللہ انصاری کی سند سے لکھا ہے کہ خم غدیر سے پہلے بھی حضورؐ نے عرفہ کے روز ارشاد فرمایا تھا۔ عن جابر بن عبد اللہ الانصاری قال رأیت رسول اللہ

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوم العرفۃ وھو علی ناقۃ العضباء یخطب فسمعتہ یقول ایھا الناس انی ترکت فیکم ما ان اخذتم بہ لن تضلوا بعدی کتاب اللہ و عترتی اھل بیتی جابر بن عبداللہ انصاری سے مروی ہے کہ میں نے عرفہ کے دن رسول اللہ کو ناقہ عضباء پر سوار دیکھا کہ آپ خطبہ ارشاد فرما رہے ہیں اور میں نے سنا کہ آپ فرما رہے ہیں کہ میں اپنے بعد دو چیزیں چھوڑنے والا ہوں اگر تم ان کو پکڑے رہو گے تو گمراہ نہ ہوگے میرے بعد وہ دونوں چیزیں کتاب اللہ اور میرے اہل بیت ہیں۔

اس حدیث میں بھی صاف الفاظ میں امت مسلمہ کو ہدایت و تلقین کی گئی ہے کہ قرآن اور اہل بیت کرام سے تمسک رکھنا اور اگر ایسا کروگے تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ قرآن کریم کے ساتھ اہل بیت اطہار کا ذکر اور ان سے تمسک کرنے کی ہدایت حضرات اہل بیت کی علو مرتبت و جلالت قدر و عظمت شان کی بین دلیل ہے اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضور امام حسنؑ اور حسینؑ کی عزت و محبت امت محمدی کے دلوں میں جاگزیں کر دینا چاہتے ہیں۔

پانچ فضیلتیں جنمیں رسول اللہ کیساتھ اہل بیت شریک ہیں

پانچ ایسی فضیلتیں ہیں جن میں رسول اللہ کے ساتھ سوائے اہل بیت کے کوئی شریک نہیں دوسرے الفاظ میں یوں سمجھو کہ پانچ ایسی خصلتیں ہیں جن میں اہل بیت کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مساوات کا فخر عطا کیا گیا ہے۔

امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں قد جعل اللہ اھل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم مساوین لہ خمسۃ اشیاء یعنی اللہ تعالیٰ نے پانچ باتوں میں اہل بیت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ کا مساوی ٹھہرایا ہے۔

پہلی فضیلت سلام کی ہے

یعنی جس طرح اللہ پاک نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجا جیسا کہ فرمایا السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اسی طرح فرمایا سلام علیٰ الیاسین آل یٰسین سے مراد ہے آل محمد مفسرین کا قول ہے کہ جس طرح حضرت یعقوب کا نام اسرائیل ہے اسی طرح آنحضرت کا نام یٰسین ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کا قول بھی یہی ہے حضرت کلبی کا بھی یہی قول ہے وہ فرماتے ہیں سلام علیٰ الیاسین ای علیٰ آل محمد آل یاسین سے آل محمد مراد ہیں۔

Marfat.com

سب کو معلوم ہے کہ اولادِ رسولؐ پر صدقہ حرام ہے صحیح مسلم میں ہے عن ابی ھریرۃ قال اخذ الحسین بن علی علیہما السلام تمرۃ من تمر الصدقۃ فجعلھا فی فیہ فقال صلی اللہ علیہ وسلم کخ کخ لیطرحہا ثم قال لا تشعرون ان الصدقۃ لا تحل لنا۔

یعنی ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ امام حسینؓ نے صدقہ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور لیکر منہ میں ڈال لی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کخ کخ فرمایا غالباً تھوکو تھوکو کے معنی ہیں تاکہ آپ منہ سے نکال ڈالیں۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم نہیں جانتے کہ صدقہ ہمارے لئے حلال نہیں ہے اسی طرح امام حسنؓ اور حسینؓ اور آپ کی ذریت کے لئے بھی حلال نہیں ہے۔

اس خصوصیت میں بھی کوئی امتی شریک نہیں ہے اور آپ کی آل اس خصوصیت میں آپ کے ساتھ ہے۔

پانچویں فضیلت مودّت اہل بیت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے لئے ارشاد خداوندی ہے۔ فاتبعونی یحببکم اللہ یعنی اے نبی کہدو کہ میرا اتباع کرو خدا تم کو دوست رکھیگا اور اہل بیت اطہار کے لئے فرمایا قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ اے پیغمبر کہدو کہ میں تم سے تبلیغ رسالت و ہدایت میں کوئی اجر نہیں مانگتا۔ مگر یہ کہ میرے اقربا سے محبت و مودت رکھو۔

صاف اور کھلے الفاظ میں حکم الٰہی ہے کہ آنحضرتؐ کے اہل قرابت یعنی اہل بیت سے محبت رکھنا چاہئے۔ ایک طرف تو مسلمانوں کو یہ حکم ہے مگر دوسری طرف واقعہ کربلا کو دیکھو کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ جن لوگوں نے حضرت امام اور تمام خاندان نبوت کو قتل اور شہید کیا ہے وہ اسی خدا کے ماننے والے تھے جس نے قرآن حکیم میں رسول پاکؐ کے اہل بیت سے مودت اور محبت کا حکم دیا ہے اور کیا وہ لوگ اسی رسول پر ایمان رکھتے تھے جس کے اہل بیت کے ساتھ مودت کا حکم کلام الٰہی میں ہے بہرحال یہ پانچ فضیلتیں یا پانچ خصوصیتیں ایسی ہیں جن میں اہل بیت منفرد ہیں اور کوئی امتی ان میں شریک وسہیم نہیں ہے۔ ان فضائل پنجگانہ سے تم حضرت سیدنا امام حسینؓ کی عظمت و بزرگی اور آپ کی جلالت قدر و علو مرتبت کا اندازہ لگا سکتے ہو۔

محبت اہل بیت کا حکم اور دیگر فضائل

اوپر مودت اہل بیت کا ذکر قرآن کریم سے کیا گیا ہے اور دو ایک حدیثیں بھی بیان کی گئی ہیں جن میں کہا گیا ہے کہ میں حسینؓ کو دوست رکھتا ہوں اے خدا تو بھی ان کو دوست رکھ اب

Marfat.com

ہم زبان نطق رسالت ہے جو مصداق ہو ۔ مَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۔
کا اُن کے ارشادات بکثرت ہیں جس میں اہل بیت کرام اور امام عالی مقام کی فضیلت کا ذکر اور ان سے محبت کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور جو بدبخت ان سے بغض رکھیں ان کے متعلق وعید بیان کی گئی ہے حضرت دیلمی فرماتے ہیں عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نحن اہل بیت مفاتیح الرحمۃ و موضع الرسالۃ و معدن العلم حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم اہل بیت رحمت کی کنجیاں محل رسالت اور علم کی کان ہیں :۔ اس حدیث میں تین فضیلتیں بیان کی گئی ہیں ۔ اہل بیت کو رحمت کی کلید فرمایا دوسری فضیلت یہ بیان فرمائی کہ اہل بیت موضع رسالت ہیں یعنی جہاں سے رسالت کا شرف متعلق ہے اور تیسری صفت علم کی بیان فرمائی کون ہے جس کی آنکھیں ان صفات سہ گانہ کا نور پیشانی امام عالی مقام میں چمکتا ہوا دیکھتا ہو ۔

اہل بیت امت محمدی کے لئے سفینۂ نوح ہیں

عن حنش ابن المعتمر قال رأیت اباذر اخذ اباب الکعبۃ وھو یقول من عرفنی فقد عرفنی ومن لم یعرفنی فانا ابوذر الغفاری سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول مثل اہل بیتی کمثل سفینۃ نوح فی قومہ من رکبھا نجی ومن تخلف منھا غرق

حنش ابن معتمر سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے ابوذر کو دیکھا کہ وہ خانہ کعبہ کا دروازہ پکڑے ہوئے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ جس نے مجھ کو پہچانا اُس نے پہچانا اور جس نے نہیں پہچانا وہ اب پہچان لے میں ۔ ابوذر غفاری ہوں ۔ میں نے جناب رسول خدا کو فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ تم لوگوں میں میرے اہل بیت کی مثال سفینۂ نوح کی سی ہے جو اس پر سوار ہوا وہ بچ گیا اور جو اس سے الگ رہا وہ غرق ہوا ۔

اس حدیث میں امت کو مژدہ نجات کا بھی دیا گیا ہے اور وہ وعید بھی بیان کی گئی ہے جو اس سفینۂ نوح کو تھام لیگا اور اس پر سوار ہو جائے گا یعنی محبت اہل بیت کو اپنے دل میں جگہ دے گا اور اسوۂ اہل بیت پر عمل کرے گا اُس کو یقیناً نجات ملے گی اور جو اس سے تخلف کرے گا وہ غرق ہو جائے گا ۔

حب اہلبیت کہاں کہاں فائدہ دیگی

عن عبد اللہ ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حب اہل بیتی

Marfat.com

نافع فی سبع مواطن اهوالهن عظیمۃ عند الوفاۃ وعند القبر وعند النشور و عند الکتاب وعند الحساب وعند المیزان وعند الصراط حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اہل بیت کی محبت سات مقامات پر نفع دے گی جو بڑے سخت خوف کے اوقات ہیں۔ وقت وفات قبر میں جاتے وقت قبر سے اٹھائے جانے کے وقت حساب کے وقت میزان کے وقت اور پل صراط کے وقت محبت اہل بیت کس قدر گراں قدر نعمت ہے غور کرو کہ کیسے اہم اور کس قدر سخت مواقع پر ہم کو اس سے نفع حاصل ہو سکتا ہے مگر محبت اہل بیت کے معنی بھی ہم کو سمجھ لینے ضروری ہیں رسول اللہ صلعم کی محبت کا حکم ہم کو قرآن نے دیا ہے اور یہ بھی بتلا دیا ہے کہ محبت رسول کے کیا معنی ہیں اور بتلایا ہے کہ محبت رسولؐ کے معنی ہیں اتباع رسول اور پیروی اسوۂ رسولؐ کے ہی معنی حب اہل بیت اور محبتِ امام عالی مقام کے بھی ہیں۔ محبت اہل بیت کے دعوے کے بعد اگر کوئی شخص امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے اسوۂ حسنہ کی اتباع نہیں کرتا تو اس کا دعویٰ لغو اور بے معنی ہے اور زبانی دعویٰ ان ہفت گانہ مقامات خوف پر کچھ بھی مفید ثابت نہیں ہو سکتا۔

محبتِ خدا، محبتِ رسولؐ، محبت اہل بیت

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ احبوا اللہ بما انغذ علیکم من نعمتہ فاحبونی بحب اللہ واحبوا اھل بیتی۔ یعنی امام ترمذی و امام حاکم ابن عباسؓ کی سند سے روایت کرتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلعم نے خدا سے محبت کرو کیونکہ اس نے تم کو نعمتیں عطا فرمائی ہیں اور خدا کی محبت کی بنا پر مجھ سے محبت کرو اور میری محبت کی وجہ سے میرے اہل بیت سے محبت کرو۔ اس حدیث قدسی میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرو کیونکہ اسکی نعمتیں بندوں پر ہیں اب غور کرو کہ بندوں پر خداوند تعالیٰ کی کس قدر نعمتیں ہیں سب سے پہلی نعمت تو یہی ہے کہ اس نے ہم کو انسان بنایا نطق اور عقل و خرد عطا فرمائی اور تمام کائنات کو ہمارے لئے مسخر کر دیا کائنات عالم کا یہ سارا نظام ہمارے فائدہ ہی کے لئے تو ہے۔ ~~

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کارند　　　تا تو نانے بکف آری و بہ غفلت نہ خوری

دیکھو کس طرح اس رب العالمین نے ہم کو بطن مادر میں پرورش فرمایا پھر ہم پیدا ہوئے تو کس طرح ہماری پرورش کے لئے سامان مہیا فرمائے۔ صرف ایک ہوا اور سورج کی روشنی کو دیکھو اگر ان میں سے کوئی ایک نعمت بھی ہم سے چھین لی جائے تو کتنے لمحہ ہم زندہ رہ سکتے ہیں

Marfat.com

اہل بیت باب مغفرت ہیں

امام دیلمی روایت کرتے ہیں۔ عن ابن عباس وابی ذر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثل اہل بیتی فیکم کمثل باب حطۃ فی بنی اسرائیل من دخلہ غفرلہ

حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابو ذر غفاریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے درمیان میرے اہلبیت ایسے ہیں جیسے بنی اسرائیل میں باب توبہ تھا کہ جو اس میں داخل ہوا وہ بخشا گیا۔

مطلب یہ ہے کہ جس کے دل میں اہل بیت کرام کی سچی محبت نے جگہ کرلی اور اس نے اسوۂ اہل بیت کی متابعت اختیار کی وہ بخشا جائے گا۔

محافظ اہلبیت کے لئے عہد مغفرت

عن ابی بکر الصدیق ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من حفظنی فی اہل بیتی فقد اتخذ لہ عند اللہ عہدا حضرت ابو بکر صدیقؓ سے روایت ہو کہ جو شخص میرے اہل بیت کی حفاظت کریگا میں نے اس کے لئے خدا سے عہد کرلیا ہے۔ عہد کا مطلب عہد مغفرت سے ہے۔ یعنی خدا سے عہد لیا ہے کہ جو میرے اہل بیت کی حفاظت کرے اس کو ضرور بخشا جائے۔

حضرت صدیق اکبرؓ کی دوسری روایت

عن ابی بکر الصدیق قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی خیمۃ وھو متکیء علی قوس عربیۃ وفی الخیمۃ علی وفاطمۃ والحسن والحسین فقال یا معشر المسلمین انا سالم لمن سالم اہل ھذا الخیمۃ وحرب لمن حاربہم وولی لمن والاھم۔ لا یحبہم الا سعید الجد طیب المولد ولا یبغضہم الا شقی الجد ردی الولادۃ۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ سے روایت ہے کہ دیکھا ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خیمہ میں اور آنحضرت اس وقت ایک عربی کمان پر تکیہ کئے ہوئے تھے اور اس خیمہ میں حضرت فاطمہؓ حضرت علیؓ حضرات حسنؓ وحسینؓ تھے۔ آنحضرت نے فرمایا اے مسلمانو! میں اسی خیمہ والوں کے ساتھ صلح قائم رکھنے والوں سے صلح کرنے والا ہوں اور ان سے جنگ کرنیوالوں سے جنگ کرنے والا ہوں اور جو نیک بخت پاکیزہ ولادت والا ہوگا وہ انھیں دوست رکھیگا۔ اور بدبخت بد ذات ان کو دوست نہیں رکھے گا۔

اسلام کی بنیاد حب رسولؐ اور حب اہل بیت ہے

امام سیوطی لکھتے ہیں:۔ عن الحسن بن علی قال قال رسول اللہ صلعم لکل شئی اساس واساس الاسلام حب رسول اللہ وحب اہلہ۔ امام حسنؓ روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے ہر ایک شی کی ایک بنیاد ہوتی ہے اور اسلام کی بنیاد حب رسول اور حب آل رسول ہے۔

بغیر حب آل رسولؐ کے ایمان جگہ نہیں پکڑتا

امام ترمذی فرماتے ہیں۔ عن عبد المطلب بن ربیعۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یدخل فی قلب امرئ ایمان الا بحب قرابتی عبد المطلب ابن ابی ربیعہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ نے کسی کے دل میں ایمان، داخل نہیں ہوتا مگر میرے اہل بیت کی محبت کی وجہ سے۔

گلشن مصطفویؐ کے دو پھول

عن عبد اللہ ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الحسن والحسین ھما ریحانتای فی الدنیا۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حسنؑ اور حسینؑ دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔

جوانان بہشت کے سردار

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحسن والحسین سیدا شباب اھل الجنۃ فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حسنؑ اور حسینؑ اہل جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔

حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسین منی وانا من حسین احب اللہ من یحب الحسین حسین سبط من الاسباط۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں اللہ تعالیٰ اس کو دوست رکھے جو حسینؑ کو دوست رکھے حسینؑ ایک سبط ہے اسباط میں سے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللھم انی احبہ فاحبہ واحب من یحبہ رسول خدا نے فرمایا کہ اے اللہ میں اس کو امام حسین علیہ السلام کو، دوست رکھتا ہوں تو بھی اس کو دوست رکھ اور اس کو بھی دوست رکھ جو حضرت امام حسینؑ کو دوست رکھے۔

اہل بیتؑ سے بغض رکھنے والا حشر میں یہودی ہو گا

امام طبرانی اور امام سیوطی لکھتے ہیں:۔

عن جابر قال خطبنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسمعتہ یقول ایھا الناس من ابغضنا اھل البیت حشرہ اللہ یوم القیمۃ یھودیا

حضرت جابرؓ سے منقول ہے کہ رسول خدا نے ہم کو خطبہ دیا۔ پس میں نے سنا۔ فرماتے ہیں رسول اللہ

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کہ جس نے بغض رکھا ہلا اے اہل بیت سے اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن یہودی اٹھائے گا

اہل بیت سے بغض رکھنے والا منافق ہے

امام احمد حنبل مناقب میں فرماتے ہیں:- عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ابغض اھل بیتی فھو منافق۔ ابی سعید خدری سے مروی ہے کہ فرمایا رسول خدا نے جو شخص بغض رکھتا ہے اہل بیت سے وہ منافق ہے۔

امام حسینؑ کا دشمن خدا اور رسول کا دشمن ہے

رسول اللہ کا ارشاد ہے کہ جس نے حسینؑ سے دوستی رکھی اس نے مجھ سے دوستی رکھی اور جس نے حسینؑ سے دشمنی رکھی اس نے مجھ سے دشمنی رکھی۔ نیز فرمایا کہ جس نے دوست رکھا حسینؑ کو اس نے دوست رکھا مجھ کو اور جس نے دشمنی کی حسینؑ سے اس نے مجھ سے دشمنی کی۔ اور جس نے دشمنی کی مجھ سے اس نے دشمنی کی حق تعالیٰ سے۔

اوپر جس قدر احادیث لکھی جا چکی ہیں وہ بداہتًا اس امر کو ثابت کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو امام حسن اور امام حسین علیہما السلام سے انتہا درجے کی محبت تھی اور ان سے زیادہ کسی کو آپ سے محبت نہ تھی۔ نیز یہ کہ آپ نے امت اسلامیہ کو آپ کی محبت کا صاف و صریح الفاظ میں حکم دیا ہے۔ کہیں کلید رحمت فرمایا، کہیں باب مغفرت بتلایا اور مسلمانوں کو آگاہ کر دیا کہ ان کی محبت سے وہ سب کچھ حاصل ہو سکتا ہے جس کی تمنا کوئی مسلمان کر سکتا ہے اور اچھی طرح بتلا دیا کہ اہل بیت کی دشمنی و عداوت خسر الدنیا والآخرۃ کے مصداق ہے۔ وذلک ھو الخسران المبین۔

محبت رسولؐ کے چند اور واقعات

ہم جناب امام عالی مقام کے ساتھ محبت رسولؐ کے چند واقعات اور لکھ کر قرآن حکیم کی ان آیات کا ذکر کریں گے جن میں اہل بیت کا ذکر کیا گیا ہے۔

یہ واقعہ نہایت مشہور اور متعدد راویوں نے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ جناب امام حسینؑ حضورؐ کی پشت مبارک پر سوار تھے تو کسی صحابی نے عرض کیا کہ کیا اچھی سواری ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اور کیا اچھا سوار ہے۔

حضورؐ کو صاحبزادوں سے اس قدر محبت تھی کہ جہاں کہیں بھی دیکھ لیتے حضورؐ کا غنچہ قلب فرط مسرت سے شگفتہ ہو جاتا تھا۔ ایک مرتبہ حضورؐ کسی جگہ تشریف لیجا رہے تھے راستے میں بچوں کیساتھ امام حسینؑ کھیل رہے تھے۔ آپ وہیں ٹھہر گئے اور امام حسین کو پیار سے پکڑنے لگے۔ حضرت

امام حسین بچپن کی شوخی سے ادھر ادھر بھاگتے تھے۔ اور آنحضرت بھی آپ کے پکڑنے کے لئے آپ کے پیچھے آہستہ دوڑ رہے تھے۔ چنانچہ حضورؐ نے امام حسینؑ کو پکڑ لیا اور جھک کر ایک ہاتھ سے امام کو اٹھا کر آپ کا منہ چوما اور خوب پیار کیا۔

قدم امام سینۂ رسول اللہ پر

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اپنے کانوں سے سنا کہ:۔

آنحضرت دونوں ہاتھ امام حسینؑ کے پکڑے ہوئے تھے اور امام حسین کے دونوں پاؤں سینۂ مبارک پر تھے اور حضور کمال محبت و پیار سے فرما رہے تھے کہ اے مچھر کی طرح سے ننھے بچے آگے بڑھ۔ ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ امام حسین اس قدر آگے بڑھ گئے کہ دونوں قدم حضورؐ کے سینے مبارک پر پہنچ گئے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اپنا منہ کھول۔ پھر آپ نے ان کے منہ کو چوما اور فرمایا۔ اے خدا میں اس کو محبوب رکھتا ہوں تو بھی اس کو محبوب رکھ۔

امام حسینؑ کے ہمجولی کو پیار

ایک مرتبہ حضورؐ اپنے اصحاب کے ساتھ کہیں جا رہے تھے۔ ایک گلی میں چند لڑکے کھیل رہے تھے۔ حضرتؐ نے ان لڑکوں میں سے ایک لڑکے کو گود میں اٹھا لیا اور اس کی پیشانی پر بوسہ دیا اور بہت پیار کیا۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ حضورؐ یہ لڑکا کون ہے۔ یعنی ایک اجنبی لڑکے کو پیار کرنے پر صحابہ کو تعجب ہوا اور کہا کہ اس قدر پیار کرنے کا کیا سبب ہے تو حضورؐ نے فرمایا کہ میں نے اس کو حسین کے ہمراہ کھیلتے دیکھا تھا اور حسینؑ کی خاک قدم آنکھوں پر ملتا تھا۔ اسی دن سے اس لڑکے کو دوست رکھتا ہوں اور کل قیامت میں اس کی شفاعت کروں گا۔ اور اسکے ماں باپ کی شفاعت کر کے جنت میں داخل کراؤں گا۔

اس روایت سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ حضورؐ کو امام حسین سے کس قدر محبت تھی کہ اس لڑکے سے حضورؐ محبت ہو گئی جو امام حسین کے ساتھ کھیلتا تھا۔ اور راہ چلتے صرف ایک دفعہ اس کو امام عالی مقام کے ساتھ کھیلتے دیکھا تھا اور پھر آپ اس کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے اور فرط محبت سے گود میں اٹھا لیا اور اس کو پیار کیا اور اس کے والدین کی شفاعت کا وعدہ کر لیا۔ اگرچہ محبت و شفقت حضورؐ کے خمیر میں تھی خصوصاً بچوں پر تو حضورؐ بہت شفیق و مہربان تھے۔ مگر اس واقعہ میں جو چیز غور کرنے کی ہے وہ یہ ہے

Marfat.com

حضرت امام حسین سے حضورؐ کو کس قدر محبت تھی۔

ایک طرف حضورؐ کی محبت و الفت کا یہ حال اور دوسری طرف کلمہ گویانِ اسلام کا یہ طرزِ عمل کہ کرب و بلا کی سرزمین میں بے آب و دانہ ان کو شہید کر ڈالا اور پھر کس درندگی اور بربریت کے ساتھ کہ تمام کنبہ کو یعنی تمام خانوادۂ رسالت کو شہید کر کے رکھ دیا۔ کون کہہ سکتا ہے کہ وہ انسان اور پھر مسلمان تھے۔

خداوندی کلام اور اہل بیت کرام رضؑ

ہم اوپر احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جناب امام عالی مقام اور اہل بیت اطہار کے فضائل و مناقب بیان کر چکے ہیں اگرچہ ہمارے مدعا کے لئے صرف اسی قدر کافی ہے۔ کیونکہ اگر کسی دل میں رسول اللہ کی محبت ہے تو اس کے لئے اوپر کے واقعات جو ہم لکھ آئے ہیں اور جو حدیثیں ہم نے نقل کی ہیں اہل بیت کرام سے محبت کرنے کے لئے کافی ہیں۔ لیکن ہم ذیل میں چند و آیات بھی لکھتے ہیں جو مخصوص طور سے اہل بیت اطہار کے فضائل و مناقب میں نازل ہوئی ہیں

پہلی آیت تطہیر

اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡہِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ وَ یُطَہِّرَکُمۡ تَطۡہِیۡرًا

دوسری آیت

وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰہِ جَمِیۡعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوۡا ۪ اللہ کی رسّی کو مضبوط پکڑو اور انتشار نہ کرو۔

اس آیت کے متعلق امام ثعلبی نے اپنی تفسیر میں روایت کی ہے:۔ عن جعفر الصادق علیہ السلام قال نحن حبل اللّٰہ الذی قال اللّٰہ تعالیٰ واعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعا ولا تفرقوا۔

امام ثعلبی اس آیت کی تفسیر میں امام جعفر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا وہ حبل اللہ ہم ہی ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالے نے فرمایا ہے کہ اللہ کی رسی کو سب لوگ مضبوط پکڑو اور انتشار نہ پیدا کرو۔

تیسری آیت

اَمۡ یَحۡسُدُوۡنَ النَّاسَ عَلٰی مَاۤ اٰتٰہُمُ اللّٰہُ مِنۡ فَضۡلِہٖ یعنی اہل دنیا اس چیز پر حسد کرتے ہیں جو خدا نے اپنے فضل سے ان کو عنایت کی ہے۔

علامہ ابن حجر نے صواعق محرقہ میں لکھا ہے:۔ اخرج ابو الحسن ابن المنازل عن الباقر علیہ السلام قال تفسیر ھذہ الآیۃ نحن الناس محسودون واللہ ابوالحسن بن منازل

کہتے ہیں کہ جناب امام باقر علیہ السلام اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم وہ لوگ ہم ہیں۔ (یعنی اہل بیت، جن سے دنیا کے لوگ حسد کرتے ہیں

چوتھی آیت

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ۔ جب تک آپ ان کے درمیان میں ہیں اللہ تعالیٰ ان کو عذاب میں گرفتار نہیں کرتا۔ علامہ ابن حجر نے اس آیت کی تفسیر میں طویل بحث کی ہے جسے ہم ذیل میں درج کرتے ہیں:۔

اشار صلی اللہ علیہ وسلم الی وجود ذلك المعنی فی اهل بیته وانهم امان لاهل الارض کما کان هو صلی اللہ علیہ وسلم امانا لهم وفی ذلك احادیث کثیرة منها النجوم امان لاهل السماء واهل بیتی امان لامتی وفی روایة واهل بیتی امان لاهل الارض فاذا هلك اهل بیتی جاء اهل الارض من الایات التی کانوا یوعدون وفی اخری لاحمد بن حنبل، فاذا ذهب النجوم ذهب اهل السماء واذا ذهب اهل بیتی ذهب اهل الارض وفی روایة صححها الحاکم علی شرط الشیخین النجوم امان لاهل الارض من الغرق واهل بیتی امان لامتی من الاختلاف فاذا خالفتهم قبیلة من العرب اختلفوا فصاروا حزب ابلیس وجاء من طرق عدیدة یقوی بعضها بعضا انما مثل اهل بیتی فیکم کمثل سفینة نوح من رکبها نجی وفی روایة مسلم ومن تخلف عنه غرق وفی روایة هلك وانما مثل اهل بیتی فیکم مثل باب حطة فی بنی اسرائیل من دخله غفر له وفی روایة غفر له الذنوب قال بعضهم ان اللہ لما خلق الدنیا ادامها من اجل النبی صلی اللہ علیہ وسلم وجعل دوامها بدوام اهل بیته لانهم یساوونه فی اشیاء یختص بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم ولان قال صاحبهم اللهم انهم منی وانا منهم ولانهم بضعة منه بواسطة ان فاطمة امهم بضعته فاقیموا مقامه فی الامان الی اخره

علامہ ابن حجر صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں کہ اس آیت وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم کی تفسیر میں آنحضرت نے اپنے اہل بیت کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور ان کو امان اہل ارض قرار دیا ہے اور اپنی ذات اقدس کو ان کی امان کا موجب لکھا ہے اور اس سلسلہ میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ ستارے امانِ اہل آسمان ہیں اور میرے اہلبیت امان اہل زمین ہیں جب ہمارے اہل بیت ہلاک ہو جائینگے تو اہل زمین وہ علامات مشاہدہ کریں گے جن کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے اور ان روایتوں کی آخری روایت ہے جس کو امام احمد حنبل نے لکھا ہے کہ ستارے

Marfat.com

آسمان والوں کے لئے امان ہیں اور ہمارے اہل بیت اہل دنیا کی امان ہیں۔ پس جب اٹھ جائیں گے ستارے تو اٹھ جائینگے اہل آسمان اور جب اٹھ جائیں گے ہمارے اہل بیت تو اٹھ جائینگے اہل زمین اور ایک روایت میں ہے جس کو امام حاکم نے مسلم اور بخاری کی شرط پر صحیح لکھا ہے یہ درج ہے کہ ستارے اہل آسمان کی امان ہیں اور ہمارے اہل بیت دنیا والوں کے لئے باعث امان ہیں غرق سے اور اس میں کہ ہمارے اہل بیت دنیا کے لئے باعث امان ہیں یہ مراد ہے اختلاف سے۔ پس جو شخص قبیلۂ عرب سے ان کا مخالف ہوا وہ گروہِ شیطان سے مل گیا۔ اسی طرح اس حدیث کے بہت سے طرق ہیں جو ایک دوسرے کو قوی کرتے ہیں۔ مثلاً یہ حدیث کہ ہمارے اہل بیت کی مثال ایسی ہے جیسے نوح کی کشتی جو اس پر سوار ہوا وہ بچ گیا اور جو اس سے علیحدہ رہا وہ ہلاک ہوا اور صحیح مسلم کے یہ الفاظ ہیں کہ جس نے ان سے اختلاف کیا وہ ڈوب گیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ہمارے اہل بیت کی مثال بنی اسرائیل کے باب توبہ کی سی ہے کہ جو اس میں داخل ہوا وہ بخش دیا گیا اور اللہ تعالےٰ نے بقائے خلق کو آنحضرت کی بقا اور آپ کے اہل بیت کی بقا کے ساتھ لازم قرار دیا ہے کیونکہ یہ حضرات پانچ چیزوں میں آنحضرت کے ساتھ مساوی ہیں اور اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ان سے ہوں اور وہ مجھ سے ہیں۔ اور یہی رسول اللہ کے ٹکڑے (بضعہ) ہیں کیونکہ فاطمہؑ آنحضرت کی بضعہ یعنی جگر کا ایک ٹکڑا ہیں جو حضرت امام حسنؑ اور امام حسین کی اولاد ہیں۔ پس یہ حضرات بھی مقام امان میں آنحضرت کی طرح باعث امان خلق اللہ ہیں۔ اس کے آگے علامہ ابن حجر مکی نے لکھا ہے کہ ان حضرات کی تشبیہ سفینہ نوحؑ سے یہ ہے کہ جو شخص ان حضرات سے محبت کرتا ہے ان کی تعظیم کرتا ہے اور ان سے ہدایت حاصل کرتا ہے وہ مخالفت کی تاریکیوں سے محفوظ ہے۔ اور جس نے ان سے اختلاف کیا وہ دریائے کفر و معصیت میں ڈوب گیا اور گرداب طغیان اور سرکشی میں ہلاک ہو گیا۔ اور باب حطہ سے وجہ تشبیہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ان کو جس دروازے سے داخل ہونے کا حکم دیا تھا وہ باب اریحا یا باب بیت المقدس ہے کہ جو شخص تواضع انکسار اور استغفار کے ساتھ اس میں داخل ہوا وہ بخش دیا گیا اس کا داخل ہونا اس کی مغفرت کا باعث بن گیا۔ اسی طرح خدا تعالےٰ نے اہل بیت کے ساتھ محبت و مودت رکھنے کو امت محمدی کے لئے ذریعہ نجات و مغفرت قرار دیا ہے

علامہ ابن حجر نے جو حدیثیں نقل کی ہیں ان میں سے اکثر ہم اوپر نقل کر آئے ہیں صرف یہ حدیث رہ گئی تھی جس میں بتلایا گیا ہے کہ اہل بیت کرام اہل عالم کے لئے باعث بقا ہیں۔

Marfat.com

اس آیت کی تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ کی ذریت بقائے خلق کی ضامن و کفیل ہے۔ اگر ہمارے درمیان میں حضورؐ کی ذریت نہ رہے تو قیامت برپا ہو جائے۔ یعنی قیامت اسی وقت برپا ہو گی جب آنحضرتؐ کی ذریت ہمارے درمیان سے اٹھ جائے گی۔ اس سے زیادہ اہل بیت اور اماموں کی بندگی اور عظمت کیا ہو سکتی ہے۔

پانچویں آیت

وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی یعنی میں اس شخص کو بخشنے والا ہوں جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور عمل صالح کئے۔ پھر ہدایت حاصل کی۔ ثابت البنانی نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ اس آیت میں لفظ اهتدٰی سے مقصود الفت اہل بیت کرام ہے۔

چھٹی آیت

وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی۔ امام قرطبی حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے کہتے ہیں وہ یہ ہے کہ اس آیت میں جو رضا کا مقام ہے وہ یہ ہے کہ آنحضرتؐ کے اہل بیت کبھی دوزخ میں نہ جائیں گے۔

ساتویں آیت

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ۔ اس آیت میں خیر البریہ یعنی بہترین خلق سے مراد حضرات اہل بیت ہیں۔

آٹھویں آیت

وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّهٖ مِسْكِیْنًا وَّیَتِیْمًا وَّاَسِیْرًا۔ یہ آیت بھی اہل بیت کرام سے متعلق ہے۔

نویں آیت

مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیٰنِ ــــ یَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ۔ اس میں مرج البحرین یلتقیان سے مراد حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ اور اللؤلؤ والمرجان سے مراد امام حسنؑ اور امام حسینؑ ہیں۔

دسویں آیت

فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ یُسَبِّحُ لَهٗ فِیْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ۔ ان گھروں میں کہ اللہ نے ان کے بلند کئے جانے اور ان میں اپنے نام کا ذکر کئے جانے کا حکم فرمایا ہے۔ صبح و شام اس کے لئے ذکر کرتے ہیں

اس آیت میں جن گھروں کا ذکر کیا گیا ہے وہ انبیا کے گھر ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق نے تو آنحضرتؐ سے حضرت علیؑ و حضرت فاطمہؑ کے گھر کی طرف اشارہ کر کے دریافت کیا کہ کیا یہ گھر بھی ہے؟

Marfat.com

تو حضورؐ نے فرمایا نعم من افاضلھا۔ یعنی ہاں بلکہ یہ ان کے بہترین میں سے ہے۔

گیارہویں آیت

فَاسْئَلُوْا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ اہل ذکر سے دریافت کر دا اگر نہیں جانتے۔ حضرت علیؑ کا ارشاد ہے نحن اھل الذکر۔ یعنی ہم لوگ اہل ذکر ہیں۔

بارھویں آیت

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ۔ صراط مستقیم کی تفسیر میں بھی بیان کیا گیا ہے کہ صراط مستقیم سے مراد آل محمد یعنی ان کا راستہ جس پہ وہ گامزن ہیں۔ وہ سیدھا راستہ ہے۔

تیرھویں آیت

حَتّٰی تَاْتِیَھُمُ الْبَیِّنَۃُ امام سیوطی لکھتے ہیں: عن ابن جریج فی قولہ تعالیٰ حَتّٰی تَاْتِیَھُمُ الْبَیِّنَۃُ قال محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی قولہ تعالیٰ مَا جَآءَتْھُمُ الْبَیِّنَۃُ ال محمد علیہ السلام۔ ابن جریج تاتیھم البینہ کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ کھلی بات سے مراد آنحضرتؐ ہیں اور مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْھُمُ الْبَیِّنَۃُ سے مراد آل محمد ہے۔

چودھویں آیت

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔ اس آیت کے متعلق حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ذکر الٰہی سے اطمینان انہی قلوب کو حاصل ہوتا ہے جو اللہ اس کے رسول اور میری اہل بیت سے سچی محبت رکھتے ہیں بغیر کسی جھوٹ کے۔

پندرھویں آیت

ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ یَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِیْمِ۔ پھر ہم تم سے نعیم کے متعلق ضرور دریافت کریں گے۔ امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں جس نعیم کا ذکر کیا گیا ہے وہ ہم اہل بیت ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مرتبہ شناسی

ناممکن تھا کہ ان احادیث اور ان آیات کی موجودگی میں سیدنا امام حسینؑ یا آپ کے برادر اکبر کے ساتھ صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عشق و محبت نہ ہو۔ وہ کاشانہ نبوت کی اس شمع کے پروانے نہ ہوں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ ان دونوں صاحبزادوں کی علو شان اور عظمت قدر و منزلت سے اچھی طرح واقف تھیں چنانچہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

Marfat.com

ان حضرات اور اہل بیت کے متعلق جو روایت کی ہے وہ ہم اوپر کسی جگہ نقل کر آئے ہیں ان کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو روایتیں کی ہیں وہ بھی ہم نقل کر چکے ہیں۔ اب ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے جو واقعات متعلق ہیں وہ نقل کرتے ہیں جن سے معلوم ہوگا کہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے دل میں رسول اللہ کے نواسوں کے لئے کس قدر عزت وعظمت تھی۔

خود حضرت امام حسین علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب امام حسین فرماتے ہیں کہ میں ایکدفعہ حضرت عمرؓ کے پاس گیا وہ منبر پر خطبہ پڑھ رہے تھے میں نے کہا کہ میرے باپ کے منبر سے اتر جاؤ اور اپنے باپ کے منبر پر بیٹھو۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میرے باپ کا تو کوئی منبر نہیں ہے اور اس کے بعد مجھکو پکڑ کے اپنے پاس بٹھالیا۔ میں اوپر بیٹھا رہا اور کنکروں کو لوٹ پوٹ کرتا رہا۔ جب وہ منبر سے اترے تو مجھکو اپنے ساتھ اپنے گھر لے گئے۔

اسی روایت میں یہ بھی ہے کہ میں پھر کسی دن، حضرت عمرؓ کے پاس گیا تو آپ معاویہؓ کے ساتھ خلوت میں تھے اور عبداللہ ابن عمرؓ دروازے پر تھے۔ پس ابن عمرؓ لوٹ پڑے اور میں بھی ان کے ساتھ لوٹ پڑا پھر اس کے بعد عمرؓ مجھ سے ملے تو کہا ہم نے آپ کو نہیں دیکھا (یعنی کئی دن سے) میں نے کہا کہ اے امیرالمومنین میں تو آپ کے پاس آیا تھا۔ مگر آپ معاویہ کے ساتھ خلوت میں تھے اس لئے میں ابن عمرؓ کے ساتھ لوٹ گیا۔ یعنی وہ بھی لوٹ گئے اور میں بھی وہ کہنے لگے کہ تم ابن عمرؓ سے زیادہ احق تھے۔

اس روایت سے کئی باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ اوّل یہ کہ حضرت عمرؓ نے آپ کی بات کمال خندہ پیشانی سے سنی اور اس حقیقت کا اعتراف کیا کہ میرے باپ کا تو کوئی منبر نہیں۔ دوسرے یہ کہ سنت رسول اللہ پر عمل کرتے ہوئے خطبہ چھوڑ کر کمال شفقت سے گود میں اٹھا کر اپنے پاس بٹھا لیا اور اپنے گھر لے گئے تیسرے یہ کہ ایک آدھ دن نہ دیکھا تو آپ نے اس کا اظہار کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام حسینؓ کو اگر نہ دیکھتے تھے تو خیال رہتا تھا اور اس کو محسوس کرتے تھے اور امام حسینؓ کے جواب سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ آپ بھی اکثر حضرت عمرؓ کے پاس آتے تھے اور آپ بھی یہ محسوس کرتے تھے کہ حضرت عمرؓ نہ دیکھیں گے تو بے چین ہوں گے اس سے حضرت عمرؓ کی محبت امام حسین کے ساتھ معلوم ہوتی ہے۔

چوتھی چیز یہ معلوم ہے کہ امام حسینؓ کی عظمت وعزت آپ کے دل میں کس قدر تھی کہ اپنے صاحبزادے کے مقابلے میں صاف وصریح کہہ دیا کہ ان کا آپ کا کیا مقابلہ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ گویں امور خلافت پر خلوت میں گفتگو کر رہا تھا مگر آپ جیسی عزیز القدر ہستی سے کیا پردہ

Marfat.com

تھا آپ آ سکتے تھے۔

دوسرا واقعہ

دوسرا واقعہ اپنی نوعیت میں اس سے زیادہ صاف اور واضح ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب امام حسین علیہ السلام کی کس قدر عظمت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں تھی۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے۔ عن ابن عباس لما فتح اللہ المدائن على اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فى ايام عمر امر عمر بالانطاع فبسطت فى المسجد فاول من بدأ اليه الحسن عليه السلام فقال يا امير المؤمنين اعطنى حقى مما افاء الله على المسلمين فقال عمر بالحب والكرامة فامر له بالف درهم ثم انصرف فبدأ اليه الحسين فامر بالف درهم ثم انصرف فبدأ اليه عبد الله ابن عمر فامر له بخمسمائة درهم فقال له يا امير المؤمنين انا رجل مستد اضرب بالسيف بين يدى رسول الله صلى الله عليه وسلم والحسن والحسين طفلان يدرجان فى سكك المدينة تعطيهما الف الف درهم وتعطينى خمسمائة قال عمر نعم اذهب فاتنى باب كابيهما وام كامهما وجد كجدهما وجدة كجدتهما وعم كعمهما وخالة كخالتهما وخال كخالهما فانك لا تاتينى بهم اما ابوهما فعلى الى اخرہ۔

حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ کی خلافت میں اللہ تعالے نے مدائن کو اصحاب رسول اللہ کے ہاتھ پر فتح کرا دیا تو حضرت عمرؓ نے غنیمت کے مال کی تقسیم کا حکم دیا وہ مال مسجد میں پھیلا دیا گیا۔ سب سے پہلے حضرت امام حسن علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا کہ اے امیر المومنین میرا حق مجھکو دلوائیے۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ بالحب والکرامۃ۔ یعنی عزت و بزرگی کے ساتھ چنانچہ ہزار درہم آپ نے دلوائے۔ ان کے جانے کے بعد امام حسینؓ تشریف لائے اور انھوں نے بھی طلب فرمایا اور ان کو بھی ہزار درہم دیئے اور جب وہ بھی چلے گئے تو حضرت عبد اللہ بن عمر آئے اور انھوں نے بھی طلب کیا ان کو حضرت عمرؓ نے صرف پانچسو درہم دلائے۔ عبد اللہ بن عمرؓ نے کہا کہ امیر المومنین میں مضبوط آدمی ہوں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تلوار سے لڑتا تھا اور حسنؓ و حسینؓ اس وقت لڑکے تھے اور مدینے کی گلیوں میں کھیلا کرتے تھے۔ آپ نے ان کو تو ہزار ہزار درہم دلوائے اور مجھکو پانسو دلوائے۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ہاں اور کہا کہ پہلے جاؤ اور ان کے باپ جیسا باپ لاؤ اور ان کی ماں جیسی ماں لاؤ۔ ان کے نانا جیسا نانا لاؤ۔ ان کی نانی جیسی نانی لاؤ۔ ان کے چچا جیسا چچا لاؤ۔ ان کی پھوپھی جیسی پھوپھی لاؤ۔ ان کے ماموں جیسے ماموں لاؤ اور ان کی خالہ جیسی خالہ لاؤ تو ہرگز نہیں

Marfat.com

لا سکیگا۔ خدا کی قسم پھر آپ نے ان سب کے اسمائے گرامی لئے یعنی حضرت علی رض، فاطمہ رض، رسول ؐ، خدیجۃ الکبریٰ رض، جعفر طیار، ام ہانی، رقیہ و کلثوم اور ابراہیم علیہم السلام۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں ان حضرات علیہم السلام کی کس قدر عظمت و عزت تھی۔ یہ صرف دو روایتیں ہیں لیکن ان سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ساری عمر اسی طرح کا سلوک اور عمل باہم رہا ہوگا۔ امام حسین ؑ نے جو روایت خود بیان فرمائی وہ بلا ضرورت نہیں بیان فرمائی بلکہ اس اظہار کا مقصد ہی یہ ہے کہ حضرت عمر رض کو جو تعلق آپ سے تھا اس کو ظاہر فرمائیں۔ اور حضرت عمر رض نے عبداللہ بن عمر رض کو جو جواب دیا وہ اس حدیث رسول اللہ کی طرف اشارہ تھا جو ہم اوپر نقل کر آئے ہیں جس میں حضور ؐ نے فرمایا تھا کہ از روئے نانا نانی باپ۔ چچا پھوپھی خالہ ماموں کے بہترین خلق یہ حضرات ہیں۔

بہر حال جناب امام عالی مقام کی فضیلت و بزرگی اور آپ کی عظمت و شان و علو مرتبت سب کے نزدیک مسلم ہے اور بحمد اللہ کہ اس باب میں مسلمانوں کی کسی جماعت کے اندر کسی قسم کا کوئی اختلاف بھی نہیں ہے اور کیونکر ہو سکتا ہے کہ جگر پارۂ رسول ؐ کے فضائل و مناقب سے کون انکار کر سکتا ہے اور اپنی دنیا اور دین کو برباد کر سکتا ہے۔

تعلیم و تربیت

آنحضرت ؐ کے زمانے میں آجکل کا سا طریق تعلیم نہیں تھا اس لئے کسی مکتب یا کسی مدرس کے آگے حصول تعلیم کے لئے جانا مروج نہیں ہے آپ کی تعلیم و تربیت دوسرا کون انکار کر سکتا تھا جبکے جد امجد مدینۃ العلم اور جس کے بعد عالی قدر باب العلم ہوں جس کا کاشانہ علوم اولین کا منبع و مخزن ہو اور جس سرچشمہ سے قیامت کے دن تک اہل علم اپنی تشنگی علم و حکمت اور معرفت بجھائیں گے وہ اور کس کے آگے حصول تعلیم کے لئے جاتے بچپن سے سات برس کی عمر تک اس بحر معرفت الٰہی۔ اس سرچشمہ حکمت یزدانی اور اس مدینۃ العلم کی آغوش تربیت میں پرورش پائی۔ جس کی ایک نگاہ سے وہ دولت علم و حکمت کے چشمے دلوں اور روحوں سے پھوٹ نکلتے تھے اور آپ کی وفات کے بعد اس باب العلم کی آغوش حکمت و معرفت میں رہے جس کی بابت آنحضرت نے فرمایا۔

انا مدینۃ العلم و علی بابها و نیز اقضٰی هم علی فرمایا:-

کیا اس کے بعد بھی کسی دوسری جگہ جانے کی ضرورت تھی۔ سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ تمام علوم اور وہ تمام حکمت و معرفت جو سینۂ نبوت و مشکوٰۃ رسالت سے کسی انسان کے سینے میں منتقل ہو سکے

Marfat.com

ہیں وہ سب سینۂ فیض گنجینۂ امام حسین علیہ السلام میں منتقل ہوئے ہونگے اور یقیناً ہوئے ہیں ورنہ جو فضائل اور مناقب زبان ما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ سے امام عالی مقام کے بیان ہوئے وہ ہرگز نہ ہوتے محض نواسۂ رسول ہونا تو کسی کو ان فضائل و محامد کا حامل نہیں بنا سکتا جو اللہ اور اس کے رسول نے بیان فرمائے ہیں۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

دیگر حالات

اخلاق۔ عادات، عبادت گذاری، رحم، حلم اور جود و سخا

حضرت امام حسین علیہ السلام جس طرح شباہت ظاہری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہ تھے اسی طرح سیرت طیبہ میں اپنے جد امجد علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مشابہ تھے وہی اخلاق وہی عادات و اطوار وہی ذوق عبادت و خوف خدا وہی رحم و کرم وہی حلم و عفو اور وہی جود و سخا جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جلوہ فرما تھی اسی کا پرتو کامل جناب امام عالی مقام میں جھلکتا تھا جناب امام انتہا درجہ کے حلیم متواضع خدا ترس عبادت گذار سخی اور شجاع و بہادر تھے اور کیوں نہ ہوتے آخر کس جد امجد واقدس کے نواسے تھے جو باوجود نبی و معصوم ہونے کے عبادت الٰہی میں اپنے مقدس پیروں کو متورم کر لیا تھا جس کے ذوق طاعت کے افراط کو دیکھ کر رب المشرقین والمغربین کو کہنا پڑا قُمِ اللَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا نِّصْفَهٗ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ اس ذات پاک کا نواسہ اگر عبادت گزاری کے عشق میں والہ و شیدا نہ ہو گا تو کون ہو گا اس کو اپنے نانا محمد رسول اللہ کے خدا کی عبادت کا عشق نہ ہو گا تو کس کو ہو گا اگر وہ شب زندہ دار نہ ہو گا تو پھر کون ہو گا۔ حضرت سیدنا امام عالیمقام کی عبادتگزاری کا حال اسی سے معلوم ہو سکتا ہے کہ آپ نے پچیس بار پیادہ حج ادا فرمائے تھے۔ کوتل گھوڑے ساتھ ہوتے تھے۔ مگر یہ شہسوار بچہ ناز راہِ عشق مولیٰ پیدل سفر کرتا تھا کیونکہ ذوق ریاضت ہی آپ کی اصلی سواری تھی جس سرزمین میں معرفت الٰہی کا سودا اور جس دل میں عبادت خداوندی کا عشق ہو پھر اس کے لئے راہ کی صعوبتیں و دشواریاں راحت آشنائے منزل بن جاتی ہے۔ صحرا کے کانٹے پھول سے زیادہ نرم ہو جاتے ہیں اور جس امام دارین جناب سیدنا حسینؓ کو دشت نینوا میں اور ریگ زار کرب و بلا میں عشق الٰہی کا ثبوت دینا تھا۔ اور اس محشرستان ظلم و جفا میں گامزن ہونا تھا وہ اپنے رب کی عبادت اس طرح نہ کرتا تو کون کرتا۔

جناب امام زین العابدین سے کسی نے پوچھا تھا کہ جناب کے پدر بزرگوار کے یہاں اولاد

Marfat.com

کم ہوئی اس کا کیا سبب تھا۔ بنت اذرائے حزب العباد جناب امام زین العابدین نے فرمایا کہ آپ کو عبادت الٰہی سے کب فرصت ملتی تھی کہ ازدواج کی طرف التفات فرماتے۔

معدن علم و بحر عفو و کرم

ہم اوپر ایک حدیث نقل کر آئے ہیں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بیت کے لئے "معدن علم" فرمایا ہے۔ اب تم ذرا شان حلم و عفو امام کونین سیدنا حسین کو ملاحظہ کرو ایک مرتبہ جناب امام عالی مقام تناول طعام کے لئے تشریف فرما تھے ایک کنیز گرم شوربے کا پیالہ لیکر حاضر خدمت ہو رہی تھی کہ اتفاقاً جناب امام کی جلالت شان سے اس کا پاؤں کانپا ادھر پاؤں کو لغزش ہوئی اور ادھر ہاتھ سے پیالہ چھوٹ کر جناب امام حسین کے فرق مبارک پر گرا اور گر کر ٹوٹ گیا قدرتی طور پر نگاہ ادب آموز اس طرف اٹھ گئی۔ شاید اس کے دل میں خوف پیدا ہوا جیسا کہ ایسے موقع پر ہر شخص کے دل میں خوف و ہیبت کا پیدا ہونا قدرتی امر ہے۔ اس نے جناب امام کی نگاہ اقدس کو دیکھتے ہی ستر حانہ انداز میں دست بستہ ہو کر برجستہ قرآن حکیم کی یہ آیت تلاوت کی وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ اہل ورع و تقوی غصہ ضبط کرنے والے ہوتے ہیں۔ جناب امام عالی مقام نے فرمایا کَظَمْتُ غَيْظِي میں نے اپنے غصے کو پی لیا۔ کنیز نے پھر آیت کا دوسرا حصہ پڑھا وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ ارباب اتقا لوگوں کے قصور معاف کرنے والے ہوتے ہیں۔ پیکر عفو و مظہر رحم امام حسین نے فرمایا کہ عَفَوْتُ عَنْكِ میں نے تیری خطا معاف کر دی اور شان حلم اور دریائے کرم کی طغیانی کو دیکھ کر وہ سمجھ گئی کہ اس وقت جو کچھ مانگوں گی وہ ملے گا اس نے پھر آیت کا آخری ٹکڑہ بھی پڑھ دیا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ چنانچہ سیدنا امام حسین علیہ السلام نے یہ سنکر فرمایا جا میں نے تجھ کو آزاد کیا اور تیرا سارا خرچ بھی اپنے ذمے لیا۔

اس روایت میں دوسرے طریق پر کنیز کی بجائے غلام آیا ہے۔

غور کیجئے غلام یا کنیز سے ایک ناشائستہ حرکت سرزد ہوتی ہے ایسے موقع پر ایک وعظ و پند کا دفتر کھولدیا جائے تو بجائے غصہ فرو ہونے کے عام طور پر اس کے بڑھ جانے کا امکان ہوتا ہے مگر خادم یا کنیز خلق حسینی سے اچھی طرح واقف تھی اسے معلوم تھا کہ خدا کا کلام ہدایت التیام گوش مبارک تک پہنچنے کی دیر ہے اس کے بعد ناممکن ہے کہ دریائے عفو و رحم اور بحر لطف و کرم کو جوش نہ آئے چنانچہ یہی ہوا اور کیوں نہ ہوتا آخر یہی تو اہل بیت ہیں کہ کے لئے زبان رسالت نے خیر الناس فرمایا تھا

اگر مردی احسن الی من اسا | بدی را بدی سہل باشد جزا

دوسرا واقعہ تحمل و بُردباری

ایک دن کا واقعہ ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام بہت سے صحابہ کے ساتھ باہر نکلے فرقِ مبارک عمامۂ رسول سے مزین اور کمر ذوالفقار حیدری سے آراستہ تھی اور صحابہ کے ہجوم کے درمیان اس طرح تھے جیسے ستاروں کے جھرمٹ میں چاند ضوفشاں اور ضیا بار ہوتا ہے کہ اتنے میں ایک اعرابی یعنی بدو نے آکر لوگوں سے پوچھا یہ کون ہیں۔ لوگوں نے بتایا کہ امام حسینؑ ہیں۔ اس کے بعد نہایت گستاخی سے کہا کہ تم ابوطالب کے پوتے ہو۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں۔ اس نے کہا کہ تمہارے باپ تو بڑے خونریز اور فتنہ انگیز تھے۔ ظاہر ہے کہ بدوی کی یہ گستاخی ہر ایک شخص کو جو اس وقت آپ کے ہمراہ تھا سخت ناگوار گذری ہوگی اور انھوں نے زجر و توبیخ کرنی چاہی ہوگی۔ حضرت امام نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو اور پوچھا کہ اے وجیہ عرب میں تجھ کو غصے سے بھرا پاتا ہوں۔ اگر تو بھوکا اور پیاسا ہے تو آ میں تجھ کو کھانا کھلاؤں اور پانی پلاؤں اگر صحرا نوردی و قطع مسافت سے تھک گیا ہے تو تیری دوا کردوں۔ اور اگر تجھ پر کسی کا قرض ہو تو میں اسے ادا کردوں اور اگر تیری بی بی تجھ سے لڑی ہے تو میں صلح کرا دوں اور اگر کوئی اور حاجت ہے تو بیان کر میں اس کو پوری کر دوں۔ حضرت امام حسین کی بردباری اور تحمل کو دیکھ کر اعرابی شرمندہ ہوا اور معذرت کی۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اصحاب رسول اللہ علیہ وسلم سے فرمایا۔ کہ ہم حلم کے پہاڑ ہیں۔ کہیں پہاڑ بھی باد تند مخالف سے اپنی جگہ سے ہلتے ہیں

جود وسخا

جود وسخاوت حضرت امام عالی مقام کو کئی جانب سے ورثہ میں ملی تھی۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ سخی تھے۔ آپ سے زیادہ سخی کوئی دوسرا نہ تھا۔ حضرت علیؑ کے جود وسخا کا شہرہ ہر کہ و مہ کی زبان پر ہے۔ حضرت فاطمہ زہراؑ عورتوں میں سب سے زیادہ سخی اور کریم تھیں اور حضرت حسنؑ کی سخاوت بھی ضرب الامثال میں داخل ہے۔ غرضکہ جد امجد ماں باپ اور بھائی سب ہی جود وسخا میں لاثانی اور بے مثال تھے اور اس میں کسی کو اختلاف نہیں اسی نانا کے نواسے اسی باپ کے بیٹے اسی ماں کے لاڈلے۔ اور برادر اکبر کے برادر اصغر حسین علیہ السلام تھے آپ کو انہی سب بزرگوں کی سخاوت ورثہ میں ملی تھی۔ آپ کے در سے سائل کبھی محروم نہیں پھرا ایک ایک سائل کو چار چار

Marfat.com

پانچ ہزار درہم عنایت فرما دیتے تھے اور پھر معذرت کرتے تھے کہ کم اور حقیر رقم دی ہے معاف کرنا بعض اوقات ہوا ہے کہ ادہر معاویہ کے ہاں سے یہ رقم آئی اور ادہر سائل کے جیب و دامن میں پہنچ گئی۔ اہلبیت رسول اللہ کے گھر دولت دنیا کا کیا کام۔ ادہر آئی اور ادہر راہ خدا میں صرف ہو جاتی تھی اگر سونے چاندی کے پہاڑ بھی ہوتے تو شاید پانی اور مٹی کی طرح بلکہ اس سے بھی بے قیمت شئے کی طرح آپ ان کو راہِ خدا میں خرچ فرما دیتے۔

غرضکہ جناب امام عالی مقام کے تمام اخلاق "تخلقوا باخلاق اللہ" کے سانچے میں ڈھلے ہوئے تھے اور وہی اخلاق تھے جن کی تعلیم قرآن حکیم نے دی ہے اسلئے اگر ہم چاہتے ہیں کہ دین اور دنیا کی سربلندی و سرفرازی حاصل کریں تو ہمیں دامنِ آل رسول اور رشتہ حب آل محمدؐ کو مضبوط پکڑنا چاہیئے۔ کہ یہی نجات دارین اور سعادت کونین کا اعلیٰ ذریعہ ہے۔ حضرت امام شافعی نے کیا خوب فرمایا ہے۔ ؎

یا اھل بیت رسول اللہ حبکم | فرض من اللہ فی القرآن انزلہ
کفاکم من عظم القدر انکم | من لم یصل علیکم لا صلوٰۃ لہ

اے اہل بیت رسول اللہ تمہاری محبت کو خدا نے فرض کیا ہے۔ اور قرآن حکیم اس پر گواہ ہے۔ اے اہل بیت تمہاری بزرگی اور مرتبہ کے لئے یہی کافی ہے کہ جو تم پر درود نہ بھیجے اس کی نماز نہیں ہوتی۔

سب سے پہلی اور عظیم مصیبت
وفات رسولؐ

ہم نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی ازواج و اولاد کا ذکر قصداً یہاں پر چھوڑ دیا ہے یہ حصہ یا تو آخر کتاب میں درج کریں گے یا پھر روانگی کوفہ کے وقت کہ کتنے اور کون کون سے حضرات آنجناب کے ہمراہ تھے۔

اللہ تعالےٰ نے حضورؐ کو وحی کے ذریعہ مطلع فرما دیا تھا کہ اب وقت آخر قریب آگیا ہے۔ سورہ فتح کا نزول اسی امر کی طرف اشارہ تھا کہ حضورؐ جس مقصد کے لئے مبعوث فرمائے گئے تھے اس کا اچھی طرح شان اور شوکت کے ساتھ فتح باب ہو گیا اور اس کے بعد آیت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا کے نازل ہونے کے بعد یہ حقیقت اچھی

طرح روشن ہوگئی تھی کہ اب حضورؐ اس دارِ فانی سے عنقریب رفیق اعلیٰ سے ملاقی ہونے والے ہیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو اس کی اطلاع بھی دیدی تھی جب آیہ الیوم اکملت لکم دینکم نازل ہوئی تو ایک دن خطبہ میں حضورؐ نے اس طرف اشارہ فرمایا کہ ایک بندہ کو اختیار دیا گیا پس اس نے رفیق اعلیٰ کو منتخب کر لیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ زمانہ وفات قریب آگیا چنانچہ آپ یہ سن کر رونے لگے۔ پھر حجۃ الوداع میں تو آپ نے ڈیڑھ لاکھ آدمیوں کے سامنے خطبہ میں وداعی الفاظ فرمائے چنانچہ فرمایا یا ایہا الناس انی لا ادری وایاکم فی ہذا المجلس بلاگو! میں خیال کرتا ہوں کہ میں اور تم پھر کبھی اس مجلس میں اکٹھے نہیں ہوں گے۔ یہ صاف وصریح اطلاع تھی کہ میں بہت جلد داعی اجل کو لبیک کہنے والا ہوں چنانچہ اس خطبہ اور حج کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرا حج نہیں کیا اور اس خطبہ کے بعد دوسرا خطبہ ایام حج میں نہیں دیا اور اس آخری خطبہ میں اہم امور دین کی تبلیغ فرمائی۔ آخری رمضان میں حضورؐ نے خلاف معمول بیس دن کا اعتکاف فرمایا حالانکہ ہر سال دس دن کا اعتکاف فرماتے تھے چنانچہ حضرت سیدہ فاطمہ علیہا السلام سے اس کی یہی وجہ بیان فرمائی تھی میری وفات کا زمانہ قریب آگیا ہے۔ وفات سے ایک ماہ پیشتر مہاجرین اور انصار کو جمع فرمایا اور ذیل کا خطبہ ارشاد فرمایا۔۔۔

لوگو! مرحبا خدا کی سلامتی وحفاظت ونصرت تمہارے ساتھ ہو خدا تمہیں رفعت و ہدایت اور توفیق عطا فرمائے خدا تم کو اپنی پناہ میں رکھے آفات سے بچائے اور تم کو سلامت رکھے میں تم کو تقویٰ اور خدا ترسی کی ہدایت کرتا ہوں اور تم کو خدا کے سپرد کرتا ہوں اور تم کو اپنا جانشین بناتا ہوں اور تم کو عذاب الٰہی سے ڈراتا ہوں اور خیال کرتا ہوں کہ تم بھی لوگوں کو اس سے ڈراتے رہو گے۔ تم کو لازم ہے کہ سرکشی تکبر بڑھ کر چلنے کو خدا کے بندوں اور خدا کی بستیوں میں نہ پھیلنے دو آخرت کا گھر انہیں کے لئے ہے جو دنیا میں بڑھ کر نہیں چلتے اور فساد نہیں کرتے اچھی عاقبت صرف متقیوں کی ہی۔ فرمایا میں ان فتوحات کو دیکھ رہا ہوں جو تم کو حاصل ہونگی مجھے ڈر نہیں ہا کہ تم مشرک بن جاؤ گے بلکہ ڈر یہ ہے کہ دنیا کی رغبت اور فتنہ میں پڑ کر کہیں ہلاک نہ ہو جاؤ جیسے پہلی امتیں ہلاک ہوگئیں۔ آخر میں فرمایا سلام تم سب پر۔ اور ان سب پر جو آج سے لیکر قیامت تک اسلام کی وساطت سے میری بیعت میں داخل ہوں گے

اس کے چند روز کے بعد کوہ احد پر حضورؐ تشریف لے گئے اور شہداء غزوۂ احد پر نظر ڈالی نماز پڑھی پھر جنت البقیع آدھی رات کو تشریف لیجا کر دعا کی۔ پھر وہ جگہ انا بکم لاحقون کا جملہ پڑھا یعنی ان آسودگان

خاک کو تشریف آوری کا مژدہ سُنایا

بستر علالت و بستر مرگ

حضورؐ کی وفات ربیع الاول سنہ ۱۱ھ میں ہوئی اور حضرت امام حسینؑ سنہ ۴ھ میں پیدا ہوئے تھے تو حضورؐ کی وفات کے وقت آپ کی عمر ساڑھے چھ یا پونے سات سال کی تھی۔ اس کتاب میں آنحضرتؐ کی وفات کا ذکر اس لئے کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں کی طرح حضرات اہل بیت کے لئے یہ بجا طور سب سے عظیم اور سخت مصیبت تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے شفیق نانا کی جدائی کس قدر عظیم حادثہ اور سخت مصیبت تھی اس کے علاوہ بستر مرگ پر بھی جو شفقت آنحضرتؐ کی جناب امام حسینؑ پر مبذول تھی وہ آپ کے درجہ اور مرتبہ اور آپ کے فضل و منقبت پر دال ہے بہر حال ۲۹ صفر کو تپ اور درد سر میں حضورؐ مبتلا ہوئے اور ۱۳ ربیع الاول کو رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ علالت کے اس پورے عرصہ میں پورے اہتمام کے ساتھ حضورؐ تبلیغ رسالت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ چنانچہ اسی بیماری کی حالت میں وفات سے پانچ روز پہلے حضورؐ نے فرمایا کہ تم سے پہلے ایک قوم ہوئی ہے جو انبیاء و صلحاء کی قبور کو سجدہ گاہ بناتے تھے۔ فرمایا تم ایسا نہ کرنا تم ایسا نہ کرنا۔ فرمایا خدا ان یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے جنھوں نے انبیاء کی قبور کو سجدہ گاہ بنایا پھر فرمایا اے خدا میری قبر کو میرے بعد بت نہ بنانا کہ اس کی پرستش ہوا کرے۔ فرمایا اس قوم پر خدا کا سخت عذاب ہے جنھوں نے قبور انبیاء کو مساجد بنایا دیکھو میں تم کو اس سے منع کرتا رہا ہوں دیکھو میں تبلیغ کر چکا خدایا تو اس کا گواہ رہ۔ خدایا تو اس کا گواہ رہ۔

غرضکہ وفات کے آخری لمحہ تک حضورؐ تبلیغ رسالت کے فرائض انجام دیتے رہے چودہ دن کے زمانہ علالت میں گیارہ دن تک خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو نماز پڑھاتے رہے گیارھویں دن حضورؐ نے تین دفعہ مسجد میں تشریف لیجانے کی آمادگی ظاہر کی اور تینوں دفعہ وضو کرتے ہوئے آنحضرتؐ پر غشی طاری ہو گئی۔ آخر حضورؐ نے حکم دیا کہ ابو بکرؓ نماز پڑھائیں اس حکم سے محبّ رسول کے دل پر جو گذری ہوگی اور مصلّائے رسولؐ کو خالی دیکھ کر اصحاب رسولؐ کے قلوب میں درد و غم کی جو ٹیسیں اٹھی ہوں گی اس کا اندازہ کون کر سکتا ہے چنانچہ جب حضرت ابو بکرؓ مصلّائے رسولؐ پر کھڑے ہوئے تو ان کا اور تمام صحابہ رسول اللہ کا دل درد و غم کی شدت سے بھر گیا اور اس قدر رقت اور گریہ حضرت ابو بکرؓ اور تمام صحابہ پر طاری ہوئی کہ رونے کی آواز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش اقدس تک پہنچی جناب سیدہ فاطمہؑ سے دریافت کیا کہ یہ آواز شور کیسا ہے تو حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا کہ حضورؐ کے

Marfat.com

اصحابؓ مصلائے رسولؐ کو خالی دیکھ کر گریہ وزاری کر رہے ہیں۔

در نماز خم ابروئے تو چوں یاد آمد — حالتے رفت کہ محراب بہ فریاد آمد۔

آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کے اس اضطراب اور قلق کو دیکھ کر دو آدمیوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھ مسجد میں تشریف لے گئے اور حضرت ابوبکرؓ کے برابر بائیں ہاتھ پر بیٹھ کر نماز پڑھائی حضرت ابوبکرؓ نے پیچھے ہٹنا چاہا کہ پیچھے ہٹ کر صف میں آکر مل جائیں مگر حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی جگہ پر رہو یعنی حضورؐ ابوبکر صدیقؓ کے امام اور حضرت ابوبکرؓ پوری جماعت کے امام رہے چونکہ آنحضرتؐ کی آواز بوجہ ضعف ونقاہت لوگوں تک نہیں پہنچ سکتی تھی اس لئے حضرت ابوبکرؓ نے مکبر کے فرض کو انجام دیا۔ نماز سے فارغ ہو کر حضورؐ نے ارشاد فرمایا:۔

مسلمانو! میں تمہیں خدا کے سپرد کرتا ہوں خدا کی پناہ نگہداشت اور نصرت الٰہی کے حوالہ کرتا ہوں خدا تمہارا حافظ ہے تمہارے تقویٰ اور طاعت سے وہ تمہاری نگرانی فرمائیگا۔ بس اب میں دنیا سے علیحدہ ہونے والا ہوں اور اسے چھوڑ دینے والا ہوں۔ اس کے بعد حجرہ شریف تشریف لے گئے اور گھر میں جو کچھ بھی تھا وہ راہ خدا میں دے دیا گیا اور اسلحہ مبارک مسلمانوں کو ہبہ کر دئے گئے سرکار دو عالمؐ کا جس روز انتقال ہوا ہے اس روز بیت الشرف میں چراغ جلانے کے لئے تیل نہ تھا چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ایک پڑوسن کے یہاں سے چراغ کے لئے تیل منگوایا تھا اور حضورؐ کی زرہ مبارک ایک یہودی کے یہاں ۳۰ صاع جَو کے عوض گروی رکھی ہوئی تھی۔

بیماری کے آخری دنوں میں تمام امہات المومنین سے اجازت لیکر حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں قیام فرمالیا تھا۔ آخری دن حجرہ مبارک کا صبح کے وقت پردہ ہٹا کر دیکھا صفیں درست ہیں مسلمان نماز میں مشغول ہیں اس مقدس نظارہ کو دیکھ کر جو حضورؐ کی مقدس تعلیم کا نتیجہ تھا حضورؐ محظوظ ہوئے اور چہرہ اطہر پر مسرت وخوشی کے آثار ظاہر ہوئے اور لبوں پر تبسم پیدا ہوا صحابہ کا فرط شوق انتہا سے یہ حال ہو گیا تھا کہ گویا آپ ہی کی طرف متوجہ ہو جائیں گے حضورؐ نے ہاتھ کے اشارہ سے اُن کو تسکین دی اور آگے بڑھ کر حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اقتداء میں نماز ادا فرمائی اس نماز کے بعد پھر آپ دوسری فرض نماز کے وقت تشریف نہیں لا سکے اس کے بعد حضورؐ پر حالت نزع طاری ہوئی اور بار بار غشی طاری ہو جاتی تھی۔ یوں تو ہر ایک فرد بشر تصویر غم تھا مگر سیدہ فاطمہؓ کی حالت غیر تھی اور ہر شخص حضرات امام حسن اور حسین علیہما السلام کی حالت کا اندازہ لگا سکتا ہے۔ وہ شہزادے جو ہر وقت دوشِ مبارک پر رہے آغوشِ رسولؐ میں کھیلا کرتے تھے اور خواہ کسی وقت میں بھی تشریف

Marfat.com

لائیں حضورؐ کو اپنی طرف سرپا توجہ پاتے تھے وہ جب دیکھتے ہونگے کہ وہ آتے ہیں ور نانا جان آنکھ نہیں کھولتے اور آپ کی والدہ حضور کو دیکھ دیکھ کر اشک غم بہاتی ہوں اس حالت کو دیکھ کر جسقدر بھی حضرت امامین مضطرب اور بے چین ہوتے ہوں گے وہ ظاہر ہے۔

چنانچہ مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا کہ بیٹی یہی تو ہادم لذات قاطع آرزوہا وشہوات مفرق جماعات بیوہ زوجات یتیم کنندہ بنین وبنات ہے حضرت فاطمہ رضؓ رونے لگیں تو دست مبارک سے ان کے آنسو پاک کیے اور فرمایا کہ نہیں روؤ نہیں پھر دونوں شہزادوں کو بلایا تو وہ نانا جان کا یہ حال دیکھ کر رونے لگے آنحضرتؐ نے دونوں صاحبزادوں کو چوما اور پیار کیا اس حالت نزع میں ان کے احترام کے بارے میں وصیت فرمائی چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے:۔

عن ابن عمر قال آخر ما تکلم بہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال اخلفونی فی اھل بیتی۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری کلام یہ تھا کہ میرے اہل بیت کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا۔

انہی اوقات میں جب حضرت فاطمہؓ کی گریہ وزاری ملاحظہ فرمائی تو ارشاد فرمایا کہ فاطمہ میرے اہل بیت میں سے سب سے پہلے تم مجھ سے ملاقی ہوگی اس کے بعد ازواج مطہرات کو بلا نصائح ارشاد فرمائے پھر حضرت علی رضؓ کو فرمایا کہ لونڈی غلام کے بارہ میں یاد رکھو ان کے بارے میں حسن سلوک کا ارشاد فرمایا پھر مسواک کی اور زبان مبارک سے نکلا۔

الصلوٰۃ الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم یعنی نماز نماز اور لونڈی غلاموں کے حقوق۔

اس کے بعد حضورؐ کا تعلق جسمانی اس دنیا سے قطع ہوگیا اور روح پاک رفیق اعلیٰ سے ہم کنار ہوگئی حضورؐ کی وفات کا حضرت امام حسینؓ پر جو اثر پڑا ہوگا وہ ظاہر ہے وہ مقدس نانا جس کی آغوش شفقت ہر وقت حسین رضؓ کی ناز برداریوں کے لیے کھلی رہتی تھی جب آپ انکے سرہانے جاکر آواز دیتے ہوں گے اور کوئی جواب نہ ملتا ہوگا تو آپکے دل پر کیا گزرتی ہوگی حضرت فاطمہؓ زہرا نے پدر عالی قدر کی وفات پر فرمایا:۔

یا ابتاہ اجاب مولاہ۔ یا ابتاہ من جنۃ الفردوس ماواہ۔ یا ابتاہ الی جبریل انعاہ

پیارے باپ آپ نے دعوت حق کو قبول کیا اور جنت الفردوس میں نزول فرمایا آہ جبرائیلؑ آپ کے وفات کی خبر کون پہنچا سکتا ہے فرمایا:۔ الٰہی روح فاطمہ رضؓ کو روح محمدؐ کے پاس پہنچا دے

Marfat.com

الٰہی مجھے دیدار رسول ہو سے مسرور کر دے الٰہی مجھے اس مصیبت کے ثواب سے محروم نہ کر روز قیامت شفاعت سے محروم نہ رکھ

حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کا مرثیہ

آہ وہ نبی جس نے فقر کو غنا پر اور درویشی کو تونگری پر ترجیح دی حیف وہ دین پرور جو امت عاصی کی فکر میں کبھی پوری رات آرام سے نہ سویا جس نے ہمیشہ بڑے استقامت و استقلال سے نفس کے ساتھ محاربہ کیا جس نے منہیات کو ذرا بھی نگاہ التفات سے نہ دیکھا جس کے ضمیر منیر کے دامن پر مخالفین کی ایذا و ضرر رسانی کا ذرہ برابر غبار بھی نہ بیٹھا جس نے بر و احسان کے دروازے ارباب فقر و احتیاج پر کبھی بند نہ کیے جس کے موتی جیسے دانت پتھر سے توڑے گئے جس نے دو دن برابر سیر ہو کر جو کی روٹی نہ کھائی آج دنیا سے رخصت ہوا

جس کے نانا کی یہ شان ہو اس کے نواسہ کی شان کس طرح مختلف ہو سکتی تھی یہ پہلی اور عظیم ترین مصیبت تھی جو امام عالی مقام پر بچپن ہی میں پڑی خبر وفات سے تمام صحابہ کرام سراسیمہ و حیران اور دیوانہ وار سرگرداں بن گئے حضرت عمر رضؓ کو تو یقین ہی نہیں آتا تھا کہ حضورؐ کی وفات ہو گئی ہے آپ نے تلوار نکال لی اور فرمایا کہ جو کہیگا کہ آپ کا انتقال ہو گیا ہے اس کا سر قلم کر دونگا۔ بالآخر حضرت ابوبکر رضؓ حجرہ رسول میں تشریف لے گئے رخ منور کو دیکھا منہ سے منہ ملایا۔ پیشانی اقدس کو چوما اور اشک غم بہائے اور زبان سے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں خدا کی قسم اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں طاری نہیں کریگا بس اک موت تھی جو آپ پر لکھی ہوئی تھی پھر مسجد میں آکر ذات حسرت آیات کا خطبہ پڑھا۔ اما بعد فمن کان منکم محمدا فان محمدا قد مات ومن کان منکم یعبد اللہ فان اللہ حی لا یموت قال اللہ وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم ومن ینقلب علی عقبیہ فلن یضر اللہ شیئا وسیجزی اللہ الشاکرین۔

جو کوئی محمدؐ کی عبادت کرتا تھا وہ جان لے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم انتقال فرما گئے اور جو کوئی اللہ کی عبادت کرتا تھا وہ جان لے کہ وہ حی لا یموت ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے محمد بھی تو ایک رسول ہیں ان سے پہلے بہت سے رسول اور پیغمبر ہو چکے ہیں کیا اگر محمدؐ نے وفات پالی یا شہید ہوئے تو تم لوگ الٹے پاؤں پھر جاؤ گے اگر کوئی پھر بھی جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کو کیا ضرر اور نقصان پہنچا سکتا ہے اور اللہ شکر گزار لوگوں کو ان کی جزا عطا فرمائے گا اس خطبہ صدیقی سے لوگوں کے ہوش

Marfat.com

و حواس درست ہوئے

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مرثیہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیتے وقت فرما رہے تھے۔

بابی انت وامی لقد انقطع بموتک مالم ینقطع بموت غیرک من النبوۃ والانبیاء والاخبار السماویۃ خصصت حتی صار القلب مخلیا عمن سواک وعممت حتی صار للناس فیک سواء ولولا انک امرت بالصبر ونھیت عن الجزع لانفدنا علیک ماء الشئون ولکان الداء ماطلا والکمد محالفا وقلالک ولما یملک دفعہ ولا یستطاع دفعہ بابی انت وامی اذکرنا عند ربک واجعلنا من بالک

میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ کی موت سے وہ چیز جاتی رہی جو کسی دوسرے کی موت سے نہ گئی تھی یعنی نبوت اخبار غیب اور وحی ہائے آسمانی کا خاتمہ ہو گیا آپ کی موت ایسا عظیم صدمہ ہے کہ اب مصیبتوں سے دل سرد ہو گیا ہے اور ایسا عام حادثہ ہے کہ سب لوگ اسمیں یکساں ہیں اگر آپ نے صبر کے لئے حکم نہ دیا ہوتا اور رونے دھونے سے منع نہ فرمایا ہوتا تو ہم آنسوؤں کو آپ پر بہا دیتے پھر بھی یہ درد لا دوا یہ زخم لازوال ہی ہوتا اور پھر بھی اس مصیبت کے مقابلہ میں یہ حالت کم ہوتی۔ اس غم کا علاج ہی نہیں اور یہ مصیبت جانے والی ہی نہیں میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اپنے پروردگار کے ہاں ہمارا ذکر فرمانا اور ہم کو بھول نہ جانا

حضرت امام حسین ؓ کو دوسرا صدمہ

جد امجد کی وفات کے بعد حضرت امام حسین ؓ کو دوسرا صدمہ مادر مہربان سیدۃ النساء حضرت فاطمہؓ کی وفات کا برداشت کرنا پڑا اور صرف چھ ماہ کے بعد ہی آغوش مادر کی راحتوں اور شفقتوں سے محروم ہونا پڑا۔

حضرت فاطمہ زہرا ؓ کی وفات

یوں تو رسول اللہ کی وفات کا صدمہ ہر ایک مسلمان کے لیے جاں گسل اور روح فرسا تھا مگر حضرت فاطمہؓ کی کمر اس صدمہ نے توڑ دی تھی آپ کو اس قدر فراق پدر کا صدمہ ہوا کہ وفات رسول ؐ کے بعد آپ چھ مہینے زندہ رہیں مگر سوائے وفات رسول ؐ پر اشک بہانے کے آپ کو کوئی دوسرا کام نہ تھا ہر وقت بابا جان کو یاد کر کے روتی رہتی تھیں۔ زندگی کے یہ چھ مہینے اس طرح بسر کئے کہ درد

Marfat.com

فراق پدر سے آنکھیں ہر وقت نم رہتی تھیں

روایت ہے کہ پانچ آدمیوں کی برابر کوئی نہیں رو یا ایک حضرت آدمؑ اخراج خلد کے صدمہ میں دوسرے حضرت یعقوب فراق یوسفؑ میں تیسرے یوسفؑ قید غم میں چوتھے حضرت فاطمہ زہرا رض فراق پدری میں اور پانچویں امام زین العابدین رض بعد شہادت امام حسینؑ کے اور کس طرح نہ روتیں کہیں کسی کو ایسا باپ فخر بنی آدم ملا ہے۔ پھر کس قدر حضورؐ کو اپنی بیٹی سے محبت تھی کہ جب کبھی سفر میں حضورؐ تشریف لے جاتے تو سب سے آخر میں حضرت فاطمہ کے گھر جاتے اور جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے حضرت فاطمہ رض کے پاس جاتے اور جب کبھی حضرت فاطمہ زہرا رض حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو حضورؐ اٹھ کھڑے ہوتے تھے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے تھے اسی طرح حضرت فاطمہ زہرا رض کو رسول اللہؐ سے کمال درجہ محبت تھی جو صرف اسی سے ظاہر ہے کہ آنحضرتؐ کے بعد مرتے دم تک آپ کے آنسو نہیں تھمے یہاں تک اسی دردِ فراق رسول دسوز ہجر محمدی میں جل جل کر اور گھل گھل آپ کی وفات ہوگئی یہ واقعہ ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا رض کو کوئی مرض بجز فراقِ پدر کے لاحق نہیں ہوا آپ وفات رسول اللہؐ کے بعد پھر کبھی ہنسی نہیں کبھی تبسم نہیں فرمایا سوائے ایک دفعہ کے اور وہ بھی واقعہ عجیب ہی ہے حضرت فاطمہ رض کو فکر لاحق تھا کہ میرے جنازہ پر خلق خدا کی نظر پڑے گی چنانچہ ایک بیوی نے ایک گہوارہ نما تابوت بنا کر حضرت سیدہ رض کی خدمت میں پیش کیا۔ چونکہ اس میں نعش کی بے پردگی نہیں ہوتی تھی اس لئے اس کو پسند فرمایا اور دیکھ کر متبسم ہوئیں اس کے سوا آنحضرت کی وفات کے بعد آپ کو کبھی ہنسی نہیں آئی

وفات سے ایک دن قبل حضرت علی رضی اللہ عنہ باہر سے زنانخانہ میں تشریف لائے تو دیکھا کہ حضرت سیدہ پاک آٹا گوندھ رہی ہیں اور تھوڑی سی مٹی حضرت حسینؓ کے بال دھونے کے لئے بھگو رکھی ہے اور ان کے کپڑے دھو رہی ہیں اور فراقِ پدر کے غم میں رو رہی ہیں حضرت علیؓ نے فرمایا اے چشم و چراغ رسول تمہیں تو دنیا کے کاموں سے کوئی واسطہ نہ تھا اور وفاتِ رسول کے بعد سے سوائے غم پدر کے اور کوئی کام نہ تھا یہ آج خلاف معمول ان کاموں میں کیوں مشغول ہو۔ حضرت فاطمہ رض نے فرمایا کہ میں نے کل شب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تھا میں نے باوا جان سے عرض کیا کہ اب تو صدمہ فراق سہا نہیں جاتا۔ آتش ہجر نے دل و جگر جلا کر کباب کر دیا ہے۔ اب تو مجھ کو اپنے وعدے کے مطابق اپنے پاس بلا لیجئے اور اس عذاب زندگی سے نجات دلائیے باوا جان نے خوش خبری سنائی ہے کہ کل تم ہم سے آ ملوگی اس لئے آج

Marfat.com

یہ کر رہی ہوں کہ حسنؓ و حسینؓ کو نہلا دوں سر کے بال دھو دوں اور کپڑے دھو کر اجلے کر دوں اور روٹی تیار کر دوں کہ میری موت کے غم میں ان بچوں کو کون کھانا کھلائے گا حضرت علیؓ یہ سن کر رونے لگے اس کے بعد شہزادگان کو نہلا کر کپڑے پہنا کر بالوں میں کنگھی کر کے روضۂ اقدس پر بھیجا کہ جاؤ میرے حق میں دعائے خیر کرو اور اسماءؓ کو بلا کر کہا کہ جب روضۂ خیر الانام سے دونوں صاحبزادے واپس آئیں تو میرے پاس نہ لانا اور علیحدہ بٹھا کر کھانا کھلانا تاکہ میری حالت دیکھ کر نہ گھبرائیں اور گریہ وزاری نہ کریں

حضرت علیؓ کو سیدۂ پاک نے بلایا اور ان سے چار وصیتیں کیں۔ اول یہ کہ اگر مجھ سے کوئی غلطی اور خطا ہوئی ہو تو معاف کرنا۔ دوسرے یہ کہ میرے فرزندان یتیم کا پورا پورا خیال رکھنا تیسرے مجھے رات کو دفن کرنا تاکہ کسی نامحرم کی نظر نہ پڑے۔ چوتھے میری زیارت کرتے رہنا مجھے بھول نہ جانا حضرت شیر خدا علی مرتضیٰ نے فرمایا کہ تم بھی میری خطا معاف کرنا اور حضرت رسالت پناہی میں میرا سلام عرض کرنا اور میری کوئی شکایت نہ کرنا۔ اس کے بعد سیدہ پاک نے غسل فرمایا صاف و پاک کپڑے پہنے خوشبو لگائی اور حجرہ کا دروازہ بند کر کے رو بقبلہ ہو کر لیٹ رہیں اور اوپر سے چادر تان لی اور اسماءؓ کو طلب کر کے فرمایا کہ مجھ کو غسل دیکر اسی لباس میں جو میرے بدن پر ہے دفن کرنا اور برہنہ نہ کرنا پھر اسماءؓ کو رخصت کر کے دروازہ حجرہ کا بند کر لیا اور مناجات و دعا وزاری میں مشغول ہوئیں حضرت امام حسنؓ سے روایت ہے کہ امت عاصی کے لئے رو رو کر دعا کرتی تھیں اور اپنے لئے کچھ نہیں فرماتی تھیں پھر اسی روز مغرب و عشاء کے درمیان ۳ ماہ مقدس رمضان ۱۱ھ کو رسول اللہؐ کی وفات کے ٹھیک چھ ماہ بعد اس عالم آب و گل سے آپ کی روح اطہر نے اعلیٰ علیین کی طرف کوچ فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ جناب سیدۂ پاک کی وفات سے حضرات شہزادگان عالی مقام کی جو حالت ہوئی ہوگی وہ کس طرح بیان کی جا سکتی ہے ابھی چھ مہینے کی بات ہے کہ دونوں رسول اللہؐ کے آغوش رسولؐ میں کھیلا کرتے تھے اور نانا جان کی آغوش بہشت میں دونوں جہان کی نعمتیں اور راحتیں حاصل تھیں پہلے اس نعمت سرمدی سے محروم ہوئے اور اب صرف چھ مہینہ کے بعد مادر مہربان کا سایہ عاطفت سر سے اٹھ گیا۔ ماں کی شفقت اور ماں کی محبت سے کون واقف نہیں پھر ماں بھی ایسی جو آغوش رسولؐ کی پروردہ ایسی مادر مہربان کی جدائی اور دائمی جدائی نے امام حسنؓ اور امام حسینؓ کے قلوب پر غم کے پہاڑ نہ توڑے ہونگے تو کیا ہوگا۔

اے غرقۂ گناہ ز طوفانِ غم مترس — کشتی نوح عصمت آل پیمبر است

Marfat.com

مصائبِ امام کا آغاز!

بیعتِ یزید

وفاتِ رسولؐ اور وفات حضرت فاطمہؓ کے بعد شہادت حضرت عثمان سے قبل تک کا زمانہ امن واطمینان کا گذرا صحابۂ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے بموجب نہایت محبت عزت اور تعظیم وتکریم کے ساتھ حضرت امام علیہما السلام کے ساتھ سلوک ہوتے رہے جکی مثالیں ہم مناقب میں بیان کرائے ہیں۔ شہادت حضرت عثمان کے بعد حسب ارشاد نبوی فتنہ کا دروازہ کھلا اور پھر وہ آج تک بند نہیں ہوا جنگ جمل اور جنگ صفین اسی فتنہ کی یادگار ہیں۔ یہ فتنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت پر ختم ہوا حضرت علیؑ کے ایام خلافت میں حسنینؑ امام عالی مقام اپنے پدر عالی قدر کی ہمرکابی میں رہے

حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد حضرت امام حسنؑ نے صرف چھ ماہ خلافت کے فرائض انجام دیئے اور حضرت ابو بکرؓ سے لیکر حضرت امام حسنؑ کی خلافت تک کے زمانہ کو خلافت راشدہ کے نام سے اہل سنت والجماعت موسوم کرتے ہیں اور حدیث نبوی کی روسے زمانہ خلافت راشدہ شمار ہوتا ہے اس کے بعد خلافت نہیں بلکہ بادشاہت کے دور کا آغاز ہوا۔

امام حسن علیہ السلام نے امت مسلمہ میں خونریزی کو روکنے کے لئے امیر معاویہ سے صلح کرلی اس صلح کی اہم ترین شرط یہ تھی کہ وہ کسی کو اپنا جانشین نہیں مقرر کرینگے بلکہ مسلمانوں پر چھوڑ دیں گے کہ وہ جس کو چاہیں خلیفہ منتخب کرلیں جسکا قدرتی نتیجہ یہی نکلتا کہ خلافت آلِ رسولؐ کی طرف لوٹ آتی لیکن امیر معاویہ کی زندگی ہی میں یزید پلید نے جعدہ زوجہ امام کے ذریعہ اس کو اپنے ساتھ نکاح کا لالچ دیکر زہر دلواکر شہید کرایا

حضرت امام حسن کی شہادت کے بعد بیعت یزید کا اہتمام شروع ہوا جو امام حسین علیہ السلام کی دردناک شہادت کا اصلی اور حقیقی فتنہ تھا یزید کی بیعت کے لئے ان تمام تجاویز وتدابیر پر عمل کیا گیا جو ایک برسر اقتدار حاکم اپنے اس فرزند کو اپنا جانشین مقرر کرنے کے لئے کرتا ہے رائے عامہ جس کے خلاف ہوتی ہے رائے عامہ یزید کے خلاف تھی اور قدرتی طور پر ہونی چاہئے تھی اس لئے اس کی بیعت راستہ میں بہت سی دشواریاں پیش آئیں جن کو انہی تدابیر کے ذریعہ عبور کیا گیا جو ایسے موقع پر اہل ثروت اقتدار کیا کرتے ہیں۔ لیکن پھر بھی عبداللہ بن عمر عبداللہ بن زبیر عبدالرحمن بن ابی بکر اور امام حسینؑ

Marfat.com

رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بیعت نہیں کی۔

امیر معاویہؓ کا انتقال اور یزید کی تخت نشینی

امیر معاویہ کا انتقال ۱۵ یا ۲۲ رجب ۶۰ھ کو ہوا یزید اس وقت دارالحکومت میں نہیں تھا بلکہ اپنی ماں سے ملنے نجد میں گیا ہوا تھا اس کے دوستوں اور ہواخواہوں نے اسے اطلاع دی اور وہ فوراً ہوا کے گھوڑے پر سوار ہو کر دمشق پہنچ گیا اور سریر آرائے حکومت ہوا۔

یزید کے لیے جس وقت بیعت لی جا رہی تھی اس کو معلوم تھا کہ کن لوگوں نے بیعت نہیں کی اس لئے اس نے سب سے پہلا فرمان مدینہ کے گورنر ولید بن عقبہ کو ہی بھیجا عبداللہ ابن عمرؓ عبداللہ بن زبیرؓ اور امام حسینؑ سے میری حکومت کی بیعت لو اور اگر انکار کریں تو ان کو قتل کر کے ان کے سر میرے دربار میں روانہ کرو۔ حالانکہ امیر معاویہ نے یزید کو جو وصیت کی تھی اس میں حضرت امام الیقام کے لئے کہا تھا کہ اگر ان پر قابو پانا تو ان سے بڑا سلوک نہ کرنا اور ان کو شہید مت کرنا کیونکہ وہ ہمارے اہل قرابت ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ معاویہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کی کہ کس قدر حضور کو جناب امام حسینؑ سے محبت تھی۔ بہر حال یہ صحیح ہے کہ امیر معاویہ نے قتل امام حسین علیہ السلام سے باز رہنے کی تاکید کی تھی مگر بدبخت خبیث یزید کی قسمت میں تو جناب امام کے مقدس خون سے ہاتھ رنگنا لکھا ہوا تھا اور قیامت تک ذخیرہ لعنت جمع کرنا تھا وہ بھلا کب ایسی وصیت کو خاطر میں لاتا بخبیث نے سب سے پہلا فرمان ہی جاری کیا۔

ولید عامل مدینہ اور امام حسین علیہ السلام

تاریخ طبری میں ہے کہ یزید نے ولید بن عتبہ بن ابوسفیان عامل مدینہ کو لکھا کہ عبداللہ ابن عمرؓ عبداللہ بن زبیرؓ اور امام حسینؑ سے سختی کے ساتھ میری بیعت کا مواخذہ کرو اور اس وقت تک ہرگز نہ چھوڑو جب تک کہ میری خلافت کو تسلیم نہ کر لیں۔ دوسرے مؤرخین کا قول ہے کہ حضرت امام حسینؑ کے بارے میں صاف حکم تھا کہ اگر وہ بیعت نہ کریں تو ان کو قتل کر کے ان کا سر کاٹ کر بھیجو حکم کے آتے ہی ولید نے عبداللہ ابن زبیر اور امام عالی مقام کو بلایا۔ یہ حضرت اس وقت مسجد نبوی میں تھے قاصد کو تو یہ کہلا بھیجا امام نے واپس کر دیا کہ تم چلو ہم آتے ہیں اور عبداللہ ابن زبیرؓ نے جناب امام عالی مقام سے کہا کہ معلوم ہوتا ہے معاویہ کا انتقال ہو گیا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ خبر مرگ ظاہر

Marfat.com

ہونے سے قبل ہم سے بیعت لینے کا ارادہ ہے۔ عبداللہ ابن زبیرؓ تو نہایت ہوشیار آدمی تھے ان کے تدبر کا ذکر امیر معاویہ نے بھی کیا تھا۔ یہ تو اسی وقت راتوں رات غیر متعارف راستہ سے مکہ معظمہ چل دیئے اور حضرت امام حسین علیہ السلام ولید کے دارالامارۃ پر تشریف لے گئے اور ولید سے ملاقات فرمائی۔ ولید نے امیر معاویہ کے انتقال کی اطلاع دی اور یزید کے فرمان سے آگاہ کیا حضورؑ امام نے معاویہ کے انتقال کا پرسہ دیا اور فرمایا کہ تم اچھا نہ سمجھو گے کہ بجائے اس کے کہ شب کے وقت مجھ سے بیعت لی جائے روز روشن میں جب سب کو جمع کر لینا تو مجھ کو بھی بلا لینا ولید نے اس کو منظور کر لیا جب آپ چلنے لگے تو اخبث ترین انسان بڈھا مروان بولا کہ ان کو ہرگز مت جانے دو ایسا موقع پھر نہ ملیگا۔ تو حسینؑ سے اسی وقت بیعت لے یا ان کو قتل کر دے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام شیر بیشہ شجاعت کو جلال آگیا آپ نے فرمایا کہ ولید تیری کیا مجال ہے جو مجھے قتل کر سکے۔ چونکہ حضرت امام کو خطرہ تھا اس لئے چند بنی ہاشم اور انصار اہل بیت ایوان ولید کے پاس گوش بر آواز تھے۔ انھوں نے جناب امیر علیہ السلام کی آواز سُن کر اندر داخل ہونا چاہا مگر اتنے میں خود جناب امام عالی مقام باہر تشریف لے آئے۔ امام حسینؑ کے تشریف لیجانے کے بعد مروان خبیث ولید بیچارے پر برس پڑا اور اس کو برا بھلا کہا مگر ولید نے کہا کہ میں قیامت تک اس کو گوارا نہ کرونگا کہ امام حسینؑ کا قاتل ہوں۔ خواہ ساری دنیاں کا مال و متاع مجھکو دیدیا جائے چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد یہی وجہ ولید کی معزولی کی ہوئی۔

ولید کے مکان سے رحضور سیدھے مکان تشریف لائے اُس وقت آپ کے چہرہ پر آثار ترددو انتشار ظاہر تھے۔ مکان سے روضۂ اقدس پر حاضر ہوئے اور عرض کیا السلام علیک یا رسول اللہ اور قبر نبوی کے سامنے درد دل کا اظہار کیا اور مسجد نبوی میں عبادت الٰہی و مناجات خداوندی میں صبح تک مشغول رہے۔ دوسرے دن شب کو پھر روضۂ اقدس پر حاضر ہوئی اور پھر صبح تک وہیں طاعت وعبادت رب العالمین میں مشغول رہے۔ روضہ اقدس پر پروردگار عالم سے مناجات کر رہے تھے کہ اے عالم السر والخفا یہ خاک پاک تیرے حبیب پاک محمد رسول اللہ کی ہے اور میں ان کا نواسہ ہوں اور اب مجھ کو وہ واقعہ پیش آیا ہے جس سے تو آگاہ ہے خداوندا تو میرے حال سے واقف ہے اور میرے ضمیر کو جانتا ہے خداوندا اس خاک پاک کے صدقہ میں اور اس رحمت عالم کے طفیل میں جو اس خاک میں آرام فرما ہے جو کچھ تیری اور تیرے پیغمبر کی رضا ہو مجھے اس پر ثابت قدم رکھ دوسری رات آئی تو ولید نے پھر حضرت امام کو بلایا مگر آپ تشریف نہیں لے گئے اور شب کو پھر روضۂ

Marfat.com

مطہر پر حاضر ہوئے اور کلمات وداعیہ زبان اقدس پر جاری ہوئے۔ وہ کیا کلمات ہونگے اور کس درد کرب و اضطراب کے عالم میں زبان سے نکلے ہوں گے اس کا اندازہ تیرہ سو برس کے بعد ہم آج بھی کر سکتے ہیں اور اس سوز سینۂ امام حسین علیہ السلام ہم آج بھی محسوس کر سکتے ہیں جس سے لبریز زبان امام سے روضۂ اقدس کے سامنے کلمات وداع نکلے ہوں گے نانا جان کی قبر مطہر سے اس کا وہ نواسہ جدا ہو رہا ہے جس کو راکب دوش رسول اللہ ہونے کا فخر حاصل ہے جس کو آغوش محمدؐ کی وہ شفقتیں ہنوز یاد ہیں اور اس وقت خصوصیت کے ساتھ یاد آرہی ہونگی جس کے حافظہ میں وہ تمام احادیث محفوظ ہونگی جو آپ کے بارہ میں آنحضرتؐ نے ارشاد فرمائی تھیں اس نانا سردار دو جہان سرور عالم سید کونین رسول الثقلین کے روضۂ اقدس و مزار مقدس سے جدا ہوتے وقت زبان حسین سے جو الفاظ توویع نکلے ہوں گے وہ اگر درد و غم اور سوز الم میں ڈوبے ہوئے نہ ہونگے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ دنیا میں کسی کی زبان سے کسی سے جدا ہوتے وقت درد انگیز درد افزا کلمات نہیں نکل سکتے۔

دیار رسولؐ و جوار رحمت سے کوچ

روضۂ مطہر سے صبح ہونے پر بالمیرہ پُرغم کاشانۂ فیض میں تشریف لائے اور اسی وقت بہت سویرے آنجناب معہ اہل بیت و اہل خانوادہ و اصحاب و رفقاء کے رسول اللہ سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہوئے اور مکہ معظمہ کی طرف آیہ کریمہ پڑھتے ہوئے **فخرج منہا خائفا یترقب قال رب نجنی من القوم الظلمین** روانہ ہوئے

حضرت امام کی دیار رسولؐ سے رخصت اور وداع کا نظارہ نہایت دردناک تھا۔ مدینہ منورہ جس کی گلیوں میں آپ کھیلے تھے ماتم کدہ بنا ہوا تھا۔ اہل مدینہ کے اندر غم و الم کی شدت سے کہرام مچا ہوا تھا جناب سبط رسولؐ کے فراق میں آنکھوں نے آنسوؤں کا دریا بہا دیا تھا لوگوں کے کلیجے غم جدائی امام سے منہ سے نکلے پڑتے تھے ہر شخص مضطرب و بے چین تھا اور ایسا کیوں نہ ہوا ہو گا جبکہ شہادت امام کی پیشینگوئیاں لوگوں کے حافظہ میں محفوظ تھیں۔ بہرحال امام دارین سید نا حسین اپنے چھوٹے بھائی محمد بن حنیفہ کو مدینہ میں اپنا قائم مقام بنا گئے اور ان کو یہ ہدایت کر کے روانہ ہوئے کہ اس جماعت کی نگرانی کرتے ہو اور ان کے حالات سے جو تم کو معلوم ہوں مجھ کو آگاہ کرتے رہنا اور روانگی سے قبل بنی ہاشم سے ملے اور ام المومنین حضرت ام سلمہؓ سے ملنے تشریف لے گئے۔ اس ملاقات کا نظارہ بھی دردناک تھا کیونکہ حضرت ام سلمہؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث قدسی یاد تھی جس میں آپکی شہادت کی

Marfat.com

جبر دی گئی تھی۔ اس کے بعد چلنے سے قبل ایک دفعہ پھر جناب امام اپنے نانا جان کے مزار اقدس پر حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ بابی انت وامی نقد خرجت من جوارک کرھا وفرقا بینی وبینک واخذت بالقھر ان ابایع یزید ابن معاویۃ شارب الخمر وراکب الفجور ان فعلت کفرت وان ابیت قتلت فھا انا خارج من جوارک کرھا علی کرہ فعلیک منی السلام علیک یا رسول اللہ

امام حسین علیہ السلام نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں اور باپ آپ پر قربان ہوں آپ کے جو ہے آپ کا حسین باہر جا رہا ہے اور آپ کی حضوری سے دور ہو رہا ہے لیکن کیا کروں کہ مجھ پر جبر و قہر کر رہے ہیں کہ میں شارب الخمر یزید کی بیعت کر لوں جو فسق و فجور کے گھوڑے پر سوار ہے اگر بیعت کروں تو یہ کفر سے کم نہیں اور اگر نہ کروں تو قتل کر دیا جاؤں گا۔ اس لئے اس وقت باکراہ تمام آپ کی پناہ سے محروم ہو رہا ہوں ہاں اے رسول اللہ آپ پر سلام ہو۔

آخری زیارت روضۂ اقدس کے بعد آنجناب مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ روانگی کے متعلق ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت امام عالی مقام پوشیدہ تشریف لے گئے اور دوسری یہ کہ علانیہ تشریف لے گئے اور متعارف راستہ سے سفر کیا غیر متعلقہ راستہ اختیار نہیں کیا تاریخ روانگی ۲۸ رجب ہے

حضرت بی بی صغرا کا قافلہ اہل بیت سے بچھڑنا

حضرت امام عالی مقام نے اپنے ہمراہ تمام اہل بیت کو لیا۔ صرف بی بی صغرا فاطمہ کو نہیں لیجا سکے کیونکہ وہ بیمار تھیں اور اندیشہ تھا کہ علالت بڑھ نہ جائے بی بی صغرا حضرت امام عالی مقام کی صاحبزادی تھیں اور حضرت سکینہ سے بڑی تھیں۔ بہر حال بیماری کی وجہ سے بی بی صغرا کو ام المومنین حضرت ام سلمہ کے پاس چھوڑ گئے۔ ظاہر ہے کہ بی بی صغرا کو سخت دکھ ہوا ہوگا اور بمقتضائے طبع انکو رنج و تکلیف اور درد و اضطراب کی کوئی حد نہ رہی ہوگی سارا کنبہ سفر کی تیاریاں کر رہا ہے اور ماں باپ بھائی بہن۔ چچا پھوپھی سب جدا ہو رہے ہیں ان حالات میں ایک بچی کے دل کا حال جو ہو سکتا ہے اور جو ہوا ہوگا۔ اس کا اندازہ کرنا مشکل کام نہیں۔ روزمرہ اس قسم کے واقعات صاحبان اولاد کے سامنے پیش آتے رہتے ہیں کہ والدین کو بچوں کو کچھ دن کے لئے بھی جدا کرنا پڑتا ہے تو بچے اس قدر بلک بلک کر روتے ہیں کہ غیر متعلق دیکھنے والوں کی آنکھوں میں آنسو آ جاتے ہیں اور یہاں صورت حال یہ تھی کہ نہ صرف مہربان ماں سے جدا ہو رہی تھی بلکہ سارا کنبہ جدا ہو رہا تھا اور کمسن بچے بھی جدا ہو رہے تھے جو

Marfat.com

ساتھ کھیلتے تھے اس لئے حضرت صغرا کی بے چینی بیقراری کا جو حال ہو گا ظاہر ہے اس دردناک منظر کو میر انیس علی اللہ مقامہ نے جس خوبی و خوش اسلوبی اور جس درد و سوز کے ساتھ بیان کیا ہے وہ انہی کا حصہ ہے اور ان سے بہتر کوئی اس منظر کو پیش نہیں کر سکتا ہم ذیل میں اس مرثیے کے چند بند لکھتے ہیں۔

یہ کہتی تھی زینب کہ پکارے شہ عادل
تیار ہیں دروازے پہ سب ہودج و محمل
طے شام تلک ہو گی کہیں آج کی منزل
رخصت کرو لوگوں کو بس اب رونے سے حاصل
چلتی ہے ہوا سرد ابھی وقت سحر ہے
بچے کئی ہمراہ ہیں گرمی کا سفر ہے

رخصت کرو ان کو کہ جو ہیں ملنے کو آئے
کہہ دو کوئی گہوارۂ اصغر کو بھی لائے
نادان سکینہ کہیں آنسو نہ بہائے
جانے کی خبر میری نہ صغرا کہیں پائے
ڈر ہے کہیں گھبرا کے دم اس کا نہ نکل جائے
باتیں کرو ایسی کہ وہ بیمار بہل جائے

سن کر یہ سخن بانوئے ناشاد پکاری
میں لٹتی ہوں کیسا سفر اور کیسی سواری
غش ہو گئی ہے والدہ صغرا مری پیاری
یہ کس کے لیئے کرتے ہیں سب گریہ و زاری
اب کس پہ میں اس صاحب آزار کو چھوڑوں
اس حال میں کس طرح سے بیمار کو چھوڑوں

ماں ہوں میں کلیجہ نہیں سینہ میں سنبھلتا
صاحب مرے دل کو ہے کوئی ہاتھوں سے ملتا
میں تو اسے لے چلتی پہ بس کچھ نہیں چلتا
رہ جاتیں جو بہنیں بھی تو دل اس کا بہلتا
دروازہ پہ تیار سواری تو کھڑی ہے
پر اب تو مجھے جان کی صغرا کی پڑی ہے

چلاتی تھی کبری کہ بہن آنکھیں تو کھولو
کہتی تھی سکینہ کہ ذرا منہ سے تو بولو
ہم جاتے ہیں تم اٹھ کے بغلگیر تو ہو لو
چھاتی سے لگو باپ کی دل کھول کے رو لو
تم جن کی ہو شیدا وہ برادر نہ ملے گا
پھر گھر میں جو ڈھونڈو گی تو اکبر نہ ملے گا

ہشیار ہو گیا صبح سے بیہوش ہو خواہر
اصغر کو کرو پیار کلیجہ سے لگا کر

چھاتی سے لگو اٹھ کے گھڑی روتی ہیں مادر   ہم روتے ہیں دیکھو تو ذرا آنکھ اٹھا کر
افسوس اسی طور سے غفلت میں رہوگی
کیا آخری بابا کی زیارت نہ کروگی

سنکر یہ سخن شاہ کے آنسو نکل آئے   بیمار کے نزدیک گئے سر کو جھکائے
منہ دیکھ کے بانو کا سخن لب پہ یہ لائے   کیا ضعف و نقاہت ہے خدا اس کو بچائے
جس صاحب آزار کا یہ حال ہو گھر میں
دانستہ میں کیونکر اسے لے جاؤں سفر میں

کہہ کر یہ سخن بیٹھ گئے سیّد خوش خو   اور سورۂ الحمد پڑھا تھام کے بازو
بیمار نے پائی گل زہرا کی جو خوشبو   آنکھوں کو تو کھولا پہ ٹپکنے لگے آنسو
ماں سے کہا مجھ میں جو حواس آئے ہیں اماں
کیا میرے مسیحا مرے پاس آئے ہیں اماں

ماں نے کہا ہاں ہاں وہی آئے ہیں مری جاں   جو کہنا ہے تو کہہ کہ یہاں اور ہے ساماں
دیکھو تو ادھر روتے ہیں بابا شہ ذی شاں   صغرا نے کہا ان کی محبت کے میں قرباں
وہ کون سا ساماں ہے جو یوں روتے ہیں بابا
کھل کر کہو کیا مجھ سے جدا ہوتے ہیں بابا

یہ گھر کا سب اسباب کیا کس لئے باہر   نہ فرش نہ رہے مسند فرزند پیمبر
دالان سے کیا ہو گیا گہوارۂ اصغر   اُجڑا ہوا لوگوں نظر آتا ہے مجھے گھر
کچھ منہ سے تو بولو مرا دم گھٹتا ہے اماں
کیا سبط پیمبر سے وطن چھٹتا ہے اماں

شبیر کا منہ تکنے لگی بانوئے مغموم   صغرا کے لئے رونے لگیں زینب و کلثوم
بیٹی سے یہ فرمانے لگے سیّد مظلوم   پردہ رہا اب کیا تمہیں خود ہو گیا معلوم
تم چھٹتی ہو اس واسطے سب روتے ہیں صغرا
ہم آج سے آوارہ وطن ہوتے ہیں صغرا

اب شہر میں اک دم ہے ٹھہرنا مجھے دشوار   میں پا بر کاب اور ہو تم صاحب آزار
بھر آتا ہے وہ گھر میں سفر میں جو ہو بیمار   تکلیف تمہیں دوں یہ مناسب نہیں زنہار

Marfat.com

غربت میں لشکر کے لیے سو طرح کا ڈر ہے
بیرا تو سفر رنج و مصیبت کا سفر ہے

لو چلتی ہے خاک اڑتی ہے گرمی کے ہیں ایام
جنگل میں نہ راحت نہ کہیں راہ میں آرام
بستی میں کہیں صبح تو جنگل میں کہیں شام
دریا کہیں حائل کہیں پانی کا نہیں نام
صحت میں گوارا ہے جو تکلیف گذر جائے
اس طرح کا بیمار نہ مرتا ہو تو مر جائے

بی بی فاطمہ صغرا کا دردانگیز جواب

صغرا نے کہا کھانے سے خود ہے مجھے انکار
پانی جو کہیں راہ میں مانگوں تو گنہ گار
کچھ بھوک کا شکوہ نہیں کرنے کی یہ بیمار
تبرید فقط آپ کا ہے شربت دیدار
گرمی میں بھی راحت سے گزر جائے گی بابا
آئے گا پسینہ تپ اتر جائے گی بابا

کیا تاب اگر منہ سے کہوں درد ہے سر میں
اُف تک نہ کروں بھڑکے اگر آگ جگر میں
کھووے سے بھی شب کو نہ کراہونگی سفر میں
قربان گئی چھوڑ نہ جاؤ مجھے گھر میں
ہو جانا خفا راہ میں گر روئے گی صغرا
یاں نیند کب آتی ہے کہ واں سوئے گی صغرا

وہ بات نہ ہو گی کہ جو بے چین ہوں مادر
ہر صبح میں پی لوں گی دوا آپ بنا کر
دن بھر مری گودی میں رہیں گے علی اصغر
لونڈی ہوں سکینہ کی نہ سمجھو مجھے دختر
میں یہ نہیں کہتی ہوں عماری میں بٹھا دو
بابا مجھے فضہ کی سواری میں بٹھا دو

شہ بولے کہ واقف ہو مرے حال سے اللہ
میں کہہ نہیں سکتا مجھے درپیش ہے جو راہ
کھل جائے گا یہ راز بھی گو تم نہیں آگاہ
ایسا بھی کوئی ہے جسے بیٹی کی نہیں چاہ
ناچار یہ فرقت کا الم سہتا ہوں صغرا
ہے مصلحت حق بھی جو کہتا ہوں صغرا

اے نور بصر آنکھوں پہ لیکے تجھے چلتا
تو مجھ سے بہلتی مرا دل تجھ سے بہلتا۔

Marfat.com

تپ ہے مجھے اور غم سے جگر ہے مرا جلتا
یہ ضعف کہ دم تک نہیں سینے میں سنبھلتا
جز ہجر علاج اور کوئی ہو نہیں سکتا
دانستہ تمہیں ہاتھ سے میں کھو نہیں سکتا

منہ تکنے لگی ماں کا وہ بیمار بصد غم
چتون سے عیاں تھا کہ چلے آپ موئے ہم
ماں کہتی تھی مختار ہے بی بی شہ عالم
میرے تو کلیجے پہ چھری چلتی ہے اس دم
وہ درد ہے جس درد سے چارہ نہیں صغرا
تقدیر سے کچھ زور ہمارا نہیں صغرا

صغرا نے کہا کوئی کسی کا نہیں زنہار
سب کی یہی مرضی ہے کہ مر جائے یہ بیمار
اللہ نہ وہ آنکھ کسی کی ہے نہ وہ پیار
اک ہم ہیں کہ ہیں سب پہ فدا سب کے ہیں غمخوار
بیزار ہیں سب ایک بھی شفقت نہیں کرتا
سچ ہے کوئی مردے سے محبت نہیں کرتا

ہمشیر کے عاشق ہیں سلامت رہیں اکبر
اتنا نہ کہا مر گئی یا جیتی ہے خواہر
میں گھر میں تڑپتی ہوں وہ ہیں صبح سے باہر
وہ کیا کریں برگشتہ ہے اپنا ہی مقدر
پوچھا نہ کسی نے کہ وہ بیمار کدھر ہے
نہ بھائیوں کو دھیان نہ بہنوں کو خبر ہے

کیا ان کو پڑی تھی کہ وہ غم کھانے کو آتے
میں کون. جو صورت مجھے دکھلانے کو آتے
ہوتی جو غرض چھاتی سے لپٹانے کو آتے
زلفیں جو الجھتیں تو سلجھوانے کو آتے
کل تک تو مرے حالِ پریشان پہ نظر تھی
تقدیر کے اس پیچ کی مجھ کو نہ خبر تھی

خاموش سکینہ سے میں عباس دلاور
میں کون ہوں جو میری خبر پوچھتے آکر
سرسبز رہے خلق میں نو بادۂ شبّر
شادی میں بلائیں مجھے یہ بھی نہیں باور
بے دولہ بنے منہ کو چھپاتے ہیں ابھی سے
میں جیتی ہوں اور آنکھ چراتے ہیں ابھی سے

کس سے کہوں اس درد کو میں بیکس و رنجور
بہنیں بھی الگ مجھ سے ہیں اور بھائی بھی ہیں دور
اماں کا سخن یہ ہے کہ بیٹی میں ہوں مجبور
ہمراہ ہی بیمار کسی کو نہیں منظور

Marfat.com

دنیا سے سفر رنج و مصیبت میں لکھا تھا
تنہائی کا مرنا مری قسمت میں لکھا تھا

سب بیبیاں رونے لگیں سن سکے یہ تقریر — چھاتی سے لگا کر اسے کہنے لگے شبیرؑ
لو صبر کرو کوچ میں اب ہوتی ہے تاخیر — منہ دیکھ کے چپ رہ گئی وہ بیکس و دلگیر
نزدیک تھا دل چیر کے پہلو سے نکل آئے
اچھا تو کہا منہ سے پہ آنسو نکل آئے

بانو کو اشارا کیا حضرت نے کہ جاؤ — اکبرؑ کو بلاؤ علی اصغر کو بلاؤ
اے علی اکبرؑ تو کہا شاہ نے آؤ — روٹھی ہے بہن تم سے گلے اس کو لگاؤ
چلتے ہوئے جی بھر ذرا پیار کر لو
لینے انہیں کب آؤ گے اقرار تو کر لو

پاس آن کے اکبرؑ نے یہ کی پیار کی تقریر — کیا مجھ سے خفا ہو گئیں صغرا مری تقصیر
چلانے لگی چھاتی پہ منہ رکھ کے وہ دلگیر — محبوب برادر ترے قربان یہ ہمشیر -
صدقے ترے سر پر سے اتارے مجھے کوئی
بل کھائی ہوئی زلفوں پہ وارے مجھے کوئی

رخساروں پہ سبزے کے نکلنے کے میں صدقے — تلوار سے شانوں سے چلنے کے میں صدقے
افسوس سے ان ہاتھوں کے ملنے کے میں صدقے — کیوں روتے ہو اشک آنکھوں سے ڈھلنے کے میں صدقے
جلد آن کے بہنا کی خبر لیجیو بھائی
بے میرے کہیں بیاہ نہ کیجیو بھائی

پیارے مرے بھیا مرے مہ رو علی اکبر — چھپ جائیں گے آنکھوں سے یہ گیسو علی اکبر
یاد آئے گی یہ جسم کی خوشبو علی اکبر — ڈھونڈھیں گی یہ آنکھیں تمہیں ہر سو علی اکبر
دل سینے میں کیوں کر تہ و بالا نہ رہیگا
جب چاند چھپے گا تو اجالا نہ رہیگا

کیا گذرے گی جب گھر سے چلے جاؤ گے بھائی — کیسے مجھے ہر بات میں یاد آؤ گے بھائی
تشریف خدا جانے کہ کب لاؤ گے بھائی — کی دیر تو جیتا نہ ہمیں پاؤ گے بھائی
کیا دم کا بھروسہ کہ چراغ سحری ہیں

Marfat.com

تم آج مسافر ہو تو ہم کل سفری ہیں

ہاں سچ ہے کہ بیمار کا بہتر نہیں جانا — صحت سے جو ہیں ان میں کہاں میرا ٹھکانا
بھیا جو اب آنا تو مری قبر پہ آنا — ہم گور کی منزل کی طرف ہوں گے روانا
کیا لطف کسی کو جو نہیں چاہ ہماری
وہ راہ تمہاری ہے تو یہ راہ ہماری

ماں بولی یہ کیا کہتی ہے صغرا ترے قربان — گھبرا کے نہ اب تن سے نکل جائے مری جاں
بیکس مری بچی ترا اللہ نگہبان — صحت ہو تجھے میری دعا ہے یہی ہر آں
کیا بھائی جدا بہنوں سے ہوتے نہیں بیٹا
جینے کے لئے جان کو کھوتے نہیں بیٹا

میں صدقے گئی بس کرو یہ گریہ و زاری — اصغر مرا روتا ہے صدا سن کے تمہاری
وہ ننھے ہاتھوں کو اٹھا کر یہ پکاری — آ آ مرے ننھے سے مسافر ترے واری
جھکتی ہے یہ بیمار بہن جان گئے بیٹا
اصغر مری آواز کو پہچان گئے تم

تم جاتے ہو اور ساتھ جا نہیں سکتی — تپ ہے تمہیں چھاتی سے میں لپٹا نہیں سکتی
جو دل میں ہے لب پہ وہ سخن لا نہیں سکتی — رکھ لوں تمہیں ماں کو بھی سمجھا نہیں سکتی
بیکس ہوں مرا کوئی مددگار نہیں ہے
تم ہو سو تمہیں طاقت گفتار نہیں ہے

معصوم نے جس دم یہ سنی درد کی گفتار — صغرا کی طرف ہاتھوں کو لٹکا دیا اک بار
لے لے کے بلائیں یہ لگی کہنے وہ بیمار — جھک جھک کے دکھاتے ہو مجھے آخری دیدار
دنیا سے کوئی دن میں گزر جائے گی صغرا
تم بھی یہ سمجھتے ہو کہ مر جائے گی صغرا

امام ؑ نے جوار رسول کیوں چھوڑا

حضرت امام علیہ السلام نے جوارِ رسول اقدس ؐ کو خوشی اور کسی ذاتی نفع کے خیال سے نہیں چھوڑا بلکہ آپ کو حالات نے مجبور کر دیا کہ اپنے پیارے نانا کے جوار رحمت کے درد فراق کو

Marfat.com

گوارا کریں اور وہ حالات بھی تھے کہ یزید کی طرف سے آپ کو پورا یقین تھا وہ بیعت کے لئے اصرار کریگا اور بیعت نہ کرنے کی صورت میں وہ قتل امام کے درپے ہوگا جیسا کہ اس سے پہلے ہی فرمان سے ظاہر ہو گیا تھا اور چونکہ مدینہ میں بنو امیہ کا زور بندھ گیا اس لئے اس کے سوا چارہ نہ تھا کہ آپ مدینے کو چھوڑ دیں آپ کو یہ بھی اندیشہ تھا کہ خواہ مخواہ کوئی حیلہ تراش کر اور کوئی بہانہ تلاش کر کے آپ کو ملزم ٹھہرا دیا جائیگا۔ بہر حال انہی اندیشوں سے آپنے مدینہ منورہ کا قیام ترک کیا۔

بیعت یزید سے انکار کی وجہ

یزید کی بیعت سے اسی وقت آپ نے انکار فرما دیا تھا جب امیر معاویہؓ کے زمانے میں پہلی مرتبہ اس کی کوشش کی گئی تھی اور اس انکار میں جناب امام حسینؑ علیہ السلام منفرد نہ تھے بلکہ جناب عبداللہؓ ابن عمرؓ جناب عبدالرحمن ابن ابی بکرؓ جناب عبداللہ ابن زبیرؓ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ بھی تھیں اور ان سب حضرت نے بیعت یزید سے انکار کر دیا تھا مگر امیر معاویہؓ نے ان حضرت کو زیادہ نہیں چھیڑا۔ ان کی وفات کے بعد بھلا یزید کب ماننے والا تھا اس کو اندیشہ تھا کہ اگر حضرت امامؑ نے بیعت نہ کی تو یہ خطرے سے خالی نہیں ہے۔ اور کسی وقت یہ ممکن ہے کہ آپ خروج کریں اور مسلمان آپ کے ہمرکاب ہوں اس لئے اس نے سب سے مقدم یہی سمجھا کہ امام عالیمقام سے یا تو بیعت لی جائے یا آپکا قصہ ہی ختم کر دیا جائے اگر یزید کی بیعت برضا و رغبت عامہ مسلمین نے کی ہوتی تو اس کو جناب امام کی طرف سے کوئی اندیشہ پیدا نہ ہوتا مگر یزید کو خوب معلوم تھا کہ اس کی امارت کی بیعت کا طوق مسلمانوں کی گردن میں کتنا وزنی ہے اس کو معلوم تھا کہ عامہ مسلمین کی نگاہوں میں میری کیا حقیقت ہے۔ میرے لئے جو بیعت انہوں نے کی ہے اس میں کیا حقیقت ہے۔ اس لئے اس کو اندیشہ تھا کہ امام حسینؑ نے ذرا بھی توجہ مبذول فرمائی تو حکومت و سلطنت سے مجھکو ہاتھ دھونا پڑیگا اس لئے وہ دو میں سے ایک امر کا متمنی تھا یا تو بیعت امام یا فرق مبارک امام

دوسری طرف حضرت امام کو یزید پلید کی تحقیقت نااہلیت اور اس کے شارب الخمر اور راکب فسق و فجور ہونے کا کماحقہ علم تھا یہ بھی علم تھا کہ جس طریقے وہ سریر آرائے تخت خلافت ہوا ہے وہ بالکل ناجائز اور سر تا پا ضلالت و گمراہی ہو اور عامہ مسلمین نے دل سے برضا و رغبت اس کے لئے بیعت نہیں کی اس لئے سرے سے بیعت اور خلافت کا انعقاد ہی نہیں ہوا ہے اور اگر جبر کے سامنے میں گردن جھکا دوں گا تو امر حق و صداقت ہمیشہ کے لئے مشتبہ ہو جائیگا اور بغیر کسی احتجاج

کے ایک نامشروع امر کا شیوع ہو جائے گا اس لئے قاطبتہً بیعت یزید سے انکار فرما دیا اور عزم راسخ فرما لیا کہ خواہ اس راہ حق میں مجھے کتنا ہی مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑے مگر وہ اس کو طے کریں گے اور اس صراطِ مستقیم پر آخر دم تک گامزن ہو کر قیامت تک کے لئے ایک روشن حجت اور منور برہانِ امت کے سامنے پیش کریں گے اور اسوۂ حسینی کے ذریعے مسلمانوں کو وہ راہ دکھائینگے جو یزید کی بیعت کی لعنت سے بوجھل ہو رہی ہے

یزید کی ضلالت پرور حالت

اگر اس خیال کو نظر انداز کر دیا جائے کہ حقیقتاً خلافت کا اہل و مستحق جناب امام حسین سے زیادہ کوئی دوسرا شخص نہ تھا اور اگر محض اسی بنا پر بیعت یزید سے آپ نے انکار فرما دیا ہوتا تب بھی صحیح ہوتا۔ لیکن اصلی اور حقیقی وجہ یہ تھی کہ یزید پلید ایسے معائب اور امور قبیحہ کا پیکر تھا کہ مشکل سے اہل اسلام میں کوئی ہو سکتا ہو شارب الخمر تو وہ تھا ہی اس کا ذکر کرنا اس وقت ہر ایک کی زبان پر تھا اس کی رندانہ جرأت کا یہ حال تھا کہ جب امیر معاویہ رضؓ کی زندگی میں حج کرنے آیا تو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ دونوں جگہ بنت عنب اس کے ساتھ رہی اور حرمین شریفین کی حرمت و تقدیس کو پائے حقارت سے ٹھکرا کر اس شیشہ بدبری سے ہمکنار ہوتا تھا اور بادہ و ساغر کے دور چلتے رہتے تھے چنانچہ رندانہ جرأت کا اندازہ اس کے اس شعر سے ہو سکتا ہے کہ کمال دریدہ دہنی سے کہتا ہے کہ

ماقال ربک ویل للذین شربوا　　　بل قال ربک ویل للمصلین

تیرے خدا نے یہ نہیں کہا کہ آتشِ دوزخ ہے ان لوگوں کے واسطے جو شراب پیتے ہیں بلکہ تیرے خدا نے یہ کہا ہے کہ جہنم ان لوگوں کے واسطے ہے جو نمازیں پڑھتے ہیں

یہ اشارہ قرآن حکیم کی اس آیت کی طرف ہے

یہ کھلا ہوا قرآن حکیم کا ارشادِ باری تعالیٰ کے ساتھ استہزا اور اس کا استخفاف ہے کہ آیت کا ایک حصہ ترک کر کے صرف ایک حصے کو لے کر وہ معنی مفہوم پیدا کیا جائے جو نہ صرف اس آیت کا نہیں ہے بلکہ سرے سے قرآن حکیم اور شریعت مطہرہ کے خلاف ہے اور جس حکم سے قرآن حکیم بھرا پڑا ہے یعنی جس چیز کو خداوند کریم نے فرض کیا ہے اور اس کے ادا کرنے کی تاکید فرمائی ہو اسی فعل کے کرنے اور اسی فرض کو ادا کرنے والے کے لئے یزید پلید نے ویل کو ثابت کر دیا۔ جس طرح کوئی بددین کہے کہ قرآن نے تو حکم دیا ہے لا تقربوا الصلوٰۃ یعنی نماز کے پاس بھی مت پھٹکو

Marfat.com

حالانکہ لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ کے ساتھ وَ اَنْتُمْ سُکٰرٰی لگا ہوا ہے یعنی شراب کی بدمستی کی حالت میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ بہر حال اس کو زراۃ جرأت نہیں بلکہ ملحدانہ دریدہ دہنی کہا جا سکتا ہے اس سے تو اس کی طبعی افتاد پر روشنی پڑتی ہے لیکن تمام مورخین اس امر پر متفق ہیں کہ یزید شارب الخمر تھا جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں مکہ اور مدینہ میں بھی اس نے شراب نہیں چھوڑی اور خود حضرت امام حسین علیہ السلام کے سامنے بھی اس نے شراب کا قدح اڑایا۔ تاریخ کامل میں علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں:۔

حج یزید فی حیوۃ المعاویۃ فلما بلغ المدینۃ جلس علی شراب لہ فاستاذن علیہ ابن عباس والحسین علیہ السلام فقیل لہ ان ابن عباس ان یجد الہ ریح الشراب عرفہ فحجبہ واذن الحسین فلما وجد رائحۃ الشراب مع الطیب فقال لہ للہ و طیبک ما اطیبہ وما ھذا قال ھو طیب یصنع بالشام ثم دعا بکاس فشرب ثم دعا باخر فقال اسق یا ابا عبد اللہ فقال لہ الحسین علیہ السلام شرابک ھنیئا لک لا ضیق علیک منی فقال یزید

الا یا صاح للعجب دعوتک فلم تجب

الی القینات والشھوات والصھباء والطرب

یعنی یزید نے معاویہ کی زندگی میں حج کیا جب مدینہ پہنچا تو بزم شراب جمائی حضرت ابن عباس اور حضرت امام حسین علیہ السلام ملاقات کو آئے تو اندر آنے کی اجازت مانگی۔ یاران بزم نے کہا اگر ابن عباسؓ نے شراب کی بو محسوس کی تو وہ پہچان جائیں گے چنانچہ وہ ٹال دیے گئے اور حضرت امام حسین بلائے گئے جب آپ نے اس کی بو محسوس کی تو آپ نے فرمایا للہ طیبک ما اطیبہ (یہ ایک آداب مجلس و حسن تہذیب و شائستگی کا فقرہ ہے جو ہر ایک مہذب انسان حسن کلام کے لئے بولتا ہے) کہ کیا ہے؟ یزید نے کہا کہ یہ ایک خوشبودار شربت ہے جو شام میں تیار ہوتا ہے پھر ایک پیالہ منگوایا اور پی گیا اور دوسرا منگوا کر امام حسینؑ کی تواضع کرنی چاہی اور کہا کہ اے ابا عبداللہ نوش فرمائیے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا تم کو تمہاری شراب مبارک ہو میں کسی سے بھی نہ کہوں گا پھر یزید نے یہ شعر پڑھے:۔

اے دوست ہم نے تم کو دعوت دی مگر تم نے ٹھکرا دی اور میں نے تم کو با دمش وطرب اور شراب وغیرہ کی طرف بلایا مگر تم نے قبول نہیں کیا۔

اس واقعہ سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ یزید فسق پر کس قدر جری اور فجور پر کس قدر حریص تھا

Marfat.com

اور کیسا بے حیا واقع ہوا تھا کہ جوار رسول اللہ میں بیٹھ کر شراب خوری کرتا تھا اور حد یہ ہے کہ امام حسین علیہ السلام کے سامنے نہ صرف پینے سے شرمایا نہیں بلکہ خود ان کے حضور میں پیش کرنے سے باک نہیں کیا۔ الغرض شارب الخمر ہونا اس کا تو سب کے نزدیک مسلم تھا اور ہے

دیگر منہیات و محرمات شرعیہ کو حلال کر لیا تھا

صرف شراب ہی اسقدر جرأت کے ساتھ نہیں پیتا تھا بلکہ ملعون نے اور بہت محرمات و منہیات شرعیہ کو اپنے اوپر حلال کیا تھا مثلاً باپ کی بیویوں یعنی اپنی سوتیلی ماؤں کے ساتھ بیٹوں کی بیٹیوں کے ساتھ بھائی اور بہن کی بیٹوں کے ساتھ نکاح کرنا جائز سمجھتا تھا۔ چنانچہ علامہ سیوطی اور ابن حجر مکی تحریر فرماتے ہیں کان رجلا ینکح امھات واولاد البنات والاخوات ویشرب الخمر ویترک الصلوۃ یعنی یزید ایسا شخص تھا جو اپنی سوتیلی ماؤں اور بیٹوں سے بہن بھائیوں کی لڑکیوں سے نکاح کرتا تھا شراب پیتا تھا اور تارک الصلوۃ تھا۔

فرمایئے کیا کوئی داعی اسلام ایسا کر سکتا ہے اور کیا کبھی کسی فاسق سے فاسق مسلمان نے کبھی ایسی بدبختانہ جرأت کی ہوگی فواحش اور امور منکرہ میں مبتلا ہو جانا اور بات ہے اور محرمات و منہیات شرعیہ کو حلال کر لینا دوسری بات ہے۔ اور یہ سوائے یزید کے شاید ہی کبھی کسی نے کیا ہو۔۔ لعنۃ اللہ علے یزید۔

دین سوز شرمناکی

اس سے بڑھ کر اس خبیث کی حرکات کا ایک نمونہ اور سنئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لعین یا تو مسلوب الحواس اور فاتر العقل تھا یا خدا اور اس کے رسول اور اس کے احکام کا قطعی منکر تھا اس منکر دین نے معاذ اللہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی کو نکاح کا پیغام بھجوایا تھا خاکش بدہن ولعنۃ اللہ علیہ یہ پیغام بھی ساٹھ برس کی عمر میں بھجوایا تھا جس کے تھوڑے ہی عرصے کے بعد ام المومنین نے وفات پائی یہ شرمناک بدبختی امیر معاویہ رضی کے زمانے میں اس سے سرزد ہوئی تھی ظاہر ہے کہ حضرت ام المومنین پر کیا گذری ہوگی۔ لیکن اس کافرانہ جرأت سے مسلمانوں میں غیظ و غضب کی آگ بھڑک اٹھی تھی جو بمشکل فرد کی گئی۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج النبوۃ میں یزید کی اس شنیع و قبیح حرکت کا

Marfat.com

ذکر کیا ہے اور اس کی جوانمرگی کے دو اسباب لکھے ہیں ایک تو یہی شنیع و قبیح حرکت اور دوسرے قتل امام حسین علیہ السلام غور کیجیے اس لعین ابدی و مردود سرمدی کی بدبختانہ عبارت کو کہ قرآن حکیم میں صاف طور سے دانا و اجداد ھا انہم موجود ہے مگر اس آیۂ باختہ اور ملعون ازلی نے نہ حرمت رسول اللہ صلعم کو ملحوظ رکھا اور نہ حکم الٰہی کی پرواہ کی حقیقت یہ ہے کہ اس سے زیادہ دین سوز بے حیائی اور کیا ہوسکتی ہے اور کوئی شخص ایک لمحہ کے لئے بھی خیال نہیں کر سکتا کہ کسی مسلمان سے ایسی بدبختانہ اور قبیح حرکت کا ارتکاب ہوسکتا ہے۔

اس طرح کا ایک واقعہ اور ہے یعنی یہ کہ بلا وجہ حضرت ابوایوب انصاری کی قبر کو قسطنطنیہ میں گھوڑے پر چڑھ کر پامال کر کے رکھ دیا۔

بہرحال حضرت امام علیہ السلام اور اکثر مسلمان ملعون یزید کی ان ملحدانہ و کافرانہ حرکتوں سے آگاہ تھے۔ اس علم کے بعد کس طرح ممکن تھا کہ جناب امام جیسا مقدس بزرگ یزید کی بیعت کر لیتا اور اسی کے ساتھ جب آپ کو یہ بھی اچھی طرح معلوم تھا کہ مسلمانوں کی گردن میں اس شقی ازلی کی بیعت کا قلادہ ڈالا گیا ہے اس کی حقیقت اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ جبر و اکراہ اور رشوت وغیرہ کے ذریعے یہ بات عمل میں لائی گئی اور کسی مسلمان نے برضا و رغبت بیعت نہیں کی اور حضرت امام دوجہان کو یہ بھی معلوم تھا کہ یہ بیعت اور منصب ولیعہدی ایک ایسا امر محدث اور غیر اسلامی ہے کہ اسلامی روح اور شریعت مطہرہ کے سراسر خلاف ہے اس لئے جناب امام کے لئے اس کے سوا اور کوئی چارہ ہی نہ تھا کہ آپ یزید کی بیعت سے انکار فرما دیتے اور اس کے عواقب و نتائج کو صبر سے برداشت کرتے بھلا یہ کیوں کر ممکن تھا کہ حسین علیہ السلام اس پر رضامندی کا اظہار فرما دیں۔ کیونکہ بیعت کر لینے کے معنی یہ تھے کہ یزید کے تمام اعمال و افعال قبیحہ پر مہر تصدیق ثبت کر دی جائے اور اسلام نے جس رسم قبیح ولیعہدی کو مٹا دیا تھا اس کے جواز کے فتوے پر آپ کے بھی دستخط فرما دیں بہرحال یہ اسباب تھے کہ جن کی بناء پر جناب امام علیہ السلام نے بیعت یزید سے صاف انکار فرما دیا اور اس راہ حق پرستی میں ہر قسم کے مظالم، مصائب اور ہر طرح کے شدائد کو خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کیا۔

یہ تھے وہ اسباب کہ جن کی بنا پر جناب امام نے بیعت یزید سے انکار فرما دیا اور چونکہ مدینہ منورہ میں قیام ممکن نہ تھا اس لئے آپ نے مجبوراً جوار رسول کو خیرباد کہا اور بعد میں یہ حقیقت اور بھی واضح ہوگئی کہ حضرت سیدنا امام حسین علیہ السلام کا اس فاسق و فاجر کی بیعت نہ کرنا بالکل صحیح تھا اور جو

Marfat.com

خطرات وابستہ تھے اور جو ارباب نظر کو یزید کے دامن حکومت میں نظر آگئے تھے وہ ایک ایک کر کے صحیح ثابت ہوئے واقعہ حرہ کھلی ہوئی مثال یزید کی ملعونی زندگی کی ہے۔ اول تو واقعہ کربلا اور شہادت امام حسینؓ و اہل بیت و رفقاء امام ہی ایک ایسا واقعہ ہے جو یزید کی جہنمی فطرت اور دوزخی سیرت کی مکمل طریقہ سے آئینہ دار ہے اور یہی واقعہ اس حقیقت کے ثابت کرنے کے لیے کافی ہے کہ حضرت امامؓ کا انکار بیعت حق تھا اور اس کے علاوہ اس واقعہ کربلا کے بعد جو کچھ اس شقی سے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں سرزد ہوا اور حرمین شریفین کی حرمت کو اس نے خاک میں ملا دیا اور اصحاب رسول اللہ کو خاک و خون میں تڑپایا اور تمام شنائع و قبائح کو اس مقدس زمین میں جائز ٹھہرایا اس سے تو حضرت امام کی حق پژوہی اور آپ کی نگاہ حق بین کی حق رسی و حق بینی پوری طرح ثابت ہو جاتی ہے

حادثۂ کربلا کے بعد کے حالات یزید کے بیان کرنے کا یہ موقع نہیں ہے اور نہ اس محل پر ان کی ضرورت ہے تاہم صرف اس قدر اشارہ کر دینا ضروری ہے کہ اس خبیث ازلی نے مکہ اور مدینہ زاد اللہ شرفہما کے ساتھ وہی کیا جو بخت نصر نے بیت المقدس کے ساتھ کیا تھا۔ علامہ ابن جوزی لکھتے ہیں

ولا خلاف ان یزید اغار المدینۃ المنورۃ واخاف اهلها والحدیث الذی رواہ مسلم انہ وقع من ذلک الجیش من القتل والفساد العظیم والسبی واباحۃ المدینۃ المنورۃ وما هو مشهور حتی فض نحو ثلث مائۃ بکر وقتل من الصحابۃ نحو ذلک ومن قراء القرآن نحو سبعمائۃ نفس واخرب المدینۃ المنورۃ ایاما وبطلت الجماعۃ من المسجد النبوی علیه السلام ایاما واخیف اهل المدینۃ ایاما فلم یکن لاحد ان یدخل المسجد حتی دخلتها الکلاب وبالت علی منبرہ صلی اللہ علیه وسلم ولم یرض امیر هذا الجیش الا بان یبایعوہ لیزید علی انهم عبید له ان شاء باع وان شاء اعتق فذکر له بعضهم البیعۃ علی کتاب اللہ وسنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فضرب عنقه وذلک فی قصۃ الحرۃ ثم سار جیشه نحو مکۃ معظمۃ الی قتال ابن زبیر فرموا الکعبۃ المکرمۃ بالمنجنیق واحرقوا کسوتها بالنار فای شیٔ عظیم من هذہ القبائح التی وقعت فی زمنه ناشئۃ عنه

یعنی اس امر میں اختلاف نہیں ہے کہ یزید نے مدینہ منورہ کو غارت کیا اور ساکنان مدینہ کو ڈرایا اور یہ حدیث ایسی ہے جس کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ جو کچھ اس کے لشکر نے قتل اور فساد عظیم برپا کیا اور وہاں کے لوگوں کو قید کیا اور مباح کر دیا مدینہ منورہ کو جیسا کہ مشہور ہے کہ تین سو

Marfat.com

کنواری لڑکیوں کو خراب کیا گیا اور اسی قدر رسول اللہ ؐ کے اصحاب شہید کئے گئے اور سات سو قاری قرآن قتل کیے گئے اور بہت دنوں تک مدینہ منورہ لٹتا رہا اور ایک عرصے تک مسجد نبوی کی جماعت موقوف رہی اور ایک عرصے تک باشندگان مدینہ خوفزدہ رہے اور خوف کی وجہ سے کوئی شخص مسجد نبوی میں داخل ہونے کی جرأت نہیں کرسکتا تھا۔ یہاں تک کہ اس مقدس مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کتے گھس گئے اور ان کتوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر پیشاب کیا۔ اور لشکر یزید سرداریزید کی بیعت لینے پر راضی نہ ہوتا تھا بلکہ اس امر پر بیعت لیتا تھا کہ ہم یزید کے غلام ہیں وہ چاہے تو ہمیں بیچ ڈالے اور چاہے آزاد کردے۔ پس ان میں بعض نے عذر کیا اور کہا کہ ہم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر بیعت کرینگے تو ان لوگوں کی گردن ماردی گئی یہ واقعات معرکہ حرہ کہ ہیں اس کے بعد ہی لشکر عبداللہ ابن زبیرؓ سے قتال کے لئے مکہ معظمہ گیا اور وہاں کعبۃ اللہ پر پتھر برسائے یعنی منجنیق کے ذریعے بڑے بڑے پتھروں سے خانہ کعبہ کی عمارت کو خراب کیا۔ اور غلاف کعبہ میں آگ لگادی۔ پس کونسی شے اس سے زیادہ سخت کہی جاسکتی ہے یہ سب کچھ اسی خبیث وملعون یزید کے عہد حکومت میں اس کے حکم سے واقع ہوا۔

تفصیلات اور واقعات نہایت دردناک ہیں اس روایت میں تو صرف واقعات کی طرف ارشادات کیے گئے ہیں۔ اور اس موقع اور محل پر صرف اس لئے ان کا ذکر کیا گیا کہ جناب امام دارین سیدنا حسین علیہ السلام کی نگاہ بیش بین وحق شناس کے سامنے یہ سب کچھ تھا اور خدائے علیم وخبیر نے آپ پر ان کو منکشف فرمادیا ہوگا اسی حالت میں کہ پوت کے پاؤں پالنے میں نظر آرہے تھے اور عالم مثال میں یزید کے اعمال وافعال آپ کے سامنے تھے آپ ان کی بیعت کرکے کس طرح اپنی گردن پر مواخذہ کا بوجھ اٹھانے کے لئے تیار ہوجاتے کیونکہ سب کچھ جاننے اور علم رکھنے کے باوجود بھی اگر آپ بیعت کرلیتے تو آپ پر ذمہ داری عائد ہوجاتی۔

یہ تھے وہ اسباب وعلل جن کی بنا پر آپ نے بیعت یزید شقی سے انکار فرمادیا تھا، اور اس پر آخر وقت تک قائم رہے اور ان تمام مصائب کو برداشت کیا جو آپ اور آپکے اہل بیت اور اعوان وانصار کو پیش آئے۔

شہادت حضرت امام کے متعلق اخبار واحادیث

اب ہم ان اخبار واحادیث کو ناظرین کتاب کے سامنے پیش کرتے ہیں جو حضرت حسین علیہ السلام

کی شہادت کے متعلق رسول اللہ صلی علیہ وسلم سے منقول ہیں اور جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت حسین علیہ السلام کی اطلاع امت کو دی تھی اور جس سے اکثر اصحاب رسول اللہ آگاہ تھے اور خود حضرت امام عالی مقام کو بھی اس کا علم تھا۔

ہم ذکر ولادت امام حسین میں حضرت ام فضل زوجہ حضرت عباس رض کا خواب نقل کر چکے ہیں جس کو انہوں نے رسول اللہ سے بیان کیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خواب کی تعبیر بطور پیشینگوئی جناب امام حسین علیہ السلام کی ولادت بیان فرمائی تھی چنانچہ جو تعبیر آپ نے بیان فرمائی تھی اسی کے مطابق ہوا۔ حضرت ام فضل نے یہ خواب دیکھا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کا ایک ٹکڑا حضرت ام فضل کی گود میں رکھ دیا ہے جب حضرت ام فضل نے یہ خواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا تو آنحضرت نے فرمایا تھا کہ تم نے اچھا خواب دیکھا ہے۔ پھر فرمایا کہ فاطمہ کے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا وہ تمہاری گود میں رکھا جائیگا حضرت ام فضل کا بیان ہے کہ امام حسین پیدا ہوئے اور میری گود میں رہے اور میں نے ان کو اپنے بیٹے قثم کا دودھ پلایا۔ پھر ایک دن ام فضل امام حسین کو لئے ہوئے آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور امام عالی مقام کو آنحضرت کی گود میں دیدیا۔ آنحضرت امام حسین کو دیکھ کر آبدیدہ ہوگئے۔

حضرت ام فضل نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یہ کیا؟ یعنی رونے کا کیا سبب ہے؟ تو آنحضرت نے فرمایا کہ میرے پاس جبرائیل آئے تھے۔ انہوں نے اطلاع دی کہ میری امت اس فرزند کو قتل کر ڈالیگی میں نے کہا اس کو آنحضرت نے فرمایا؟ کہا ہاں اور مجھے سرخ مٹی بھی دی یہ پوری حدیث مشکوٰۃ شریف میں ہے۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت علی رض اور حضرت فاطمہ علیہما السلام دونوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ امام حسین کی شہادت کی اطلاع ملی اور حضرت فاطمہ اشکبار پدر عالی قدر کی خدمت حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ بے گناہ اس معصوم کو کیوں قتل کیا جائیگا تو آنحضرت نے فرمایا کہ ابھی نہیں بلکہ اس وقت قتل کیا جائیگا کہ نہ میں ہوں گا نہ تم ہوگی نہ علی ہوں گے اور نہ حسن رض حضرت فاطمہ رض اور زیادہ بے قرار ہوئیں کہ جب کوئی بھی نہ ہوگا تو کون نصرت و تعزیت میرے فرزند کی کریگا۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی جذب القلوب الی دیار المحبوب میں فرماتے ہیں کہ جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے۔ ہم نے آپ کے

Marfat.com

لئے کھانا تیار کیا۔ ام ایمن نے جو دودھ بھیجا تھا وہ بھی پیش کیا حضورؐ نے کھانا تناول فرمایا اور دودھ نوش جان فرمایا اس کے بعد میں نے حضورؐ کے ہاتھ دھلائے۔ ہاتھ دھو کر حضورؐ نے دست مبارک روئے اقدس اور ریش مبارک پر پھیرے۔ اور دعا کی پھر آپ سجدے میں چلے گئے اور رونا شروع کر دیا حسین آئے اور پشت مبارک پر گر کر رونے لگے۔ آنحضرت حسین کا رونا دیکھ کر اپنا رونا بھول گئے اور فرمایا اے حسین رض میرے ماں باپ قربان تم کیوں روتے ہو حسینؓ نے عرض کیا بابا جان ہم نے کبھی آپ کو اس قدر روتا نہیں دیکھا اور حضورؐ کو روتا دیکھ کر میں بھی رونے لگا۔ آج کیا حال ہے اس پر آنحضرت نے فرمایا کہ اے فرزند آج میں تیرے حال کو دیکھ کر اس قدر مسرور ہوا کہ کبھی نہیں ہوا کہ ناگاہ جبرئیل آئے اور انہوں نے خدا کی طرف سے یہ خبر دی کہ میری امت تجکو بحالت غربت وکربت شہید کریگی معلوم نہیں اس روایت کی سند کہاں تک صحیح ہے لیکن یہ امر دور از مستبعد معلوم ہوتا ہے کہ اتنی کمسنی کے زمانے میں آنحضرت نے امام حسین رض کو خود ان کی شہادت کی خبر دی ہو لیکن اگر روایت صحیح ہو تو ہمیں قیاس کے گھوڑے دوڑانے کی ضرورت نہیں۔ اول تو اس لئے کہ امام حسین کو بچپن میں نہ سہی لیکن رسول اللہ کی پیشنگوئی کا علم ہو چکا تھا اول تو سفر عراق میں جناب علی علیہ السلام نے خاص مقام کرب وبلا میں اس کی اطلاع دی اس کے علاوہ حضرت ام المومنین ام سلمہؓ نے آپ سے اس وقت بیان فرمایا جبکہ آپ مدینہ سے مکہ معظمہ تشریف لیجا رہے تھے اور زیادہ تر حضرت ام سلمہؓ سے ہی خبر شہادت کی روایت مروی ہے حضرت ام المومنین ام سلمہ سو مختلف طرق سے شہادت امام حسینؓ کے متعلق حدیثیں روایت کی گئی ہیں حضرت انسؓ نے جو واقعہ روایت کیا ہو ہم اس کا ترجمہ ذیل میں لکھتے ہیں

امام بغوی نے معجم میں حضرت انسؓ سے یہ روایت کی ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ سے فرشتہ باران نے اجازت چاہی کہ وہ میرے پاس ملاقات کے لئے آئے اللہ تعالی نے اجازت مرحمت فرمائی اور وہ دن (حضرت) ام سلمہ رض کی باری کا تھا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ام سلمہ تو دروازے کی حفاظت کرتی رہنا کوئی میرے پاس نہ آئے اسی عرصے میں امام حسینؓ آگئے اور گھر میں داخل ہوگئے اور آنحضرت کی گود میں بیٹھ گئے آنحضرت ان کو پیار کرنے لگے تو فرشتے نے کہا کہ یا حضرت کیا آپ ان کو بہت دوست رکھتے ہیں آپنے فرمایا ہاں اس نے کہا کہ آپ کی امت ان کو عنقریب قتل کریگی اور اگر آپ چاہیں تو وہ جگہ آپ کو دکھلادوں جہاں یہ قتل ہوں گے پھر وہ جگہ دکھلادی اور نرم یا سرخ مٹی لادی۔ پس حضرت ام سلمہؓ نے اس مٹی کو لے کر کپڑے میں رکھ لیا۔ ثابت کہتے ہیں کہ ہم لوگ اس زمین کو کربلا کہتے ہیں

Marfat.com

اس حدیث کو بہت سے ائمہ حدیث نے روایت کیا ہے

اسی قسم کی ایک دوسری حدیث بھی ہے جس میں یہی واقعہ تھوڑے سے فرق کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اس میں اس قدر اضافہ ہے کہ آنحضرت ام سلمہؓ کے مکان سے امام حسینؓ کو لئے ہوئے باہر تشریف لائے سب صحابہ بیٹھے ہوئے تھے حضور نے فرمایا کہ یہ تحقیق میری امت اس کو شہید کریگی۔ اس مجلس میں حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ بھی موجود تھے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ نے خبر شہادت امام حسینؓ کو راز میں نہیں رکھا بلکہ علانیہ صحابہ سے فرمایا کہ اس کا علم عام ہو گیا۔

حضرت ام المومنین عائشہؓ سے بھی روایت ہے:-

عن عائشة ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اخبرنی جبرئیل ان ابنی الحسین یقتل بارض الطف وجاءنی بھذہ التربۃ واخبرنی ان فیھا مضجعہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو جبرائیل نے خبر دی کہ میرا بیٹا حسین طف کی زمین پر قتل کیا جائیگا اور یہ مٹی لاکر مجھ کو دکھائی کہ اس میں ان کی قبر ہوگی۔

اسی طرح حضرت ابن عباسؓ کی سند سے امام ترمذی امام احمد حنبل اور امام بیہقی روایت کرتے ہیں عن ابن عباس قال خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نصف النھار واخذ بیدہ قارورۃ فیھا دم ملتقط فسألہ فقال دم الحسین واصحابہ قال فلم ازل انیعہ منذ الیوم فنظرتہ فوجد وقد قتل ذالک الیوم ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ٹھیک دوپہر کے وقت باہر تشریف لائے آپ کے ہاتھ میں ایک شیشی تھی اس میں مٹی ملا ہوا خون تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ حسینؓ اور اُن کے دوستوں کا خون ہے۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں ہمیشہ اس کو دیکھا کرتا تھا۔ ایک دن اس کو دیکھا کہ مٹی بالکل خون ہو گئی بس معلوم ہو گیا کہ آپ شہید کر دیے گئے

حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے عن ام سلمۃ ان رسول اللہ صلعم اضطجع ذات یوم فاستیقظ وھو خاثر وفی یدہ تربۃ حمراء یقلبھا فقلت ماھذہ التربۃ یا رسول اللہ قال اخبرنی جبرئیل ان ھذا یعنی الحسین یقتل بارض العراق وھذہ تربتھا حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ ایک دن جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم خواب استراحت سے بیدار ہوئے آپ کے دست مبارک میں سرخ مٹی تھی جس کو آپ اُلٹ پلٹ رہے تھے میں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ یہ کیسی مٹی ہے تو حضور نے فرمایا کہ جبرائیل نے مجھے خبر دی ہے کہ حسینؓ سرزمین عراق میں قتل کئے جائینگے اور یہ وہیں کی مٹی

Marfat.com

ام المومنین حضرت ام سلمہؓ سے دوسری روایت ہے کہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ میرے گھر میں کھیل رہے تھے کہ جبرائیلؑ نازل ہوئے اور کہا اے محمدؐ تحقیق کہ آپ کی امت آپ کے اس بیٹے کو (امام حسین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) قتل کر دیگی اور آنحضرتؐ کو اس جگہ کی مٹی لاکر دکھلائی آپ نے اس کو سونگھ کر فرمایا کہ اس سے تکلیف و رنج کی بو آتی ہے اور مجھ سے فرمایا کہ ام سلمہ جب تم اس مٹی کو دیکھو کہ خون ہو جائے تو جان لینا میرا بیٹا قتل کر دیا گیا۔ پس میں نے وہ مٹی ایک شیشی میں رکھ لی۔

حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے:۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان عندی جبرئیل فاخبرنی ان الحسین یقتل بشاطئ الفرات وقال ھل لک ان اشمک من تربتہ قلت نعم فمد یدہ فاخذ قبضۃ من تراب فاعطینا فلم املک عینی ان فاضتا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل ابھی میرے پاس سے گئے ہیں۔ انھوں نے مجھ سے بیان کیا کہ حسینؑ دریائے فرات پر قتل ہوگا اور یہ کہا کہ اگر کہئے تو وہاں کی خاک آپ کو سنگھا دوں میں نے کہا ہاں پس جبرئیلؑ نے ہاتھ بڑھا کر ایک مٹھی خاک مجھے دی۔ اس پر مجھ سے ضبط گریہ نہ ہو سکا۔

حضرت ام المومنین عائشہؓ سے دوسری روایت ہے:۔ عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان جبرئیل ارانی التربۃ التی تقتل علیھا الحسین فاشتد غضب اللہ علی من یسفک دمہ فیا عائشۃ والذی نفسی بیدہ انہ لیحزننی فمن ھذا من امتی یقتل حسینا بعدی۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرائیلؑ نے مجھے اس سرزمین کی خاک دکھلائی ہے جس پر حسینؑ قتل کئے جائینگے اور جو شخص حسینؑ کا خون بہائے گا اس پر خدا کا شدید غضب ہوگا۔ پھر فرمایا کہ اے عائشہؓ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اس خبر نے مجھ کو غم میں ڈال دیا۔ وہ کون سا امتی ہے جو حسینؑ کو قتل کرے گا۔

ام المومنین حضرت زینب بنت جحش سے بھی خبر شہادت پر مشتمل روایت مروی ہے۔ انس بن حارث سے مروی ہے عن انس بن الحارث قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان ابنی ھذا یعنی الحسین یقتل بارض من العراق یقال لھا کربلا فمن ادرکہ منکم اولیشھدہ فلینصرہ انس بن حارث سے مروی ہے کہ میں نے آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرا فرزند سرزمین عراق میں جس کو کربلا کہتے ہیں

Marfat.com

قتل کیا جائے گا۔ پس تم میں سے جو شخص وہ وقت پائے اُس کو چاہیئے کہ مدد کرے۔

یہاں تک ہم نے وہ احادیث اور ان کے ترجمے نقل کئے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں اور جن میں صاف طور پر شہادت امام حسین علیہ السلام کی خبر دی گئی ہے اور اس سرزمین کا نام تک تبلا دیا گیا ہے جہاں آپکی شہادت مقدر تھی اور اس جگہ کی مٹی تک آپ کو دکھلائی گئی جس کو آپ نے سونگھا اور فرمایا کہ اس سے کرب و بلا کی بو آتی ہے اور اس شہادت کے علم سے حضور محزون و ملول بھی ہوئے اور آپ پر گریہ بھی طاری ہوا اور حضور نے یہ بھی فرمایا کہ جب مٹی جو مقام شہادت کی حضور کو دی گئی تھی خون کی شکل اختیار کرے تو سمجھ لینا کہ حسینؓ شہید کر دیئے گئے۔ نیز حضرتؐ نے فرمایا کہ جو اس وقت کو پائے اُس کو چاہیئے کہ وہ حسینؓ کی نصرت کرے

ہم نے سب حدیثیں نقل نہیں کیں بلکہ بہت سی چھوڑ دی ہیں کیونکہ مقصد صرف انہی چند حدیثوں سے حاصل ہو جاتا ہے کہ شہادت امام کی خبر آنحضرتؐ نے دی ان حدیثوں میں باہم مماثلت ہے اور نفس واقعہ کے اشتراک کے ساتھ جزئیات اور طریق روایت میں اختلاف بھی ہے اور بعض حدیثوں کے راوی ضعیف اور بعض کے قوی ہیں مگر ایک امر سب میں مشترک ہے اور وہ واقعہ شہادت کی اطلاع و خبر ہے اس میں سب راوی اور سب روایتیں متحد و متفق ہیں

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایتیں

جب اس قدر کثرت سے روایتیں شہادت امام حسین کی منقول ہیں تو کیسے ممکن تھا کہ امیر المومنین حضرت علی رضؓ کو ارشاد نبوی کی اطلاع نہ ہوا اور مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کو مطلع نہ فرمایا ہو بلکہ قیاس چاہتا ہے کہ آپ کو زیادہ وضاحت و تیقن کے ساتھ معلوم ہوا ہوگا اور واقعہ بھی یہی ہے چنانچہ :-

عن علیؓ انہ سار مع علیہ السلام فلما حاذی نینوا و ھو منطلق الی صفین نادی صبرا یا ابا عبد اللہ بشط الفرات قلت ما ذاک قال دخلت علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذات یوم و عینا کا تفیضان قلت یا نبی اللہ ما شان عینیک تفیضان قال بلی قام من عندی جبرئیل الان فحدثنی ان الحسین یقتل شط الفرات فقال ھل لک ان اشمک من تربتہ قلت نعم فمد یدہ فقبض قبضۃ

Marfat.com

من تراب فاعطانیها فلن املک عینی ان فاضتا۔

یہی حدیث دوسرے راوی کی سند سے اوپر گذر چکی ہے۔ یعنی مروی ہو کہ حضرت علی علیہ السلام صفین کی طرف جارہے تھے اور میں بھی ان کے ہمراہ تھا جب حضرت سرزمین نینوا کے سامنے پہونچے تو آواز بلند فرمایا اے ابا عبداللہ کنار فرات پر صبر کرنا۔ میں نے عرض کیا کہ آپ یہ کیا فرماتے ہیں ۔۔۔۔ تو فرمایا اے ابا عبداللہ ایک دن جناب رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا آپ کی چشمہائے مبارک نمناک ہیں۔ اور آپ آبدیدہ ہو رہے ہیں میں نے حزن وملال کی وجہ دریافت کی تو فرمایا ابھی جبرائیلؑ میرے پاس سے گئے ہیں۔ انہوں نے مجھ سے بیان کیا حسینؑ کنار فرات پر قتل ہوگا۔ اور یہ بھی کہا اگر آپ ان کی خاک مشہد کو سونگھنا چاہیں تو ہو سکتا ہے میں نے کہا ہاں تب انہوں نے ہاتھ بڑھا کر ایک مشت خاک دی۔ پس میں اپنی آنکھ روک نہیں سکا۔

بالکل ایسی ہی ایک حدیث شعبی کی سند سے مروی ہے جس کو علامہ ابن حجر نے صواعق محرقہ میں نقل کیا ہے اس میں صرف اس قدر فرق ہے کہ سفر صفین میں جب مقام کربلا پر آپ کا گذر ہوا تو اس جگہ جناب امیر نے نام دریافت کیا اس جگہ کا نام کربلا بتایا گیا تو ولایت مآب جناب امیر المومنین علی علیہ السلام پر گریہ طاری ہوا اور آپ اس قدر روئے اور اشکباری کی کہ زمین تر ہوگئی اور جب وجہ گریہ دریافت کی گئی تو وہی اوپر والی حدیث بیان فرمائی۔

ایک اور روایت سفر صفین کے سلسلے میں ہو جس میں آپ خاک کربلا پر پہونچے اور بہت روئے اس قدر روئے کہ محاسن شریف تر ہوگئی۔ پھر عبداللہ ابن عباس کو بلا کر فرمایا کہ دیکھو آل ابوسفیان نے میرے ساتھ کیسی عداوت اختیار کی ہے۔ پھر امام حسین علیہ السلام کو بلا کر ان کو صبر وشکیبائی اختیار کرنے کی تلقین فرمائی اور فرمایا کہ جس طرح میں آل ابوسفیان کے ہاتھ سے تکلیف اٹھا رہا ہوں۔ کل تم کو بھی ان ظالموں کا ظلم برداشت کرنا پڑے گا۔ پھر آپ نماز پڑھ کر سو گئے بیدار ہو کر امام مظلوم کا مقتل ومشہد ملاحظہ فرمایا

چونکہ امیر المومنین حضرت علی رض کو مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم سے واقعہ شہادت کا علم ہو چکا تھا اس لئے قدرتی طور پر وقتاً فوقتاً آپ نے امام عالی مقام کو صبر وشکیبائی کی تلقین فرمائی ہو گی چنانچہ متعدد روایتیں اس قسم کی موجود ہیں اور جن کی صحت کی ضامن صرف یہی چیز ہے کہ آپ کو مخبر صادق علیہ السلام سے واقعہ شہادت کی اطلاع مل چکی تھی اس کے بعد صبر وشکیبائی کی تلقین

کے متعلق جو روائتیں ہیں ان کی صحت معرض بحث میں آ ہی نہیں سکتی چنانچہ ناسخ التواریخ نے جو روائتیں لکھی ہیں وہ حسب ذیل ہیں:۔

یا ابا محمد و یا ابا عبد اللہ کانی بکما وقد خرجت علیکم من بعدی الفتن ھھنا فاصبروا حتی یحکم اللہ وھو خیر الحکمین ثم قال یا ابا عبد اللہ انت شھید ھذہ قاضیۃ فعلیک بتقوی اللہ والصبر علیٰ بلائہ یعنی اے حسن و اے حسین میں گویا تمہارے ساتھ ہوں یعنی تمہارے ساتھ میرے بعد جو کچھ پیش آئے گا اس کو اس طرح دیکھ رہا ہوں کہ گویا تمہارے ساتھ ہوں) کہ میرے بعد تم دونوں پر فتنے نازل ہوں گے اُس وقت صبر اختیار کرنا یہاں تک کہ خدا فیصلہ فرما دے اور وہ بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ پھر فرمایا اے حسین تم شہید ہوگے اور یہ مقدر ہو چکا ہے پس تم کو تقویٰ اور مصائب پر صبر اختیار کرنا چاہیئے:۔

مردود لعین ابن ملجم خنجر سے زخمی ہو کر جب امیر علیہ السلام بستر شہادت پر استراحت فرما رہے تھے غالباً اُس وقت کی حالت کو دیکھ کر امام حسین علیہ السلام پر گریہ طاری ہوا ہوگا چنانچہ جب ولایت مآب نے ارشاد فرمایا:۔

یا بنی اتجزع علی ابیک وغدا تقتل بعدی مسموما مظلوما ویقتل اخوک بالسیف ھکذا وتلحقان بجدکما وابیکما وامکما۔ یعنی اے میرے فرزند تم اپنے باپ کی حالت پر روتے ہو حالانکہ کل تم میرے بعد مسموم و مظلوم قتل کئے جاؤ گے اور تمہارا بھائی تلوار سے اسی طرح مظلوم شہید کیا جائیگا اور دونوں اپنے نانا اپنے باپ اور اپنی ماں سے ملو گے:۔

ہم ذیل میں چند اشعار بھی جناب امیر علیہ السلام کے نقل کرتے ہیں جو دیوان حضرت علی کرم اللہ وجہہ میں موجود ہیں نیز صاحب ناسخ التواریخ نے بھی نقل کیا اور ذبح عظیم نے بھی۔ یہ اشعار وصایا امام حسینؑ پر مشتمل ہیں۔ ہم ذبح عظیم نقل کرتے ہیں:۔

حسین اذا کنت فی بلدۃ	غریبا فعاشر بآدابھا
کانی بنفسی واعقابھا	وبالکربلاء ومحرابھا
متخضب منا اللحی بالدماء	خضاب العروس بأثوابھا
مصائب تاباک من ان ترد	فاعدوا لھا قبل منقابھا
ھوالمدرک الثار لی یا حسین	بل لک فاصبر لاتغابھا
لکل دم الف الف دما	یقصر فی قتل احزابھا

هنالك لا ينفع الظالمين ۔۔۔ قول بعذر واعتابها
سل الله ور تخير وا فصحبها ۔۔۔ بان لا بقاء لا ربابها
لنا سمة الفخر في حكمها ۔۔۔ فصلت علينا باعرابها
حسين فلا تغرن للفراق ۔۔۔ فدينا لها ضحت لقربها
لنا الدين لا شك للمؤمنين ۔۔۔ بآيات وحي واعجابها

اے حسین جب تم کسی شہر میں غریب یعنی مسافر پردیسی ہو تو وہیں کی معاشرت اختیار کرنا مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں اور میری اولاد آج ہی کربلا میں موجود ہیں ہماری ڈاڑھیاں خون سے رنگی جاتی ہیں جیسے دلہنوں کو لال کپڑے پہنائے جاتے ہیں اگر ان واقعات کو میں نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا مگر اس کے علم کی کنجیاں میرے پاس موجود ہیں اے حسین ان مصائب میں چند ایسی خوبیاں ہیں جو اس کے بعد ظاہر ہونگی۔ پس ان مصائب کے لئے ان کے ورود سے قبل مستعد اور آمادہ رہو۔ تیرے ایک ایک قطرۂ خون کے برابر ہزار ہزار خون ہیں۔ تیرے قاتل تیرے قتل کے ظلم میں ضرور قتل کئے جائینگے ان ظالموں کو اس وقت کوئی عذر اور بہانہ نفع نہ پہنچا سکے گا۔ اگر تم دنیا کے لوگوں سے ان کے گھروں کی حالتیں دریافت کرو تو وہ نہایت فصاحت سے تم کو جواب دیں گے کہ اصل میں وہ ایک گھر کے بھی مالک نہیں ہیں اے حسین تم اپنے دوستوں اور عزیزوں کے فراق میں پریشان نہ ہونا کیونکہ یہ دنیا ویران ہی ہونے کے لئے پیدا ہوئی ہے۔ یہ ہم ہی لوگ ہیں جن کے فضائل قرآن میں درج ہیں اور صحیح معنی میں ہم ہی لوگوں پر پروردگار نے درود بھیجا ہے اور ہم مومنین کے لئے ازروئے وحی حجت دین ہیں۔ پس اپنے نانا محمد مصطفےٰ پر درود بھیجا و سلام۔ نیز آن پر جو اس کے طالب ہوں۔

حضرت علی علیہ السلام کی طرح امام حسن علیہ السلام نے بھی اس واقعہ کی اطلاع امام حسین علیہ السلام کو اس وقت دی تھی جب آپ مسموم ہو چکے تھے اور فرمایا تھا کہ کس بیدردی سے تم کو قتل کرینگے تمہارے اعزا و اعوان و انصار کو قتل کیا جائے گا۔ تمہارے فرزند اسیر کئے جائینگے۔ مال و اسباب لوٹا جائے گا اور وحوش و طیور تک تمہاری مصیبت پر روئینگے۔

ہم نے اس قدر روایتیں اور احادیث جمع کر دی ہیں جن کے پڑھنے کے بعد ایک لمحہ کے لئے یہ وہم نہیں گذر سکتا کہ واقعۂ کربلا کوئی اتفاقی واقعہ تھا اور ہمارا مقصد ان پیشین گوئیوں کے نقل کرنے سے یہ ہے کہ یہ حقیقت اچھی طرح ثابت ہو جائے کہ امام حسین علیہ السلام حق پر تھے اور آپ کے قاتل ظالم اور باطل پر تھے۔ اگرچہ اب ایک بھی مسلمان کسی فریق میں ایسا نہیں ہے کہ جو اس خیال فاسد کو

دل میں ایک لمحہ کے لئے بھی جگہ دیتا ہوں کہ چونکہ یزید کی بیعت پر اجماع ہو گیا تھا اس لئے آپ کا خروج حق پر نہ تھا لیکن اگر کوئی بدبخت ایسا ہے تو اس کا وہم ان کا احادیث سے رفع ہو جائیگا۔

کیونکہ اگر امام حسین علیہ السلام حق پر نہ ہوتے تو مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ السلام نے جہاں واقعہ شہادت کی اطلاع دی تھی آپ کو اس سے باز رہنے کا حکم دیتے۔ اس کے علاوہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت آپ کو جبرائیل امین نے واقعہ کی خبر دی تو آپ ملول اور محزون ہوئے اور فرط الم سے اپنے آنسوؤں کو نہیں روک سکے۔ اگر حضرت امام علی مقام بر سر حق نہ ہوتے تو یہ کیفیت ہرگز آپ طاری نہ ہوتی پھر ابھی حدیثوں میں جو ہم اوپر لکھ آئے ہیں ایک حدیث میں حضورؐ نے نصرت و امداد حسین علیہ السلام کی تبلیغ و تلقین بھی فرمائی ہے کہ جو اس وقت کو پائے اس کو چاہیئے کہ وہ امام حسینؓ کی نصرت کرے۔ اس سے صاف معلوم ہو گیا امام حسین بر سر حق تھے اور یزید اور اس کی ذریات لعین گمراہ و باطل پرست تھے ورنہ مخبر صادق ہرگز امام کی نصرت و اعانت کی تلقین امت کو نہ فرماتے

بہر حال ان احادیث سے صاف واضح اور غیر مشتبہ طریق پر حضرت امام کا حق پر ہونا ثابت ہوتا ہے اور ذرہ برابر شبہ کی گنجائش نہیں رہتی

اس کے علاوہ دوسرے سے بھی غلط ہے کہ بیعت یزید پر اجماع ہو گیا تھا۔ کیونکہ کسی ایک شخص نے بھی برضا و رغبت بیعت نہیں کی حقیقت یہ ہے کہ جب حسب شرائط سرے سے بیعت کا انعقاد ہی نہیں ہوا تھا اور اجل صحابہ نے بیعت سے انکار فرما دیا تھا اور جس طریق پر یزید سریر آرائے حکومت ہوا تھا اور جن صفات خبیثہ سے وہ متصف تھا اور جن ذمائم اخلاق کا وہ گرویدہ تھا ان کے علم کے بعد تو اس پر خروج واجب ہو جاتا ہے۔ تاکہ امت کو اس فتنہ سے نجات دلائی جائے۔ اور شعائر اللہ کی علانیہ بے حرمتی کو روکا جائے۔

یزید کے بیعت کی حقیقت ویسے تو تاریخ سے ظاہر ہے لیکن اس ایک واقعہ سے بھی اندازہ ہو سکتا ہے کہ حضرت عمر ابن عبد العزیز کے سامنے کسی نے یزید کے نام کے ساتھ امیر المومنین کے الفاظ بڑھائے تھے۔ چنانچہ حضرت عمر ابن عبد العزیز نے اس کو جرم قرار دیا اس کی سزا میں اس شخص کو جس نے یزید لعین کو امیر المومنین کہا تھا بیس درے لگوائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عمر ابن عبد العزیز یزید کو خلیفہ نہیں تسلیم کرتے تھے اگر کسی درجہ میں بھی اس کی بیعت صحیح ہوتی تو امیر المومنین کہنے والے کو آپ ہرگز سزا نہ دیتے پھر دیکھو کہ اس کو قابل سزا جرم سمجھنا کس قدر اہمیت رکھتا ہے گویا یہ اہل اسلام پر ایک تہمت ہے کہ انہوں نے یزید جیسے شخص کی برضا و رغبت بیعت کر لی اور اپنا امیر

Marfat.com

بنا لیا ایسا چونکہ نہیں ہو۔ اس لئے گویا اس شخص نے مسلمانوں پر تہمت تراشی جس کی سزا میں سو درے لگائے گئے اور یہ ایک اموی امیر کا فعل تھا کوئی فاطمی یا علوی شخص نہ تھا جسے یزید امیر المومنین کہنے پر سزا کے قابل سمجھا گیا ہو۔

سر الشہادتین

اوپر جو کچھ ہم لکھ چکے ہیں اس کے علاوہ علمائے اسلام نے تصریح کی ہے کہ سیدنا امام حسنؓ اور سیدنا امام حسین علیہما السلام کی پوشیدہ اور ظاہر و باہر شہادتوں کا راز یہ ہے کہ دونوں صاحبزادوں کی شہادت کے ذریعہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ شہادت کی تکمیل مقصود تھی۔

حضرت خاتم الانبیاء، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خداوند قدس نے وہ تمام مراتب و فضائل عطا فرمائے تھے جو دیگر انبیاء کو عطا ہوئے تھے بلکہ حضورؐ کی ذات اقدس کو جس طرح خاتم الانبیاء فرمایا گیا اسی طرح جامع جمیع کمالات بنایا گیا اور تمام انبیاء کرامؑ کے فضائل و خصائل سے مزین کیا گیا صرف ایک مرتبہ شہادت ایسا باقی رہ گیا تھا جس پر آپ جسد ذاتی کے ذریعہ فائز نہیں ہوئے تھے اور یہ بھی محض تکمیل دین مبین اور اعلاء کلمۃ اللہ کی غرض سے اور اس وجہ سے کہ اگر حضور کفار کے ہاتھ سے شہید ہوتے تو دین کو ضعف پہنچنے کا اندیشہ تھا اور کفار کے حوصلوں کے بڑھنے کا گمان تھا اور ساتھ ہی کفار کو آپ کے شہید کرنے کی بے انتہا تمنا اور آرزو تھی اور انھوں نے کوئی دقیقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شہید کرنے کا اٹھا بھی نہیں رکھا تھا اس لئے اُن کی آرزوؤں کو ناکام کر کے ان کو خاسر و ناکام رکھنا بھی ضروری تھا اور تکمیل دین مبین کے لئے بھی ضروری تھا اس لئے آپ کو آپ کی حیات میں اس مرتبہ عظمےٰ پر فائز نہیں کیا گیا لیکن اُس خدائے رحمٰن و رحیم کو یہ کس طرح گوارا ہو سکتا تھا کہ اُس کا حبیب پاک ایک مرتبہ اعظم سے محروم رہ جائے اس لئے آپ کے نواسوں کو مرتبہ شہادت علمی پر فائز فرما کر آنحضرت کے فضائل و مراتب صوری و معنوی کی تکمیل فرمائی

تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت امام حسنؓ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ سے سر سے سینہ تک بہت زیادہ مشابہ تھے زہر دے کر آپ کو شہید کیا گیا اور حضرت امام حسین علیہ السلام سینہ سے لیکر قدوم مبارک تک مشابہ تھے جو کربلا کے میدان میں اشقیاء شام کے ہاتھ سے شہید ہوئے حضرت امام حسن علیہ السلام کی شہادت ستری تھی اور حضرت امام حسین کی جہری تھی اور مراتب شہادت پر حاوی اور سب سے ملو تھی جو شہادت علمی کے لئے ضروری ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما چکے تھے کہ حسین مجھ

سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں اور حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام حضورؐ کی بضعۃ تھیں اور امامین ہمامین حضرت سیدہ کے لخت جگر تھے اس طرح دونوں سید اشباب اہل الجنۃ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر کے ٹکڑے تھے اور آپ دونوں کی شہادت گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت تھی اور اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ دونوں صاحبزادوں کی شہادت کے ذریعہ اس مرتبہ عظمیٰ پر اپنے حبیب پاک کو فائز کردے چنانچہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اپنی کتاب سرالشہادتین میں اسی خیال کو ظاہر فرمایا ہے لیکن اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ دونوں حضرات کے مراتب میں اس سے کچھ فرق آگیا ہے نہیں بلکہ امامین علیہما السلام کے مراتب عظمیٰ میں اور اضافہ ہوگیا کیونکہ منشاء الٰہی و مشیت ایزدی کے تحت راضی بقضاء خداوندی ہوکر اس کی تکمیل کرنا ہی تو اعلیٰ اور حقیقی دین ہے حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خواب بیان کرنے پر حضرت سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کا ذبح ہونے پر آمادہ ہوجا اور کہنا یَا اَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ کیا ان کے مرتبہ رضاو تسلیم میں کوئی کمی کرتا ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ اور اضافہ ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر محمد رسول اللہؐ کو مرتبہ شہادت عظمیٰ فائز کرنے کے لئے منشاء الٰہی و امر خداوندی کی تکمیل دونوں صاحبزادوں نے کی تو اس سے شہادت کے مدارج میں اور زیادہ رفعت و عظمت متحقق ہوئی ہے

اب اگر علماء اسلام کی اس تحقیق کو تسلیم کرلیا جائے تو صاف طریق پر امام حسین علیہ السلام کی شہادت ایک امر الٰہی ہوجاتا ہے اور امام علیہ السلام کا حق پر ہونا اور راہ الٰہی میں کشتہ ہونا مسلم ہوجاتا ہے کیونکہ یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ پاک اپنے حبیب پاک کو مرتبہ شہادت پر فائز کرنا چاہے اور ذریعہ صحیح اختیار نہ فرمائے۔ اگر یزید لعین کی بیعت کو صحیح مان لیا جائے اور اس کو اجماع سے خلیفہ تسلیم کرلیا جائے تو اس پر خروج جائز نہ ہوگا اور خروج کرکے جو قتل ہوگا شہید نہ ہوگا پھر حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مرتبہ شہادت پر کیسے فائز ہوں گے۔ اور مشیت الٰہی کیونکر پوری ہوگی

بہرحال اگر ہم علماء اسلام کی اس تشریح کو تسلیم کریں کہ شہادت امام حسین تتمہ شرف مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا تھی تو یہ بھی ماننا پڑیگا کہ حضرت امام عالی مقام حق پر تھے اور حق ہی کے تحفظ و بقا کے لئے آپ نے جام شہادت نوش فرمایا۔

اور حقیقت یہ ہے کہ آج اس نیلگون آسمان کے نیچے اور اس وسیع زمین کے اوپر ایسا کون سا بدبخت اور کور عقل ہوگا جو حضرت امام حسین علیہ السلام کو راہ حق و صدا وقت پر گامزن اور شقی و لعین

یزید کو بادیہ ضلالت وگمراہی کا راہ نورد کہتا اور سمجھتا نہ ہو۔

قیام امام فی بیت اللہ الحرام

جوار رحمتہ للعالمین سے چل کر حضرت سیدنا امام حسین علیہ السلام مکہ معظمہ تشریف لائے۔ یہاں عبداللہ ابن زبیر پہلے ہی سے پہنچ چکے تھے اور ان کو چونکہ معلوم تھا کہ یزید ان کا پیچھا نہیں چھوڑیگا اس لئے از راہِ دانشمندی انھوں نے جنگ کی تیاری شروع کر دی تھی اصل یہ ہے کہ یزید کو سریر آرائے حکومت دیکھ کر ایک عام اضطراب قلوب کے اندر تھا اور مسلمانوں کی روحیں بے چین اور دل مضطرب تھے کہ کس طرح اس فاسق فاجر اور منہیات الٰہیہ کو حلال اور محرمات خداوندی کو لیبابات میں شامل کر لینے والے ضال ومضل سے اپنی گردنوں کو تخلصی دلائیں اس لئے عبداللہ ابن زبیر ہی کے گرد جمع ہونے شروع ہو گئے۔ لیکن جب امام عالی مقام نے ورود فرمایا تو ساکنان بیت الحرم شمع نبوت کے گرد پروانہ وار جمع ہونے شروع ہوئے اور طلوع مہر آفتاب کے بعد کون ستاروں کی طرف دیکھتا ہے اور نیر عالم افروز کے نکلتے ہی ستاروں کی روشنی گم ہو جاتی ہے جہاں مشرق رسالت کا آفتاب اپنی ضیا باری کر رہا ہو اس کی روشنی کو چھوڑ کر کون شمع وچراغ کی روشنی کا طالب ہوگا اس لئے جناب سبطِ رسول کے مکہ پہنچتے ہی ہر طرف عقیدتمندوں اور سعادت کے طالبوں کا ہجوم آپ کے گرد جمع ہونے لگا۔ مگر حضرت امام عالی مقام امن سمجھ کر تشریف لائے تھے اور چاہتے تھے کہ بقیہ زندگی امن کے ساتھ عبادت الٰہی میں گذار دیں اس لئے آپ نے اس رجوع خلق اللہ کی طرف زیادہ توجہ نہیں فرمائی اور جب تک سرزمین ابراہیمؑ ومولدِ اسمٰعیلؑ ومحمد علیہ الصلوٰۃ والسلام میں رہے۔ امت کے طالبانِ فیض روحانی کو نگاہِ فیض سے فیضیاب فرماتے رہے۔

عبداللہ ابن زبیرؓ نے دلوں کی بے چینی اور روحوں کے اضطراب کو تاڑ لیا تھا وہ یہ سمجھ گئے تھے کہ اگر کوئی ان بے چین دلوں اور بے قرار روحوں کی رہنمائی کرے تو یزید کی لعنت سے مسلمانوں کو نجات دلائی جاسکتی ہے چنانچہ انھوں نے یزیدی افواج کا مقابلہ کیا اور کامیابی کے ساتھ مقابلہ کر کے شکستیں دیں

بہرحال حضرت امام حسینؑ کے تشریف لانے کے بعد عبداللہ ابن زبیرؓ بھی حضوری میں حاضر باش ہوئے اور آپ کے پیچھے نماز پڑھتے رہے۔ ایک دن موقع پر انھوں نے حضور امام میں عرض کیا کہ یہ مناسب وقت ہے بیعت لیجئے اور یزید کے شر سے مسلمانوں کو نجات دلائیے اور اگر

اضطراب کو دور کیجئے۔ مگر حضرت امام کے پیش نظر کعبۃ اللہ الحرام کی حرمت تھی آپ یہ کیونکر گوارا فرما سکتے تھے کہ حرم الٰہی میں خون بہے اور اس کی حرمت میں آپکی وجہ سے فرق آئے آپ کو حضرت جد امجد کا یہ ارشاد یاد تھا اور اس کو اس طرح دُہراتے تھے کہ میں وہ گوسفند نہیں بننا چاہتا جس کے ذبح ہونے سے کعبۃ اللہ کی حرمت ضائع ہوگی۔ بہر حال آپ نے دست بیعت دراز کرنے سے انکار فرمایا عبداللہ ابن زبیرؓ کے ساتھ ہوکر یزیدی افواج کا مقابلہ کرنے سے اسی حرمت حرم کے خیال سے انکار فرمایا عبداللہ ابن زبیرؓ نے عرض کیا کہ اگر آپ بیعت نہیں لیتے تو مجھکو اجازت مرحمت فرمائیے کہ میں مسلمانوں سے بیعت لیکر فتنہ یزیدی کا انسداد کروں۔ مگر اس گذارش کا بھی کوئی جواب بارگاہ امامت سے بجز خاموشی کے کچھ نہیں ملا اور یہ سکوت بھی حرمت حرم کے خیال سے ہوگا۔

بعض لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ عبداللہ ابن زبیرؓ کو حضرت امام کی تشریف آوری بہت شاق گذری کیونکہ آپ کے آتے ہی خلق اللہ کا رجوع آپ کی طرف ہوگیا تھا اور عبداللہ بن زبیرؓ کو اپنی بیعت وخلافت خطرہ میں نظر آنے لگی تھی۔ لیکن یہ واقعہ ہے کہ عبداللہ بن زبیرؓ نے بارگاہ امامت پناہ میں بیعت کے لیے عرض کیا تھا اور یہ بھی واقعہ ہے کہ عبداللہ بن زبیرؓ سے یزیدی افواج کے جو معرکے مکہ معظمہ میں ہوئے حضرت امام نے ان سے کامل بے تعلقی رکھی۔ لیکن اس بے تعلقی پر بھی یزید اور اس کے شیطانی گروہ نے حضرت عالی مقام کو فراموش نہیں کیا اور اس کے پیش نظر یہ سازش بھی تھی کہ عبداللہ بن زبیرؓ کے جھگڑے میں امام عالی مقام کو ملوث کرکے اسی بہانہ سے حضرت امام کا خاتمہ کرکے سب سے بڑے خطرہ اور اندیشہ کی طرف سے اطمینان حاصل کرے اس کے علاوہ ایک سازش یہ بھی کی گئی ایام حج میں تین سو شامیوں کو بھیجا کہ وہ گروہ حجاج میں شامل ہوجائیں اور جہاں جس حال میں بھی حضرت امام کو پائیں قتل کرڈالیں جب اس سازش کا پتہ امام عالی مقام کو ہوگیا تو آپ نے بغیر حج کئے مجبوراً مکہ معظمہ کا قیام ترک کرکے جلد سے جلد کوفہ کا سفر اختیار کیا۔

فتنۂ بے وفائی یا کوفیوں کا مظاہرِ وفا

اس عرصہ میں کوفیوں کو معلوم ہوا کہ حضرت امام عالی مقام یزید کے فتنہ سے تنگ آکر مکہ معظمہ میں قیام پذیر ہیں۔ یزید کی حکومت کے خلاف ایک عام بے چینی اور اضطراب تو ہر جگہ پھیلا ہی ہوا تھا کوفہ میں بھی یہی کیفیت رونما ہوگئی اور ان کو یہ علم ہوگیا ہوگا کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے بیعت یزید سے انکار کر دیا ہے۔ اہل کوفہ کے دل میں جوش اٹھا کہ یزید کی لعنت حکومت سے

Marfat.com

اسی طرح نجات حاصل کی جاسکتی ہے کہ جناب امام حسینؑ اپنا ہاتھ بڑھائیں اور ہم سب لوگ آپ کے
علم امامت کے نیچے یزیدی لعنت سے نجات حاصل کریں۔ کوفہ پر حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام
کا بالجملہ اثر تھا کیونکہ حضرت علیؑ نے کوفہ ہی کو اپنا دارالخلافہ بنایا تھا اور حضرت علیؑ نے اہل کوفہ سے اچھا
کام لیا تھا۔ وہ لوگ حضرت امام حسین علیہ السلام سے بھی کماحقہ واقف تھے اس لئے انہوں نے جمع
ہوکر مشورہ کیا اور مشورہ کے بعد حضرت امام حسینؑ کو خطوط ارسال کئے جن میں اپنے قدیمی شرف
غلامی اور جاں نثاری کا حوالہ دیا اور لکھا کہ ہم لوگ آپ کی بیعت کرنے کے لئے تیار اور آپ سے بیعت
حاصل کرنے کے لئے بیقرار ہیں آپ جلد تشریف لائیے ہم کو سیدھا راستہ دکھلائیے اور یزیدی لعنت
سے ہم کو نجات دلائیے اس قسم کے ایک دو نہیں سیکڑوں خطوط روانہ کئے اور وفود بھی روانہ کئے
اور بہت ہی الحاح اور منت وسماجت کی کہ خدا کے لئے جلد تشریف لائیے

کوفیوں کی حالت

اہل کوفہ ہمیشہ سے متلون مزاج اور خیرہ چشم تھے۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں یہاں کے لوگ کئی
بار اپنے تلون مزاجی کا ثبوت پیش کرچکے تھے یہاں تک کہ حضرت عمرؓ نے تنگ آکر فرمایا تھا کہ:۔
کون ہے جو اہل کوفہ سے میری طرف سے عذر خواہ ہو۔ ان کی کیفیت یہ ہے کہ اگر کسی قوی
کو ان پر حاکم مقرر کرتا ہوں تو اس کو فاجر کہنے لگتے ہیں اور ضعیف کو مقرر کرتا ہوں تو اس کی تحقیر کرتے
ہیں۔ اہل کوفہ کی یہ حالت خلافت حضرت عثمانؓ میں بھی قائم رہی اور شہادت حضرت عثمانؓ کا فتنہ
انہی سے شروع ہوا تھا۔

جب حضرت علیؓ نے اپنا دارالخلافہ کوفہ بنایا تو تیغ سیاست سے ان کو ایک حد تک رام کیا
اور ان سے جمل وصفین کی لڑائیوں میں کام لیا پھر بھی فتنہ خوارج کا شیوع کوفیوں سے ہوا۔
اور آخر حضرت علی کی شہادت وہیں ہوئی

پھر جب حضرت امام حسنؑ خلیفہ ہوئے تو ان کے ساتھ بھی بے وفائی کی جس کی تفصیل کا موقع
نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے لئے بہترین موقع حضرت امام حسن علیہ السلام کی سوانح عمری میں ہے۔
بہر حال اہل کوفہ سلیمان ابن صرد خزاعی صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان پر جمع
ہوئے اور اس جلسہ مشورت میں یہ طے پایا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت مبارک
میں عرضداشت روانہ کی جائے اور اس میں آپ کو کوفہ تشریف لانے کی دعوت دی جائے اور آپ کو یقین دلایا

جاؤ کہ ہم آپ پر جان و مال قربان کرنے کے لئے تیار ہیں اور آپ کی بیعت کے لئے آمادہ ہیں چنانچہ اسی قسم کے خطوط لکھ کر روانہ کئے گئے اور ڈیپوٹیشن بھی بھیجے گئے
ایک عرصہ تک جناب امام عالی مقام نے ان خطوط کی طرف کوئی توجہ مبذول نہیں فرمائی۔ جنکی تعداد بعض کے نزدیک ڈیڑھ سو اور بعض کے نزدیک تین سو اور بعض کے نزدیک پانسو تک پہنچتی ہے ان خطوط میں جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے یہی مضمون تھا کہ ہم حضورؐ کی تشریف آوری کے منتظر ہیں اور تمام ساز و سامان درست ہے سب حضورؐ کے دست مبارک پر بیعت کرنے کے لئے بیقرار ہیں اور آپ کے آتے ہی ہم یہاں سے حکومت یزید کا خاتمہ کر دینگے اور اس کے عامل کو نکال دینگے پھر جو وفد اہل کوفہ کا بھیجا ہوا آیا اس نے بھی حضرت امام کو اہل کوفہ کے جوش و خروش اور عقیدت و اطاعت کا یقین دلایا اور چونکہ یزید کے خلاف مسلمانوں کے اندر نفرت کا ایک عام جذبہ پھیلا ہوا تھا اس لئے حضرت امام اب ان کی درخواستوں کو رد فرمانے میں متامل۔ یہاں تک کہ ایک خط میں اہل کوفہ نے یہاں تک لکھ دیا کہ ان لم تقبل لینا فانت آثم یعنی اس قدر اصرار اور اس قدر اظہار اطاعت و انقیاد اور نصرت حق کا یقین دلانے کے بعد بھی اگر آپ تشریف نہیں لاتے تو ہم قیامت میں بری الذمہ ہونگے اور اس کا بار گناہ آپ پر ہوگا کہ ہم نے نصرت حق کا یقین دلایا اور آپ سے طلب ہدایت کی مگر آپ نے اعتنا نہ فرمایا اور اعراض کیا۔

امام عالی مقام کیلئے نازک موقعہ

یہ وقت حضرت امام علیہ السلام کے لئے نہایت نازک تھا۔ ایک طرف کوفیوں کی وہ حالت تھی جس سے آپ اچھی طرح واقف و آگاہ تھے۔ دوسری طرف یہ خطوط تھے جو تمام عمائد و اشراف کوفہ کے تھے جن میں اللہ اور اس کے رسولؐ کا واسطہ دیکر طلب ہدایت و رہنمائی کی گئی تھی اور تیسری طرف یزید اور اس کے منبع فسق و فساد کی حکومت تھی۔ اگر ان درخواستوں کو ٹھکراتے ہیں تو قیامت میں جوابدہی کا اندیشہ ہے کہ ایک فاسق و فاجر ظلم و جور کا منبع امت مرحومہ کی گردن پر زبردستی سوار ہو گیا تھا اور شعائر اللہ کی بیحرمتی کر رہا تھا مگر تم نے اس کی طرف توجہ نہ کی۔ حالانکہ اللہ کے بندوں نے جو اللہ اور اس کے رسول اور یوم آخرت پر یقین رکھتے تھے انھوں نے یقین دلایا تھا کہ استیصال ظلم و بیدینی میں تمہاری نصرت کرینگے۔ تم سے طالب ہدایت ہوئے تھے۔ تم کو اپنی اطاعت کا یقین دلایا تھا پھر بھی تم نے حق کی بے کسی پر ترس نہ کھایا اور گوشۂ عافیت میں بیٹھے رہے۔

Marfat.com

ان امور نے امام کے لئے نہایت نازک موقع پیدا کر دیا کوفی بے وفا سہی مگر جب ان تمام طریقوں سے نصرت حق کا یقین دلا رہے تھے جن طریقوں پر ایک صاحب ایمان کو یقین کر لینا چاہئے اور ضرورت بھی شدید لاحق ہے جس کو دیدہ و دانستہ نظر انداز کر دینا مداہنت فی الدین سے کس طرح کم نہیں تو پھر کس طرح آپ اہل کوفہ کی مسلسل متواتر عرضداشتوں کو ٹھکرا دیتے۔ آپ ایسا کر سکتے تھے مگر اسی وقت جبکہ اپنے جد امجد کی لائی ہوئی شریعت کی علانیہ بے حرمتی کی طرف سے آنکھیں بند کر لیتے اور حق کی بیکسی و کس مپرسی کو دیکھنے اور اس پر رحم نہ کرنے کی دل میں ٹھان لیتے۔ لیکن یہ کیونکر ممکن تھا محمد رسول اللہ کا نواسہ یہ کیونکہ برداشت کر سکتا تھا کہ اس کے نانا کا دین اس طرح بے حرمت کیا جائے اور حق کی نصرت فرمائی کا یقین اس کی امت کے افراد ہر ممکن طریقہ پر دلا رہے ہوں اور وہ پھر بھی محض اس بدگمانی کی بنا پر کہ نیتوں میں وفا نہیں ہے حق کی بے کسی پر ترس نہ کھائے اسلام اور پیغمبر اسلام نے یہ کب تعلیم دی تھی کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے والے اللہ اور اس کے رسول کا اقرار کرنیوالے نماز پڑھنے والے اور زکوٰۃ ادا کرنے والے اور یوم آخرت ملائکہ اور قرآن پر ایمان رکھنے والے زبانی اور تحریری اللہ کے دین کی نصرت و اطاعت کا یقین دلائیں مگر تم کسی پرانے تجربے اور افسانے کی بنا پر یقین نہ کرنا اور دین کو رسوا اور بے حرمت ہوتے دیکھنا اور طالبان ہدایت کی رہنمائی نہ کرنا حسین کے نانا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تعلیم نہ تھی بلکہ اُس کی تو تعلیم یہ تھی کہ منافقین کے جنازہ کی بھی اس نے نماز پڑھی اور جب خدا نے فرمایا کہ اگر اے پیغمبر تو ستر بار بھی ان کی مغفرت کی دعا مانگے گا تو ان کو مغفرت عطا نہیں کی جائیگی۔ تو آنحضرتؐ نے فرمایا تھا کہ ستر بار سے بھی زیادہ ان کے لئے دعاء مغفرت کرونگا اس روشن تعلیم و اس کھلے ہوئے اسوۂ حسنہ کی موجودگی میں امام حسین علیہ السلام یہ کیونکر ممکن تھا کہ وہ اہل کوفہ کی تمام درخواستوں کو جھوٹا سمجھ کر ان کو ٹھکرا دیتے اور کہدیتے کہ جاؤ تم جانو اور تمہارا کام یزید نے منہیات شرعیہ کو جائز اور محرمات الٰہیہ کو حلال کر لیا ہے تو کر لینے دو۔ اگر سر برآوردہ حکومت فسق و فجور پر دلیر ہے اگر وہ شارب خمر اور تارک صلوٰۃ ہے تو ہونے دو۔ اگر ظلم و ستم اس کا شعار اور اس کا قیام و قرار دین مبین کی کھلی توہین ہے تو مجھے پرواہ نہیں۔ میں اپنی جان کو خطرہ میں نہ ڈالوں گا۔ یہ سبط رسول الثقلین امام حسین علیہ السلام کے لئے ممکن نہیں تھا۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نہیں ہے کہ اگر برائی دیکھو اور طاقت ہو تو ہاتھ سے اس کو مٹا دو ورنہ زبان سے دور کرنے کی کوشش کرو اور اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل ہی میں اُس کو برا سمجھتے رہو۔ اس ارشاد نبوی کی موجودگی میں کوفہ والوں کے اس امر کا یقین دلانے پر کہ وہ حق کی مدد کرینگے حسین علیہ السلام کسطرح گھر میں چپ

Marfat.com

چاپ بیٹھے رہتے. خصوصاً ایسی عرضداشتوں کے بعد کہ جن میں انھوں نے لکھدیا تھا ان لم تقبل الینا فانت اثم اگر اب بھی آپ نہیں آئے تو بار گناہ آپ پر ہے

تحقیق حال کیلئے مسلمؑ کی روانگی

امام حسین علیہ السلام زیادہ سے زیادہ یہی کر سکتے تھے کہ مزید احتیاط کے لئے مزید تحقیق حالات کا انتظام فرماتے. چنانچہ آپ نے مشورہ کیا اور مشورہ کے بعد حضرت مسلم بن عقیل کو جانب کوفہ روانہ فرمایا اور ان کو ہدایت کی کہ وہاں کے حالات سے جلد مطلع کریں حضرت مسلم کو جو خط آپ نے اہل کوفہ کے نام دیا اُس کا مفہوم یہی تھا کہ تمہارے خطوط اور سفارت آئی جس کے ذریعہ تم چاہتے ہو کہ تمہاری ہدایت و رہنمائی کی جائے. لہذا میں فی الحال اپنے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل کو روانہ کرتا ہوں تاکہ وہ حالات حاضرہ سے مطلع کریں ان کی اطمینان بخش تحریر آنے پر میں یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت مسلم کو جو خط دیا گیا تھا اس میں یہ بھی تھا کہ میرے آنے تک مسلم عہدۂ قضا اور امامت نماز کے فرائض انجام دینگے اور بشیر بن نعمان بدستور حکومت کا فرض انجام دیتے رہیں گے

حضرت مسلم بن عقیل بن ابی طالب جو امیرالمؤمنین علی رضی اللہ عنہ کے بھتیجے ہونے کے علاوہ دامادی کا شرف بھی رکھتے تھے. یعنی حضرت عباس ابن علی کی حقیقی بہن کے شوہر تھے وہ حکم امام عالی مقام پاتے ہی دو راہبروں کے ہمراہ جو کوفیوں کا خط لائے تھے. کوفہ کی طرف روانہ ہوئے اور چند دن میں کوفہ پہنچ گئے -

راستہ کا ایک واقعہ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ پانی وقت پر نہ ملنے کی وجہ سے دو میں سے ایک راہبر کا انتقال ہو گیا حضرت مسلم نے اس کو فال بد سمجھا اور وہیں ٹھہر گئے اور حضرت امام کی خدمت میں خط لکھا کہ مجھکو فال ہائے بد سے سابقہ پڑا ہے اس لئے اس سفر اور اس خدمت سے علیحدگی کے لئے اشارہ کیا حضرت امام حسین علیہ السلام کو یہ خط ملا تو آپ نے جواب دیا کہ ہم اہل بیت فال نہیں لیتے اور تم اپنے سفر کو جاری رکھو اور جس خدمت پر تم کو مامور کیا گیا ہے اس کو انجام دو یہ مکتوب امام پاکر حضرت مسلم معہ اپنے دو صغیر السن صاحبزادوں کے پھر کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے. حضرت مسلم کے چار صاحبزادے تھے دو باپ سے بہت مانوس تھے اس لئے حضرت مسلم نے انکو بھی

Marfat.com

ہمراہ لے لیا تھا۔

دربار حسینی کا ایلچی کوفہ میں

حضرت مسلم بن عقیل کوفہ پہنچے تو اہل کوفہ نے بڑے جوش و خروش کے ساتھ استقبال کیا اور نہایت تعظیم و تکریم سے پیش آئے۔ آپ نے کوفہ میں مختار ابن عبیدہ ثقفی اور بروایت دیگر سلیمان بن صرد خزاعی کے مکان پر قیام فرمایا۔

حضرت مسلم کی تشریف آوری کی خبر آناً فاناً تمام شہر میں پھیل گئی اور لوگ جوق در جوق حضرت مسلم کی دریافت کو آنے لگے اور دست مسلم پر امام حسین علیہ السلام کی بیعت کرنے لگے۔

اٹھارہ ہزار کوفیوں کی بیعت

بہت جلد حضرت مسلم کے دست حق پر اٹھارہ ہزار اہل کوفہ نے بیعت کی جس وقت ان لوگوں نے بیعت کی ہوگی کیا ان کے دل میں دغا اور فریب ہوگا۔ کیا انھوں نے اس نیت سے بیعت کی ہوگی کہ اس بیعت کے ذریعہ امام حسینؑ اور اہل بیت رسول اللہؐ کو مصیبت میں پھنسا کر ہم علیحدہ ہو جائیں گے؟

اصل یہ ہے کہ یزید کی حکومت کے خلاف دلی جذبہ موجود تھا اس کو بیخ و بن سے اکھاڑ دینے کی آرزو بھی رکھتے تھے اور حضرت امام حسینؑ کو بہترین خلائق سمجھ کر ان کو خلافت کا حقدار یقین کرتے تھے اور اسی جذبہ کے ماتحت پُر جوش طریقہ پر اس قدر جلد اٹھارہ ہزار آدمیوں نے بروا دیگر بارہ ہزار آدمیوں اور ایک تیسری روایت کے مطابق تیس ہزار آدمیوں نے بیعت کر لی مگر ضعیف الایمان، متلون مزاج، بزدل، طامع ولالچی تھے۔ وقت پڑا طوطے کی طرح آنکھ بدل گئے موت کے خوف اور طمع دنیا نے ان سے وہ کام اللہ نے کرایا جو قیامت تک تمام مسلمانوں سے ان پر لعنت بھجواتا رہیگا۔ حضرت مسلم کو کیا خبر تھی کہ یہ جوش اطاعت و بندگی اور یہ خروش بیعت دانقیاد بالکل سطحی ہے اور اس کے پیچھے عزم راسخ، ایمان کامل اور خوف خدا کی کوئی مضبوط دیوار نہیں ہے اس کے بجائے سینہ میں ایسے قلوب ہیں جو بکریوں کے پہلو میں بھی ہوں تو ان کے لئے باعث شرم سمجھے جائیں بہرحال حضرت مسلم نے امام حسین علیہ السلام کو یہاں کے حالات جو اس وقت تک پیش آئے تھے لکھدیے اور لکھدیا کہ اس وقت اٹھارہ ہزار آدمی بیعت کر چکے ہیں اور یزید سے قطع تعلق کر چکے

آپ کے مطیع و منقاد ہو چکے ہیں اس لئے آپ جلد تشریف لایئے اور طالبان ہدایت کی رہنمائی فرمایئے اور خلق خدا کو یزیدی لعنت سے نجات دلایئے

امام عالی مقام کی روانگی کوفہ

حضرت مسلم کا خط ملتے ہی امام حسین علیہ السلام نے سفر کی تیاریاں شروع کردیں اور ایک روایت کے مطابق ۳ ذی الحجہ اور دوسری روایت کے مطابق ۸ ذی الحجہ کو مکہ معظمہ کو الوداع کہا۔

خواہ ہمیں ذی الحجہ صحیح تاریخ ہو یا آٹھ یہ امر تعجب انگیز معلوم ہوتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام حج کو چھوڑ کر کوفہ کا سفر اختیار کریں مگر واقعہ یہی ہے۔ ظاہر ہے کہ جس امام دوجہان کی ساری زندگی طاعت و بندگی اور عبادت خداوندی میں بسر ہوئی ہو اور جس نے پچیس پیادہ پا حج کئے ہوں وہ بلا وجہ حج کو چھوڑ نہیں سکتا تھا اور وجہ وہی تھی جو ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ انبوہ حجاج میں ۳۰۰ شامیوں کو یزید پلید نے شامل کر دیا تھا کہ جہاں موقع ملے اور جس حال میں بھی امام عالی مقام کو پاؤ قتل کر ڈالو نیز عبداللہ بن زبیر کے قصہ میں آپ پر خواہ مخواہ کا الزام لگا کر گرفتار کیا جائے تو سرزمین حرم محترم میں کشت و خون کا ہونا یقینی امر تھا۔ آپ کو یہ گوارہ نہ تھا کہ حرم الٰہی میں خونریزی ہو اور اس کی حرمت ضائع ہو اسی وجہ سے آپ حج کا ترک اولیٰ سمجھا۔ چنانچہ جب آپ سے حج کو چھوڑ کر سفر کی وجہ دریافت کی گئی۔ اور نیز کوفہ سے بعض لوگوں نے آپ کو روکنا چاہا تو آپ نے فرمایا

واللہ لان اقتل خارجاً منہا بشبر احب الی من ان اقتل داخلاً منہا بشبر و اللہ لو کنت فی جحر ھامۃ من ھذہ الھوام لاستخرجونی حتی یقضوا فی حاجتہم و ایم اللہ لیعتدن علی کما اعتدت الیہود فی السبت خدا کی قسم اگر میں سرزمین حرم محترم سے ایک بالشت باہر قتل کیا جاؤں تو مجھے زیادہ پسند ہے بہ نسبت اس کے کہ مکہ کے ایک بالشت کے اندر قتل کیا جاؤں، اور خدا کی قسم اگر میں حشرات الارض میں سے کسی کے سوراخ میں بھی ہوں تو یہ لوگ اس جگہ سے بھی نکال کر مجھے قتل کر ڈالینگے اور خدا کی قسم مجھ پر ایسا ہی ظلم و ستم کرینگے جیسا کہ یہود نے سبت کے بارے میں ظلم کیا تھا اس روایت سے جس کو طبرانی نے نقل کیا ہے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ اول تو یہ کہ آپ حرم الٰہی کی حرمت کو بہرصورت بچانا اور محفوظ رکھنا چاہتے تھے اور یہ بھی گوارا نہ تھا کہ آپکا بحالت مظلومی پاک خون بھی سرزمین حرم پر نہ گرے اس لئے آپ نے فرمایا کہ اگر حدود حرم سے ایک بالشت باہر میں قتل کیا جاؤں تو یہ امر مجھ کو بہ نسبت اس کے زیادہ محبوب ہے کہ حدود حرم کے ایک بالشت اندر قتل

کیا جاؤں۔ اس سے جہاں یہ ثابت ہوتا ہے کہ حرم محترم کی حرمت کا آپ کو کس قدر خیال تھا وہیں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جناب امام کو اچھی طرح علم تھا کہ آپ کو قتل کر ڈالنے کی سازش کی گئی ہے اور پھر اس کے ساتھ دوسرا فقرہ اس حقیقت کو اور بھی بے نقاب کر رہا ہے کہ آپ کے قتل کے لئے نہایت گہری سازش کی گئی تھی ورنہ اس قدر تحدی اور یقین کے ساتھ خلا کی قسم کھا کر آپ یہ ہرگز نہ فرماتے کہ اگر میں حشرات الارض کے سوراخ میں بھی ہوں تو وہاں سے نکال کر بھی مجھ کو قتل کر ڈالینگے پہلے فقرہ میں تو یہ ظاہر فرما دیا کہ میں قتل سے نہیں ڈرتا بلکہ حرمت حرم کی حفاظت مطلوب ہے اور دوسرے فقرہ میں یہ بتلا دیا کہ میرے خلاف نہایت طاقتور اور گہری سازش کی گئی ہے اس کی تصدیق دوسری روایت سے بھی ہوتی ہے جس کو شیخ الاسلام امام قندوری نے ینابیع المودہ میں تحریر فرمایا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:۔ وکان فیہ خروج الحسین رضی اللہ عنہ من مکۃ الی العراق بعد ان طاف وسعی وحل من احرامہ وجعل حجہ عمرۃ مفردۃ لانہ لم یتمکن من اتمام الحج مخافۃ ان یبطش بہ ویقع الفساد فی الموسم فی مکۃ لان یزید ارسل مع الحجاج ثلثین رجلا من شیاطین بنی امیۃ وامرھم بقتل الحسین علیہ السلام علی کل حال یعنی اسی دن جناب امام حسین علیہ السلام نے طواف سعی اور تحلیل احرام فرما کر اپنے حج کو عمرہ مفردہ سے تبدیل کر دیا اور مکہ سے جانب عراق کوچ فرمایا اس لئے کہ اتمام حج تک آپ مکہ میں ٹھہر نہیں سکتے تھے۔ کیونکہ آپ کو یہ خطرہ تھا کہ آپ پر ایسی سختی کی جائیگی کہ حرم محترم میں اور موسم حج کے اندر فساد برپا ہو جائیگا اس لئے کہ یزید نے شیاطین بنی امیہ میں سے تیس آدمی حجاج کے ساتھ۔ اس لئے بھیج دیئے تھے کہ وہ امام حسین کو جس حال میں بھی پائیں قتل کر ڈالیں

اس روایت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے کوفہ کا سفر اختیار کرنے کی جو عجلت فرمائی اور حج کو عمرہ منفردہ میں بدل کر صرف ایک دن قبل مکہ سے عراق کی طرف روانہ ہو گئے تو اس کی وجہ صرف یہی تھی کہ آپ کو اچھی طرح علم ہو گیا تھا کہ آپ کو قتل کر دیا جائیگا اور ظاہر ہے کہ خاص کر معظمہ کے اندر حج کے موسم میں ایک عظیم و شدید فساد برپا ہو جاتا کیونکہ فرزند رسول اللہ کا خاص حرم محترم میں قتل اور وہ بھی خاص موسم حج میں جبکہ تمام اسلامی دنیا کے ہر ایک حصہ کے مسلمان وہاں جمع ہوتے ہیں ناممکن تھا کہ دلوں کے اندر آگ نہ لگا دیتا اور شدید و عظیم ہنگامہ قتل و غارت نہ شروع ہو جاتا حضرت امام حسینؑ اس قتل و خونریزی کو حرم کعبۃ اللہ میں روکنا چاہتے تھے اس لئے اپنے حج بھی ترک کر دیا جو اس قدر محبوب چیز آپ کے لئے تھی کہ پچیس پاپیادہ حج آپ کر چکے

جتنے ہم اوپر جو کچھ لکھ چکے ہیں اس سے یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہو چکی ہے کہ جناب امامؑ نے سفر عراق میں اس قدر عجلت کیوں فرمائی اور حضرت نے دو ایک دن کا اور انتظار کیوں نہیں فرمالیا اور اس کے بعد اب کوئی شخص اس امر پر تعجب کا اظہار نہیں کرسکتا کہ امام حسین علیہ السلام کیوں حج کو عمرہ منفردہ میں تبدیل کرکے اور ایک دن قبل سعی و طواف کرکے کیوں سفر عراق پر روانہ ہو گئے۔

بہر حال ان وجوہ سے حضرت مسلم کا خط پاتے ہی جناب امام حسین علیہ السلام نے سفر عراق کا ارادہ کیا۔ اس قصد کی اطلاع حضرت ... عبداللہ بن عباس کو ملی تو آپ بادیدہ گریاں و باجگر بریاں حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس تشریف لائے اور اس سفر سے آپ کو باز رکھنے کی کوشش کی اور کوفیوں کی بے وفائی یاد دلائی اور ان سابقہ کرتوت کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرائی اور خطرات وہلاک کی طرف اشارات کئے مگر کوہ وقار وجبل ثبات امام حسینؑ نے مناسب طریقوں سے ان کا جواب دے کر اپنے ارادہ پر مضبوطی سے قائم رہنے پر آمادگی ظاہر کی۔

چنانچہ عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن زبیرؓ، عبداللہ بن جعفرؓ اور محمد ابن حنیفہ رضؓ اور بہت سے لوگ حاضر ہوئے اور سب نے اس سفر سے آپ کو روکنے اور باز رکھنے کی حتی المقدور کوشش کی۔ مگر آپ نے اپنا قصد نہیں بدلا اور صاحب عزیمت امام حسینؑ علیہ السلام اپنے ارادہ پر پہاڑ کی طرح قائم رہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ خدمت فرزند رسولؐ وجگر گوشۂ بتولؑ میں حاضر ہوئے اور رو رو کر عرض کی کہ اے فرزند رسول اللہؐ آپ کو معلوم ہے کہ اہل کوفہ کس قسم کے لوگ ہیں اور آپ کے خانوادۂ مقدس کے کیسے دشمن ہیں۔ آپ کو ان کی طرف سے پوری احتیاط برتنی چاہئے اور اپنے آپ کو ان سے (یعنی ان کے مکر (دغا سے) بچانا چاہئے۔ آپ ان کے قول وقرار پر بھروسہ نہ کریں۔ عام طور سے لوگوں نے بیعت تو کرلی ہے۔ کوفہ والے بندۂ زر اور دولت کے دام حرص وطمع میں پھنسکر اس کی بیعت کرلیں گے اور آپ کا ساتھ چھوڑ دینگے یا خود ہی آپ کو شہید کر دینگے اور آپکی شہادت سے تمام اہل بیت کرام تباہ وبرباد ہو جائینگے اس لئے آپ امن وامان سے بیت اللہ میں بیٹھے رہیں اور تمام جھگڑوں فتنوں سے الگ تھلگ رہیں

حضرت عبداللہ اس وقت زار وقطار رو رہے تھے اور اصرار فرما رہے تھے کہ دامن کعبہ کو نہ چھوڑیئے۔ مگر حضرت امام کے عزم راسخ میں کوئی فرق نہیں آیا کیونکہ آپ کے سامنے جدا مجد کا یہ ارشاد تھا کہ اگر استطاعت ہو تو امر منکر کو بزور مٹانا اہل ایمان کا فرض اولین ہے اور بظاہری صورت حال

Marfat.com

میں کوفیوں کے وعدے وعید اور حضرت مسلم کے دست حق پرست پر بیعت کرنے سے وہ استقامت حاصل ہو گئی تھی جس کے بعد محمد مصطفےٰ کا نواسہ دین کی رسوائی دیکھ نہیں سکتا تھا۔ چنانچہ امام عالی مقام نے فرمایا:۔ اے ابن عمر افسوس تو اس بات کا ہے کہ یہ لوگ (اموی و یزیدی) مجھے خانہ خدا میں بھی نہیں بیٹھنے دینگے خواہ مخواہ چھیڑ نکالیں گے اور اگر میں کسی نامعلوم جگہ میں چلا جاؤں تو بھی ڈھونڈھ نکالیں گے اور مجھ کو بیعت یزید پر مجبور کرینگے انکار کرنے پر قتل کریں گے۔

امام علیہ السلام کے اس جواب سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو یزیدی سازش اور فتنہ کا پورا علم اور یقین تھا اور محض بیعت نہ کرنے کے جرم میں آپ کو قتل کرنے کا فیصلہ کر لیا گیا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ جو خاندان رسالت میں اس وقت سب سے زیادہ معمر تھے وہ بھی تشریف لائے اور فرمایا اے ابن رسول اللہ حرم خانۂ خدا اور کعبۃ اللہ کا دامن نہ چھوڑو۔ اپنے پدر بزرگوار اور اپنے بھائی کا انجام دیکھو کہ ان سے کوفیوں نے کیسی کیسی بے وفائیاں کی ہیں ان کے قول و قسم پر اعتماد نہ کرو اور ان کے خطوط پر دھیان نہ دو۔ یہ سخت بے وفا بزدل اور مکار ہیں۔ حضرت امام عالی مقام نے فرمایا کہ چچا جان آپ سچ فرماتے ہیں آپ سے بہتر کون خیر خواہ ہوگا مگر مسلم بن عقیل کا خط آیا اور لکھا ہے کہ بارہ ہزار مسلمان بیعت کر چکے ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے پھر فرمایا کہ اس قدر جلدی کی کیا ضرورت ہے ابھی چند دن ٹھہرو نئے سال کے آغاز میں جانا۔ جناب امام نے قیام مکہ کے متعلق جو خطرہ تھا اور حرم محترم کی بے حرمتی کا جو ڈر تھا اور جس سے آپ بچنا چاہتے تھے اس کو بیان کیا۔ آخر حضرت ابن عباسؓ بولے کہ وہاں یزید سے لڑائی ضرور ہوگی اس لئے اہل بیت کو ہمراہ نہ لیجایئے پھر حضرت امام کو اونچ نیچ سمجھانے لگے۔ کہ اگر کوفیوں میں ہمت ہوتی تو بارہ ہزار کم نہیں ہیں۔ کم از کم کوفہ سے تو حکومت یزید کا تختہ الٹ دیتے مگر وہ چپ چاپ بیٹھے ہیں اور آپ کو آگے رکھنا چاہتے ہیں اور فرمایا کہ یزید کے پاس خزانہ اور فوج اور حکومت ہے آج کل حرص دنیا میں لوگ مبتلا ہیں آپ کے پاس نہ زر ہے نہ حکومت ہے نہ زر ہے اس بیعت کا کچھ اعتبار نہیں آج آپ کے ساتھ ہیں کل دوسرے کے ساتھ ہوں گے اور آپ ہی کے خلاف تلوار اٹھائیں گے اور کہا کہ غالباً یہ مشورہ عراق جانے کا ابن زبیرؓ نے دیا ہے وہ تو چاہتے ہیں کہ آپ یہاں سے نکلیں اور قتل ہو جائیں تاکہ وہ اپنی خلافت کا راستہ صاف کریں۔

بہرحال ابن عباس کی گفتگو کا بھی آپ پر کوئی اثر نہیں پڑا روانگی کے وقت غالباً عبداللہ بن زبیر بھی اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ بھی تشریف رکھتے تھے آپ نے ابن زبیرؓ سے فرمایا

Marfat.com

فرت عینك یا ابن زبیر هذا حسین یخرج الی العراق و علیك بالحجاز ہے
ابن زبیر اب تو تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں۔ یہ حسین تو عراق چلے اور حجاز میں تم ہی تم ہو شعر بر شعر پڑھے

یا لك من قبرة بمعمر　　خلا لك الجو فبیضی و اصفری

و نقری ما شئت ان تنقری

یعنی اے چنڈول مبارک ہو تجھکو اچھی جگہ ہے تو جہاں تیرے لئے آب و دانہ موجود ہے۔ اب تیرے لئے میدان خالی ہے شوق سے انڈے اور بچے نکال اور گھونسلہ کو جس قدر چاہے گرم اور ٹھیک ٹھاک کرے۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن جعفر تشریف لائے اور آپ نے بھی اس سفر سے روکنا چاہا مگر آپ کے ارادہ میں کوئی تزلزل واقع نہیں ہوا اور فرمایا انی رائیت رؤیا رأیت فیھا رسول اللہ صلعم وامرت فیھا بامرہ یعنی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے اور آپ نے مجھ کو ایک خاص امر کے لئے فرمایا ہے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ ابن جعفر نے دریافت کیا کہ وہ کیا حکم رسول ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ اس کو نہ میں نے کسی سے بیان کیا ہے اور نہ اُس وقت تک بیان کرونگا جب تک کہ اپنے پروردگار سے ملاقی نہ ہوں

اسی طرح عبداللہ بن زبیر بھی حاضر ہوئے اور کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ میں نے آپ کو مکہ معظمہ کو چھوڑنے اور عراق و کوفہ کو جانے کا مشورہ دیا ہے آپ تشریف رکھتے میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو تیار ہوں اور آپ کے ہمرکاب لڑونگا اور آپ کے دشمنوں پر تلوار چلاؤں گا مگر حضرت امام عالی مقام نے جواب دیا کہ میں مکہ کی مقدس سرزمین کو خون سے آلودہ کرنا نہیں چاہتا۔

پھر جناب محمد بن حنیف تشریف لائے اور بے قرار ہوکر زار و قطار رونے لگے اور اہل کوفہ کی غداریوں کا ذکر کر کے روکنا چاہا۔ جناب امام نے ان سے اور زیادہ تفصیلی گفتگو فرمائی اور ان کو حجاز میں قائم مقام بنایا۔ اور یہ جو گفتگوئیں نقل کی گئی ہیں ان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جناب امام حسین علیہ السلام اپنے آپ کو بالکل مجبور پاگئے تھے اور یہ وہی مجبوری تھی جس پر ہم کسی قدر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈال آئے ہیں یعنی آپکی غیرت ایمانی اس امر کو برداشت نہیں کو سکتی تھی کہ دین حق اس طرح رسوا اور خوار ہو اور حصول استطاعت کے بعد بھی آپ نصرت دین و مدعی حق سے محض اس وہم سے گریز کریں کہ کہیں اہل کوفہ غدر اور بیوفائی نہ کریں جسم کی استطاعت کلمۃ الحق کے اعلا کے لئے ضروری ہے وہ ظہور میں آگئی تھی۔ ایک جماعت تھی جو طالب رہنمائی تھی و ہمت طلب اسی بڑھایا

تھا اور ہدایت کی خواہاں تھی جب تک ظاہری اعمال سے یہ ثابت ہوا کہ یہ سب مکر و دغا ہے اس وقت تک ان کی رہنمائی کرنے سے امام حسین علیہ السلام جیسا صاحب عزیمت کیسے انکار کر سکتا تھا اور خدا کو کیا جواب دیتا کہ اس کے بندوں نے ہدایت و رہنمائی کی طلب کا ہاتھ بڑھایا اور تم نے اے حسینؑ خوف جان سے ان کی طرف سے منہ موڑ لیا یہ نہیں ہو سکتا اور محمد رسول اللہؐ کا نواسہ ایسا نہیں کر سکتا تھا۔

اللہ کے گھر سے اللہ کے گھر کی طرف

آج جس سرزمین سے محمد رسول اللہؐ کا فرزند دلبند کوچ کر رہا ہے آج سے نصف صدی سے کچھ قبل خود فخر کائنات سردار دو عالم محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کوچ فرمایا تھا۔ حسینؑ کا نواسہ بھی اپنے نانا کی سنت پر عمل پیرا ہے جس طرح اہل مدینہ نے رسول اللہ صلعم کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور حق صداقت اور دین مبین کی نصرت و حمایت کا یقین دلایا تھا اسی طرح آپ کے نواسہ کے لئے اہل کوفہ نے بھی بیعت کی تھی اور حمایت حق نصرت کا یقین دلایا تھا مدینہ کے لوگوں نے وعدہ پورا کیا اور انصار خلعت تشریف سے سرفراز ہوئے مگر بدبخت و بدکردار کوفیوں نے غدر کیا اور اسی رسول کے لخت جگر کو گھر سے بے گھر کر کے دشمنوں کے نرغہ میں پھنسا کر نہ صرف شہید کرا دیا بلکہ شہادت میں معین و مددگار رہے اور خون حسین سے اپنے دامنوں کو اور ہاتھوں کو لالہ زار کیا اور دونوں جہان کی روسیاہی مول لی اور کوفی لا یوفی کے خطاب سے قیامت تک کے لئے مخاطب ہوئے۔

آج جس سرزمین مقدس سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نواسہ قربان گاہ احدیت کی جانب گامزن ہے اس سرزمین پر آج سے ہزاروں سال پہلے ابراہیم خلیل اللہؑ نے ایک قربانی بارگاہِ احدیت میں پیش کی تھی اور جس طرح اور جس مقام ابراہیم علیہ السلام نے خواب دیکھا تھا اور جب اپنے فرزند جلیل سیدنا اسمٰعیل سے خواب کا حال بیان کیا تو آپ نے عرض کیا تھا کہ:

يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ اسی وقت خدائے قدوس نے وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ کے ظہور اور اس کو بروئے کار لانے کے لئے ۸ ذی الحجہ ۶۰ھ کو دودمان ابراہیم خلیل اللہؑ کا گوہر شب چراغ اور خانوادہ اسمٰعیل ذبیح اللہ کا بدر کامل اور کاشانۂ نبوت محمد رسول اللہؐ کا کاہ جہاں تاب اسمٰعیلؑ و محمدؐ کے مقدس مولد سے وشت کرب و بلا اور خاک نینوا کی طرف جا رہا ہے۔ کعبہ سیاہ پوش ہے کہ اس کے معمار ابراہیمؑ اور اس کے مزدور اسمٰعیل علیہ السلام کی یادگار اقدس اس کی آغوش سے جدا ہو رہا ہے اور محض اس لئے۔

جدا ہو رہا ہے کہ اس کی حرمت کو برقرار رکھے۔ مگر کعبہ اسی غم میں سیاہ پوش ہے کہ اس کے دامن رحمت میں وحوش وطیور بھی مامون و محفوظ ہیں مگر اس فخر بنی آدم رحمت عالم محمد رسول اللہ کے نواسہ کے لیئے وہ مامن نہیں بن سکتا جس کا خاندان معمار اول سے لے کر آج تک اس کی تولیت و نگہداشت کا ضامن رہا اور اس کی حرمت میں کبھی فرق نہیں آنے دیا۔

یہ وہی خانہ کعبہ اور سرزمین حرم ہے جہاں مکھی اور مچھر کیلئے بھی امن ہے اور طیور و وحوش اطمینان و راحت سے زندگی بسر کر سکتے ہیں مگر فرزند رسولؐ و جگر گوشہ بتولؑ کے لئے یہاں امن نہیں ہے اور وہ خانہ خدا کو چھوڑنے پر مجبور کیا گیا ہے لیکن وہ کہاں جا رہا ہے وہ اللہ کے گھر کو جو آب و گل کا بنا ہوا ہے ضرور چھوڑ رہا ہے مگر خدا زندہ و قیوم ہی کے بیت قربت و وصال کی طرف کوچ کر رہا ہے یہ وہ بیت الٰہی ہے جس سے پھر کبھی ہجر و لبعد نہ ہو گا۔

سب خیر خواہوں کے مشورے نیک بیب خاطر شکر اور سب کو مناسب جواب دے کر جناب امام حسین علیہ السلام مع اہل و عیال مکہ معظمہ سے روانہ ہوئے جو اشخاص و اصحاب اسوقت حاضر تھے زار و قطار رو رہے تھے۔

یزیدی حکام نے کوشش کی کہ آپ کو روکیں اور جانے نہ دیں چنانچہ عمرو بن سعید عامل مکہ نے اپنے بھائی یحیٰی بن سعید کو مختصر لشکر دیکر بھیجا کہ حضرت امام عالی مقام کو سفر سے روکیں اور جانے نہ دیں اور یہ حضرت امام کے سامنے آئے اور کہا۔ یا حسین الا تتق اللہ تخرج من الجماعۃ وتفرق بین ھذہ الامۃ جناب امام عالی مقام نے جواب دیا کہ :۔ لی عملی و لکم عملکم وانا بری مما تعملون یعنی میرے عمل میرے ساتھ اور تمہارے کردار بد تمہارے ساتھ اور میں تمہاری دبا کرداریوں سے بیزار ہوں یہ فرما کر آپ روانہ ہو گئے

فرزند رسولؐ کے ایلچی کا حال

ہم نے حضرت مسلم عامل درمیان ہی میں چھوڑ دیا تھا اور آپ نے جو عریضہ خدمت اقدس امام عالیمقام میں روانہ کیا تھا اسی کے ساتھ ہمارا قلم بھی کوفہ سے مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہو گیا تھا تاکہ خط پہونچنے کے وقت سے لے کر مکہ معظمہ سے روانگی تک کے حالات امام علیہ السلام قلم بند کر دیتے جائیں۔ حضرت مسلمؑ نے خدمت امام عالیمقام میں ادھر عریضہ ارسال کیا اور ادھر یزیدیوں کو فکر ہوا کہ فوراً تدارک ہونا چاہیئے پہلے تو نعمان بن بشیر عامل کوفہ کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ کچھ

Marfat.com

تدارک کیجئے۔ مگر نعمان بن بشیر نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ مسلم جو کچھ کر رہے ہیں وہ پوشیدہ کر رہے ہیں علانیہ بغیر کسی ثبوت کے کیوں کوئی نامناسب قدم اٹھاؤں۔ حضرت نعمان بن بشیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انصاری صحابی تھے اور اہل بیت کے دوست تھے اس لئے انہوں نے اُمویوں کی بکواس کی طرف توجہ نہیں کی۔

جب امویوں نے دیکھا کہ نعمان بن بشیر کچھ توجہ نہیں کرتے تو انہوں نے یزید کو اطلاع دی کہ مسلم بن عقیل امام حسین کی طرف سے بیعت لے رہے ہیں تمام کوفہ ان کا مطیع ہو چکا ہے امام حسینؓ بھی جلد پہنچنے والے ہیں اور کوفہ ہاتھ سے نکلنے ہی والا ہے۔ اگر جلد تدارک نہ کیا گیا تو سمجھو کہ کوفہ ہاتھ سے گیا اور نعمان بن بشیر کی شکایت کی کہ وہ ڈھیل دے رہے ہیں اور ٹالم ٹال کر رہے ہیں۔

یزید اگرچہ زیاد اور اولاد زیاد سے خوش نہیں تھا کیونکہ زیاد نے یزید کی ولیعہدی سے اختلاف کیا تھا کہ وہ خلافت کا اہل نہیں ہے مگر صورت حال کو نازک سمجھ کر اور سرجون نامی ایک غلام محرم راز خیر خواہ کے مشورہ پر عمل کر کے یزید نے عبداللہ بن زیاد کو اس مہم کے سر کرنے کے لئے نامزد کیا ابن زیاد اُس وقت بصرہ کا حاکم تھا اُس کو لکھا کہ ہمارے خیر خواہوں نے اطلاع دی ہے کہ ابن عقیل مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کی غرض سے فوج اکٹھی کر رہے ہیں اس لئے اس فرمان کو دیکھتے ہی فوراً تم کوفہ پہنچو اور بشیر کو معزول کر کے کوفہ کی امارت کی زمام اختیار اپنے ہاتھ میں لو اور مسلم کو قید یا قتل یا شہر بدر کر دو۔

بدنہاد ابن زیاد کی روانگی کوفہ

یزید پلید کا فرمان ملتے ہی سفر کا ساز و سامان درست کیا گیا اور ابن زیاد دوسرے دن کوفہ کے لئے روانہ ہو گیا۔ امام حسین علیہ السلام نے جس طرح اہل کوفہ کو ان کے خطوط کے جواب میں حضرت امام مسلم کو بھیجا تھا اور خط لکھا تھا اسی طرح ایک ہدایت نامہ اہل بصرہ میں سے اُن لوگوں کے نام تحریر فرمایا تھا جو محب اہل بیت نبوی تھے ان کو حق کی طرف دعوت دی تھی اور لکھا تھا موجودہ فرمانروا نے بدعتوں کو رواج دیا ہے اور شرع نبوی کو مٹا ڈالا ہے اس لئے میں تم کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی طرف بلاتا ہوں یہ خط اسی دن منذر نے ابن زیاد کو دکھا دیا اس لئے نہیں کہ منذر کو امام حسینؑ سے دشمنی تھی بلکہ ان کو یہ شبہ گذرا کہ شاید یہ خط امام حسینؑ کا نہیں اور خود ابن زیاد نے یا یزید نے ہم لوگوں کو عندیہ معلوم کرنے کے لئے یہ جعل کیا ہو۔ ابن زیاد نے امام حسین علیہ السلام کے قاصد کو گرفتار کرا کر اسی وقت قتل

کرادیا اور خود کوفہ کو روانہ ہوگیا اور بہت تیزی کے ساتھ قطع منازل کرکے شب کے وقت کوفہ پہنچ گیا اور چونکہ امام عالی مقام کی تشریف آوری کی خبر سارے شہر میں گرم تھی اور لوگ منتظر تھے اس لئے میں وقت ابن زیاد شہر میں داخل ہوا تو لوگوں کا خیال ہوا جناب امام حسین علیہ السلام تشریف لے آئے یہ دھوکہ اس لئے ہوا کہ اول تو شب کا وقت تھا پھر یہ روسیاہ منہ چھپائے ہوئے تھا۔ بہر حال راستے بھر حضرت امام عالی مقام کے دھوکہ میں السلام علیک یا ابن رسول اللہ اور مرحبا بک یا ابن رسول اللہ کی صدائیں آتی رہیں ظاہر ہے کہ ابن زیاد دل ہی دل میں جلتا اور کڑھتا رہا ہوگا۔ مگر موذی نے زبان نہیں کھولی اور سیدھا قصر حکومت میں پہنچا جہاں نعمان بن بشیر موجود تھے مگر انھوں نے مکان کا دروازہ بند کر لیا تھا اور چھت پر چڑھ گئے تھے اور غلغلہ گلبانگ یا ابن رسول اللہ سے یہ بھی یہی سمجھتے تھے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام تشریف لے آئے۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ نعمان بن بشیر نے بھی چھت پر سے السلام علیک یا ابن رسول اللہ کہا اور کہا اے ابن رسول آپ واپس تشریف لیجائیے یزید ہرگز یہ شہر آپ کو نہ دیگا اور میں نہیں چاہتا کہ میری حکومت میں آپ قتل ہوں۔

نعمان کا یہ فقرہ سن روسیاہ ابن زیاد نے چہرہ سے کپڑا اٹھایا اور کہا کہ دروازہ کھول کہ میں ابن زیاد ہوں۔ نعمان نے دروازہ کھلوادیا اور ابن زیاد اندر داخل ہوا اور یزید کے فرمان سے مطلع کرکے کوفہ کی گورنری کا چارج لے لیا۔ اگر اس وقت جبکہ ابن زیاد شہر میں داخل ہوا تھا لوگوں کو امام حسین علیہ السلام کا دھوکہ نہ ہوتا تو شاید اہل کوفہ جو اس دن تک جوش میں تھے ابن زیاد کی مزاحمت کرتے اور اس موذی کو جہنم واصل کر دیتے مگر کاتب تقدیر نے تو کچھ اور ہی لکھ دیا تھا یہ کیونکر ہوتا۔

دوسری روایت یہ ہے کہ ابن زیاد دارالامارت میں پہنچا اور نام بتلا کر دروازہ کھولنے کو کہا اور نعمان بن بشیر نے دروازہ کھول دیا اور اس نے امارت کو مہ کا چارج لے لیا۔

ابن زیاد کے مظاہرۂ شقاوت کا آغاز

دوسرے دن ابن زیاد نے اعیان و عمائد اور عام لوگوں کو بلا کر جامع کوفہ میں ایک تقریر کی اور اس تقریر میں لوگوں کو یزید کی فوج کی آمد کی اطلاع دی اور ان کو بہت ڈرایا اور بہت دھمکایا۔ یہ تقریر مختلف تاریخوں اور مختلف انداز میں منقول ہے مگر جیسا کہ محل موقع کا تقاضا۔ ابن زیاد نے لوگوں کو خائف کرنے کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ ابن زیاد نے کہا کہ:

لوگو دیکھو کہ مسلم بن عقیل جو کہ ایک جاہل (معاذ اللہ) امرو ہے کسطرح اس لے است ہیں

Marfat.com

نفاق وشقاق انگیزی کی ہے یاد رکھو کہ مسلم جس شخص کے مکان میں ملیگا اُس کا مال اور خون مباح ہوگا (مطلب یہ کہ مسلم جس کے یہاں پناہ گزین ہونگے اُس کا مال واسباب لوٹ لیا جائیگا اور اُس کو قتل کر دیا جائیگا) اور جو مسلم کو گرفتار کرکے لائیگا اُس کو انعام دونگا۔ اے لوگو اللہ سے ڈرو اور طاعت یزید سے منہ نہ موڑو اور اس کی بیعت کو نہ توڑو اور اپنے آپ کو مصیبت میں نہ ڈالو بعضوں نے یہ تقریر نقل کی ہے:۔ ایہا الناس! تم ایک ایسے شخص کے ہاتھ پر بیعت کرنی چاہتے ہو جس کے پاس نہ دولت ہے نہ حکومت نہ فوج ہے نہ ثروت۔ لیکن اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ یزید کی جرار فوج بہت جلد پہنچنے والی ہے اگر تم لوگ سرکشی سے باز نہ آئے تو تم کو آغوش اجل میں سلا دیا جائیگا۔ عورتیں قید اور بچے قتل کر دیے جائینگے اور تمہارا مال واسباب لوٹ لیا جائیگا اور مکان کھدوا کر پھینکدیے جائینگے

بزدل ونامرد کوفیوں پر اس تقریر کا جادو کا اثر ہو گیا۔ گویا اس تقریر کے الفاظ نہ تھے دوزخ کے انگارے تھے یا برق سوزندہ کے شرارے جو کوفیوں کے دلوں اور روحوں پر گرے اور خاکستر کر کے چلے گئے۔ ایسا معلوم ہوا کہ گویا یہ مٹی کے بنے ہوئے تھے اور ان کے اندر جان ہی نہ تھی۔ بس ایک ہی تقریر نے حواس باختہ کر دیئے۔ وہ تمام عہد وپیمان اور وہ سارا جوش وخروش جو بیعت امام عالی مقام کے لئے دکھلا رہے تھے اس طرح دلوں سے نکل گیا جس طرح فٹ بال میں سوراخ ہونے سے ہوا نکل جاتی ہے۔ اول تو اسی تقریر پر کوفیوں کے حوصلے پست ہو گئے تھے اس کے علاوہ ابن زیاد نے عمائد کوفہ کو بلا کر کسی کو معافی ضبط اور وظائف بند کرنے کی دھمکی دی۔ اور اس طرح لوگوں کو اپنے ساتھ ملایا اس ترکیب سے اور بھی کوفیوں پر بزدلی اور جبن کی موت طاری ہو گئی۔

اب ابن زیاد نے حضرت مسلم کی فکر کی مگر آپ اس کے ہاتھ نہیں لگے۔ ابتدا میں حضرت مسلم کے ہاتھ پر بارہ یا اٹھارہ یا ایک روایت کے مواقف تیس ہزار کوفی بیعت کر چکے تھے مگر ابن زیاد کی دھمکیوں سے ڈر کر سب کے سب منحرف ہو گئے اور جناب مسلم کو بیکسی کی حالت میں تنہا چھوڑ دیا۔ اس کیفیت اور اس بے وفائی کو دیکھ کر حضرت مسلم مختار ثقفی کے یہاں سے حضرت ہانی بن عروہ کے مکان پر چلے آئے کیونکہ ہانی ایک رئیس قبیلہ تھے اور اچھی جمعیت ان کے زیر اثر تھی۔ ابن زیاد ہانی پر ہاتھ نہیں ڈالنا چاہتا تھا۔ اگرچہ اس کو معلوم ہو گیا تھا کہ مسلم ہانی کے یہاں ہیں اور چونکہ مسلم کے خلاف کوئی بین اور صاف الزام بھی نہیں تھا اس لئے وہ فساد کے خوف سے حضرت مسلم کو یوں ہی قتل کرنا نہیں چاہتا تھا بلکہ خلیفہ وقت کے خلاف بغاوت کا پختہ الزام لگا کر اس بہانہ سے قتل کرنا چاہتا تھا۔

چنانچہ ملعون ابن زیاد نے ایک غلام کے ذریعہ سے یہ مکر کیا کہ وہ جناب حسین علیہ السلام کا

Marfat.com

قاصد بن کر حضرت مسلم تک پہنچے اور کچھ روپیہ دیکر امام حسین ؑ کی طرف سے یہ پیغام دیکر اس روپیہ کو جہاں ضرورت ہو خرچ کریں اور میں مکہ سے بصرہ ہوتے ہوئے کوفہ پہونچتا ہوں چنانچہ ابن زیاد کا غلام معقل ہانی کے گھر پہونچا اور اپنے کو امام حسین علیہ السلام کا قاصد ظاہر کیا اور ہانی نے اس کو حضرت مسلم سے ملا دیا۔

دوسری روایت یہ ہے کہ معقل اہل بصرہ کا قاصد بن کر گیا اور کہا کہ اہل بصرہ کے پاس جناب امام حسین ؑ کا دعوت نامہ آیا تھا چنانچہ اہل بصرہ نے مجھ کو حضرت مسلم کے پاس بھیجا ہے اور یہ نذر بھیجی ہے اور کہا ہے کہ ہم سب نصرت حق کے لئے تیار ہیں اور بہت جلد آپ کی امداد کو آنے والے ہیں اور اہل بصرہ کی طرف سے جناب امام حسین ؑ کے لئے مسلم کے ہاتھ پر بیعت کرنا۔

چنانچہ معقل ہانی کے گھر گیا اور انہوں نے بھولے پن سے اس کو حضرت مسلم سے ملوا دیا اور معقل نے روپیہ دیکر اہل بصرہ کا فرضی پیغام پہونچایا اور فرضی بیعت کر کے واپس آیا اور ابن زیاد کو سارا قصہ سنایا دوسرے دن ابن زیاد نے ہانی کو بلایا اور ہانی کے پہنچتے ہی سخت دسست کہا اور موت کی دھمکی دے کر کہا کہ کیا اے ہانی تجھے یاد نہیں کہ میرے ماں باپ نے کوفہ میں کسی ایسے شخص کو زندہ نہیں چھوڑا جو بنی فاطمہ ؑ کی محبت کا دم بھرتا تھا مگر تجھ کو چھوڑ دیا گیا تھا کیونکہ میرے والد کی تجھ پر نظر عنایت تھی کیا یہ اسی احسان کا بدلہ ہے کہ یزید سے بغاوت کر رہا ہے ابن زیاد کی اس گفتگو سے ظاہر ہے کہ ہانی بن عروہ سمجھ گئے ہوں گے کہ کیا مطلب ہے اس کے بعد ابن زیاد نے اپنے غلام کو جو ہانی کے یہاں جاکر حضرت مسلم سے مل آیا تھا سامنے کر دیا۔

بہرحال ہانی ابن عروہ کو ابن زیاد نے قید کر لیا ہانی کے اہل قبیلہ نے سنا کہ ابن زیاد نے ہانی کو گرفتار اور قید کر لیا ہے تو بہت بڑی جمعیت کے ساتھ جس میں چار یا پانچ قبیلوں کے آدمی تھے۔ دھاوا بول دیا اور قصر حکومت کا محاصرہ کر لیا حضرت مسلم بھی اس جماعت کے ساتھ شامل ہو گئے گویا ایک طرح پر یہی اس فوج کے سردار اور کمانڈر تھے چار ہزار آدمی قصر حکومت گھیرے ہوئے تھے ابن زیاد نے قصر کے دروازے بند کرا دیئے اور مکان کی چھتوں پر سے تیر برسوائے لیکن اس سے زیادہ جو چیز کارگر ہوئی وہ یہ تھی کہ اس وقت قصر حکومت کے اندر ابن زیاد کے معتمدین کے قریب شہر کے عمائد رؤسا میں سے تھے ان میں چند کو جن پر ابن زیاد کو پورا بھروسہ تھا ایک دوسرے چور دروازہ سے باہر نکلا تاکہ وہ مجمع کو ڈرا کر واپس لے جائیں اور جو باقی تھے ان کو حکم دیا کہ وہ چھت پر کھڑے ہو کر مجمع کو سمجھائیں اور تہدید و ترہیب دلا کر واپس کریں چنانچہ یہ حربہ کامیاب ہوا شہر کے عمائد و اعیان

Marfat.com

۔۔۔۔۔جب حکومت کے خوف سے ان کو خوفزدہ کریں تو اس کا اثر پڑنا ضروری تھا۔ ان لوگوں میں سے کثیر ابن شہاب نے بہت زور و شور سے تقریر شروع کی اور کہا۔

اے اہل کوفہ اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ اور جا کر اپنے اپنے گھروں میں بیٹھ رہو۔ بیکار مصیبت میں نہ پڑو اور اپنی جانوں سے دشمنی نہ کرو امیر المومنین یزید (لعنۃ اللہ علیہ) کی فوج سر پر آن پہنچی ہے اور امیر ابن زیاد نے قسم کھائی ہے کہ اگر تم اس وقت اپنے اپنے گھروں کو واپس نہیں جاؤ گے تو تمہارے وظیفے قطعًا بند کر دیئے جائینگے اور تمہیں بیگار میں پکڑ کر اہل شام کی جنگ جو فوجوں میں بھیج دیا جائیگا اور تم کو تمہاری سرکشی اور تمرد و عدوان کا چن چن کر مزہ چکھایا جائیگا بلکہ حاضر کو غائب کے عوض اور غائب کو حاضر کے بدلے میں سزا دی جائیگی۔ ۔ دوسرے عمائد نے بھی اسی قسم کی خوفزدہ کرنے والی تقریریں کیں جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سارے کا سارا مجمع اس طرح بھاگ گیا جیسے بندوق کے فیر سے درخت کے سارے پرندے اُڑ جایا کرتے ہیں۔ شام تک نہ مجمع تھا نہ وہ جوش خروش۔ نماز مغرب کے وقت آپ کے پیچھے چالیس آدمی تھے جب آپ نے نیت باندھی تھی مگر جب آپ نے سلام پھیرا تو ایک بھی نہ تھا۔

اس حالت سے کوفیوں کی بزدلی اور کمزوری کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ حالانکہ اس وقت ابن زیاد کے پاس کوئی فوج نہیں تھی۔ اگر یہ لوگ ہمت کرکے مقابلہ کرتے تو اسی وقت قضیہ کا خاتمہ ہو جاتا مگر وہاں صرف زبانی تیروں کی بارش سے سب کے سب بزدل کوفی بھاگ کھڑے ہوتے۔

اس کیفیت کو ملاحظہ فرما کر جناب مسلم سخت حیران و پریشان ہوئے اور اس وقت جو کوئی بھی ہوتا وہ حیران و سراسیمہ ہوتا۔ کہاں تو ہزاروں آدمی مرنے مارنے کا عہد کر رہے ہیں اور جاں فدا کرنے میں قسمیں کھا رہے ہیں اور کہاں یہ حالت کہ سب ہی ساتھ چھوڑ کر بھاگ گئے اور جس کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اس کو دشمن کے رحم پر تنہا چھوڑ کر چل دیئے۔

غریب پردیسی مسلم حیران و ششدر تھے کہ کیا کریں اور کدھر جائیں کہ فرشتۂ اجل نے ایک طوعہ بڑھیا نامی کے مکان کی طرف رہنمائی کی آپ نے اس سے ایک شب کے لئے قیام کرنے کی اجازت مانگی نیک دل بڑھیا نے مرحبا کہا اور بڑی عزت سے گھر میں لے گئی اور جب اس کو معلوم ہوا کہ آپ مسلم ہیں اور امام حسین علیہ السلام کے قاصد و ایلچی ہیں تو اس نے بڑی تعظیم و تکریم کی

جب ابن زیاد نے دیکھا کہ اس کا جادو کارگر ہو تو اس نے سمجھ لیا کہ اہل کوفہ کتنے پانی میں ہیں اس کو ان کی بزدلی اور کم ہمتی کا حال معلوم ہو گیا تھا اور اس نے اندازہ لگا لیا کہ ان میں میرا مقابلہ

کرنے کا دم نہیں ہے۔ چنانچہ اس نے بےخوف ہو کر قصر امارت کے دروازے کھلوائے اور اعلان کرا دیا کہ اس وقت جامع کوفہ میں لوگ جمع ہوں۔ جب مجمع ہو گیا تو ابن زیاد نے بےخوف ہو کر عام اعلان کر دیا کہ مسلم باغی ہے جو اس کو پناہ دیگا قتل کیا جائے گا اور کوتوال شہر کو حکم دیا کہ شہر کی ناکہ بندی کر دو تاکہ مسلم باہر نہ جا سکیں اور گھروں کی تلاشی لو اور مسلم کو گرفتار کرو۔

فوج ابن زیاد سے حضرت مسلم کا جہاد

طوعہ کے بیٹے کو حضرت مسلم کا حال معلوم ہو گیا تھا اس بدذات نے حرص و دولت وطمع زر کے دام میں پھنسکر علی الصباح جا کر ابن زیاد کو خبر دیدی کہ مسلم میری ماں کے یہاں ہیں ابن زیاد نے فوراً ستر سپاہیوں کا ایک دستہ حضرت مسلم کی گرفتاری کے لئے روانہ کیا۔ اس فوجی دستہ کا قائد وکمانڈر محمد بن اشعث تھا۔ یہ دستہ لیکر ابن اشعث نے طوعہ کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ حضرت مسلم اس وقت نماز صبح سے فارغ ہی ہوئے تھے اور ابھی تک مصلے ہی پر تشریف رکھتے تھے کہ یزیدی ذریادی ملاعنہ پہنچ گئے جس وقت آپ کو ان کی اطلاع ملی تو آپ نے دو رکعت نماز ادا کی پھر اسلحہ سے آراستہ ہو کر باہر تشریف لائے اور جنگ میں مصروف ہو گئے آپ نے ہاشمی شجاعت کے ایسے جوہر دکھلائے کہ موذیوں کے کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ ابن زیاد نے مزید کمک بھیجی اس کو بھی تہس نہس کر ڈالا جب تاب مقابلہ یہ مردود نہ لا سکے تو آس پاس کے مکانوں کی چھتوں پر چڑھ گئے اور وہاں سے تیر و پتھر برسانے لگے۔ اسی دوران میں ایک شقی نے ایسا پتھر مارا کہ پیشانی مبارک لہولہان ہو گئی اور سارا چہرہ خون سے تربتر ہو گیا ایک روایت کے مطابق محمد بن اشعث نے اسوقت کہا کہ ہم آپکو پناہ دیتے ہیں اور آپ ہمارے ساتھ ابن زیاد کے پاس چلے چلیے مگر جناب مسلم نے فرمایا کہ لعنت ہے تجھ پر اور تیری پناہ پر۔ اس کے بعد سنگ سہام کی اس قدر بارش شدید لعینوں نے کی کہ آپ سخت زخمی ہو گئے زخموں سے آپ کا جسم جب بالکل چور ہو گیا تو آپ بکیر ابن عمران کی دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ اس شقاوت کو دیکھ کر یہ لعین ازلی گھر سے نکلا اور دفعۃً حملہ آور ہو کر ایک تلوار ایسی ماری کہ آپ کا ہونٹ کٹ گیا اور نیچے کا لب مبارک دو پارہ ہو کر الٹ گیا۔ مگر نیستان ہاشمی کے اس زخمی شیر نے اسی حالت میں پلٹ کر ایک ہی وار میں اس لعین کو واصل بجہنم کر دیا اور پھر دیوار سے ٹیک لگا کر اسی طرح بیٹھ گئے اور پینے کے لئے پانی مانگا کیونکہ شدت تشنگی تھی مگر ظالموں نے پانی تک نہیں دیا بلکہ پانی کی جگہ حملہ کر دیا اور خون میں نہلا دیا آخر ایک شخص نے پانی لا کر دیا پانی منہ سے لگایا تو وہ خون سے بھر گیا اور چند دندان بھی اس پیالہ آب میں گر پڑے اپنے منہ ہٹا لیا کی

Marfat.com

اثنا میں کسی شقی وسفاک نے پیچھے سے نیزہ مارا جس سے آپ زمین پر گر گئے اور اشقیاء آپ پر ٹوٹ پڑے اور آپ کو قبضہ میں کر لیا اور ابن زیاد بدنہاد کے پاس لے گئے۔

ایک روایت میں یہ ہے کہ ابتداء ہی میں کچھ معمولی لڑائی کے محمد بن اشعث نے حضرت مسلم سے کہا تھا کہ خونریزی سے کیا فائدہ۔ آپ ابن زیاد کے اس چلے چلیے میں امن وامان دلادونگا اس پر آپ نے ہتیار پھینک دیئے اور ابن زیاد کے پاس چلے گئے

بہر حال جب حضرت مسلم ابن زیاد کے پاس پہنچے تو ابن زیاد بدنہاد نے کچھ نالائم گفتگو کی اور اس کی بیہودہ بکواس کا حضرت مسلم نے دنداں شکن جواب دیا۔ اس باہمی گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ ابن زیاد نے حضرت مسلم کو باغی تبلایا اور اجماع امت میں خلاف وشقاق پھیلانے کا ملزم گردانا اور گرفتاری پر طعنے دیئے اور حضرت علی وامام حسین علیہما السلام پر زبان طعن دراز کی اور حضرت مسلم کو فاسق کہا اور شرب خمر کی تہمت خبیث نے لگائی۔

ان سب باتوں کا جواب جناب مسلم ابن عقیل نے نہایت دندان شکن دیا جس کی تلخی مرتے دم تک اس حلق سے نہ گئی ہوگی۔ موت سامنے کھڑی تھی اور ملعون ابن زیاد بار بار موت کی دھمکی دیتا جاتا تھا مگر مسلم کی سیف زبان شعلہ برسا رہی تھی

اسی دوران میں کوفیوں کے اندر پھر کسی قدر جوش پیدا ہوا اور انھوں نے حضرت مسلم اور ہانی بن عروہ کو چھڑانے کے لئے پھر قصر حکومت پر حملہ کر دیا۔ ابن زیاد نے کہا کہ ہے کوئی جو مسلم کو اوپر چھت پر لیجا کر قتل کر دے۔ چنانچہ ابن بکیر جکے باپ نے گھر سے نکل کر آپکے تلوار ماری تھی جبکہ آپ اس کی دیوار کے سہارے بیٹھے ہوئے تھے اور آپ نے اس ملعون کو تلوار کے ایک ہی وار میں فی النار کر دیا تھا۔ آگے بڑھا

حضرت مسلم کی شہادت قصر حکومت میں

جب کوفیوں کی شورش سنی تو ابن زیاد نے حکم دیا کہ ہانی و مسلم کو لیجا کر قتل کر دو۔ شہادت سے قبل آپ ابن زیاد سے فرمایا کہ اگر تو مجھے قتل کر ڈالنا چاہتا ہی تو قریش میں سے کسی کو میرے پاس بھیج کہ میں اسے کچھ وصیت کروں۔ چنانچہ اس نے عمرو بن سعد کو بھیجا۔ آپنے کہا تم میری قرابت کو پہچانتے ہو میں جو کچھ وصیت کروں اس کو انجام دو۔ عمرو بن سعد نے کہا آپ سچ کہتے ہیں مجھپر فرض ہو گیا کہ میں آپ کی وصیت کو پورا کروں اگرچہ تم نے اپنی جان پر ظلم کیا اگر اے میرے چچا کے بیٹے جو کچھ کہنا ہی بیان کر دیں آپ کی وصیت کو پورا کرونگا۔ حضرت مسلم نے کہا کہ اس شہر میں مجھپر سات سو درہم قرض

ہیں اس نے میرا گھوڑا اور اسلحہ بیچ کر اس کو ادا کر دینا اور حضرت امام حسین کو خط بھیجکر مطلع کر دینا کہ وہ ہرگز ہرگز عراق کی طرف قدم رنجہ نہ فرمائیں جو حال میرا ہوا ہے وہی آپ کا ہو گا۔

اب حکم زیاد سے ابن بکیر جہنمی نے آپ کو پکڑا اور چھت پر لے جانے لگا راستہ بھر رسول و آل رسول پر درود و سلام بھیجتے ہوئے اس کے ساتھ چھت پر گئے زبان اقدس پر یہ کلمات تھے۔

رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَأَنتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ جب آپ چھت کے اوپر پہونچ گئے تو مکہ معظمہ کی جانب رُخ فرمایا اور آبدیدہ ہو کر فرمایا السلام علیک یا ابن رسول اللہ اور فرمایا کہ کاش ایک بار اس رُخ روشن اور اس روئے اقدس کی زیارت اور ہو جاتی بس یہی آرزو اور رہی جاتی ہے جو پوری نہیں ہو سکتی پھر بارگاہ صمدیت میں دعا کی اس وقت مسلم نے کیا دعا کی ہو گی اور جو کلمات زبان جناب مسلم سے نکلے ہوں گے وہ کیا ہونگے کون جان سکتا ہے مگر اس اشتیاق اور ولولہ فدائیت و جاں نثاری کو دیکھتے ہوئے جو جناب امام حسین علیہ السلام کے ساتھ آپ کو تھی آسانی سے کہا جا سکتا ہے کہ اگر دعا ہوگی تو لب پر یہی ہو گا کہ الہٰی سید کونین فرزند رسول ثقلین کو کوفیوں کی بے وفائی سے آگاہ فرمائے کہ ان پر یزیدیوں نے تیری بیعت سعادت کا طوق جو فلاح دارین کا ضامن و کفیل تھا اپنی گردن سے اتار کر پھینکدیا ہے اپنے قول و قرار اور عہد و پیماں سے پھر گئے ہیں اس لئے خدارا آپ اس طرف کا رُخ نہ فرمائیں ورنہ جو حشر حضور کے غلام مسلم بن عقیل کا ہوا ہے وہی آپ کا ہو گا۔

اس دعا کے بعد جناب مسلم نے شقی جلاد سے فرمایا کہ اب جو کچھ تجھے کرنا ہے وہ کر چنانچہ اس کندۂ دوزخ نے آپ کا سر اتار لیا اور چھت کے نیچے پھینک دیا۔

اور اس کے بعد جناب ہانی بن عروہ رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ یہی کیا گیا اور ان کا سر بھی کاٹ کر نیچے پھینکدیا گیا جو کوفی قصر امارت کے سامنے کھڑے شور و غوغا کر رہے تھے ان پر اس قدر خوف و ہراس طاری ہوا کہ سر پاؤں پر رکھ کر بھاگ گئے حالانکہ اگر سچا جوش ہوتا اور کچھ بھی صداقت ان بزدلوں میں ہوتی تو حضرت مسلم کا سر اقدس دیکھ کر ان کی آتش انتقام بھڑک اٹھتی مگر وہاں تو ان بیوفاؤں کے سینوں میں دل کی بجائے پتھر بھی نہیں بلکہ برف کی قاشیں تھیں جو اسوقت بھی پگھلیں جب مسلم و ہانی کے سر ان کے سامنے پھینکدیئے گئے اور ایک طرح پر ان کو چیلنج دیا گیا جو تم کر سکتے ہو کر لو۔

حضرت مسلم کی شہادت ۳ ذی الحجہ ۶۰ھ کو ہوئی گویا ایک روایت کے مطابق امام حسین اسی دن مکہ معظمہ سے جانب عراق روانہ ہوئے اور دوسری روایت کے مطابق شہادت مسلم کے چار روز بعد پانچویں دن روانہ ہوئے۔

Marfat.com

دیکھا تم نے کہ پردیسی مسلم کو شقی نے کس بے دردی سے تہہ تیغ کرایا ہے اور بزدل کوفیوں نے کیسی حیرت انگیز بے وفائی اور طوطہ چشمی دکھائی ہے

جس طرح حضرت ہانی حضرت مسلم اور امام حسین علیہما السلام کی ہوا خواہی اور نصرت فرمائی کے جرم میں شہید کئے گئے اسی طرح چند اور حضرات کو بھی ابن زیاد بدنہاد نے قتل کرایا مثلاً محمد بن کثیر اور ان کا بیٹا اور عبداللہ بن لقطعہ جو جناب امام حسین علیہ السلام کے آخری قاصد تھے جن کو دوسری منزل سفر عراق سے آپ نے حضرت مسلم کے پاس بھیجا تھا اور رشید ہجری و میثم تمار وغیرہ کو اس ظالم نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

حضرت مسلم کے خوردسال بچوں کی شہادت

اردو اور فارسی کی دوسرے درجہ کی کتابوں میں حضرت مسلم کے خوردسال صاحبزادوں کی شہادت کا حال نہایت دردناک لکھا ہوا ہے مگر عربی کی معتبر تاریخوں میں ان صاحبزادوں کی شہادت کا حال نظر سے نہیں گذرا مگر چونکہ اس واقعہ کی بجد شہرت ہے اور سیدنا امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے سلسلہ کا ایک ضروری واقعہ شمار کر لیا گیا ہے اس لئے ہم بھی اس کو قلمبند کرتے ہیں کیونکہ اس واقعہ کی نوعیت نہایت دردناک اور غم انگیز ہے۔

واضح ہو کہ ان بچوں کی شہادت کے متعلق بھی دو روایتیں ہیں ایک تو یہ کہ خود ابن زیاد نے ان بچوں کو قتل کرایا اور دوسری روایت ہے کہ اس نے صرف گرفتاری کا حکم دیا تھا اور دس ہزار درہم انعام مقرر کیا تھا چنانچہ انعام کے لالچ میں ایک شقی نے ان کو دریائے فرات کے کنارے ذبح کر ڈالا اور ان معصوم بچوں کے سر دربار ابن زیاد میں لایا کہ اس متاع گرانمایہ کے عوض مقررہ انعام حاصل کرے مگر ابن زیاد نے اس شقی سے کہا کہ میں نے تو گرفتاری کا حکم دیا تھا پھر تو نے قتل کیوں کر دیا۔ اگر یزید نے باز پرس کی تو میں کیا جواب دونگا چنانچہ اسی جرم میں حکم زیاد سے اس لعین دشقی کو جہنم واصل کر دیا گیا اس سے بہتر اس کے لئے کوئی دوسرا ٹھکانا نہیں تھا۔

معصوم بچے زندان ستم میں

جناب مسلم کی بیکسانہ شہادت کے بعد آپ کے دونوں خوردسال اور معصوم بچے محمد و ابراہیم قاضی شہر یح کے مکان پر پہونچا دیئے گئے ابن زیاد نے اعلان کر دیا کہ جو کوئی مسلم کے بچوں کو پناہ دے

Marfat.com

کا وہ جرم بغاوت میں ماخوذ ہوگا۔ بیچارے شریح حضرت ہانی بن عروہ اور محمد بن کثیر اور جناب مسلم کا حسرتناک انجام دیکھ چکے تھے اور زیاد کے فرزند کی شقاوت و بیرحمی سے آگاہ ہو چکے تھے۔ انھوں نے جب ابن زیاد کا اعلان سنا تو بچوں کو اپنے سامنے بلایا اور باپ کی شہادت کی اطلاع دی ان کو اور کہا کہ کل مدینہ کو ایک قافلہ جائیگا میں اس کے ساتھ کر دوں گا تم چلے جانا ورنہ یہ لعین ابن زیاد نہ تم کو چھوڑیگا نہ مجھ کو بخشے گا۔ چنانچہ قاضی شریح نے اپنے بیٹے کے ذریعے دونوں معصوم بچوں کو قافلہ کے ساتھ جانے کے لئے بھیجدیا ایک روایت تو یہ ہے کہ قافلہ کے ساتھ دونوں بچے شامل ہو گئے تھے مگر پھر قافلہ سے بچھڑ گئے اور ابن زیاد کے آدمیوں کے ہاتھ پڑھ گئے اور دوسری روایت یہ ہے کہ قاضی شریح کے بیٹے ان صاحبزادوں کو لیکر شہر سے باہر قافلہ کی طرف لے کر چلے مگر قافلہ چل دیا تھا۔ اور گرد و غبار سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ جا رہا ہے چنانچہ اسد نے بچوں سے کہا تم دوڑ کر اس قافلہ کے ساتھ شامل ہو جاؤ کہنا کہ ہم کو مدینہ پہنچادیں میرا ساتھ جانا مناسب نہیں ہے اور بچوں کو زاد راہ بھی دیدیا دونوں بچے قافلے میں شامل ہونے کے لئے دوڑے مگر چھوٹے بھائی کے پاؤں میں کانٹا چبھ گیا اس کے نکالنے کے لئے بیٹھے اتنے میں قافلہ نگاہوں سے اوجھل ہو گیا بڑا بھائی چھوٹے بھائی کے پاؤں سے کانٹا نکال رہا تھا اور دونوں بچے زبان حال سے کہہ رہے تھے ؎

منزل بسے دور و رہ پار خلیدہ خار ہا — واماندگاں راہ بیتے اے قافلہ سالار ہا

قافلہ عموماً شب کو چلتا ہے اب تم غور کرو ان بچوں کی بے کسی اور بے بسی کو دیکھو کہ باپ کی موت کی خبر سن چکے ہیں یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ کوفہ کی سرزمین ان کے خون کی پیاسی ہے۔ ابن زیاد ان کی گرفتاری کا بھی حکم دے چکا ہے۔ کوفہ میں کوئی پناہ دینے کے لئے بھی تیار نہیں ہے۔ یہی ایک صورت نکلی تھی کہ قافلہ کے ساتھ مدینہ پہنچ جائیں تو جان بچے اس حالت میں یہ آخری سہارا بھی جاتا رہا اب اس عالم بے کسی میں کہ کوئی یار ہے نہ کوئی غمگسار نہ معاون ہے نہ مددگار ان معصوم بچوں کی دل کی حالت کا اندازہ کرو کہ کیا بیت رہی ہوگی کس قدر حیران و سراسیمہ ہونگے۔ نازک دل کس طرح سینوں میں دھڑک رہے ہوں گے۔ اسی عالم میں ابن زیاد کے سپاہی آگئے اور پکڑ کر لے گئے اور ان ننھے اور معصوم بچوں کو جیلخانے کی تنگ و تاریک کوٹھڑی میں بند کر دیا۔ کہاں زندان ستم کی کوٹھڑی جو ظالم کی قبر کی طرح تاریک تھی کہاں سات سات آٹھ آٹھ برس کے نونہال جو ابھی تک ماں کی آغوش سے الگ نہ ہوئے ہونگے دل دھڑک رہا ہوگا کلیجہ نکلا پڑتا ہوگا۔ یہ کس جرم میں اور کس قصور کی پاداش میں سزا دی جا رہی ہے اور ابھی تو دل و دھڑکا لگا ہوگا کہ دیکھئے صبح کیا ہوتا ہے

Marfat.com

محافظ زندان ایک محب اہل بیت تھا۔ اس کو جب معلوم ہوا کہ یہ حضرت مسلم قاصد امام حسین کے صاحبزادے ہیں تو اس نے ترس کھا کر دونوں صاحبزادوں کو نکلجانے کا موقع دیا اور ان کو اپنی ایک انگوٹھی دیکر کہا سیدھے قادسیہ چلے جاؤ وہاں میرے بھائی کو یہ انگوٹھی دکھانا وہ تم کو مدینہ پہنچادیگا دونوں صاحبزادے زندان ظلم وجفا سے نکلے۔ محافظ کے لئے طالب دعا تھے اور کلیجہ سینے میں اچھل رہا تھا کہ اس اندھیری رات اور اس سنسان جنگل میں کہاں اور کدھر جائیں۔ ان معصوموں کو کیا معلوم کہ قادسیہ کس طرف ہے اور کیا جانیں کہ راستہ کس طرح قطع کرتے ہیں۔ یہ پہلا سفر ہوگا جو آغوش مادر سے چھوٹ کر عالم غربت میں کرنا پڑا ہوگا جنگلی جانوروں کی بھیانک آوازیں صحرائے عراق کی ہوا کے سناٹے ہو کا عالم اور دو ننھے مسافر لڑکھڑاتے ایک دوسرے کے گلے میں باہیں ڈالے چل رہے تھے پاؤں رکھتے کہیں تھے پڑتے کہیں تھے۔ ہوا کی سرسراہٹ اور پتوں کی کھڑکھڑاہٹ سے ہول سما تا کلیجہ منہ کو آتا ہواتا بھر چلتے رہے مگر تقدیر کا چکر ایسا تھا کہ جہاں تھے وہیں رہے یعنی قادسیہ کا کوئی پتہ نہ چلا صبح ہوئی اور آفتاب کی شہری شعاعوں نے معصوموں کے چہرے کی زیارت کی اور انجام پر نظر کی تو ان فانا فرط غم والم سے سینہ کباب ہوگیا اور جسم پھکنے لگا بچوں کو خطرہ ہو کہ وہ کے بھیڑیے دیکھ پائینگے تو کچا کھا جائینگے۔ اس خوف سے ایک کھوکھلے درخت کے اندر چھپ کر بیٹھ رہے کہ رات ہوگی تو پھر سفر کرنا شروع کر دینگے۔

دن بھر اسی طرح چھپے بیٹھے رہے۔ دل میں کیا کیا خیالات آتے ہونگے کبھی ماں کی گود یاد آتی ہوگی اور کبھی باپ کا سایہ اور دست شفقت یاد کرتے اور روتے ہونگے اور آہ جی بھر کر آواز سے رو بھی نہ سکتے ہونگے کہ کہیں کوئی انسان نما درندہ شکار نہ کرے، دن جوں توں کاٹا۔ شام ہوئی تو ایک نیک بخت کنیز چشمہ سے پانی بھرنے آئی اور اس کی نظر درخت کے کھو پڑی تو اس صحرائی درخت میں جیلی کی دو کلیاں دیکھ کر اس کو تعجب ہوا۔ اس نے حیران وپریشان اور خوفزدہ چہرے دیکھے تو تسلی وتشفی دیکر حال پوچھا۔ جب اس کو معلوم ہوا کہ گلشن مرتضوی کے پھول اور امام حسین کے ایلچی کے جو ابن زیاد کے حکم سے شہید کئے گئے ہیں فرزندان یتیم ہیں تو دونوں کو ہمراہ لیکر اپنی مالکہ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ یہ بھی عجیب حسن اتفاق تھا کہ یہ بی بی محب اہل بیت رسالت تھیں ان کو معلوم ہوا کہ یہ دونوں گلہائے ناشگفتہ گلشن مسلم بن عقیل کے ہیں تو اس کا دل باغ باغ ہوگیا۔ دونوں بچوں کو گلے سے لگا یا پیار کیا اور اپنی خوش قسمتی پر بے حد مسرور وشادکام ہو کر دونوں کو بڑی محبت اور بہت ہی تعظیم وتکریم سے اپنے پاس رکھ لیا اور اچھی طرح کھلا پلا کر کوٹھری میں سلا دیا۔

Marfat.com

پلنگ قضا اور معصوموں کے گلے

شب کو اس نیک بخت عورت کا بدبخت و بدذات شوہر گھر آیا۔ یہ نابکار انعام کے لالچ میں دن بھر بھوکے بھیڑیے کی طرح ان معصوم بچوں کے شکار کی تلاش میں پھرا تھا اور ناکام ہو کر واپس آیا تھا اور آتے ہی تکان کی وجہ سے نیند نے لعنت کی چادر بن کر اس کو ڈھانپ لیا تھا اور سو گیا تھا۔

یکایک بچوں نے ایک خواب دیکھا اور خواب میں اپنے والد محترم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ باغ فردوس میں تشریف فرما ہیں۔ رسول خدا فرماتے ہیں کہ مسلم اپنے بچوں کو تنہا چھوڑ آئے مسلم نے عرض کیا کہ حضور وہ بھی بہت جلد میرے پاس آجائیں گے۔ یہ خواب دیکھ کر آنکھ کھل گئی اور بچے ایک دوسرے سے لپٹ کر زار زار رونے لگے۔

رونے کی آواز سے نیک دل عورت کا بدبخت وشقی خاوند جس کا نام حارث تھا فتنۂ خوابیدہ کی طرح جاگ اٹھا اور پوچھا یہ کون روتا ہے؟ بیوی نے یہ سمجھ کر کہ میری ہی طرح یہ بھی محب آل رسول ہوگا یا اس خوف سے کہ کیونکر چھپایا جا سکتا ہے سارا حال بیان کر دیا۔

علیؑ کے نواسوں کے رخسار اور حارث لعین کے طمانچے

شقی حارث خزاں رسیدہ گلزار مسلم کے ان نونہالوں کو پا کر خوشی سے پھولا نہ سمایا کیونکہ وہ بدبخت دن بھر انہی کی تلاش میں پھرا تھا تاکہ دربار ابن زیاد سے مقررہ انعام حاصل کرے خوش ہو کر اٹھا اور کوٹھڑی میں گھس دونوں معصوموں کے بال پکڑ کر گھسیٹتا ہوا باہر لایا۔ بیوی نے ہاتھ جوڑے رو رو کر کہنے لگی ان معصوم جانوں کا کیا قصور ہے ان بےگناہوں پر کیوں ظلم کرتا ہے آخر ان کی کیا خطا ہے بللہ ان یتیم و غریب الوطن بچوں پر رحم کر دونوں بےگناہ اور معصوم بچے بلک بلک کر رونے لگے۔ تھر تھر کانپتے ہوئے ننھے ننھے ہاتھ جوڑ کر عورت سے کہا اس وقت تو ہمیں ہماری اماں ہو۔ ہمیں اس ظالم کے ہاتھ سے بچا دیہ ہمیں مار ڈالیگا۔ ظالم خدا ناترس حارث نے دونوں معصوموں کے منہ پر طمانچے مار مار کر لال کر دیے اور کپڑے چھین کر دونوں کی زلفیں باندھ کر کوٹھڑی میں بند کر دیا۔

درندے بدنام ہیں کہ وہ جانوروں کو پھاڑ ڈالتے ہیں، سب ان کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں کہ وہ خونخوار ہوتے ہیں ان میں رحم نہیں ہوتا اس لئے سب آپ سے ڈرتے ہیں مگر انسان وہ انسان

Marfat.com

جو اشرف المخلوقات ہے، جب کبھی درندگی اور بہیمیت پر آجاتا ہے تو خدا کی قسم درندوں سے بڑھ کر بے رحم اور خونخوار ہو جاتا ہے۔

ان یتیم و غریب الوطن معصوم بچوں کو دیکھو اور سفاک و بے رحم حارث کی درندگی و خونخواری کو ملاحظہ کرو ان کا کوئی قصور نہ تھا۔ اگر کسی کے نزدیک ہو بھی تو مسلم کا قصور تھا۔ ان بچوں نے کسی کا کچھ نہیں لیا تھا اور کسی کا کچھ نہیں کیا تھا یہ بے قصور بے گناہ تھے۔ اگر کوئی گناہ تھا تو صرف یہ کہ مسلم کے فرزند تھے مگر لعین و مردود ازلی حارث خونخوار اور درندہ تھا جو پیٹ کے دوزخ کو بھرنے کے لئے شیر خوار بھیڑ کے بچے کو چیر پھاڑ کر کھا جاتا ہے صبح ہوئی اور یہ صبح نہ تھی بلکہ شام غم تھی اور حارث نے کوٹھڑی کھولی اور دونوں معصوم بچوں کے پھر بال پکڑ کر گھسیٹتا ہوا باہر لایا اور مشکیں کس کر گھوڑے پر ڈال کر لے چلا اب روایت تو یہ ہے کہ حارث دونوں صاحبزادوں کو لیکر خوشی خوشی سید ھا دربار ابن زیاد میں پہنچا۔ ابن زیاد بد نہاد نے حارث کو انعام دیا اور دونوں معصوموں کو جلاد کے حوالہ کیا کہ جاؤ ان کو فرات کے کنارے لے جا کر قتل کردو۔ چنانچہ دونوں معصوم بے گناہ بچے شہید کر دیئے گئے۔

اور دوسری روایت کے مطابق سفاک حارث دونوں بچوں کو فرات کے کنارے لیگیا تاکہ وہاں ان کو قتل کر کے اپنے حرص و طمع کی پیاس بجھائے۔ چنانچہ دونوں معصوموں کو کشاں کشاں فرات کے کنارے لے گیا۔ خاندان رسول کی عاشقہ اہل بیت کرام کے نام پر فدا ہو جانیوالی حارث کی بیوی نے اپنے بیٹے اور غلام کو سفاک و شقی حارث کے پیچھے دوڑایا کہ معصوموں کی جان جا کر بچاؤ حارث نے غلام کو حکم دیا کہ مسلم کے بیٹوں علی کے نواسوں اور عقیل کے پوتوں کو قتل کرے مگر غلام کا دل حب آل رسول سے معمور و منور تھا۔ اس نے اس ظالمانہ حکم کی تعمیل سے صاف انکار کر دیا اور معصوم و یتیم بچوں کو اس بدکار انسان نما بھیڑیے کے دندان آز سے بچانے کی کوشش کرنے لگا روسیاہ حارث نے بچوں سے پہلے نیک بخت و سعید الفطرت غلام ہی کو تلوار کے ایک ہی وار سے شہید کر دیا پھر ملعون حارث نے بیٹے کو حکم دیا کہ وہ ان معصوموں کے پاک خون سے اپنے ہاتھ رنگے۔ مگر سفاک باپ کے سعید و رحمدل بیٹے نے بھی انکار کر دیا۔ ملعون حارث پر شقاوت و سفا کی لعنت سوار تھی۔ وہ خود ہی خونخوار درندے کی طرح بڑھا کہ بچوں کی گردن اتارے کہ بیٹے نے پیچھے سے ظالم باپ کی کمر تھام اور دوزخ میں گرنے اور جہنم کا ایندھن بننے سے روکنے کی کوشش کی۔

ابھی باپ بیٹوں میں یا یوں کہو کہ سعادت و شقاوت دست و گریبان ہی تھے کہ ملعون حارث کی محبّ اہل بیت بیوی گرتی پڑتی پہنچ گئی اور حارث کے قدموں پر گر کر رحم کی التجا کی اور کہا کہ بیگناہوں

Marfat.com

کو قتل کر کے جہنم نہ خریدیں۔ مگر اس شقی نے اسی پر ایک تلوار کا وار کر دیا اور وہ خاک و خون میں تڑپنے لگی بیٹے نے موقع دیکھ کر چاہا کہ بچوں کو گود میں اور چھاتی سے چمٹا کر قصاب کے منہ سے نکال لیجائے۔ مگر بھلا حارث جو فرط غیظ و غضب میں جہنم کا شعلہ بنا ہوا تھا وہ کب باز رہ سکتا تھا اس ناپاک و سنگدل باپ نے بیٹے کو بھی جرم عشق خاندان رسول میں شہید کر ڈالا۔

آج سے پہلے آسمان اور اس کی آبادی نے ایسا مظاہرۂ شقاوت کبھی نہ دیکھا ہوگا۔ زمین اور اس کے بسنے والوں کی نظر سے بھی ایسا دردناک منظر کبھی نہ گذرا ہوگا پھر بھلا فرزندان مسلم جنھوں نے کبھی اس سے پہلے گھر سے باہر قدم بھی باہر نہیں نکالا تھا وہ ننھے بچے اس قیامت خیز منظر کو دیکھ کر کیا کہتے ہوں گے اور ان دونوں معصوموں کے دل و جان پر کیا بیت رہی ہوگی۔ ان کو معلوم ہو گیا کہ دو نوجوان لاشے جو خاک و خون میں تڑپ رہے ہیں وہ اسی لئے قتل کئے گئے ہیں کہ اس ستمگر کے ہاتھ سے ہم کو بچانا چاہتے تھے۔ ان کا جرم اگر تھا تو صرف اس قدر کہ ہمیں قتل سے بچائیں۔ نیک بخت عورت بھی زخموں سے چور زمین پر پڑی لوٹ رہی تھی۔ اس کو بھی اس جرم میں مجروح کیا گیا تھا۔ جب یہ سوچتے ہوں گے کہ جب اس سنگ دل اور شقاوت کے پتلے نے غلام اور بیٹے کو نہ چھوڑا اور بیوی کو بھی زخمی کر دیا تو ہمیں کیا چھوڑے گا۔ اس وقت ان ننھے ننھے بچوں کے نازک دلوں پر کیا گزرتی ہوگی۔ کیا یہ بعید ہے کہ عرش اعظم کے کنگرے ہل گئے ہوں اور مقربان بارگاہ صمدیت میں کہرام مچ گیا ہو۔

ملعون حارث غلام اور بیٹے کو قتل کر کے اور بیوی کو خاک و خون میں تڑپتا چھوڑ کر بچوں کی طرف بڑھا۔ بچے جو پہلے ہی سہمے ڈرے اور ایک دوسرے سے چمٹے ہوئے تھے شقی کو شمشیر بکف آتا دیکھ کر رونے لگے مسلم کے بچے شاخ گل کی مانند تھر تھر کانپ رہے تھے ہاتھ جوڑ کر کہا کہ بندہ ہم پردیسیوں پر رحم کر، یتیموں پر ترس کھا ہم نے تو کسی کا کچھ نہیں بگاڑا۔ پھر ہم کو کیوں مارتا ہے۔ اماں جان سنیں گی تو روئیں گی۔ ماموں جان جناب امام حسینؑ اور عباسؑ کو معلوم ہوگا تو سر دھنیں گے۔ ہمیں مار کر کیا لے گا ہمیں غلام بنا کر بیچ ڈال مگر قتل نہ کر۔ مگر اس سفاک کا دل کب پگھلنے والا تھا۔ اگر اس میں ایمان کی ایک رمق بھی ہوتی بلکہ اگر انسانیت کا کوئی شائبہ بھی ہوتا تو حارث کیا اگر جنگل کا درندہ بھی ہوتا تو اس کو بھی رحم آجاتا۔ بہرحال اس سفاک اور شقی ازلی کو بچوں کی آہ و زاری سنکر بھی رحم نہ آیا حالانکہ پتھر کے دل پسیج گئے ہونگے۔ مگر یہ پتھر سے زیادہ سخت تھا۔

آخر بچوں کا سر کاٹنے کے لئے بڑھا۔ بڑے بھائی نے کہا کہ پہلے مجھے قتل کر کہ میں اپنے چھوٹے بھائی کی لاش خاک و خون میں تڑپتی نہیں دیکھ سکتا۔ چھوٹے نے کہا کہ نہیں پہلے مجھے اباجان کے پاس پہنچا

Marfat.com

کہ میں بھائی جان کے بعد ایک لمحہ بھی زندہ رہنا نہیں چاہتا۔ بالآخر جہنمی حارث نے بڑے صاحبزادے کے تلوار ماری اور ایک ہی وار میں محمد بن مسلم کا سر خاک میں لوٹنے لگا۔ گویا ظالم نے ہری شاخ سے پھل توڑ کر زمین پر پھینک دیا۔ چھوٹے بھائی ابراہیم نے ایک آہ سرد کھینچی اور دوڑ کر بھائی کے سر کو اٹھا لیا، چھاتی سے لگا کر پیشانی و رخسار کو بوسہ دے رہا تھا اور آنکھوں سے خون کے آنسو بہا رہا تھا کہ اتنے میں ملعون حارث نے دوسرے وار میں ابراہیم کا سر بھی جدا کر دیا۔ دونوں لاشیں بے سر کے تڑپنے لگیں۔

اللہ اللہ کیا شقاوت تھی اور کیسی سنگدلی۔ کیا کبھی آسمان نے یہ رنگ دیکھا ہوگا۔ اور کیا زمین پر ایسا حسرتناک دردناک منظر اس سے پہلے کبھی گذرا ہوگا۔

اس سنسان جنگل میں کون ہے جو ان پاک اور معصوم روحوں پر اشک غم بہائے اور اس ریگزار فرات کے کنارے کون ہے جو ان حسرت نصیب بچوں کی بے کسانہ موت پر صف ماتم بچھائے آہ۔

مرتے ہیں تیر سب پہ نہ اس بیکسی کے ساتھ ماتم میں تیرے کوئی نہ رویا پکار کر

لیکن نہیں اگر ان کی موت پر رونے والا باپ نہیں، اگر ان کی شہادت پر پچھاڑے کھانے والی ماں کالے کوسوں دور ہے، اور اگر چچا اور ماموں کوئی بھی نہیں تو کیا ہوا۔ وہ دیکھو فرات کی موجیں ساحل سے اپنا سر پٹک رہی ہیں اور اس کی مچھلیاں غم نونہالان مسلم کی آگ میں موجوں کی سیخ پر کباب ہو رہی ہیں فرات کی چھاتی پھٹی جا رہی ہے اور اس کے ساحل نے اپنا گریبان پھاڑ ڈالا ہے۔ جنگل کے طائر درختوں پر بیٹھے ماتم میں مصروف ہیں۔ اور خونخوار درندے حارث کی شقاوت پر ایک دوسرے کا منہ تک رہے ہیں کہ دیکھو یہ تو ہم سے بھی زیادہ سنگ دل اور بے رحم ہے۔ تمام کوہ و دشت پر ہو کا عالم طاری ہے۔ ہر طرف سناٹا چھایا ہوا ہے۔ پرندوں نے چہچہانا چھوڑ دیا اور گھونسلوں میں اپنے پروں اور بالوؤں کے نیچے اپنے بچوں کو سمیٹے دبکے بیٹھے ہیں کہ جب غریب الوطن مسلم کے یتیم بچے اس ناپاک و سفاک سے نہ بچے تو ہمارے بچوں پر کون رحم کریگا۔ چرند سکتے کے عالم میں ہیں اور معصوموں کی لاشوں کو کبھی دیکھتے ہیں اور کبھی اپنے بچوں کو اپنے پیٹ کے نیچے چھپاتے ہیں کہ حارث ان پر کیا ترس کھائے گا جبکہ اس کو اپنے اور مسلم کے بچوں پر ترس نہ آیا۔

کیا ہوا اگر فرات کے کنارے فرزندان مسلم کے لئے صف ماتم نہیں بچھی کیا آسمان پر بزم عزا منعقد نہیں ہوتی ہوگی۔ چشم تصور سے کام لو اور دیکھو تو حاملان عرش بھی غم فرزندان مسلم میں اشکبار اور ملائکہ مقربین بھی اس جانگزا ماتم میں بے قرار نظر آئیں گے۔ روضۂ مطہر میں روح اطہر محمد رسول اللہ مضطرب و بے قرار نہ ہوتی ہوگی۔ کیا علی و فاطمۂ اور عقیل و جعفر اور حسن علیہم السلام کے مدفن جنبش میں نہ آئے

Marfat.com

ہوں گے کیا آسمان زرد یا ہوگا اور زمین نہ تڑپی ہو گی پھر کیا اگر کوئی انسانی آنکھیں معصوم لاشوں پر رونے والی موجود نہیں اور وہاں موجود کیوں نہ تھیں حارث کی مومنہ بیوی تو دہی خاک غم میں پڑی خون کے آنسو بہا رہی تھی اور جو محبت اور جو عشق اس نیک بخت بیوی کو خاندان رسولؐ سے تھا اس کو دیکھتے ہوئے اُس کے آنسو ایک بڑی مجلس ماتم اور بزم عزا کے نوحہ وشیون سے کہیں زیادہ انمول اور قیمتی تھے۔

معصوموں کے سر دربار ابن زیاد میں

ایک غلام ایک حقیقی فرزند اور حضرت مسلم کے دو معصوم بچوں کو جام شہادت پلا چکنے کے بعد شقی حارث نے دونوں معصوم بچوں کے سر اٹھائے اور گھوڑے کے دانہ کھانے کے توبڑے میں ڈال کر بادہ وحشت وشقاوت میں مست جھومتا ہوا ابن زیاد کے دربار میں پہنچا اور کہا کہ یہ لیجئے اور لائیے میرا انعام ابن زیاد نے دریافت کیا کہ یہ ننھے ننھے سر کس کے ہیں؟ سفاک و بیرحم حارث نے کہا کہ یہ فرزندان مسلم کے سر ہیں جن کے لئے تو نے انعام مقرر کیا تھا۔ ابن زیاد نے کہا کہ میں نے ان کو قتل کرنے کا حکم کب دیا تھا میں نے گرفتاری کا حکم دیا تھا۔ ظالم اگر یزید نے مجھ سے باز پرس کی اور لکھا کہ مسلم کے بچوں کو میرے پاس بھیجدے تو میں کیا جواب دوں گا۔ میں نے ان کو لکھ دیا ہے کہ دونوں لڑکے جیل میں ہیں جو حکم ہو تعمیل کی جائے۔

از مکافات عمل غافل مشو

ملعون حارث کا انجام

جس وقت شقی و بدبخت حارث بچوں کو قتل کر رہا ہوگا۔ اس کو ایک لمحہ کے لئے بھی یہ خیال نہ آیا ہو گا کہ چند گھنٹوں ہی کے بعد اسی ساحل فرات اور اسی خاک کے کنارے مکافات عمل کا فرشتہ اس کے جسد ناپاک سے اس کی ملعون و نجس روح کو اسی طرح تلوار کے ایک ہی وار سے جدا کرے گا جس اس وقت وہ چار انسانی زندگیوں کا خاتمہ کر چکا ہے۔ اس وقت تو موت طمع زر کی شکل میں اس کے سر پر سوار تھی اور حرص و دولت کا فرشتہ اجل بنکر اس کو نچا رہا تھا

ابن زیاد نے ایک شخص مقاتل نامی کو حکم دیا کہ اس ناہنجار جہنمی کو وہیں فرات کے کنارے لیجا کر جہاں ان معصوموں کے سر اس شقی نے قلم کئے ہیں اور اسی تلوار سے جس سے اس نے ان کو

Marfat.com

قتل کیا ہے اس کو قتل کر ڈال۔

مقاتل محب اہل بیت رسول اللہ صلی علیہ وسلم تھا وہ یہ سن کر خوش ہوا اور اس کا دل ٹھنڈا ہوا خوشی خوشی حارث ملعون کی مشکیں باندھیں اور کوفہ کے بازاروں میں اس خبیث کو تشہیر کرتے ہوئے ساحل فرات پر لے گیا۔ وہاں جا کر اس نے دیکھا کہ دو لاشیں اور پڑی ہیں اور ایک عورت جاں بلب سسک رہی ہے۔ مقاتل نے عورت سے حال دریافت کیا اس نے سارا ماجرا بتلایا۔

اس کے بعد مقاتل نے اس ملعون و مردود حارث کو سخت عذاب دیکر واصل جہنم کر دیا اور لاش کو دریا میں بہا دیا۔ مگر ایسی ناپاک اور جہنمی لاش کو دریا کے جانوروں نے بھی نہ چھوا ہو گا اور حضرت مسلم کے صاحبزادوں کو وہیں ساحل فرات پر بصد اعزاز و احترام دفن کر دیا۔

اے حارث لعین جا اور ابد الآباد تک جہنم میں جل اے ناپاک روح دفع ہو کہ تیرے لئے سوائے دوزخ کے اور کوئی ٹھکانا نہیں ہے۔ تجھ پر خدا کی۔ اس کے فرشتوں کی اور تمام مخلوق کی لعنت ہو کہ تو اسی سزاوار ہے۔

دوش محمد کا سوار منزل شہادت کی طرف

اب ہم پھر جناب امام عالی مقام کی حضوری میں حاضر ہوتے ہیں تاکہ اس سفر شہادت کے حالات کو قلم بند کریں جو راہ حق و صداقت میں آپ نے اختیار فرمایا تھا اور جس کی آخری منزل شہادت گاہ کرب و بلا ہے۔ جناب امام حسین علیہ السلام نے مکہ معظمہ سے نکل کر مقام تنعیم میں قیام فرمایا۔ یہاں بعض لوگوں نے حضرت امام رضا کو سفر کوفہ سے باز رہنے کا مشورہ دیا مگر آپ نے وہی جواب دیا کہ خدا تم کو تمہاری نیک نیتی کے مشورہ کی جزائے خیر دے۔ لیکن مجھکو جو کچھ حکم الٰہی ہو چکا ہے وہی ہو گا۔

دوسری منزل ذات العرق تھی جہاں امام فروکش ہوئے۔ اسی مقام پر عرب کے مشہور شاعر فرزدق نے شرف حضوری حاصل کیا اور کوفہ کے حالات دریافت کرنے پر اس نے عرض کیا کہ کوفیوں کے دل آپ کے ساتھ اور تلواریں آپ کے خلاف ہیں لڑائی کے وقت ان کی تلواریں آپ کے مقابل ہونگی۔ پھر جو مشیت ایزدی ہوگی وہ ہو گا۔ حضرت امام نے فرمایا کہ تم نے سچ کہا۔

تیسری منزل ثعلبیہ قرار پائی۔ اس منزل پر متعدد لوگ حاضر خدمت ہوئے اور بعض نے وجہ سفر دریافت کی۔ بعض نے کوفہ جانے سے روکا بعض نے دعوت دی کہ ہمارے یہاں تشریف لے چلئے ہم اپنے پورے قبیلے سمیت آپ کی پوری نصرت و اعانت کریں گے جناب امام نے کو مناسب جواب دیا

اور فرمایا کہ مجھ میں اور اہل کوفہ میں وعدہ ہو چکا ہے۔ میں اس کو مکروہ سمجھتا ہوں کہ وعدہ کی خلاف ورزی کروں نیز مکہ سے نکلنے کی وجہ یہ بیان کی کہ بنوامیہ نے کس طرح آپ کو ستایا کہ نہ آپ مدینہ ہی میں ٹھیر سکے اور نہ مکہ میں۔ اسی مقام سے آپ نے حضرت مسلم کے پاس عبداللہ بن جعفر کو نامہ گرامی دیکر روانہ کیا تھا جو ابن زیاد کے آدمیوں کے ہاتھ پڑ گئے تھے اور ابن زیاد نے ان کو قتل کرا دیا تھا ہم اوپر اس واقعہ کو مختصراً لکھ چکے ہیں۔ اسی منزل سے جناب امام کو ایسے علائم و آثار نظر آنے لگے جس سے آپ کو محسوس ہونے لگا کہ راستہ پر خطر اور مخدوش ہے کیونکہ ابن زیاد نے قتل مسلم سے فارغ ہو کر فوری طور پر تمام راستوں کا بندوبست کر دیا تھا اور ناکہ بندی شروع کر دی تھی چنانچہ ثعلبیہ سے آگے بڑھتے ہی حضرت امام حسینؑ کو لوگوں سے اس امر کا علم ہو گیا کہ راستوں کی پوری حفاظت ہو رہی ہے۔ اور راستے مسدود کر دیئے گئے ہیں۔

ابن زیاد نے حصین بن نمیر کو کئی ہزار سوار دیکر یہ حکم دیدیا تھا کہ تمام راستے مسدود کر دیئے جائیں صرف ایک راستہ جس پر امام حسینؑ سفر فرما رہے تھے کھلا ہوا تھا اور سب راستوں پر پہرہ چوکی بٹھادی تھی مطلب یہ تھا کہ کوئی شخص جناب امام کے ساتھ شامل نہ ہونے پائے۔ اور حضرت امام عالی مقام کسی دوسری سمت نہ جاسکیں۔

ثعلبیہ کے بعد آپ نے واقعیہ میں قیام فرمایا۔ چوتھی منزل تھی۔ اسی مقام پر حضرت مسلم اور ان کے بچوں کی شہادت کی اطلاع آپ کے بعض ہم سفروں کو ملی مگر آپ کو چھٹی منزل زبالہ میں پتہ چلا۔ منزل واقعیہ کا سب سے اہم واقعہ یہ ہے کہ زہیر بن قیس آپ کے رفقا میں شامل ہو گئے اور دشت کربلا میں شہادت کا جام نوش فرمایا۔ زہیر بن قیس ایران کے رفقا کے لشکر امام عالی مقام میں شامل ہونے کے واقعہ کو اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ:۔

زہیر ابن قیس کوفہ کے مشہور و ممتاز لوگوں میں سے تھے اور قوم فزارہ اور قبیلہ بجیلہ کے رئیس تھے اور مکۂ معظمہ ہی سے جناب امام حسین علیہ السلام کے ہم سفر تھے اور اسی راستے پر سفر کر رہے تھے جس پر امام عالی مقام رواں تھے مگر بنوامیہ کے ظلم و ستم کے خوف سے علیحدہ رہتے تھے اور اپنے خیمہ و خرگاہ علیحدہ استادہ کرتے تھے۔ واقعیہ میں صبح کے وقت جناب زہیر بن قیس اپنے ساتھیوں کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھے تھے کہ امام عالی مقام کا قاصد آیا کہ جناب امام حسین علیہ السلام آپ کو یاد فرماتے ہیں اور ایک روایت ہے کہ قاصد نے طلبی کا خط دیا جسکو پڑھ کر انھوں نے اپنے ساتھیوں کو سنایا چونکہ بنوامیہ کی ستمگریوں اور سفاکیوں سے خائف تھے اس لئے امام عالی مقام

Marfat.com

کا پیغام سنکر سب کو ایک تشویش سی پیدا ہو گئی اور سب کے سب ایک سوچ میں پڑ گئے خود جناب زہیر بن قیس پر بھی سکوت طاری ہو گیا اور وہ بھی اپنے ساتھیوں کی حالت دیکھ کر کچھ دیر کیلئے خاموش ہو گئے۔ عین اسی حالت سکوت و خاموشی اور کیفیت مذبذب و تشویش میں زہیر بن قیس کی بیوی دلیم بنت عمر آگئیں اور جب ان کو معلوم ہوا کہ جناب امام حسینؑ کا قاصد آیا ہے اور آپ کے پیغام دعوت سے یہ تشویش لوگوں میں پیدا ہوئی ہے تو بیباکانہ طور پر انہوں نے شوہر کو مخاطب کر کے کہا۔

"کس قدر تعجب کی بات ہے کہ ابن رسول اللہ تمہارے پاس اپنا قاصد بھیجیں اور تم کو طلب کریں اور بلائیں اور تم اعراض کرو اور ان کی دعوت کو قبول نہ کرو۔"

زہیر بن قیس چونک سے پڑے جیسے کوئی خواب سے یکایک جاگ اٹھے۔ اسی وقت اٹھکر خدمت اقدس امام عالی مقام میں حاضر ہوئے اور شرف حضوری سے معزز و مفتخر ہو کر واپس آئے۔ واپسی پر خوش اور مسرور و شاد کام تھے۔ آتے ہی اپنے آدمیوں سے کہا کہ ہمارے خیمے ڈیرے ہائیں امام حسین علیہ السلام کے پاس لیچلو۔ اب ہم امام زمن ہی کے ہمرکاب رہیں گے چنانچہ حکم کی تعمیل کی گئی۔

زہیر بن قیس کو یقین سا تھا کہ امام عالی مقام کی معیت و ہمرکابی کا نتیجہ قتل ہی ہو گا۔ پھر بھی انہوں نے حق و صداقت کی نصرت و اعانت کو اپنا فرض سمجھا اور حضرت امام کی دعوت کو لبیک کہا۔ یہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت زہیر بن قیس نے امام عالی مقام کی خدمت سے واپس آکر سب سے پہلا کام یہ کیا کہ بیوی کو طلاق دیدی اور اس کی وجہ یہ بتلائی کہ میں اس کو گوارا نہیں کرتا کہ تم میرے بعد قید اور غارت گری کی مصیبت میں پڑو۔ لیکن نیک و پارسا اور محب اہل بیت زوجہ زہیر بن قیس نے اپنے میکے اور اپنے قبیلہ میں جانا پسند نہیں کیا۔ طلاق سنکر یہ مومنہ صالحہ رو پڑی اور کہا کہ حق تعالے تم کو بھلائی عطا فرمائے۔ میری درخواست تم سے فقط یہ ہے کہ جب تم امام حسین کے جد امجد محمد رسول اللہ سے قیامت کے دن ملو تو میری شفاعت کے لئے سفارش ضرور کرنا۔ اس مومنہ کو بھی یقین تھا کہ امام دو جہان کی ہمرکابی منزل شہادت ہی پر جا کر ختم ہوگی

اس مومنہ نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تم تو امام عالی مقام کی نصرت و اعانت کی سعادت حاصل کرو اور میں یونہی رہوں میں بھی چلونگی اور محمد رسول اللہ کی بیٹیوں کی خدمت کروں گی مطلب یہ تھا کہ خواتین مخدرات اہل بیت کی خدمت کا شرف حاصل کروں گی چنانچہ زہیر بن قیس اس مومنہ کو بھی خدمت امام میں لے گئے۔

اس کے بعد اپنے تمام ساتھیوں کے پاس زہیر بن قیس گئے اور سب سے کہا کہ تم سب لوگوں کو اجازت اور رخصت ہے جس کا جی چاہے میرے ساتھ رہے اور جس کا دل چاہے نہ رہے اور چلا جائے اور یہ کہہ کر سب کو وداع

Marfat.com

کیا اور خدمت امام میں حاضر ہو گئے اور بالآخر میدان شہادت کربلا میں شہید ہو گئے۔

حضرت مُسلم کی شہادت کی اطلاع

پانچویں منزل خزیمیہ میں بعض کے نزدیک قضیہ میں جناب مسلم اوران کے صاحبزادوں کی شہادت کی اطلاع پہنچی اور بعض کے نزدیک اس پانچویں منزل میں اطلاع آئی مگر جناب امام حسین علیہ السلام کو چھٹی منزل میں خبر معلوم ہوئی۔

ناظرین کتاب کو یاد ہو گا کہ شہادت سے قبل کوفہ کے قصر حکومت میں جناب مسلم نے عمر سعد سے وصیت کی تھی کہ وہ ان کی شہادت کی اطلاع امام حسین علیہ السلام کو کر دے اور آپکو کوفہ کیطرف آنے سے روکدے چنانچہ عمرو بن سعد نے قبیلہ بنی اسد میں سے ایک شخص بکر نامی کو مکہ میں مسلم کی وصیت امام عالیمقام تک پہنچانے کیلئے بھیجا۔ یہ شخص سوار تھا اور تیز رفتاری کے ساتھ جارہا تھا کہ جناب امام حسین علیہ السلام کی نگاہ اس پر پڑ گئی آپ مسلم اور کوفہ اور اہل کوفہ کے حالات معلوم فرمانے کے لئے بے چین تھے خدام درگاہ کی طرف دیکھا کہ کون اس سوار سے جا کر حال دریافت کر کے مجھکو بتلاتا ہے۔ دو جاں نثار عبد اللہ ابن سلیمان اور منذر بن اسمٰعیل جو بنی اسد کے قبیلے کے تھے اور مکہ ہی سے شرف ہمرکابی حاصل کر چکے تھے اٹھے اور صبا رفتار ناقوں کو دوڑا کر سوار کے پاس آئے اور پوچھا کہ کوفہ کا کیا حال ہے؟ سوار نے کہا کہ پہلے تم یہ بتلاؤ کہ تم کس قبیلہ کے ہو تو پھر جو کچھ جانتا ہوں بتلاؤں گا۔ ان دونوں نے کہا کہ ہم بنی اسد کے قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس نے کہا کہ الحمدللہ میں بھی اسی قبیلہ کا ہوں پھر اس نے کہا کہ تم کوفہ کا کیا حال پوچھتے ہو وہاں غدر و بیوفائی اور شقاوت و فساد کا بازار گرم ہے حضرت مسلم اوران کے معصوم بچے قتل کئے جا چکے ہیں ہر طرف فوجی چوکی پہرہ لگا ہوا ہے۔ آمد و رفت کی راہیں مسدود ہیں اگر تم جناب امام حسینؑ سے نیاز حاصل کرنا تو ان سے یہ حال بتا دینا۔

دریافت حال کے لئے جو دونوں جاں نثاران امام گئے تھے وہ اس خبر سے دھک سے رہ گئے اور اس قدر غم و الم طاری ہوا کہ جناب امام سے حال ہی بیان نہ کیا۔

جب چھٹی منزل زبالہ آئی تو وہاں شہادت مسلم اور قتل فرزندان مسلم و عبداللہ ابن بقطر وغیرہ سے جناب امام کو اطلاع دیگئی ظاہر ہے کہ اس حادثۂ جانکاہ کی خبر سے آپ کو کس قدر صدمہ اور کس درجہ دلی تکلیف پہنچی ہو گی۔

عبداللہ بن سلیمان اور منذر بن اسمٰعیل نے جنھوں نے حضرت مسلم کی خبر شہادت سنی تھی

Marfat.com

حضور میں عرض کیا کہ ان حالات میں آگے بڑھنا اور سفر کو جاری رکھنا کسی طرح مناسب نہیں ہے اور انسب یہی ہے کہ حضور لوٹ چلیں جناب امام عالی مقام نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ لیکن حضرت مسلم کے بھائیوں کی طرف دیکھا کہ ان کی کیا رائے ہے۔ فرزندان عقیل نے کہا کہ ہم ہرگز اس وقت تک واپس نہ ہونگے جب تک اپنے بھائی مسلم کا انتقام نہ لے لیں یا اپنے بھائی کی طرح شہید نہ ہو جائیں گے جناب امام عالی مقام نے یہ سن کر فرمایا لاخیر فی العیش بعد ھٰؤلاء ایسے جان نثار عزیزوں اور ساتھیوں کے بعد زندگی فضول اور بے مزہ ہے۔ یعنی پھر زندگی میں کوئی لطف نہیں اور سفر کو جاری رکھنے کا عزم فرمالیا۔

مسلمؓ کی مینا آغوش امام میں

حضرت مسلمؓ اور ان کے بچوں کے اس بیکسی اور بیرحمی سے شہید کئے جانے سے جناب امام حسین علیہ السلام کو سخت صدمہ ہوا اور کیوں نہ ہوتا کہ ایسا جان نثار بھائی یوں اشقیا کے ہاتھوں شہید ہوا اور اس کے معصوم بچوں پر چھری پھیر دی جائے۔ سید الصابرین نے ہر چند ضبط کیا اور صبر فرمایا مگر آنکھوں نے صبر کرنے سے انکار کر دیا۔ اسی حالت میں جناب امام پاک اندر حرم سرائے میں تشریف لے گئے تو سامنے ہی حضرت مسلم کی بچی کھڑی تھی آپ نے اسکے سر پر دست شفقت پھیرا اور گود میں اٹھالیا اور بار بار اس یتیم بچی کو پیار کرنے لگے کبھی گلے لگاتے تھے کبھی چھاتی اور رخساروں کو بوسہ دیتے تھے اور کبھی زلف زلف کو سہلاتے تھے اس غیر معمولی التفات اور شفقت کو دیکھ کر حضرت مسلم کی مینا ناز کی پالی رقیہ نے عرض کیا ماموں جان آج آپ اسقدر مجھکو پیار کیوں کر رہے ہیں خیریت تو ہے۔ میرے ابا جان کی کچھ خبر ہے؟ اچھے ماموں جان سچ بتلائیے کوفہ سے کوئی قاصد آیا۔ دونوں بھیا محمد و ابراہیم کیسے ہیں؟ میرا تو ان کے بغیر جی نہیں لگتا آج نہ جانے کیوں ابا کی یاد آرہی ہے اور محمد و ابراہیم کی یاد ستا رہی ہے۔ مسلم کی بچی کی باتیں سنکر پتھر کا دل بھی ہوتا تو پگھل جاتا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام تو سراپا رحمت و رافت اور اس نانا کے نواسے تھے جو رحمۃ للعالمین تھا۔ بچی کی باتیں سنکر اور اس کی بھولی صورت دیکھ کر ضبط نہ کر سکے اور بے اختیار آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ رقیہ بنت مسلم امام علیہ السلام کی چھاتی سے چمٹ گئی اور سمجھ گئی کہ بابا جان اس دشتِ غربت میں شہید ہو گئے اور اس کو یتیم کر گئے گلے میں بانہیں ڈال کر منہ سے منہ ملا کر اور آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھا خدا کے لئے ماموں جان بتلائیے تو سہی کیا ہوا اور یہ آپ روکیوں رہے ہیں اور یتیموں کی طرح مجھکو پیار کیوں کر رہے ہیں۔ لیجئے میں اپنے آنچل سے آپ کے آنسو

Marfat.com

پوچھتی ہوں۔ بتلا دیجئے کہ کیا بات ہے؟ اب ضبط و تحمل ناممکن تھا۔ امام حسین علیہ السلام کو روتا دیکھ کر سب کو خبر ہو گئی پھر تو خیمہ ہائے اہلبیت میں قیامت کا کہرام مچ۔ زوجہ حضرت مسلم پر گویا مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا صرف یہی نہیں کہ جنگل میں سہاگ لٹا اور دشت غربت میں بیوگی کے سوگ اور رنڈاپے کے دکھ نے آگھیرا بلکہ قیامت پر قیامت یہ کہ ایک ساتھ دو بچوں کا داغ مفارقت بھی سہنا پڑا۔ خاوند اور بچوں کی شہادت کا حال سنکر کلیجہ تھام لیا ایک آہ کر کے زمین پر گر پڑی۔ علیؑ کی بیٹی اور حسنؑ و حسینؑ کی بہن تھیں صبر و تحمل ورثہ میں ملا تھا مگر فطرت کہیں مانتی ہے۔ صدمہ ہی اس قیامت کا تھا کہ!۔

صبر مشکل تھا ضبط تھا دشوار

زوجہ مسلم پچھاڑیں کھا رہی تھیں۔ ایک صدمہ ہو تو سہا جائے۔ حضرت مسلم جیسا خاوند اور محمد و ابراہیم سے فرزند دلبند اور پھر وہ اس بیکسی اور قیامت کی بیرحمی و بیدردی کے ساتھ غربت و مسافرت میں شہید کر دیئے جائیں جہاں نہ کوئی لاش کا دفنانے والا ہو نہ تجہیز و تکفین کرنے والا ہو کس طرح کوئی صبر کرے اور کیسے ضبط کرے مانا کہ سیدزادی تھیں صبر ان کا شیوہ اور رضا ان کا شعار تھا مگر پھر بھی تو وہ ہی انسانی دل تھا جو سکھ اور درد کو محسوس کرتا ہے۔ میر انیس مرحوم نے اس موقع کے لئے کیا خوب فرمایا ہے!۔

جس وقت یہ خیمے میں غضب کی خبر آئی ناموس محمد میں قیامت نظر آئی
خود سر سے کسی رانڈ کے چادر اتر آئی واں چھاتی پیٹنے کو کوئی ادھر آئی

کیا درد کی باتیں تھیں عزیزوں کی زباں پر
سر پیٹتے تھے دختر مسلم کے بیاں پر

وہ بین نبی زادیوں کے اور وہ ماتم مقتول کی بیوہ کو جو غش آتا تھا ہر دم
پردیس میں وہ نالہ مصیبت و دنیا غم ماتم میں رہے تین دن اس جا شہ عالم

رخصت نہ ملی نالہ و فریاد و فغاں سے
بھائی کا سوم کر کے روانہ ہوئے واں سے

اس منزل زبالہ پر حضرت مسلم کی شہادت کا حال معلوم کرنے کے بعد آپ نے تمام لوگوں کو جمع کیا جو مختلف اغراض سے ہمرکاب فلک جناب ہو گئے تھے اور ان کے سامنے خطبہ ارشاد کیا۔ فرمایا!۔

اے لوگو! ہم پر جو کچھ واقع ہوا اور جو کچھ گذرا تم نے دیکھ لیا۔ اب دنیا بدل گئی اور اس کی نیکیاں اور بھلائیاں سب ختم ہو گئیں بس صرف اسی قدر باقی ہیں جتنی برتن میں گر جانے کے بعد پانی باقی رہ جاتا ہے۔ آج نہ کوئی حق پر عمل پیرا ہوتا ہے اور نہ باطل سے بچتا ہے۔ اس حال میں مومن

Marfat.com

تابت موت کو سعادت جانتا ہے اور ستم شعاروں اور ظالموں کے ساتھ زندگی بسر کرنے کو نقصان عظیم و خسران مبین خیال کرنے لگتا ہے۔ پھر فرمایا۔ کوفہ والوں نے جنھوں نے ہماری بیعت کی تھی اور نصرت حق و حمایت دین کا عہد کیا تھا وہ سب منحرف ہو گئے اور حق سے منہ موڑ لیا ہے! اس لئے جس کا جی چاہے وہ چلا جائے اس کے لئے کوئی حرج اور مضائقہ نہیں اور نہ کوئی ذمہ داری اور مواخذہ ہے۔

غرض یہ کہ امام عالی مقام نے صاف صاف بتا دیا کہ میں منزلت شہادت کی طرف گامزن ہوں عیش و راحت اور نعمات دنیاوی کے لئے گام فرسا نہیں ہوں۔ اس راہ میں موت اور شہادت میری معیت و ہمرکابی ان کے دامنوں کو مال دنیا اور متاع مادی سے بھر دے گی۔ وہ اس خیال کو دل سے نکال دیں اور اپنا راستہ لیں۔ میری طرف سے ان پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ ان کو اجازت دیتا ہوں کہ وہ جانا چاہیں تو چلے جائیں۔

چنانچہ وہ تمام ہجوم منتشر ہو گیا اور صرف چند نفوس قدسیہ اہل بیت اور حامی امام عالیمقام رہ گئے جو جاں نثاران و فداکاران امام علیہ السلام تھے اور جن کے حصے میں وہ سعادت عظمٰی اور شہادت کبریٰ آئی جس پر لاکھوں بادشاہتیں اور کروڑ شہنشاہیاں قربان ہیں۔

ساتویں منزل قصر مقاتل

ابن زیاد کے فرستادہ لشکر کی ملاقات جناب امام سے

حُر اور امام عالی مقام کی گفتگو

قصر مقاتل میں ساتویں منزل ہوئی۔ یہی وہ مقام ہے جہاں ابن زیاد کی طرف سے عمرو بن سعد کا فرستادہ لشکر جو امام عالی مقام کا راستہ روکنے اور آپ کو ابن زیاد کے پاس لے جانے کے لئے آیا تھا نظر پڑا بعض مورخین کے نزدیک اس منزل کا نام منزل شراف بھی ہے۔ جب آپ اس منزل پر پہنچے تو جاں نثاران امام عالی مقام سمجھے کہ کوفہ آ گیا کیونکہ ان کے خیمے اور ڈیرے وغیرہ نظر آئے اور گھوڑے اور دیگر سواری کے جانور دکھائی دیئے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ حر بن یزید ریاحی مع اپنی فوج کے ڈیرے ڈالے پڑا ہوا ہے۔ اس فوج کو عمرو بن سعد نے ابن زیاد کے حکم سے یہاں اس غرض سے بھیجا تھا کہ جناب امام عالی مقام کی اچھی طرح نگرانی رکھے اور گھیر کر آپ کو کوفہ میں ابن زیاد کے پاس پہنچا دے۔

حر بن یزید ریاحی درحقیقت محب اہل بیت رہا تھا۔ مگر اس کی قسمت میں لکھا تھا کہ جناب امام

Marfat.com

حسین علیہ السلام کی شہادت کے ابتدائی مراتب اسی کے ہاتھ سے طے اور انجام پائیں۔ لیکن انجام کار سعادت و ہدایت سے ہمقرین ہوا۔ دوپہر سے کچھ قبل حُر اور اس کا لشکر جناب امام سے ملاقی ہوا۔ یہاں پانی نہ تھا اور حُر کا تمام لشکر پیاسا تھا۔

فرزند ساقی کوثر کا ایثار

جناب امام حسین علیہ السلام کو معلوم ہوا کہ حُر کا لشکر پیاسا ہے تو آپ نے حکم دیا کہ ہمارے پاس جس قدر مشکوں پکھالوں اور مشکیزوں میں پانی ہے ان کو پلا دو اور پیاسوں کو اچھی طرح سیراب کرو۔ آپ نے ایک منزل پہلے ہی حکم دے دیا تھا کہ آگے کی منزل سخت ہے اور پانی کا ایسا ہی قحط ہے جیسا کہ کوفیوں کے دلوں میں وفا اور رحم کا فقدان ہے۔ چنانچہ پانی کافی مقدار میں بھر لیا گیا تھا۔ اب آپ نے دیکھا کہ مقابل کا لشکر پیاسا ہے تو آپ نے ان کو سیراب کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ پانی لایا گیا مشکوں اور پکھالوں کے منہ کھول دیئے گئے اور نہ صرف انسانوں نے پانی پیا بلکہ گھوڑوں کو بھی اچھی طرح سیراب کیا گیا۔ واضح ہو کہ امام عالی مقام کو معلوم ہو چکا تھا کہ یہ فوج کس غرض سے آئی ہے اور اس کا کیا مقصد ہے۔ وہ دشمن کی فوج تھی اگرچہ اس کو لڑنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا مگر فوج اعدا کی یہ طلایہ گردی اس کے سپرد تھی اور اس کا یہ کام تھا کہ جناب امام علیہ السلام کو گھیر کر دشمن بدنہاد ابن زیاد کے قبضہ میں پہنچا دے ایسے دشمن اور اس کی فوج کے ساتھ کسی قسم کی عنایت اور رحم صرف وہی کر سکتا ہے جس کے اخلاق حسنہ تخلقوا باخلاق اللہ کے سانچے میں ڈھلے ہوں اور جس نے رحمت عالم دعا لمیان ساقی کوثر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آغوش رحمت و رافت میں پرورش پائی ہو۔

دشمن کی فوج امام دوجہان کی اقتداء میں

پانی پیتے پلاتے ظہر کا وقت آ گیا تو جناب امام عالی مقام نے حُر سے ارشاد فرمایا کہ نماز ظہر کا وقت آ گیا تم بھی اپنی جماعت کے ساتھ نماز پڑھو اور میں بھی اپنی جماعت کے ساتھ پڑھتا ہوں اور جناب حجاج بن مسروق کو اذان کے لئے فرمایا۔ اس عرصہ میں آپ اندر خیمہ میں تشریف لے گئے تھے وہاں سے کپڑے تبدیل کر کے باہر تشریف لائے۔ حُر اور اس کے لشکر نے علیحدہ جماعت نہیں کی بلکہ آپ ہی کی اقتداء میں نماز معہ اپنے لشکریوں کے ادا کی اور اس سے بہتر کسب سعادت کا اور کیا موقعہ مل سکتا تھا اور آپ کی اقتداء کو چھوڑ کر بھرا آسمان کے نیچے اور کس کی اقتداء کی جا سکتی تھی۔ یہی تو وہ امام دارین تھا جس کے

Marfat.com

پیچھے ایک وقت کی نماز ہزاروں لاکھوں برس تک ٹکریں مارتے رہنے سے کہیں بہتر و افضل تھی جناب امام علیہ السلام کے جاں نثار اور اہل بیت اور حر اور اسکے لشکری جمع ہوئے تو آپ نے نماز سے قبل سب کو مخاطب کر کے ایک خطبہ ارشاد فرمایا جو حسب ذیل ہے:۔

اما بعد اے لوگو، تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کرو اور اہل حق کا حق پہچانو ہم اہلبیت ہیں اور خلافت کے ہم ہی حقدار ہیں۔ ان مدعیوں کو حق نہیں ہے جو جور و جفا و عدوان سے حکمران بنے ہوئے ہیں۔ لیکن اگر تم ہمیں ناپسند کرتے ہو اور ہمارا حق بھول گئے ہو اور جو خطوط و وفود کے ذریعے تم نے ہم سے عہد و پیمان کئے تھے ان سے پھر گئے ہو تو خیر میں واپس چلا جاتا ہوں۔

اس موقع پر جناب امام پہنچے تو حر نے خطوط وغیرہ کے قصے سے اپنی لاعلمی ظاہر کی اس پر جناب امامت مآب نے عقبہ بن سمعون کو حکم دیا کہ وہ خطوط لے آئیں چنانچہ انھوں نے حکم کی تعمیل کی اور دو تھیلیاں خطوط سے بھری ہوئی اٹھا لائے اور لاکر حُر کے سامنے تھیلیاں پلٹ دیں حر نے کہا کہ ان خطوط کے لکھنے والے ہم نہیں ہیں۔ غالباً حر کا یہ مطلب ہو گا کہ میں نے خط نہیں لکھے اور نہ میرے علم و مشورہ سے لکھے ہیں۔ یا اس کو یہ معلوم نہ ہو گا کہ اس کے لشکر میں بھی ایسے لوگ ہیں جن کے خطوط اس انبار میں ہیں لیکن ایک روایت یہ ہے کہ خود حر کے لشکر میں بھی ایسے لوگ موجود تھے جنھوں نے امام علیہ السلام کی خدمت خط ارسال کئے تھے اور جب جناب امام نے خط پڑھ کر سنائے اور ان کے دستخط اور مہریں دکھائیں تو ان لوگوں نے شرم سے گردنیں جھکا لیں صحیح ہے کہ سارے کے سارے وہی لوگ نہ ہونگے جنھوں نے خطوط لکھے تھے لیکن ان میں سے بھی متعدد اشخاص موجود تھے اور اسی لئے جناب امام عالی مقام نے اپنے خطبہ میں خاص طور سے یہ فرمایا تھا کہ اگر اب تم اپنے خطوط اور وفود کے ذریعہ باندھے ہوئے عہد سے پھرتے ہو تو میں واپس چلا جاؤں۔

اصل یہ ہے کہ حر محب اہل بیت ہی نہ تھا بلکہ وہ ایک مضبوط کیرکٹر اور پختہ سیرت کا انسان تھا اس کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ آسکتی تھی کہ کوئی شخص عہد و پیمان کر کے اور خط و کتابت کر کے اور قاصد اور سفیر بھیجکر ساتھ دینے اور نصرت و امداد کا وعدہ کرنے کے بعد پھر اس کے مقابلہ پر آسکتا ہے اسلئے حُر نے قیاس کر لیا کہ اس جماعت میں جو میرے ساتھ ہے ان لوگوں میں سے کوئی نہ ہو گا جنھوں نے جناب امام کی خدمت میں خطوط لکھے تھے۔

بہرحال حر نے کہا کہ مجھے جو حکم ملا ہے میں اس پر عمل کرونگا۔ جب امام عالی مقام نے دریافت کیا کہ کیا حکم ہے؟ تو حر نے بتلایا کہ مجھے یہ حکم ہے کہ میں آپ کو کوفہ پہنچا دوں اس پر جناب امام کو طیش آگیا

Marfat.com

اور فرمایا کہ تمہاری موت اس مقصد کے قریب ہے۔ اس موقع اور محل کے جو واقعات بیان کئے گئے ان میں کئی اقوال ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ حر نے جناب امامؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ مکہ معظمہ واپس تشریف لیجائیے اور کوفیوں کے حالات سے مطلع کیا۔ ایک قول یہ ہے کہ جب جناب امام حسین آگے بڑھنے لگے تو حر نے مزاحمت کی۔ آخر یہ طے پایا کہ حر ابن زیاد کو خط لکھے اور جب تک جواب نہ آئے اس وقت تک مکہ اور کوفہ کے راستوں کے علاوہ کوئی تیسرا راستہ جناب امام علیہ السلام اختیار نہ فرمائیں اور اس پر امام عالی مقام نے عمل فرمایا اور سرزمین کربلا میں پہنچے۔ ایک قول یہ ہے کہ حر نے بار بار عرض کیا کہ آپ شب کو یہاں سے مکہ یا مدینہ تشریف لیجائیے میں کچھ دور تعاقب کر کے واپس آ جاؤں گا۔ لیکن کئی راتوں تک آپ نے متواتر سفر کیا مگر پھر پھر کر اسی مقام پر واپس آ جاتے تھے۔

ایک قول یہ ہے کہ حر کے نام ابن زیاد کا اس مضمون کا خط آیا کہ امام حسین کو تنگ پکڑو یعنی نظر بند کر لو اور میرے پاس ان کو لے آؤ۔ اور جب حر نے اس خیال کا اظہار فرمایا تو امام عالی مقام کو جلال آ گیا اور فرمایا کہ تیری ماں تجھ پر روئے یہ تو نے کیا ارادہ کیا۔ یہ بہت سخت جملہ تھا اور حر جیسے شخص کے لئے ناقابل برداشت تھا مگر چونکہ محب اہلبیت تھا اور حضرت فاطمہ زہرا بنت رسول اللہ کے مراتب عالیہ و فضائل و مناقب متعالیہ سے آگاہ تھا۔ اس نے نہایت ادب سے حضور امامؑ میں اس نے عرض کیا کہ:-

اگر آپ کے سوا اہل عرب میں سے کسی اور شخص نے اس طرح میری ماں کا ذکر کیا ہوتا تو میں بھی اسی طرح اس کی ماں کو یاد کرتا۔ مگر خدا کی قسم میں آپ کی ماں کو سوائے نیکی و بھلائی کے اور کسی طرح یاد نہیں کر سکتا۔ پھر جناب امامؑ نے فرمایا خدا کی قسم تیرا کہنا نہیں مانوں گا۔ حر نے بھی کہا خدا کی قسم میں آپ کو جانے نہیں دوں گا۔

اس کے بعد وہ بات طے پائی جو ہم اوپر لکھ آئے ہیں یعنی حر نے یہ صورت پیش کی کہ میں ابن زیاد کو واقعہ کی اطلاع دیتا ہوں جب تک اس کا جواب نہ آئے اس وقت تک نہ کوفہ کی طرف سفر کیجئے اور نہ مدینہ کی طرف بلکہ کوئی تیسرا راستہ اختیار کر لیجئے اور یہ صورت اس وقت تک قائم رہے گی جب تک ابن زیاد کا جواب نہ آ جائے چنانچہ امام عالی مقام نے اس تجویز کو منظور فرمایا۔

امام عالی مقامؑ نے سفر جاری رکھا اور حر برابر آپ کے ساتھ لگا رہا۔ گویا ایک طرح محاصرہ کئے ہوئے تھا۔ اس طرح جو منزلیں آپ نے طے کیں۔

ابن زیاد بدنہاد کا قاصد

آپ آگے آگے اور حر پیچھے پیچھے جا رہے تھے۔ یعنی حر اور اس کا لشکر آپ کی نگرانی کرتا ہوا آ رہا تھا

Marfat.com

اور آپ سفر فرما رہے تھے کہ بالکل ارض نینوا کے قریب جب جناب امام علیہ السلام پہنچے تو کوفہ کی طرف سے ایک سوار تیز رفتاری کے ساتھ آتا ہوا نظر آیا اور سیدھا حر کے پاس پہنچا بد بخت نے نہ تو امام عالی مقام کی طرف التفات کیا اور نہ ہی سلام عرض کرنے کی توفیق ملی آہ کیسا بدنصیب اور کس قدر کور بخت تھا یہ قاصد کہ جس ذات گرامی پر درود و سلام بھیجے بغیر مسلمان کی نماز مکمل نہیں اس کا جلوۂ پاک لمعہ رو بے زیبا اس کو نظر آتا ہے مگر عمداً اور قصداً روگردانی کرتا ہے اور سلام نہیں کرتا۔ اس سے زیادہ اس سیاہ بخت و شمیدہ قسمت کی بدبختی اور کیا ہو سکتی ہے۔ سچ ہے ؎

گلیم بخت کسے را کہ بافتند سیاہ   بآب زمزم و کوثر سفید نتواں کرد

بہرحال قاصد کے آنے کی وجہ سے دونوں جماعتیں ٹھہر گئیں تاکہ معلوم ہو کہ کیا حکم آیا ہے قاصد نے ابن زیاد بد نہاد کا خط حر کے حوالہ کیا جو کوفی لشکر کا افسر اعلیٰ تھا۔ حر نے بآواز بلند خط پڑھا۔ ہر دو جماعتوں نے اس خط کا ایک ایک لفظ سن لیا۔ خط کا مضمون حسب ذیل تھا۔

"میرا خط ملتے ہی حسین (علیہ السلام) کو تنگ پکڑو (یعنی وہ کسی طرف کو جا نہ سکیں) اور کسی ایسے چٹیل میدان میں ٹھہراؤ جو بالکل غیر محفوظ ہو اور پانی بھی نہ ہو۔ میں نے اس قاصد کو حکم دیا ہے کہ اس وقت تک برابر ساتھ رہے جب تک اس حکم کی پوری تعمیل نہ ہو جائے۔"

مسافر راہِ شہادت قربانگاہ کربلا میں

چونکہ زمین نینوا اور ارض پاک کرب و بلا اس جگہ سے قریب ہی تھا جہاں ابن زیاد کا مکتوب لعنت حر ابن زیاد ریاحی کو ملا تھا۔ اس لئے آپ باوجود حر کی کوششوں کے ارض موعود یعنی سرزمین کرب و بلا میں پہنچ گئے۔

ہم اوپر سرزمین کربلا میں پہنچنے کے متعلق لکھ چکے ہیں کہ ایک روایت یہ بھی ہے کہ متواتر کئی رات آپ نے سفر اختیار فرمایا مگر گھوم پھر کر صبح کو اسی جگہ پہنچ جاتے تھے۔ آخر آپ نے اس مقام کا نام دریافت فرمایا اور جب معلوم ہوا کہ یہ ارض کربلا ہے تو آپ یہیں اتر پڑے۔

دوسری روایت یہ ہے کہ چلتے چلتے آپ کی سواری کا گھوڑا رک گیا اور زمین کو پیروں سے کھودنے لگا۔ ہرچند آپ نے اس کو آگے بڑھانے کی کوشش کی مگر وہ آگے نہیں بڑھا۔ پھر آپ نے مقام کا نام دریافت کیا۔ اور جب لوگوں نے بتلایا کہ اس کو ارض کربلا کہتے ہیں تو آپ اتر پڑے اور ایک روایت میں ہے کہ گھوڑے کے اڑنے پر آپ نے متعدد سواریاں بدلیں مگر جو جانور بھی آیا

Marfat.com

وہ اسی طرح اڑ گیا اور آگے نہیں بڑھا چنانچہ مقام کا نام و نشان دریافت فرما کر آپ اتر پڑے اس کے بعد جیب سے تھوڑی مٹی نکالی اور اس مقام کی مٹی اٹھا کر اس سے اس کا رنگ ملایا پھر بو بھی سونگھی رنگ و بو دونوں یکساں پا کر امام عالی مقام نے فرمایا:۔

"خدا کی قسم یہی وہ کرب و بلا والی زمین ہے اور یہی وہ زمین ہے جہاں ہمارے مردوں کے خون بہائے جائینگے اور ہماری عورتیں بیوہ بنائی جائیں گی۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں ہماری قبریں بنیں گی اور یہی وہ سرزمین ہے جہاں سے ہم قیامت میں اٹھائے جائینگے۔ یہی وہ مقام ہے جس کے متعلق تمام امور کی خبر میرے جد بزرگوار محمد رسول اللہ نے مجھ کو دی ہے۔"

دوسری روایت میں جناب امامت مآب کا ارشاد اس طرح منقول ہے:۔

یہی وہ زمین ہے جہاں میرے حرم قید و اسیر کئے جائینگے۔ خدا کی قسم اس جگہ میرے بچے ذبح کئے جائینگے۔ خدا کی قسم یہی جگہ ہماری قبروں کی ہے۔ واللہ یہی جگہ اور یہی زمین ہمارے حشر و نشر کی ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں ہمارے عزیز ذلیل ہونگے اور خدا کی قسم یہی وہ سرزمین ہے جہاں میری گردن کی شہ رگ کاٹی جائیگی اور میری ڈاڑھی خون سے رنگی جائیگی اور زمین پر میرے نانا دادا اور ماں باپ کی ملائکہ تعزیت کرینگے اور خدا کی قسم یہی وہ سرزمین ہے جس کا میرے رب نے میرے نانا محمد رسول اللہ سے وعدہ کیا ہے اور خدائے تعالے اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔

اس کے بعد آپ گھوڑے سے اتر پڑے۔ خدام و جاں نثاران امام علیہ السلام بھی اتر آئے اور قیام کے لئے جگہ تجویز فرمانے لگے۔ ابھی خیمے وغیرہ نصب نہیں کئے گئے تھے اور اہل بیت کرام محملوں اور ہودجوں میں ہی تشریف رکھتی تھیں کہ حر مع لشکر کے وہاں پہنچے اور کہا کہ ابن زیاد ملعون نے اپنے فرمان میں صاف صاف لکھا ہے کہ آپ کو آبادی اور پانی سے دور قیام کرنے پر مجبور کیا جائے اور ابن زیاد کا قاصد میرے ساتھ ساتھ ہے۔ وہ محض اسلئے میری نگرانی کر رہا ہے کہ میں اس کے حکم کی پوری طرح تعمیل کرتا ہوں یا نہیں۔ ہر چند حر سے کہا گیا کہ اس سرزمین کے قرب و جوار میں جو قریے اور قصبے ہیں ان میں سے کسی میں ٹھیریں مگر حر نے نہ مانا۔ اصحاب امام علیہ السلام میں سے زہیر بن قین نے امام فلک احتشام کی خدمت میں عرض کی کہ نظر بحالات یہی مناسب ہے کہ ہم اس وقت ان سے جنگ کر کے اچھی جگہ پر قبضہ کر لیں جو محفوظ بھی ہو اور جہاں پانی بھی ہو کیونکہ بچوں کا ساتھ ہے اور اس وقت ان سے لڑ لینا آسان ہے ورنہ بعد میں تو اور فوجیں آ جائیں گی۔ مگر امام عالیمقام نے فرمایا کہ میں اپنی طرف سے جنگ کا آغاز نہیں کروں گا۔ بہر حال حر کا لشکر تو دریائے فرات کے کنارے جا اترا

Marfat.com

اور آپ اسی چٹیل میدان میں بے آب وگیا سرزمین کرب وبلا میں قیام پذیر ہوئے۔ حُر کا لشکر آپ سے تین میل کے فاصلہ پر تھا۔ آہ ؎

از آب ہم مضائقہ کردند کوفیاں　　　خوش داشتند حرمتِ مہمانِ کربلا

آہ اے سرزمین کرب وبلا!

آہ اے ارض طف، اے سرزمین کرب وبلا۔ اور اے شہادت گاہ نواسۂ حسنی پناہ، اے تجھ کو مبارک ہو کہ آج تجھ پر اکبر دوشِ رسولؐ کا قیام ہے۔ خوش ہو کہ جگر گوشۂ بتول تیرا مہمان ہے، فخر کر اور ناز کر کہ علی کا نور نظر اور حسن کا قوت بازو تجھ کو اور تیرے ایک ایک ذرہ کو پاکی اور تقدس عطا کرنے کو آیا ہے۔ ہاں وہ تقدس جو مشاہد انبیاء کے سوا کسی زمین کو حاصل نہیں اے زمین کربلا جانتی ہو کہ آج کس کے مقدس قدم تجھ کو قیامت تک کے لئے زیارتگاہ خاص و عام بنانے کے لئے آئے ہیں یہ وہی قدم ہیں جو فخر بنی آدم محمد رسول اللہ کے سینۂ مبارک پر برسوں رہ چکے ہیں، یہی تو ذات گرامی ہے جو دوش محمدؐ کا سوار اور فاطمہؑ کی گود کا دُلارا ہے، یہی تو وہ محمد کا لاڈلا ہے جس کے قدموں کو لڑکھڑاتا دیکھ کر محمد رسول اللہ نے خطبہ چھوڑ کر گود میں اٹھا لیا تھا۔ اور ہاں اے ارض کربلا یہی وہ مہمان عزیز ہے جس کے رونے کی آواز سن کر حضرت رسالت پناہ مضطرب و بےچین ہو جایا کرتے تھے اور یہی وہ وجود اقدس ہے جس کی نسبت حضورؐ نے فرمایا کہ حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔ خوشا نصیب تیرے اے ارض نینوا کہ وہی بزرگترین و برترین خلق تجھ پر سایہ گستر ہے۔ آج سے زیادہ کون فخر کر سکتا ہے اور اس وسیع زمین کا کون سا خطہ ہے جو تیری برابری کا دعویٰ کرے۔ بس اے ارض نینوا اور اے زمین کربلا اپنے مہمان گرامی قدر کی اچھی طرح مہمانی کیجیو اور میزبانی کا حق اچھی طرح ادا کیجیو۔ دیکھنا تیرے جنگل کا کوئی کانٹا دامن حسین سے نہ اُلجھنے پائے اور تیرے دشت کا غبار گیسوئے عنبرین حسین کو گرد آلود نہ کرے۔ دیکھنا کہیں ایسا نہ ہو کہ تیرے مہمان کو کوئی ٹیڑھی نگاہ سے دیکھے یہ شہنشاہ کونین کا نواسہ ہے اور خود امام دارین ہے۔ یعنی اے ارض کربلا یہ محمد کا نور نظر حسین ہے۔ شاہ است حسین بادشاہ است حسین، دین است حسین دیں پناہ است حسین۔

اے خاک نینوا میں نے تجھ کو مقدس کہا ہے اور میں نے کیا کہا آج ساری دنیا تجھ کو کربلائے معلےٰ کے لقب سے یاد کرتی ہے اور کیوں نہ یاد کرے جب تیرے سینے میں وہ گنج گرانمایہ مخفی ہے جو آلِ رسولؐ و فرزند بتولؑ ہے۔

Marfat.com

لیکن میں تجھ سے پوچھتا ہوں ذرا اے ارض کربلا تو ہی بتلا کیا تو اس لقب کی مستحق ہے محمد رسول اللہؐ کا فرزند فاطمہؑ کے جگر کا پیوند اور علیؑ کا دلبند کے سے چلکر وطن سے کاٹے کوسوں دور روضہ خیرالانام سے مجبور تیرے پاس آتا ہے تیرا مہمان بنتا ہے مگر تیری زمین کمذرے اس کے خون کے قطروں سے اپنی پیاس بجھاتے ہیں۔ جس کے بیٹوں بھتیجوں بھانجوں اور بھائیوں کے لہو سے سیراب ہوتے ہیں۔ اے سرزمین کربلا تو ہی تو ہے جس پر فرزند رسولؐ تین دن کا بھوکا پیاسا شہید ہو گیا اور اے ارض نینوا تو ہی تو ہے جہاں علی اکبر قاسم اور معصوم علی اصغر نے تڑپ تڑپ کر جان دی اور ایک ایک قطرہ آب کو ترس ترس کر جان دی خاندان نبوت کے تمام چاند اور تارے اور مہر جہاں تاب اہلبیت سب تیری ہی خاک میں غروب ہو گئے تو ہی نے تو اپنی آغوش خاک میں ان کو چھپا لیا۔

اے ارض کربلا اور اے خاک نینوا مجھے بتلا کہ تجھ کو کس خطاب سے مخاطب کیا جائے آخر اس وقت تیری چھاتی کیوں نہ پھٹی جب محمدؐ کا فرزند زخموں سے چور تیری آغوش میں تڑپ رہا تھا اور اس گھڑی تیری آنکھوں سے چشمے کیوں نہیں پھوٹ بہے جب علی اصغر شدت پیاس سے دم توڑ رہے تھے اور اشقیاء نے نیزۂ ستم سے ان کے گلے کو چھید ڈالا تھا آخر تجھے کیا ہو گیا تھا کہ جب محمدؐ کے جگر کے پارے فاطمہؑ کے دلارے اور علی و حسن، حسین کے دل و جگر کے ٹکڑے تیری خاک پر تیروں تلواروں اور نیزوں کے زخموں سے چور لوٹ لوٹ کر دم توڑ رہے تھے تو کس خوب شفاعت میں پڑی تھی غم کے پہاڑ تجھ پر کیوں نہیں ٹوٹ پڑے تیرا سینہ کیوں نہیں شق ہوا تا کہ اشقیا بھی اس غار ہلاکت میں دھنس جاتے اور اے دشت کربلا کے آسمان تو کیوں نہیں پھٹ پڑا کہ ستمگاروں کی فوجیں پس جاتیں اے فرات تو سیلاب ہلاکت بنکر ان کو کیوں نہ بہا لے گیا۔

آہ اے زمین کربلا تجھے اس پر تو ناز ہے کہ تیری خاک سے فرزند رسول اللہؐ نے تیمم کیا اور تجھے اس پر تو فخر ہے کہ تیری خاک کے مصلے پر فاطمہؑ کے لال نے نماز ادا کی مگر تجھے کیا اس پر افسوس نہیں ہے کہ وہ تیری ہی سرزمین ہے جہاں اس گلوئے مبارک پر سفاکوں نے تلوار چلائی جو بوسہ گاہ رسولؐ تھا اس پیشانی اقدس کو زخمی کیا جس کو محمد رسول اللہؐ کے لبوں نے بار بار چوما اور اس جسد اطہر پر گھوڑے دوڑائے جو آغوش رسولؐ اور کنار فاطمہؑ کا پروردہ یافتہ تھا۔ پھر اب تو ہی بتا کہ تجھے کس طرح اور کس نام و لقب سے یاد کروں

لیکن کچھ بھی ہو آج گنج گراں مایہ تیری ہی آغوش خاک میں استراحت فرما رہا ہے اس لئے

Marfat.com

تجھے اب اے سرزمین نینوا اور اے خاک کرب و بلائے معلی ہی کہیں گے اور تیری تقدیس و احترام ہی کریں گے اور تیری خاک کو خاک شفا سمجھ کر بخرض چشم بصیرت بنائیں گے۔

خیمہ ہائے اہلبیت و انصار اہلبیت

باوجود یکہ خدام نے عرض کیا کہ دریائے فرات کے کنارے ہی خیمہ نصب کرنے اور قیام کرنا چاہئے مگر اس خیال سے کہ اگر آپ نے اس امر پر اصرار کیا تو جنگ شروع ہو جائے گی اور آپ اپنی طرف سے جنگ کے آغاز کا کوئی موقع نہیں دینا چاہتے تھے۔ اس لئے ساحل فرات اور جوار آبادی سے ہٹ آئے اور چٹیل میدان میں خیمہائے اہل بیت اطہار نصب کرنے کا حکم صادر فرمایا۔

خیموں کی ترتیب یہ تھی کہ سب سے پہلے اہل بیت کے خیمے نصب کئے گئے ان کے بعد امام عالی مقام کے دیگر اعزا و اقارب کے لیئے پھر اخوان و انصار و خدام و جان نثاران امام کے خیام تھے ان کے بعد دیگر ضرورتوں کے لئے چھولداریاں نصب کر لی گئی تھیں اور چاروں طرف خندق کھود کر اس میں آگ روشن کر دی گئی تھی تاکہ دشمن بدخصال حرم تک نہ پہونچ سکیں۔ اس خندق کا ایک ہی دروازہ رکھا گیا تھا اور سب لوگ اسی راستے آتے جاتے تھے خیمے قریب قریب کھڑے کئے گئے تھے۔ تاکہ آسانی سے ایک خیمے سے دوسرے خیمے تک آمد و رفت جاری رہ سکے۔

ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ امام عالی مقام نے زمین کربلا کی مٹی سونگھ کر اسی مقام کو اپنا مستقر ٹھہرا لیا تھا اور اب یہاں سے کسی طرف جانے کا قصد نہ تھا۔ چنانچہ جو کچھ پیش آنے والا تھا اس کا حال بیان بھی فرما دیا تھا جس کو ہم اوپر نقل کر آئے ہیں۔ اسی دوران میں آپ کی زبان سے کچھ اشعار نکلے جن میں سے تین شعر یہ ہیں ؎

اھل العراق ھل لکم خلیل	ولکم الاشراف والفضیل
والامر فی ذالک بجلیل	وکل حیّ سالک سبیل
وما افراق النقلۃ والرحیل	وکل شیٔ لہ دلیل

اے اہل عراق کیا تمہارا کوئی دوست ہے کیا تم کسی کو شریف اور صاحب فضیلت سمجھتے ہو؟ اس معاملے میں انصاف اللہ کے ہاتھ ہے ہر ذی حیات ایک دن مرے گا اور میں تو اب نہ یہاں سے نقل حرکت کرتا ہوں اور نہ کہیں کوچ کرتا ہوں۔ خدا ہر ایک کا رہنما ہے

ان اشعار سے کس قدر حسرت و یاس ٹپکتی ہے اور ساتھ ہی اس ارادے کا اظہار بھی ہوتا ہے کہ اب

Marfat.com

آپ نے اسی خاک دامنگیر کو آخری ٹھکانہ بنا لیا ہے۔

آغاز مصائب

ہاں روئیں اہل بزم کہ رونے کی جا ہے اب — طبع رسا شناورِ بحرِ بلا ہے اب
بے چین غم سے روحِ رسولِ خدا ہے اب — ذکرِ مصائبِ شہِ گلگوں قبا ہے اب

یثرب سے موت کھینچ کے مقتل میں لائی ہے
خاکِ ابوتراب کو جنگل میں لائی ہے

جہاں خیمے نصب کئے گئے وہ بالکل چٹیل میدان اور بے آب و گیاہ جنگل تھا نہ کوئی درخت چھپت نہ سبزہ تھا نہ سایہ ہر طرف ہو کا عالم جدھر نظر اٹھا کر دیکھو ریگزار ہی ریگزار تھا لوؤں کے جھونکے آفتاب کی حدت و تپش اور پانی کا قحط پھر دشمن اہل اللہ ستم شعار ایک عجیب اداسی کا عالم تھا حسرت و یاس کے تودے ریت کے ٹیلوں کی شکل میں نمودار تھے ایسا بھیانک منظر کہ گویا موت نے اپنے بازو پھیلا رکھے ہوں۔

اس محل و مقام پر اگر مخدرات عصمت اور بچوں کے دل گھبرائے ہوں تو کیا تعجب ہے جبکہ مردوں کے دل اداس اور جی نڈھال ہو جاتے ہیں تو عورتوں اور بچوں کے نرم و نازک دلوں کا کیا پوچھنا خصوصاً جب سفر کے انجام کے آثار بھی نظر آ رہے ہوں۔

چنانچہ حضرت زینب رضا اور حضرت ام کلثوم رضا سے ضبط نہ ہو سکا اور وہ امام عالی مقام کی زبان سے دردناک اشعار سن کر رونے لگیں اور وا محمداہ وا علیاہ وا فاطمتاہ کہہ کر چیخ اٹھیں اور حضرت سید سجاد علیہ السلام کی والدہ ماجدہ حضرت رباب بھی رونے لگیں آپ نے سب کو صبر و تحمل کی تلقین کی اور طریق شرع نبوی پر چلنے کی ہدایت کی۔

عمرو سعد اور سرداری لشکر یزید

حر نے اپنا کام انجام دیکر ابن زیاد کو اطلاع بھیجی کہ امام حسین علیہ السلام کو ساحل دریا سے تین میل دور ٹھہرا دیا گیا ہے۔

جناب امام عالی مقام اس ماتم والم میں ۲ محرم ۶۱ھ کو پہنچے تھے کربلا سے کوفہ صرف دس میل کے فاصلہ پر واقع ہے اس لئے باوجود تار اور ٹیلیفون نہ ہونے کے ابن زیاد کو پل پل کی خبریں

Marfat.com

ملتی رہتی تھیں۔

جو بھی ابن زیاد کو امام حسینؑ کی اس حالت کا علم ہوا کہ بہتّر نفوس قدسی تو اہل بیت واعزا واقارب میں سے اور صرف ایک سو چالیس اعوان وانصار آپ کے ہمراہ ہیں اور جنگ کے لئے جن دو باتوں کی سب سے زیادہ ضرورت ہے ان سے حرؔ نے جناب امام کو محروم کر دیا ہے۔ یعنی حفاظت کی جگہ اور پانی کا تو اس طرف سے اس کو اطمینان ہو گیا۔ مگر باوجودیکہ کوئی سپاہ اور فوج جناب امام عالی مقام کے پاس نہ تھی اور صرف وہی فوج جو حر کے پاس تھی اگر ایک دم سے نرغہ اور یورش کرتی تو شبیہ امام زمن کے لئے کافی تھی۔ پھر بھی ابن زیاد نے خزانہ کا منہ اہل کوفہ کے لئے کھولدیا اور منادی کرادی کہ امام حسینؑ کا سر جو لائے گا اس کو دولتِ دنیا سے مالا مال کر دوں گا۔ جس نے ایک تقریر بھی کی جس میں یزید کی خوب تعریف کی اور کہا کہ اس نے تم لوگوں کے وظائف بڑھا دیتے ہیں اور مجھ کو عطیہ۔ خدمات شائستہ مزید اضافہ کا اختیار دیا ہے۔

یہ اعلان ابن زیاد کو دو وجہ سے کرنا پڑا۔ ایک تو اس وجہ سے کہ اپنے لشکر اور فوج میں اضافہ کرے اور دوسرے اس وجہ سے کہ اہل کوفہ کی تالیف قلوب کرکے امام حسینؑ کا ساتھ دینے سے روکے کیونکہ اس کو اس امر کا قطعی اندیشہ ہوگا کہ کہیں اہل کوفہ امام عالی مقام کے ساتھ نہ ہو جائیں اور اس پر یورش نہ کر دیں۔ اس لئے کہ دستِ مسلم پر بیعت کر ہی چکے تھے اگر وہی جوش پھر پیدا ہو گیا تو بڑی مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔ اس لئے اس کے لئے یہ ضروری تھا کہ کوفہ کے طماع دہر لیں اور بندگان سیم و زر مخلوق کو اپنے قبضے میں کرے اور ابن زیاد کی اس تقریر اور اس عمل کا نتیجہ اس کی خواہش کے مطابق نکلا۔ اور کوفہ کے انسان نما باشندے جو حقیقت میں جانوروں سے کم نہ تھے ان سے بھی بدتر تھے وہ سب کے سب امام عالی مقام سے جنگ کرنے اور آپ کے مقابلہ تلوار کھینچ کر آنے اور دوزخ میں اپنا دائمی ٹھکانہ بنانے کے لئے آمادہ و مستعد ہو گئے۔

ابن زیاد کو ایک سردار لشکر کی بھی ضرورت تھی جو جناب امام کے مقابلے پر جائے اور یہ ایسا شخص ہونا چاہئے تھا جو کچھ نہ کچھ ظاہری وجاہت بھی رکھتا ہو۔ ابن زیاد نے اس عہدے کے لئے صوبۂ رے کی گورنری کا اعلان کر دیا اور کہا کہ جو شخص فرقِ مبارک امام حسینؑ لائیگا اس کو دس برس کے لئے صوبہ رے کی گورنری دیدی جائے گی۔

اب ایک روایت یہ ہے کہ ابن زیاد نے عمر سعد سے خود کہا کہ تو امام حسین کے مقابلہ پر جا مگر ابتدا میں اس نے جانے سے انکار کیا۔ اور ایک روایت ہے کہ عمرِ سعد نے خود اپنی آپ کو پیش کیا۔

بہر حال عمر و سعد کا اس فوج ظلم کی سرداری کے لئے انتخاب عمل میں آیا اور اس شخص کے انتخاب سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن زیاد کی مصلحت سیاسی وابستہ تھی۔ عمر و سعد حضرت سعد ابن وقاص کا بیٹا تھا۔ حضرت سعد اہل سنت والجماعت کے نزدیک مسلمہ طور سے عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں جیسے جنتی ہونے کی بشارت رسول خدا نے دی تھی اور رہبر فاتح ایران اور شہر کوفہ حضرت سعد ہی کا آباد کیا ہوا تھا اور کوفہ کی گورنری پر حضرت عمرؓ کے زمانے میں عرصہ تک فائز رہے انہیں حضرت سعدؓ کا نا خلف بیٹا عمر و سعد تھا جس کے سپرد وہ خدمت کی گئی جس سے بدتر آج تک کسی کو کوئی خدمت سپرد نہ کی گئی ہوگی۔ اس انتخاب سے صاف طور سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن زیاد کے پیش نظر یہ چیز تھی کہ اس عہدے پر جس شخص کو فائز کیا جائے اس میں ظاہری وجاہت ہی ہو اور اس عمر و سعد سے بہتر کوئی شخص اس خدمت کے لئے نہیں مل سکتا تھا۔ کیونکہ حضرت سعد بن ابی وقاص کا اہل کوفہ پر کافی اثر ہوگا۔ اس لئے کہ وہ فاتح ایران بانی کوفہ اور گورنر کوفہ تھے اور صحابی رسولؐ ہونے کے ساتھ عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔

عمر و سعد جب اس کام پر مامور کر دیا گیا اور گھر گیا تو بعض لوگ اس کے پاس آئے یہ لوگ مہاجرین وانصار کی اولاد میں سے تھے انہوں نے عمر و سعد کو سخت ملامت کی تو امام عالی مقام کے مقابلہ کے لئے جاتا ہے اور ایک روایت ہے کہ خود عمر و سعد کے بیٹے نے بھی باپ کو منع کیا چنانچہ عمر و سعد پس و پیش میں پڑ گیا۔ ابن زیاد کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے عمر و کو ڈانٹا اور ملک رے کی گورنری سے محروم کر دینے کی دھمکی دی۔ بالآخر یہ بدبخت طمع وحرص کے دام میں پھنس گیا اور ایسا پھنسا کہ جہنم ہی کو اپنا دائمی مستقر بنا لیا۔ کس قدر حیرت کا مقام ہے کہ حضرت سعد بن وقاصؓ کا بیٹا اور یہ کرتوت مگر ہم اس پر کیا تعجب کریں اس دنیا میں کیا نہیں ہوا۔ حضرت نوحؑ کا بیٹا کیسا نکلا عارف شیراز نے کیا خوب فرمایا ہے۔

زخاک مکہ ابوجہل ایں چہ بوالعجبی است

جب لوگوں نے اس کو اس کام پر ملامت کی اور وہ متفکر اور مشوش ہوا تو اس نے کچھ اشعار نظم کئے جن کا مفہوم یہ ہے۔

تمام امور میں متفکر ہوں اور نہیں جانتا کہ ملک رے کو چھوڑ دوں یا قتل جناب امام حسین علیہ السلام کا گنہ گار بنوں۔ پس اگر وہ لوگ سچ کہتے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہر ایک توبہ کرنیوالے کی توبہ قبول ہوتی ہے تو میں خدا کے دربار میں توبہ کر دونگا اور اگر جھوٹے ہیں تو دنیائے دنی کے حاصل کرنے میں کامیاب رہا ملک عظیم وہ کسی کا پاس ولحاظ نہیں کرتا اور آگاہ ہو کہ دنیا ایک نقد خوبی ہے اور کوئی

عقل مند آدمی نقد کو نسیہ کے عوض فروخت نہیں کرتا یعنی بقول خیام کے:۔

ایں ہر سہ مرا نقد ترا نسیہ بہشت

کسی نے فارسی نظم میں عمر و سعد کی نظم کا ترجمہ کیا ہے جس کے دو شعر یہ ہیں:۔

سزائے قاتل او دوزخ است میدانم | کہ انجنیں عمل آرد خدائے را بہ غضب
ولے چو می نگرم در رے و حکومت آں | ہمیں رود ز دلم خوف نار ذات لہب

بہرحال عمر و سعد اس حقیقت سے آگاہ تھا کہ وہ جو کچھ کر رہا ہے وہ ایک بدترین اور شنیع ترین فعل ہے اور خدا کے ہاں اس کی باز پرس ہوگی لیکن اس کے باوجود دیدہ و دانستہ حرص دنیا کی چادر اس نے اوڑھ لی اور طمع حکومت رے کی پٹی آنکھوں پر باندھ لی اور قیامت تک کے لئے مؤمنین عالم کی لعنت کا مستحق اپنے آپ کو بنا لیا اور قیامت کے بعد جو حشر ہوگا وہ بھی ظاہر ہے۔

عمر و سعد کی روانگی کربلا

نقد را بہ نسیہ گذاشتن کار خردمنداں نیست پر عمل کرنے والے اور رے کی چند روزہ کے عوض محبت اہل بیت و فرزندان رسولؐ کو بیچنے والے عمر و سعد نے جب قتل حسینؑ پر پوری طرح آمادگی ظاہر کر دی تو ابن زیاد نے اس کو چھ ہزار فوج کا قائد بنا کر کربلا کی جانب روانہ ہونے کا حکم دیا اور وہ اپنے لشکر کے ساتھ سرزمین کربلا میں پہنچا جب ہدایت امام حسین علیہ السلام کے رفقاء اور فرات کے درمیان حائل ہو گیا۔ لیکن پانی ابھی تک بند نہیں کیا اور ابن زیاد نے اور متعدد سرداران کو فوج دیکر عمر و سعد کی کمک کے لئے روانہ کرنا شروع کیا۔ چنانچہ شبث بن ربعی عروہ بن قیس۔ سنان بن انس جصین بن نمیر شمر ذی الجوشن۔ مضائر رہینہ المازنی۔ یزید بن رکاب الکلبی۔ نصر ابن خرشہ۔ محمد بن اشعث۔ عبد اللہ بن الحصین۔ خولی ابن یزید اصبحی وغیرہ وغیرہ کو فوجیں دے دے کر امام عالی مقام کے مقابلہ کے لئے بھیجنا شروع کیا اور ان سب کو حکم دیا کہ عمر و بن سعد کی زیر قیادت رہنا۔ اس قدر سرداروں کی روانگی اور سب کو کچھ نہ کچھ فوج کے ساتھ بھیجنا اس امر پر صاف دلالت کرتا ہے کہ ابن زیاد کو یہ اندیشہ تھا کہیں لوگ امام عالی مقام کے طرفدار نہ بن جائیں ورنہ اس کو یہ تو اچھی طرح معلوم ہی چکا تھا کہ آپ کے پاس سب ملا کر سو دو سو سے زائد آدمی نہیں ہیں۔ اس قدر قلیل التعداد دشمن کے مقابلہ کے لئے اس قدر اہتمام کی ضرورت صرف اس خطرہ کی بنا پر محسوس ہو سکتی ہے کہ کہیں عام شورش نہ پھیل جائے اور بنا بنایا کام بگڑ جائے۔

Marfat.com

عمرِ وسعد ۳ محرم کو کربلا میں داخل ہوا یعنی جناب امام حسین علیہ السّلام کے پہونچنے کے دوسرے دن کیونکہ جناب امام عالی مقام ۲ محرم الحرام کو سرزمین کرب وبلا میں پہونچے تھے۔ اسی دن ابن زیاد کو اطلاع ہوئی اور اس نے فوراً دوسرے دن عمرِ وسعد کو لشکر دے کر روانہ کردیا۔ اور پھر نویں محرم تک مسلسل کمک اور امداد بھیجتا رہا۔

امام عالی مقام کے مقابلے کے لئے جو فوجیں ابن زیاد نے بھیجیں ان کی تعداد میں سخت اختلاف ہے بعض مورخین صرف پانچ ہزار فوج بتلاتے ہیں بعض بیس ہزار اور بعض پچاس ہزار۔ عموماً بیس ہزار پر زیادہ اتفاق ہے۔ لیکن اگر صرف پانچ ہزار فوج بھی تسلیم کر لی جائے جس سے کم تعداد کسی نے نہیں بتلائی تو بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔ دو نفو کے مقابلے پر پانچ ہزار ہی کیا کم تھے جو زیادہ تعداد ثابت کی جائے۔

عمرِ وسعد کا قاصد خدمت امام حسین علیہ السلام میں

کربلا میں پہونچ کر عمر وسعد نے امام حسین علیہ السلام کے پاس قاصد بھیجنا چاہا۔ مگر اکثروں نے جانے سے انکار کیا۔ کیونکہ ان میں وہی لوگ تھے جنہوں نے خطوط لکھ کر حضرت امام کو بلایا تھا بہرحال پہلے تو کثیر ابن عبداللہ شعبی جناب امام کے پاس خدمت سفارت پر حاضر ہوا۔ مگر شرفِ زیارت سے محروم رہا۔ کیونکہ جاں نثارانِ امام علیہ السلام نے اس امر پر اصرار کیا کہ اسلحہ رکھ کر جاؤ اور اس نے اس شرط کو تسلیم نہیں کیا۔ پھر قرہ ابن قیس الحنظلی کو عمر وسعد نے بھیجا۔ یہ جناب حبیب ابن مظاہر شہید کربلا اور جاں نثار امام علیہ السلام کا بھانجا تھا اس نے ہتھیار اتار دینے پر کوئی حجت نہیں کی چنانچہ جناب زہیر بن قیس نے اسلحہ رکھوائے۔ اور وہ شرف حضوری امام دارین سیدنا حسینؑ سے سرفراز ہو۔ قرہ بن قیس نے نہایت ادب واحترام سے عمر وسعد کا پیغام پہونچایا۔ یعنی دریافت کیا کہ آپ نے کیوں یہاں آنے کی تکلیف وزحمت گوارا کی۔ جناب امام عالی مقام نے ارشاد فرمایا کہ اہل کوفہ نے خطوط لکھ لکھ کر اور سفارتیں بھیج بھیجکر مجھ کو یہاں آنے پر مجبور کیا ہے اب اگر وہ میرے خلاف ہوگئے ہیں اور میری نسبت ان کی رائے بدل گئی ہے تو بہتر ہے میں جدھر سے آیا ہوں اسی طرف چلا جاؤں گا۔

قرہ بن قیس نے عرض کیا جن لوگوں نے خطوط لکھے تھے اور قاصد بھیج کر آپ کو بلایا تھا اب وہ سب لوگ ابن زیاد ملعون کے ساتھ ہیں خدا ان پر لعنت کرے یہ کہہ کر قرہ بن قیس اٹھ کر چلا گیا۔ اور عمر وسعد سے جا کر کہہ دیا کہ جناب امام یہ فرماتے ہیں:-

Marfat.com

عمر وسعد اور ابن زیاد کی مراسلت

عمر وسعد نے فوراً ابن زیاد کو خط لکھا کہ جس میں حضرت امام حسینؑ کی گفتگو نقل کی جو آپ نے قرہ بن قیس سے فرمائی تھی۔

ابن زیاد یہ خط دیکھ کر بہت خوش ہوا اور کہا کہ اب میرے پنجے میں پھنسکر کہاں بچ سکتے ہیں۔

عمر وسعد کے خط کا جواب فوراً اس نے دیا اور لکھا کہ حسین (علیہ السلام) کے سامنے یہ شرط پیش کرو کہ وہ معہ اپنے اصحاب کے یزید کی بیعت کریں اس کے بعد ہم غور کریں گے کہ کیا ہونا چاہیے۔

ملعون ابن زیاد کا تکبر اور غرور ملاحظہ کیجیے کہ کیا جواب دیا ہے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مردود آپ کو شہید کرنے پر تلا ہوا ہے۔

ابن زیاد کا خط پڑھ کر عمر وسعد سخت تشویش میں مبتلا ہوگیا اور بقول طبری کہا کہ ابن زیاد عاقبت کا طالب نہیں ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عمر وسعد کا ضمیر برابر اس کو ملامت کر رہا تھا اور اس کے ضمیر اور نفس میں ایک جنگ سی برپا تھی جس میں بالآخر نفس کو فتح ہوئی اور اس نے وہ سامان خرید لی جو جہنم کا ایندھن تھی۔

ابن زیاد کا خط آنے کے بعد کئی بار عمر وسعد بذات خود رات کے وقت فرات کے کنارے جناب امام حسین علیہ السلام سے ملا اور چونکہ جہنم کے شعلے بھڑکتے ہوئے اس کو نظر آرہے ہوں گے اس لئے اس نے جنگ میں تاخیر کی۔

عمر وسعد کی شکایت و مخبری ابن زیاد سے

اخولی بن یزید اصبحی جو خاندان رسالت کا دشمن اور شقاوت و قساوت میں اپنا آپ نظیر تھا اس کو عمر وسعد اور جناب امام کی یہ ملاقاتیں سخت گراں گزر رہی تھیں اس لیے اس نے بالا بالا ابن زیاد بدنہاد سے عمر وسعد کی شکایت اور مخبری کی کہ وہ جناب امام حسینؑ سے راتوں کو فرات کے کنارے فرش بچھا کر ملاقاتیں کرتا ہے اور رات کا اکثر حصہ اس طرح گذار دیتا ہے اور جناب امام حسینؑ سے نہایت نرمی اور ملاطفت سے پیش آتا ہے۔ اسی لئے اس کو اس عہدۂ قیادت سے معزول کر کے مجھ کو اس عہدے پر مامور کیجیے جس کو میں بکمال حسن وخوبی سرانجام دوں گا۔

Marfat.com

ابن زیاد کا عتاب نامہ

خولی ملعون کا خط پڑھ کر ابن زیاد آگ بگولا ہو گیا اور فوراً عمر و سعد کو نہایت غیظ و غضب کے ساتھ خولی نے جو اطلاع بہم پہونچائی تھی اس کا ذکر کرکے لکھا کہ امام حسین علیہ السلام کو میرے حکم سے مطلع کر دو اور اس کو ان سے تسلیم کراؤ یعنی یزید کی بیعت اگر وہ بیعت یزید پر آمادہ ہو جائیں تو بہتر ورنہ فرات کا پانی آپ پر اور آپ کے رفقا پر یک قلم بند کر دو۔ اور تو اب فرات اور حسین کے درمیان حائل ہو جا۔ میں نے اس وقت سے فرات کا پانی یہود و نصاریٰ کے لیے حلال اور حسین (علیہ السلام) اور اُن کے اہل بیت پر حرام کیا اور لکھا کہ خبردار فرات کی اچھی طرح حفاظت کرنا کہ حسینؑ اور ان کے ساتھی ایک قطرے کو ترسیں جیسا کہ مظلوم و متقی حضرت عثمان رضؓ کے ساتھ کیا گیا تھا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ملعون ابن زیاد کو یقین تھا کہ حضرت عثمان رضؓ پر جو تین دن تک پانی بند رہا وہ خدانخواستہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وجہ سے بند کیا گیا اور اسی کا کینہ اور بدلہ وہ امام عالی مقام سے نکالنا چاہتا ہے یا کہ محض پانی بند کرنے کے لئے ایک حیلہ اور بہانہ جواز کا تراش لینا مقصود ہوگا۔

دریائے فرات پر پہرہ

بالآخر عمر و سعد کو ملعون ابن زیاد کا یہ عتاب نامہ ملا تو اس نے حرف بحرف اس کی تعمیل کرنے کی ٹھان لی۔ اور پانسو سواروں کو ہر طرف متعین کر دیا کہ وہ اچھی طرح گھاٹوں کی حفاظت کریں اور امام عالی مقام کے لشکر تک پانی کا قطرہ تک نہ جانے دیں۔

خدا معلوم یہ کس قسم کے شقی و بدبخت تھے کہ انہوں نے اس حکم کی نہایت سختی کے ساتھ تعمیل کی اور اس طرح فرات کے پانی کی حفاظت کی گویا امام حسین علیہ السلام انہی بدبختوں کے ذاتی دشمن تھے۔ اور ان کو جناب امام حسینؑ سے کچھ نقصان پہونچا تھا جس کا وہ ذاتی طور پر بدلہ لینا چاہتے تھے۔ چنانچہ آپ کو اور آپ کے اعوان و انصار کو دکھا دکھا کر پانی پیتے تھے اور پھینکتے بہاتے تھے گویا امام عالی مقام کو پانی پھینک پھینک کر جلاتے۔ کہ یہ پانی اس طرح ضائع ہو سکتا ہے مگر آپ کو اس میں سے ایک قطرہ تک نہیں مل سکتا۔ یہاں تک کہ بعض ظالموں نے تو اس قدر بیرحمی وخباثت اور دشمنی و عداوت کا اظہار کیا جو قیاس سے باہر ہے چنانچہ ان محافظین فرات میں

Marfat.com

ایک شخص تھا جسکا نام عبداللہ ابن حصین تھا اس ظالم اور شقی ازلی نے توجناب امام حسین علیہ السلام کو بلند آواز سے پکار کر کہا:-

اے حسین دیکھو یہ آسمان کا صاف وشفاف پانی ہے خدا کی قسم اگر تم مر بھی جاؤ گے تو اس کا ایک قطرہ بھی تم کو نہ ملیگا امام عالی مقام ے بدبخت کی دریدہ دہنی سنی اور زبان اقدس سے فرمایا اللھم اقتلہ عطشا ولا تغفر لہ ابدا ؟ اے اللہ اس شقی کو پیاسا مار اور کبھی نہ بخش۔ زبان اقدس سے یہ الفاظ نکلے اور حسن اجابت نے ان کو اپنی آغوش میں لیا۔ ایک تیر تھا جو کمان سے نکلا اور آن واحد میں جاکر نشانے پر بیٹھا اور کیونکر ممکن تھا کہ فرزند رسولؐ و جگر گوشۂ بتول کی زبان اعجز قرآن سے بددعا نکلے اور وہ قبول نہ ہو۔

چنانچہ یہ مردود اس طریقے سے واصل جہنم ہوا کہ ہر وقت پیاس پیاس کرتا رہتا تھا اور پانی پر پانی ڈھکوسنا تھا مگر پیاس نہیں بجھتی گویا قلب و جگر میں دوزخ کے شعلے بھڑک رہے ہوں گے کہ ادھر پانی گیا اور ادھر خشک ہوگیا یہ حالت مردود کی ہوگئی تھی۔ کہ پانی پیتے پیتے منہ تک آجاتا تھا جیسے گندی نالی جب اٹ جاتی ہے تو پانی باہر نکلنے لگتا ہے اس طرح پانی کی کُتے کرتا تھا۔ اور پھر پانی ہی پانی چلاتا تھا۔ یہاں تک کہ اس عالم میں فرشتۂ اجل نے اس کی ناپاک روح قبض کرکے جہنم میں بھجدی تاکہ وہاں نارجحیم و زقوم سے سیراب ہو۔

اس طرح عمرو بن حجاج نے بھی کہا اور اس لعین و جہنمی نے تو دریدہ دہنی کی حد کر دی ظالم نے کنارے فرات پر کھڑے ہو کر پکارا۔

یا حسین ھذا الماء و لغ فیہ الکلاب و تشرب منہ الخنازیر و اھل السواد والحمیر والذئاب والله لا تذوق منہ قطرۃ حتی تذوق الجحیم فی نار جھنم اے حسین علیہ السلام! یہ ہے پانی جس کو کتے پیتے ہیں اور سور اس سے سیراب ہوتے ہیں اور تمام جنگلی جانور مثل گدھوں اور بھیڑیوں کے اپنی پیاس بجھاتے ہیں۔ مگر خدا کی قسم تم کو اس کا ایک قطرہ تک نہیں مل سکتا تا اس کہ (خاکش بدہن) دوزخ میں جاؤ اور وہاں حمیم پیو۔

اللہ اللہ یہ شقی اپنے آپ کو محمد رسول اللہ کا امتی اور ان کا کلمہ گو سمجھتے تھے اور فرزند رسولؐ کے ساتھ اس قدر شقاوت و بیرحمی اور نافہمی اور دریدہ دہنی سے پیش آتے تھے۔ اس لعین و شقی کو فرزند رسول اللہ کو جہنمی کہتے ہوئے شرم بھی نہیں آئی۔ اور جوانان بہشت کے سردار کو دوزخ میں بھیجتے ہوئے اس ابدی دوزخی کی زبان نہ جلی۔

Marfat.com

سقائے اہل بیت کی خدمات

بہر حال ظالموں اور کوفیوں نے پانی بالکل بند کردیا اور ایک ایک قطرے کو ترسانے لگے یہ انتظام ان بیرحموں نے ساتویں محرم سے کیا تھا۔

ایک طرف تو ان اشقیا کی یہ بے رحمی اور دوسری طرف ساقی کوثر کی اس دریا دلی اور رحمت درافت کو ملاحظہ فرمایئے جس کا ذکر ہم ادپر لشکر حر کی سیرابی کے بیان میں لکھ آئے ہیں یہاں ایک دریا ہے جس پر غیر عاصی کا حق نہیں اور ہر ایک انسان کو بلا تمیز کفر و ایمان اس سے سیراب ہونے کا حق ہے مگر ان ظالموں نے اس کا پانی پینے اور پیاس بجھانے سے فرزند رسول اللہ اور تمام اہل بیت کو روک دیا ان میں خواتین اور صغیر السن بچے بھی تھے جو پیاس کی شدت سے بلک بلک کر رہے تھے۔ مگر ان ظالموں کے دل پر کوئی اثر نہیں ہوتا تھا۔ اور دوسری طرف فراتی ملکیت کا پانی تھا جو ایک منزل دور سے برتنوں میں بھر کر اپنی ضرورتوں کے لئے لایا گیا تھا اس پر کسی کا حق نہ تھا مگر ساقی کوثر نے دشمن کی فوج کو اس سے سیراب کرنے کا حکم دیا۔ اور نہ صرف انسانوں کو بلکہ جانوروں کو بھی سیراب کر دیا۔ اور خود دست اقدس سے پانی پلایا۔

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا!

پہلے جناب امام عالی مقام نے حکم دیا کہ کنوئیں کھود کر پانی کے پوشیدہ خزانوں کو نکال لو جاں نثاروں نے حکم پاتے ہی زمین کا سینہ چیر ڈالا کہ گلشن زہرا کے نونہالوں کو جو مرجھا رہے ہیں پانی بہا کریں مگر دشت کربلا کی لئیم خاک نے پانی کا ایک قطرہ بھی نہ نکالا۔ درکار پانی تھا وہاں پتھر نکلے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر پانی نکل آتا تو مظلومیت نامہ میں ایک کسر باقی رہ جاتی ورشیت ایزدی کا فیصلہ یہ تھا کہ دشت کربلا کا یہ ذبح عظیم ہر ایک لحاظ اور ہر ایک نہج سے بے مثال ہو نہ اس سے قبل پر روئے دنیا پر مظلومیت وبیکسی کا ایسا مرقع نظر آئے اور نہ اس کے بعد نظر آئے ورنہ بھلا یہ کیونکہ ممکن تھا کہ اہل بیت ہوں پیاس کی تکلیف میں مبتلا ہوں اور امام عالی مقام حکم دیں کہ کنوئیں کھود کر پانی نکالا جائے اور پانی کی بجائے پتھر نکلیں

جب زمین کی طرف سے مایوسی ہوگئی تو آسمان سے کیا امید ہو سکتی تھی کہ وہ پانی برسائے گا۔ جناب امام عالی مقام نے جناب عباس کو جو آپ کے برادر عالی قدر تھے حکم دیا کہ:

یا اخی امض الی الفرات وائتنا الماء ۶ اے جان برادر جاؤ اور فرات سے پانی لاؤ

Marfat.com

حضرت عباس رضؓ تو چشم براہ رہتے ہی تھے کہ برادر معظم کسی خدمت کے لئے اشارہ فرمائیں اور یہ جان کھپاکر اس خدمت کو فرض سمجھ کر انجام دیں۔

حضرت عباس علیہ السلام جناب امیر المومنین سیدنا علی کے صاحبزادے ہیں یہ حضرت ام البنین کے بطن سے تھے جن سے حضرت علیؓ نے جناب فاطمہ رضؓ کی وفات کے بعد نکاح کیا تھا حضرت عباس ایک طرح برامام حسین علیہ السلام ہی کی آغوش کے تربیت یافتہ تھے اور ان کی مثال بالکل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و حضرت علی رضؓ کی سی تھی جس طرح حضرت علیؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بچازاد بھائی تھے۔ مگر اپنے آپ کو محمد رسول اللہؐ کا غلام فرماتے تھے اسی طرح حضرت عباس رضؓ اگرچہ امام عالی مقام کے بھائی تھے مگر وہ درجہ اور مرتبہ کے اعتبار سے اپنے آپ کو حضرت امام عالیمقام کا غلام تصور فرماتے تھے۔ اور ہمیشہ سید و مولا کے خطاب سے امام حسین کو مخاطب کرتے تھے حضرت عباس کو اپنے برادرِ معظم سے صرف برادرانہ محبت نہیں بلکہ نیازمندانہ عشق تھا چنانچہ شہادت گاہ کربلا میں اس کا آپ نے ایسا ثبوت دیا کہ اس کی مثال تاریخ عالم میں نہیں ملتی حضرت عباس نہایت وجیہہ نہایت حسین اور قدآور خوبصورت جوان تھے۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر ۳۴ سال کی تھی۔

جس طرح جناب عباس علیہ السلام کو شمع رسالت کے ساتھ پروانگی اور عشق و شیفتگی تھی اسی طرح جناب امام حسین علیہ السلام کو آپ کے ساتھ کمال انس و محبت تھی اور بے حد شفقت و عنایت مبذول فرماتے تھے۔

جناب عباس علیہ السلام شجاع ترین عرب نوجوان تھے۔ اول تو بنی ہاشم کی شجاعت ویسے ہی سارے عرب میں مشہور رہتی پھر اس پر حضرت اسد کردگار حیدر کرار کی مخصوص شجاعت ورثہ میں ملی تھی اس پر مستزاد یہ کہ ماں کی طرف سے بھی شجاعت کا ترکہ ملا تھا۔ یعنی آپ کی والدہ ماجدہ قبیلہ بنو کلاب کی تھیں جو تمام قبائل عرب میں سب سے زیادہ شجاع اور بہادر قبیلہ تھا چنانچہ قارئین کتاب آگے چل کر حضرت عباس علیہ السلام کی شجاعت و بہادری کی کیفیت ملاحظہ فرمائیں گے۔

بہرحال حکم امام پاکر جناب عباس علیہ السلام تیس سوار اور بیس پیدل لیکر اور بیس مشکیں کاندھوں پر ڈال کر پانی لینے کے لئے فرات پر تشریف لے گئے یہ آدھی رات کا وقت تھا جب آپ کنار فرات پر پہونچے۔ تو عمرو بن الحجاج نے آواز دی کہ تم کون لوگ ہو۔ یہ ظالم دشقی وہی ناپاک نجس تھا جس نے امام علیہ السلام سے یہ دھمکی دی تھی اور کہا تھا کہ اس کا پانی کا ایک قطرہ تم کو نہ ملیگا یہاں تک کہ دوزخ میں جاکر حمیم پیو۔ یہ دریا کی حفاظت پر مامور تھا۔

Marfat.com

اس نجس دنیا پاک کتے کے بھونکنے پر ہلال ابن نافع نے جواب دیا کہ میں ہوں تیرا چچازاد بھائی اس لے کہا کہ خوب اچھی طرح پیو اور تم کو یہ پانی گوارا ہو۔ جناب ابن نافع نے کہا اے شقی بخیر لعنت ہو کہ مجھ کو تو پانی پینے کی اجازت دیتا ہے مگر فرزند رسول اللہؐ پیاس کی شدت سے بیقرار ہیں۔ مگر ان کو پانی پینے نہیں دیتا۔ اس پر یہ شقی بولا سچ ہے۔ مگر مجھ کو تو جو حکم ہوا ہے اس کی تعمیل کروں گا۔ ہلال بن نافع نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اس خبیث کی باتوں کی پرواہ نہ کرو اور اپنا کام کرو جس کے لئے تم آئے ہو یزیدی بھی بڑھے اور جنگ شروع ہوئی۔ انصار امام پاک دو حصوں میں تقسیم ہو گئے۔ ایک گروہ پانی سے مشکیں بھر رہا تھا۔ اور دوسرا یزیدی اشقیا سے لڑ رہا تھا دسان کو پانی بھرنے والوں تک پہنچنے سے روک رہا تھا۔ اس طرح لڑتے بھڑتے حضرت عباس رضؓ اور ان کے رفقا اس ناپاک ہجوم سے بخیر و عافیت نکل آئے اس معرکہ میں امام حسین علیہ السلام کے عزیز و انصار میں سے کوئی شہید نہیں ہوا اور ساقی کوثر کے فرزند دلبند کے حضور میں پانی لانے میں پوری طرح کامیاب ہوئے۔ جناب امام حسین علیہ السلام نے بھی پانی نوش فرمایا۔ اور سب اہل بیت اور ساتھیوں نے بھی پیاس بجھائی اسی وقت سے حضرت عباس رضؓ سقائے اہل بیت کے معزز خطاب سے ممتاز ہوئے۔

عمرو سعد نے دوسرے دن پہرہ چوکی کا اور سخت انتظام کر دیا اور سواروں کی تعداد میں بہت زیادہ اضافہ کر دیا۔

ابن زیاد کو یہ مخبری کی گئی کہ امام حسین علیہ السلام نے کنوئیں کھدوائے ہیں اور کنوئیں سے اچھی طرح سب لوگ سیراب ہو رہے ہیں تو ملعون ابن زیاد بدنہاد نے پھر تاکیدی فرمان عمرو سعد کے پاس بھیجا کہ مجھ کو معلوم ہوا ہے (امام حسین علیہ السلام) نے کنوئیں کھود لئے ہیں اور خوب اچھی طرح وہ اور ان کے اہل بیت . . . . اور ان کے رفقاء و انصار پانی پیتے ہیں اس لئے ہوشیار ہو جا اور خطوط ملتے ہی ایسا بند و بست کر کہ نہ فرات سے ایک قطرہ حاصل کر سکیں اور نہ کوئی دوسرا انتظام کر سکیں اور ان کے ساتھ وہی سختی کر جو حضرت عثمان رضؓ کے ساتھ کی گئی تھی۔

اس فرمان میں بھی حضرت عثمان رضؓ کی تشنہ لبی کو یاد دلا کر انتقام کی اپیل کی ہے اور جھوٹا ناپاک الزام حضرت علیؓ اور امامینؑ پر لگایا ہے۔

بہرحال عمرو سعد تو پہلے ہی کافی سے زیادہ انتظام کر چکا تھا اس فرمان کے کے آنے کے بعد مزید تاکید کر دی۔ کہ خبردار ہرگز ہرگز ایک قطرہ پانی کا امام حسین کو نہ ملنے پائے۔

جناب امام عالی مقام کے رفقاء نے اپنے اپنے طور پر بہتیری سعی و کوشش کی مگر پانی حاصل کرنے

Marfat.com

میں کامیابی نہیں ہوئی۔ بعض جان نثار جناب امام سے اجازت لے کر عمر وسعد سے ملے اور اس کو فہمائش بھی کی۔ مگر سنگدل عمر وسعد پر حکومت رے کا شیطان اس قدر غالب آچکا تھا کہ اس غبی پر کوئی اثر نہیں ہوا اور اسی حکومت رے کا حوالہ دے کر پانی دینے سے انکار کر دیا کہ میرا نفس لعین اس حکومت رے کو دوسرے ہاتھوں میں جاتا نہیں دیکھ سکتا۔

بیعت یزید کا مطالبہ اور اس سے انکار

عمر وسعد جس وقت میدان کربلا میں داخل ہوا تھا اسی وقت سے اس کی کوشش یہ تھی کہ جناب امام یزید کی بیعت کرلیں تاکہ دنیا میں حکومت رے حاصل کر کے عیش کروں اور آخرت کے مواخذہ شہادت امام ہر دو جہاں سے بھی بچ جاؤں اور جہنم کا کندہ نہ ہو۔ اس لئے اس نے امام عالیمقام سے عرض کیا کہ اگرچہ خلافت کے آپ ہی حقدار ہیں مگر مشیت الہٰی کو یہ منظور نہیں ہے آپ اللہ والے لوگ ہیں۔ طاعت حق و عبادت مولیٰ آپ کا شیوہ ہے جنگ وجدال آپ سے نہ ہو سکیگا، آپ کے والد ماجد حضرت علیؓ سے بھی یہ کام نہ چل سکا تھا اور ان کا تمام دور خلافت لڑائی جھگڑوں میں کٹا اس لئے اب آپ اس خیال سے دست بردار ہو جائیے۔ میں نہیں جانتا کہ جنگ میں کس کو فتح نصیب ہوگی آپ کو یا یزید کو مگر مسلمانوں کا خون ضرور بہے گا۔

اس عرضداشت کا مطلب صاف تھا کہ جناب امام عالی مقام یزید کی بیعت کرلیں۔ لیکن شاید اس وقت وہ یہ بھول گیا تھا کہ میں کس سے گفتگو کر رہا ہوں اور شاید اس نے اپنے نفس خادع طامع پر جناب امام علیہ السلام کو قیاس کر لیا تھا کہ زندگی کی حرص اور مصائب مرگ کا خوف آپ کے پائے جبل ثبات اور عزم کوہ وقار کو متزلزل کردے گا۔

جناب امام حسین علیہ السلام پہلے ہی اپنے آنے کی وجہ سے بیان فرما چکے تھے کہ میں اطمینان سے خدا کے گھر میں بیٹھا اللہ اللہ کر رہا تھا۔ مگر کوفیوں نے پے درپے خطوط اور وفود و سفارتیں بھیج کر اور مواخذہ قیامت کا خوف دلا کر مجھ کو یہاں بلایا تھا کہ یزید کے ظلم وستم کی حکومت سے ان کی گردنوں کو نجات دلائی جائے اب اگر وہ برگشتہ ہو گئے ہیں اور مجھے ناپسند کرتے ہیں تو میں واپس چلا جاتا ہوں عمر وسعد کو یہ بتلانے کی ضرورت ہی نہیں تھی کہ میں خلافت کا حریص نہیں ہوں اس لئے آپ نے فرمایا کہ یا تو مجھ کو کہ یا مدینے جانے دیا جائے یا کسی دوسرے شہر میں جانے دیا جائے تاکہ مثل دوسرے مسلمانوں کے میں بھی زندگی کے باقی دن گذار دوں۔ یا راستہ چھوڑ دیا جائے۔ اور میں یزید کے پاس

Marfat.com

چلا جاؤں تاکہ اس سے گفتگو کر لوں۔

دوسری روایت یہ ہے کہ آٹھویں محرم کا دن گذرنے کے بعد نویں محرم کی شب کو عمر سعد نے جناب امام عالی مقام سے ملاقات کی درخواست کی۔ جناب امام حسین علیہ السلام نے درخواست منظور فرمائی۔ چنانچہ عمر و سعد اپنے مخصوص آدمیوں کے ساتھ ایک علیحدہ مقام پر آ گیا وہیں جناب امام حسین علیہ السلام بھی تشریف لے گئے۔

امام عالی مقام سے عمر و سعد کی ملاقات

ملاقات کے بعد عمر و سعد نے امام عالی مقام سے عرض کیا کہ اب سب کیفیت آپ کے سامنے ہے اور آپ نے ملاحظہ فرما لیا کہ کوفیوں نے کیسی دغا آپ کو دی اور کس طرح طوطے کی طرح آنکھ بدل گئے اب آپ تمام معاملات حاضرہ پر غور کر کے کوئی تجویز بتلائیے

جناب امام عالی مقام نے فرمایا کہ یا تو مجھے مکہ یا مدینے جانے دیا جائے یا کسی دور دراز اسلامی سرحدی مقام پر جانے دیا جائے۔ تاکہ مثل دوسرے مسلمانوں کے وہاں قیام کروں

اس جواب میں راوی نے یزید کے پاس دمشق جانے کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ لیکن عمر و سعد نے اس گفتگو کے بعد ابن زیاد کو جو خط لکھا اس میں اس نے نہایت ہی خوشی اور مسرت کے ساتھ جہاں مکہ مدینہ اور سرحدی مقام کا ذکر کیا ہے۔ وہیں یہ بھی لکھا تھا کہ یزید کے پاس جانے کے لئے امام حسین علیہ السلام نے فرمایا ہے عمر و سعد کا پورا خط حسب ذیل ہے:۔

اما بعد فان الله قد اطفأ النار وجمع الكلمة واصلح امر الامة هذا الحسين قد اعطاني عهدا ان يرجع الى المكان الذى اتى منه او يسير الى ثغر من الثغور فيكون رجلا من المسلمين له ما لهم وعليه ما عليهم او يأتى امير المؤمنين يزيد فيضع يده فيرى فى ما بينى وبينه فيرى رايه وفى هذا لك رضى وللامة صلاح

یعنی خدا نے بھڑکتی ہوئی آگ کو بجھا دیا پراگندہ باتوں کو جمع کر دیا اور امور کو اصلاح کی طرف مائل کر دیا۔ مجھ سے امام حسین نے ابھی ابھی یہ عہد کیا ہے کہ ان کو یا تو جہاں سے وہ آئے ہیں یعنی مکہ اور مدینے جانے دیا جائے یا کسی دور دراز کے سرحدی مقام پر جانے کی اجازت دی جائے یا یزید کے پاس جانے دیا جائے کہ وہ خود اس سے بات چیت کر لیں۔ اور جو کچھ آپس میں طے ہو اس پر عمل کریں میرے خیال میں تیرے لئے یہ امر باعث خوشی اور امت کے لئے موجب صلاح ہے

Marfat.com

ایک غیر ضروری بحث

علمائے شیعہ اس حصہ کو تسلیم نہیں کرتے کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے یزید کے پاس جانے کی رضامندی ظاہر فرمائی تھی یا اشارۃً و کنایۃً بیعت یزید پر رضامندی کا اظہار فرمایا تھا۔ یہ تو بالکل صحیح چیز ہے کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے اشارۃً و کنایۃً بھی بیعت یزید پر آمادگی کا اظہار نہیں فرمایا۔ اور اس کا سب سے بڑا ثبوت خود پورا واقعہ کربلا اور اس کی تمام داستان ہے۔

لیکن اگر جناب امام حسین علیہ السلام نے یزید کے پاس جانے کا ارادہ ظاہر فرمایا ہو تو اس میں کوئی قباحت نظر نہیں آتی یزید کے پاس جانے کے معنی بیعت کرنے کے نہیں ہو سکتا ہے کہ یہی امور جو عمرو سعد کے ذریعہ ابن زیاد کے سامنے آپ نے پیش کئے تھے انہی میں سے کوئی بات یزید کے ساتھ طے ہو جاتی یعنی مکہ و مدینہ یا کسی سرحدی مقام پر چلے جانے کا معاملہ فی مابین طے ہو جاتا اور اس کا امکان تھا۔ اس لئے کہ جناب امام حسینؑ کو خلافت کی تو طمع تھی ہی نہیں اگر خلافت کی طمع ہوتی تو ابتدائی میں آپ اس طرف رجوع فرماتے اور مکہ معظمہ ہی میں آپ لوگوں سے بیعت لینی شروع کر دیتے جہاں لوگ کثرت سے آپ کی طرف رجوع تھے۔ بہر حال وہ ایک محفوظ مقام تھا اور جب عبد اللہ بن زبیرؓ کو پاؤں ٹکانے کی جگہ مل گئی اور انہوں نے وہاں یزیدی افواج کے دانت کھٹے کر دیئے اور وہیں سے بیٹھے بیٹھے تمام عراق پر قبضہ کر لیا تو حضرت امام حسین علیہ السلام کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ خود عبد اللہ ابن زبیرؓ نے کہا تھا کہ میں آپ کے دست حق پر بیعت کرنے کے لئے تیار ہوں اور آپ کوفہ مت جائیے خواہ ان کا یہ کلام اوپری دل سے ہو لیکن اگر امام عالیمقام اس امر پر رضامند ہو جاتے تو ابن زبیرؓ کو اس کے سوا کوئی دوسرا چارہ ہی نہ تھا کہ وہ آپ کے لئے جگہ خالی کر دیتے لیکن چونکہ آپ کے دل میں خلافت کی کوئی خواہش نہ تھی اس لئے آپ نے عبد اللہ ابن زبیرؓ کی درخواست منظور نہیں فرمائی۔

آپ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ اگر خلافت کی خواہش نہیں تھی تو پھر آپ کوفہ کیوں گئے تو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ کوفہ جانے کا آغاز آپ کی طرف سے نہیں ہوا تھا بلکہ اس کی سلسلہ جنبانی اہل کوفہ ہی کی طرف سے ہوئی تھی اگر بغیر ان کے خطوط دعوت اور وفود کے آئے ہوئے آپ نے اپنے داعی اس طرف بھیجے ہوتے کہ وہ لوگوں کو آپ کی بیعت کی دعوت دیں تو بیشک اس سے خواہش خلافت کا پتہ چلتا۔ لیکن یہ بھی غلط نہ ہوتا کیونکہ یزید کسی حیثیت اور کسی نہج سے نہ اہل اور مستحق خلافت تھا اور نہ

اس کی بیعت کا صحیح اسلامی طریقہ پر انعقاد ہوا تھا اور نہ اس کے دورِ حکومت سے سوائے بنو امیہ کے کوئی دل سے راضی تھا اور دوسری طرف امام عالی مقام کے فضائل و خصائل آفتاب کی طرح روشن تھے اور آپ کا استحقاق اور آپ کی اہلیت و صلاحیت میں کسی کو شک و شبہ کی گنجائش نہ تھی۔ اس لئے اگر آپ اپنے داعیوں کو روانہ کرتے تو بھی صحیح ہوتا مگر آپ نے ایسا نہیں کیا بلکہ جب لوگوں نے سخت اصرار کیا اور معاخذہ الٰہی سے ڈرایا تب آپ نے جناب مسلم کو کوفہ بھیجا تھا اور اہل کوفہ کی دعوت کو آپ رد نہیں فرما سکتے تھے۔ اس مسئلہ پر ہم کسی دوسری جگہ مفصل بحث کر چکے ہیں جو قارئین کرام کی نظر سے گزر چکی ہوگی۔

بہرحال یہ امر صاف ظاہر ہے کہ آپ کو خلافت کی خواہش نہیں تھی۔ لیکن اگر مسلمان آپ سے رہنمائی اور ہدایت طلب کریں اور امر منکر کے مٹانے پر متفق ہوں اور آپ کو پیشوائی و رہنمائی کی دعوت دیں تو خوف جان یا کسی دوسرے خوف سے آپ گھر میں نہیں بیٹھے رہ سکتے تھے۔ اس لئے آپ کوفہ تشریف لے گئے۔ لیکن جب وہی لوگ منحرف اور برگشتہ ہو گئے جنھوں نے اپنی ہدایت و رہنمائی کی آپ کو دعوت دی تھی تو آپ نے بھی فرما دیا کہ میں جہاں سے آیا ہوں وہیں واپس چلا جاتا ہوں۔ یا کسی سرحدی مقام پر چلا جانے دو یا یزید کے پاس جانے دو تاکہ اس سے بھی کہدوں کہ فی نفسہٖ مجھے خلافت کی طلب اور طمع نہیں ہے اور نہ میں از خود وہاں گیا۔ لوگوں نے دعوت دی میں چلا گیا کیونکہ تجھکو نہ خلافت کا اہل سمجھتا ہوں نہ مستحق۔ نہ تیری بیعت کا صحیح اسلامی طریق پر انعقاد ہوا اور نہ تو صراط مستقیم پر حکمرانی کرتا ہے اس لئے مجھکو جانا ضرور ہو گیا لیکن چونکہ وہ لوگ منحرف و برگشتہ ہو گئے جنھوں نے بلایا تھا اس لئے اب میں بھی بری الذمہ ہوں۔

اگر امام عالی مقام اپنی زبان سے یہ فرما دیتے کہ میں خلافت کا طالب نہیں ہوں تو یزید ضرور یہ سوچتا کہ یہ وہ زبان ہے جو کبھی منحرف نہیں ہو سکی اس لئے پھر وہ شاید ابن زیاد کی طرح بیعت پر اصرار نہ کرتا کیونکہ مقصد تحفظ حکومت تھا اور وہ بجز وار شاد امام حاصل ہو جاتا یعنی آپ کے یہ ارشاد فرما دینے کے بعد کہ جب لوگ ہی منحرف ہو گئے تو اب مجھے خلافت درکار نہیں ہے یزید کو کامل اطمینان ہو سکتا تھا بلکہ ان صورتوں پر خود ابن زیاد ابتدا میں راضی ہو گیا اور عمر و سعد کا جب یہ خط جس کو ہم اوپر نقل کر آئے ہیں ملا تو اس نے کہا ھذا کتاب رجل ناصح لامیرہ و مشفق علی قومہ خط ایسے شخص کا ہے جو اپنے امیر کا ناصح اور قوم کا مشفق ہے یعنی جو تین صورتیں پیش کی گئی تھیں اور عمر و سعد نے ان کو انطفائے نائرہ اور جھگڑے کو مٹانے والا بتایا تھا۔ ابن زیاد اس سے مطمئن ہو گیا تھا۔

Marfat.com

مگر بر اہو یعین شمر ذی الجوشن کا جس نے ابن زیاد کو ورغلا کر اس پر رضامند نہ ہونے دیا اور کہا کہ اگر امام حسین بالا بالا کسی دوسری جگہ یا یزید کے پاس بغیر آپ کے ہاتھ پر بیعت کئے ہوئے چلے گئے تو یہ آپ کے ضعف و کمزوری اور امام حسین کی قوت پر محمول کیا جائیگا اور اس شیطانی مشورہ نے اس ازلی شیطانی ابن زیاد کو اس امر پر مصر کر دیا کہ وہ امام علیہ السلام سے بیعت یزید کا مطالبہ کرے۔

بہر کیف اگر امام حسین علیہ السلام نے یزید کی طرف جانے کا خیال ظاہر بھی کیا ہو تو اس سے یہ کسی طرح ظاہر نہیں ہوتا کہ آپ نے بیعت یزید پر آمادگی کا اظہار کیا خواہ عمر سعد کو یہی شبہ ہوا مگر آپ کا یہ منشا ہرگز نہیں ہو سکتا تھا۔ ہاں ترک خلافت کا اعتراف ضرور تھا جس کی از خود آپ کوئی خواہش نہ تھی۔

اگر آپ نے بیعت یزید پر آمادگی ظاہر کی ہوئی تو محض اتنی سی بات پر تمام اہل بیت اور جملہ اعوان و انصار کو کیوں قتل کرا دیتے کہ ابن زیاد کے پاس چلے جائیں اور اس کے ہاتھ پر یزید کی بیعت کر لیں۔ جب بیعت ہی کرنی ٹھہری تو وہ کوئی بھی ہو عمر سعد ہو ابن زیاد ہو یا کوئی اور ہو دوسرا آدمی سے کون سا فرق پڑتا تھا کہ اس سے انکار کرتے خود اس قدر مصائب و آلام برداشت کر کے شہید ہوتے اور تمام اہل بیت اور اپنے جاں نثاروں کو شہید کرا دیتے اصل بات یہی کہ جناب امام حسین علیہ السلام کو بیعت یزید ہی سے سرے سے انکار تھا نہ کہ ابن زیاد کے توسط سے یزید کی بیعت سے انکار تھا۔ آپ اس پر راضی تھے کہ خلافت کو ترک کر دیں جیسا کہ امام حسن علیہ السلام نے کیا تھا مگر اس امر پر ہرگز رضامند نہ تھے کہ یزید کی بیعت بھی کر لیں۔ دونوں امور میں بڑا فرق ہے ترک خلافت کوئی گناہ نہیں۔ اگر لوگ آپ کا ساتھ دینے کے لئے تیار نہ تھے یا تھے اور پھر منحرف و برگشتہ ہو گئے تھے۔ مگر بیعت یزید آپ جیسے صاحب عزم کے لئے ایک گناہ تھا کیونکہ آپ کی بیعت کے معنی ہی یہ تھے کہ یزیدی حکومت کی صحت اور جواز پر مہر تصدیق لگ جائے۔ اور اس کو آپ گوارا نہیں فرما سکتے تھے۔ کیونکہ شیطانی حکومت کے خلاف جہاد تو استطاعت پر موقوف ہے۔ مگر ذاتی طور پر انکار بیعت کی استطاعت تو بہر صورت آپ کو حاصل تھی اور اپنی جان قربان کر کے ناموس شریعت کی حفاظت تو ہر وقت آپ کر ہی سکتے تھے جیسا کہ آپ نے کیا۔

غرضیکہ یہ خیال بالکل لغو اور غلط اور سرتا پا مہمل ہے کہ یزید کے پاس جانے کی آمادگی کے معنی بیعت یزید کے مترادف تھا اس لئے ہمارے نزدیک اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ آپ نے

Marfat.com

مکہ مدینہ اور اسلامی سرحد کے ساتھ دمشق جانے دینے کی خواہش کی تھی تب بھی کوئی حرج نہیں تھا کہ اس کے معنی بیعت یزید پر آمادگی کے نہیں تھے۔

ابن زیاد کا دوسرا فرمان

جناب امام عالی مقام سے گفتگو کرنے کے بعد عمر وسعد نے ابن زیاد کو جو خط بھیجا تھا اس کو پڑھ کر اولاً ابن زیاد مطمئن ہو گیا تھا مگر شمر ملعون کے اغوا کرنے سے وہ پھر اپنی فطرت شقاوت و بدبختی اور ضلالت و گمراہی کی طرف لوٹ آیا اور عمر وسعد کے خط کا نہایت سخت جواب دیا اس بدبخت نے یہ لکھا کہ میں نے تجھ کو صلح صفائی کا سفیر بنا کر نہیں بھیجا بلکہ (امام حسین علیہ السلام) اسے جنگ کرنے کے لئے بھیجا ہے اگر وہ میری اطاعت قبول کریں تو ان کو یہاں بھیجدے ورنہ ان سے جنگ کر اور ان کو قتل کر کے ان کا سر میرے پاس بھیجدے اور ان کی لاش گھوڑوں سے روند ڈال اگر تجھے یہ منظور نہیں ہے شمر ذی الجوشن کو چارج دیکر علیحدہ ہو جا ہم اس کو مناسب ہدایت دیدی ہیں۔

ابن زیاد کا یہ خط خود شمر ذی الجوشن لایا شمر کے ساتھ بھی ابن زیاد نے ایک فوجی دستہ روانہ کر دیا تھا شمر لعین نے ابن زیاد کا خط عمر وسعد کو دیا اور عمر وسعد نے اس کو پڑھا تو سمجھ گیا کہ شمر ہی نے ابن زیاد کو بہکایا ورنہ میرا مشورہ قبول کر لیتا اور ہم وہ اور سب لوگ آتش جہنم کا ایندھن بننے سے بچ جاتے چنانچہ عمر وسعد نے شمر لعین سے اس کے منہ پر کہہ بھی دیا کہ اے لعین تونے ہی ابن زیاد کو بہکا کر اس کی رائے کو بدل دیا ہے اور اس کو ایسے شیطانی عمل پر آمادہ کر دیا جس کی سزا سوائے دائمی جہنم کے اور کچھ نہیں شمر نے یہ سن کر کہا اچھا تو بڑا پارسا اور نیک ہی اب یہ بتلا کہ تیرا ارادہ کیا ہے۔ اگر قتل حسین اور تعمیل حکم ابن زیاد پر تو رضامند نہیں ہے تو فوج کی سرداری اور قیادت میرے سپرد کر دے یہ موقع پھر اس بدبخت عمر وسعد کو ملا تھا کہ وہ اپنی عاقبت کو سنوار لیتا مگر حکومت رے کی طمع نے اس کے دل سے نور ایمان کو زائل کر دیا تھا۔ اس نے شمر کو جواب دیا کہ میں ابن زیاد کی احکام کی پوری پوری تعمیل کرونگا۔ اور اس کے بعد پھر فرات کے گھاٹوں پر مزید فوج متعین کر دی اور خوب سخت پہرہ مقرر کر دیا کہ پانی کا ایک قطرہ بھی آپ کے رفقاء اور حضرت امام تک نہ پہنچ سکے۔

امام عالی مقام سے عمر وسعد کی دوبارہ ملاقات

ابن زیاد کے خط کی اطلاع امام عالی مقام کو مل گئی اور تازہ انتظامات سے بھی آپ نے محسوس

Marfat.com

فرما لیا کہ اب وقت قریب ہے جس کی اطلاع اور پیشین گوئی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی تھی۔ اس دوران میں عمر وسعد کے طرز عمل سے اس کے اندر رمق ایمان باقی تھی اور محسوس فرمایا تھا کہ یہ میرے اور اہل بیت کے قتل کو ٹالنا چاہتا ہے اس لئے اس پر آخری حجت تمام کر دینا چاہئے اس بنا پر امام عالی مقام علیہ السلام نے اس سے فرمایا اور آپ مع حضرت عباس اور حضرت علی اکبر کے اس سے ملے تو عمر وسعد بھی اپنے بیٹے حفص اور غلام کے ساتھ حاضر ہوا اور ملاقات ہوئی۔ جناب امام عالی مقام علیہ السلام نے اس سے فرمایا اے عمر وسعد کیا خدا کا خوف تیرے دل سے بالکل نکل گیا ہے کیا تجھ کو مرنا نہیں ہے کیا تو خدا کے حضور میں حاضر نہیں ہوگا کہ میرے قتل پر کمر باندھی ہے۔ تو اچھی طرح جانتا ہے کہ میں کس کا فرزند ہوں اس لئے اپنا ٹھکانہ جہنم مت بنا اور میری رفاقت اختیار کر کیونکہ فرزند رسول اللہ کی رفاقت قرب خداوندی کا ذریعہ اور خوشنودی الٰہی کا وسیلہ ہے۔

اگر اس بدبخت کو توفیق نیک مل ہوتی تو اس سے بہتر وقت عاقبت کے سنوارنے کا اور کون سا مل سکتا ہے مگر وہ تو کاتب تقدیر ہی نے اس کی بدبختی پر روز ازل ہی میں مہر لگا دی تھی اور گمراہوں اور بدبختوں کی فہرست میں نام لکھ دیا تھا پھر کس طرح راہ ہدایت نصیب ہوتی اور کیونکر ضلالت کی دلدل سے نکلتا۔ کلام امام سننے کے بعد چاہئے تو یہ تھا کہ پچھلی شقاوتوں کی تلافی کرتا امام کا قدمبوس ہو کر رکاب سعادت کو تھام لیتا اور جہنم کے راستے سے کٹ کر فردوس بریں کی طرف رخ کرتا مگر اس کی بجائے کہا تو یہ کہا کہ اے فرزند رسول اگر میں آپ کی رفاقت اختیار کروں تو اس کا نتیجہ نکلے گا کہ ابن زیاد مجھ کو حکومت رے سے محروم کر دیگا میرا مال ومتاع ضبط کرا دیگا۔ میرا گھر بار کھدوا کے اس میں گدھوں کے ہل چلوا دیگا اور بال بچوں کو قتل کرا دیگا اور اس کے بعد بھی آپ کو ابن زیاد نہ چھوڑے گا اور قتل کرا دے گا۔

امام عالی مقام نے سب باتوں کا اطمینان دلایا اور اس دنیا کے علاوہ آخرت کی سعادت کی بشارت بھی دی مگر اس پر ضلالت و گمراہی کی مہر لگ چکی تھی۔ اس کے دل پر کچھ اثر نہ ہوا تب امام عالی مقام نے پیشین گوئی فرمائی کہ اگر تیرا یہی حال رہا تو بہت جلد تو اپنے بستر عیش و عشرت ہی پر قتل کر دیا جائیگا اور دوزخ کی بشارت دی کہ قیامت میں تیری مغفرت نہیں ہوگی اور عراق کا گیہوں بھی تیری قسمت میں بہت کم ہے۔ مطلب یہ تھا کہ جن امیدوں پر تو یہ سب کچھ کرتا ہے اس میں تجھ کو ناکامی ہوگی اور بہت جلد قتل کر دیا جائے گا اگر بوئے ایمان باقی ہوتی تو ان

Marfat.com

کلمات سے لرزہ طاری ہوجاتا۔ کیونکہ یہ ان مٹ کلمات تھے۔ اِدھر زبان مبارک سے نکلے اور اُدھر اجابت واثر قبول نے ان کو اپنے دامن میں جگہ دی مگر شقی از راہ استہزا بولا فی الشعیر کفایۃ عن الحنطۃ یعنی اگر گیہوں میسر نہ آئے گا تو جو ہی پر گزارہ کرلوں گا ؎

اے کمربستہ بجولان ریزی اولادِ رسول ۔ ہیچت آخر زخداوند جہاں شرم نہ بود

اے عمر سعد آخر اس چند روزہ زندگی پر کیوں بھول گیا۔ رے حکومت کیا قیامت تک تجھ کو زندہ رکھ سکتی ہے ؎

گیرم بہ زیادتر امیر رے کنند ۔ آخر نہ مرگ تانہ عمرے تو طے کنند۔

گیرم کہ بگذری تو زنار دوں بگنج ومال ۔ بادے وفا نہ کرد جہان باتو کے کنند

ہر کو کند بدو شمنی آل مصطفےٰ ۔ ادمرکب سعادت خود بازپے کنند

اس کے بعد ملعون عمر سعد بھی اُٹھ کر چلا گیا اور جناب امام عالی مقام بھی تشریف لے آئے بہت ممکن تھا کہ اگر عمر وسعد ضلالت سے نکل آتا تو نقشہ بدل جاتا کیونکہ عمر وسعد کے آپ کی رفاقت میں آنے کے معنی یہ تھے کہ اس کی ماتحت فوج بھی آجاتی اور بہت سے دیگر لشکری فوجی ٹوٹ جاتے لیکن ایسا نہیں ہوا اور نہ ہوسکتا تھا کیونکہ مشیت الٰہی کا فیصلہ کچھ اور ہو چکا تھا۔

خطاب مبارک بہ انصار و اہلبیت کرام

عمر وسعد سے گفتگو کرنے اور اس کے جواب کے بعد اب ہر شخص کو یہ اندازہ ہوسکتا تھا کہ کیا پیش آنے والا ہے۔ چنانچہ امام عالی مقام نے بھی سمجھ لیا کہ اب وقت آن پہنچا جس کی خبر سید عالم وعلیان محمد رسول اللہ ؐ نے دی تھی اس لئے ضرور ہوا کہ تمام اعزہ وانصار کو مخاطب فرمائیں آپ کو معلوم تھا کہ سیاہ ظلم جو گھرے ہوئے کھڑی ہے اور یہ جو سفاک درندے چاروں طرف منڈلا رہے ہیں صرف میری ہی جان کے خواہاں اور میرے ہی خون کے پیاسے ہیں اس لئے جناب امام عالی مقام نے مناسب خیال فرمایا کہ سب کو جمع فرماکر صورت حال سے آگاہ فرمادیں اور سب کو اجازت رخصت عطا فرمادیں۔ کیونکہ آپ نے یہ گوارا نہیں فرمایا کہ اپنی ذات کی وجہ سے دوسروں کو ہلاکت میں ڈالیں چنانچہ سید دارین امام حسین علیہ السلام نے حمد وثنا کے بعد تمام اعزہ اہل بیت اور عوان والنصار کو مخاطب فرمایا جس کا مفہوم یہ تھا۔

ایہا الناس! میں نہایت خوش قسمت اس حیثیت سے ہوں کہ میں اپنے اصحاب برفقا جیسے

کسی کے رفیق و اصحاب اور اپنے اعزہ و اقارب جیسے کسی کے اعزہ و اقارب نہیں دیکھے ہیں۔ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تم کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ سلسلۂ تقریر کو جاری رکھتے ہو فرمایا مجھے اب تک اس جماعت سے یہ امید تھی کہ میری اطاعت قبول کرینگے اور ضلالت کے دلدل سے نکل کر راہ ہدایت پر گامزن ہو جائینگے مگر اب ان سے کوئی امید نظر نہیں آتی اس لئے اب میں تم سب لوگوں کو آزادی عطا کرتا ہوں اپنی اطاعت کے بارے تم کو سبک دوش کرتا ہوں اور اپنے عہد و پیمان تم پر سے اٹھائے لیتا ہوں۔ میری طرف سے تم سب کو عام اجازت ہے کہ جس کا جہاں جی چاہے چلا جائے یہ شب کا وقت ہے تم آسانی سے جا سکتے ہو سواریوں کو درست کرلو اور مختلف شہروں اور قریوں کی طرف نکل جاؤ۔ البتہ تم میں سے ہر ایک شخص میرے اہل بیت میں سے ایک ایک آدمی کو لے اور چلا جائے۔ کیونکہ دشمن خدا صرف میرے دشمن اور میری جان کے دشمن ہیں تم سے کسی قسم کی مزاحمت نہ کرینگے۔

امام عالی مقام کو یہی کہنا چاہئے تھا اور آپ نے یہی کہا۔ یہ کیونکر ممکن تھا کہ یہ جانتے ہوئے کہ میرے سوا دوسروں سے ان اشقیاء کو کوئی واسطہ نہیں ہے پھر بھی آپ دوسروں کو اپنی وجہ سے درطۂ ہلاکت میں پھنسا دیتے اس لئے آپ نے سب کو عام اجازت دیدی

لیکن معلوم ہے کہ اس خطبہ امامت پناہی کو جناب امام عالی مقام کے سامعین نے کیسے سُنا اور کن دلوں اور کن کانوں سے سُنا۔ امام عالی مقام کی زبان اقدس سے یہ الفاظ نکل رہے تھے اور ادھر قلوب و ارواح مومنین صالحین میں اخلاص و جاں نثاری کا سمندر اُمڈا چلا آتا تھا اور جوش فداکاری کا یہ عالم تھا کہ قلب میں اس کی گنجائش نظر نہیں آتی تھی اگر کوئی صورت ہوتی کہ جذبا جان نثاری و جوش فداکاری کو قلب سے نکل کر زمین پہ رکھا جا سکتا تو دُنیا دیکھتی کہ جاں نثاران حسین علیہ السلام کے قلوب کتنے وسیع اور ان کے اندر حق تعالیٰ نے کس قدر گنجائش عطا فرمائی تھی کہ جو دولت زمین و آسمان میں نہ سما سکے وہ ان چند نفوس قدسی کے سینوں اور دلوں میں بند تھی۔

خطبۂ ہمایونی کو سن کر جان نثاروں نے عرض کیا کہ اے فرزند رسول اللہ کیا یہ ممکن ہے کہ ہم اپنی جانیں لیکر اور آپ کو نرغۂ اعداء میں تنہا چھوڑ کر چلے جائیں۔ خدا کی قسم اگر ستر ستر بار ہم مارے اور زندہ کئے جائیں اور ہماری لاشیں جلا دی جائیں اور ہماری خاک ہوا میں اڑا دی جائے تب بھی ہم آپ کے ان مقدس اور مبارک قدموں کو نہیں چھوڑینگے اور جب تک جسم میں جان

باقی ہے آپ کو جسم زخم نہیں پہنچنے دینگے۔ ہم آپ کے دشمنوں سے لڑینگے ان کے گندے اور غلاظت و نفاق و بے دینی سے بھرے ہوئے سینوں میں اپنی تلواروں سے زخم ڈالیں گے ان کے سروں کو ان کے ناپاک تنوں سے جدا کریں گے اور اس طرح میدان جنگ میں لڑ لڑ کر جان دینگے ایک نہیں اگر ہزاروں جانیں ہوں تو فرزند رسول کے قدموں پر نثار کریں گے یہ وہ جاں نثار تھے جن کے قلوب نور ایمان سے منور تھے جن کے دل ضیاء یقین سے روشن تھے اور جن کی روحیں بادہ حب سے سرشار تھیں ان کو رسول اللہ کا ارشاد یاد تھا کہ اگر تم میں کوئی وقت پائے تو حسین کی مدد کرے ان کو معلوم تھا کہ یہی وہ فرزند رسولؐ ہے جس کی نسبت ارشاد رسالت پناہی ہے کہ اے اللہ میں حسین کو دوست رکھتا ہوں تو بھی اسکو دوست رکھ اور جو اس کو دوست رکھے اس کو بھی دوست رکھ اور وہ جانتے تھے کہ آج فرزند رسولؐ کو ہجوم اعدا میں گھرا ہوا چھوڑ کر جانا اور چند روزہ زندگی کو بچا لینا حیات ابدی سے منہ موڑنا ہے کیونکر ممکن تھا کہ اصحاب حسین اس حسین کو ہجوم بلا اور گرداب فنا میں مبتلا چھوڑ کر چلے جاتے۔

جناب امام عالی مقام کے خطاب کے بعد مسلم ابن عوسجہ زہیر ابن القین اور محمد ابن بشر الحضرمی کی روح پرور اور ایمان افروز تقریروں کو پڑھو تو معلوم ہو گا کہ غلامان و انصار حسین علیہ السلام کے سینوں میں کیسے دل تھے ان کے جسموں میں کیسی مقدس روحیں تھیں کیا جوش فداکاری اور کس قدر ولولہ جاں نثاری ان کی رگ رگ میں خون کی طرح جاری وساری تھا۔

نویں محرم کی شب اور صبح

اوپر جو امام عالی مقام کا خطبہ درج کیا گیا ہے یہ محرم کی نویں شب کا واقعہ ہے، یعنی آٹھویں محرم کا دن گزرنے کے بعد جو رات آئی تھی اور رفقاء کو خطاب فرما کر حضور فرزند رسول خیمۂ اطہر میں تشریف لے گئے اور تسبیح و تہلیل میں مشغول ہو گئے اور سب لوگ بھی اپنے اپنے خیموں میں چلے گئے اور عبادت الٰہی میں مصروف ہو گئے۔ ان بزرگوں کے غلغلۂ ذکر الٰہی اور گلبانگ تلاوت قرآنی سے دشت کربلا کا ایک ایک ذرہ گونج اٹھا۔ شب ختم ہوئی اور سپیدۂ سحری نے جلوہ دکھایا۔ تو ادھر برج امامت کا درۃ التاج سراپردہ عصمت سے باہر آیا اور اذان کا حکم دیا اللہ اکبر اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمد رسول اللہ اور حی علی الصلوٰۃ کی صدائے حق و نوائے خیر و فلاح سے دشت و جبل گونج اٹھے خاک کربلا کے ایک ایک ذرہ نے محمدؐ کی رسالت کی گواہی دی اور دشت نینوا میں۔

Marfat.com

گوشہ گوشہ سے یہ صدائے بازگشت آئی کہ اے کوفی دشامی لعینو! تم جس ذات اقدس پر یورش کرکے درندوں کی طرح چڑھ دوڑے ہو دیکھو کہ یہ صدائے حق اسی نانا کی گواہی دے رہی ہے آخر تم پر غفلت نہیں بلکہ ضلالت و گمراہی اور بے دینی و شقاوت نے کیوں قبضہ کرلیا ہے اور تم کو کیا ہو گیا ہے کہ اسی شمع رسالت کو بجھانے پر تلے ہوئے ہو جس کے نانا نے ظلمت کفر اور تاریکی کو فنا کے گھاٹ اتار دیا تھا کلمات اذان آواز بلند پکار پکار کر کہہ رہے تھے کہ غافلو! اب بھی ہوشیار ہو جاؤ گمراہو! اب راہ راست پر آجاؤ غرض کہ اذان ہوئی اور گروہ ابرار و انصار حسین علیہ السلام خیموں سے نکلے پانی کہاں تھا کہ وضو کرتے ظالموں نے بستان فاطمہ پر ایک دن پہلے سے پانی بند کر رکھا تھا مجبوراً خاک پاک کربلا سے وضو کیا اور تیمم سے نماز ادا کی اور خیمۂ اطہر میں تشریف لے گئے وہاں حضرت سیدہ زینب سلام اللہ علیہا سے گفتگو فرما رہے تھے ایک روایت کے مطابق ایک خواب بیان فرما رہے تھے جو آج ہی شب کو آپ نے دیکھا تھا جس میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے بشارت شہادت دی تھی۔

ایک دن کی مہلت

حضرت سیدہ زینب علیہا السلام اس خواب کو سن کر رو رہی تھیں اور شاہ دین پناہ حضرت زینب کو سمجھا رہے تھے کہ بہن روؤ نہیں صبر کرو اللہ تعالیٰ تم پر اپنی رحمت نازل فرمائے اس طرح آہ و زاری دشمنوں کو مجھ پر ہنسنے کا موقع دے گی۔

ابھی آپ سمجھا ہی رہے تھے کہ شور و غل سنکر باہر تشریف فرما ہوئے اور حضرت عباس سے کہا! کہ جاؤ دریافت کرو کیا ماجرہ ہے۔ کہو کہ آخر مجھ کو قتل کرنے میں اس قدر عجلت کیوں ہے اول تو فرزند رسول بزدلوں کی طرح چھپ کر بھاگ نہیں سکتا تم نے ہر طرف سے گھیر رکھا ہے اس لئے جب چاہو جہنم کا پروانہ حاصل کر سکتے ہو۔ یعنی مجھے قتل کر سکتے ہو۔

حضرت عباس حکم پاتے ہی چند انصار حسینی کو ہمراہ لے کر فوج اعدا کی طرف گئے وہاں دیکھا تو فوج نابکار بڑھی چلی آرہی ہے اور تمام لشکر جناب امام عالی مقام سے جنگ کے لئے تیار کھڑا تھا حضرت عباس رہنے کو روک کر دریافت کیا اے دشمنان خدا تم کیوں اس طرف گروہ شیاطین کی طرح چلانگیں مارتے چلے آتے ہو انھوں نے کہا کہ تازہ ترین فرمان ابن زیاد کا آیا ہے اس میں حکم دیا گیا ہے کہ اگر امام حسین مع اپنے انصار و رفقا کے یزید کی بیعت کرلیں تو خیر ورنہ فوراً جنگ شروع

کردو حضرت عباسؑ نے ان کو وہیں روک دیا کہ میں حضور امام میں جا کر عرض کرتا ہوں وہ جو کچھ ارشاد فرمائینگے اس سے تم کو مطلع کردونگا۔

سقائے اہل بیت عباس علیہ السلام نہایت تیز رفتاری سے واپس آئے اور خدمت اقدس میں حاضر ہو کر تمام روداد سے شہنشاہ دارین جناب امام حسین علیہ السلام کو آگاہ کیا۔ امام عالی مقام نے فرمایا کہ پھر جاؤ اور ان سے کہو کہ آج جنگ کو ملتوی رکھو تاکہ ایک رات اور اپنے رب سے راز و نیاز کروں اور اس کی طاعت و عبادت اور دعا و مناجات میں بسر کروں۔ یہ جانتے ہیں کہ میں نماز تلاوت قرآن اور دعا و استغفار کو بہت بہت محبوب رکھتا ہوں۔

سقائے اہل بیت نے پھر سفارت کی خدمت کا شرف حاصل کیا اور افواج ملعونہ کی طرف گئے اور ضود شیاطین تک امام عالی مقام کا پیغام پہنچایا۔

عمر و سعد کا اس وقت وزیر باتدبیر شقی ازلی شمر ذی الجوشن دوزخی بنا ہوا تھا۔ عمر و سعد نے اسی خبیث ازلی سے مشورہ کیا، وہ خاندان رسالت کا جانی دشمن تھا۔ اسے ہرگز گوارا نہ تھا کہ ایک لمحہ کی بھی دیر کی جائے۔ یہی خبیث تھا جس نے ابن زیاد بد نہاد کو شقاوت پر مستحکم کر دیا تھا اور عمر و سعد کے نام اس لعین نے فرمان جاری کرایا تھا کہ میں نے تجھ کو صلح کے لئے نہیں بلکہ جنگ کے لئے بھیجا ہے بہر حال بد باطن شمر ذی الجوشن نے یہی رائے دی کہ ہرگز مہلت نہ دینی چاہئے اور اگر میں آپ کی بجائے امیر لشکر ہوتا تو ہرگز مہلت نہ دیتا۔ عمر و سعد متردد ہوا کیونکہ اس کو خوف تھا کہ کہیں اس کے خلاف سے کوئی جاسوسی نہ کر دے اور حکومت رے کے ہاتھ سے جاتی رہے۔ عمر و سعد کی یہ تذبذب کی حالت کو دیکھ کر عمرو بن الحجاج نے کہا کہ اگر ترک و دیلم بھی مہلت مانگتے تو تم قبول کرتے پھر یہ کیا قیاست ہے کہ فرزند رسول اللہ ایک دن کی مہلت طلب کرتے ہیں وہ بھی طاعت و عبادت الٰہی کے لئے مگر تو مہلت دینے میں لیت و لعل کر رہا ہے۔ غرض کہ عمر و سعد نے ایک دن کی مہلت دیدی۔ اس نے سوچا ہوگا کیا ایک دن اور ایک رات میں کوئی قیامت برپا ہو جائیگی۔ اس کی ناپاک فوجوں نے ہر طرف سے محاصرہ کر ہی رکھا ہے پانی کا ایک قطرہ امام حسینؑ اور آپ کے اہل بیت تک پہنچ ہی نہیں سکتا۔ پھر ایک دن کی مہلت دینے میں کیا حرج اور نقصان ہے۔

یہ تو مہلت کے ظاہری اسباب تھے اور اس سے شمر ملعون کے سینہ پر سانپ لوٹ گیا ہوگا اور مار دُم بریدہ کی طرح ظالم نے پیچ و خم کھائے ہونگے مگر اصلی اور حقیقی سبب تو یہ تھا کہ جناب امام عالی مقام کی شہادت یوم عاشورا کو مقدر ہو چکی تھی اگر عمر و سعد نہیں تمام شیاطین جن و انس بھی

Marfat.com

مجتمع ہو جائے تب بھی ان کے امکان میں نہیں تھا کہ وہ یوم عاشورہ سے قبل آپ کو شہید کر سکتے۔

حضرت عباس واپس آئے اور امام عالی مقام کو واقعہ کی اطلاع دی کہ بس آج کی مہلت مل گئی ہے دشمن کی فوج کو تیار دیکھ کر جناب امام عالی مقام کے جان نثار بھی تیار ہو گئے تھے اور جنگی لباس اور اسلحہ پہن کر خیموں سے نکل آئے تھے حضرت عباس کا انتظار کر رہے تھے اور آپ ملاعنہ کا کیا جواب لاتے ہیں یہ انتظار کی گھڑیاں عجب بے چینی میں گزر رہی ہوں گی عورتوں اور بچوں کا جو حال ہوگا وہ ظاہر ہے لیکن فداکاروں اور جاں نثاروں کے گروہ میں شوق شہادت اپنا رنگ لا رہا تھا نہ فکر تھی نہ تشویش نہ اضطراب و بے چینی اور بے قراری ہاں صرف کاشانہ نبوت کے شمع بردار کی فکر ضرور سب کو لاحق تھی اور اہل بیت کی مصیبت کو دیکھ کر مضطرب و بے چین تھے حضرت عباس کے آنے کے بعد سب لوگ اپنے خیموں میں گئے اور ہتھیار وغیرہ کھول کر رکھے لیکن کل کا انتظار شروع ہو گیا کیونکہ اب ہر شخص کو یقینی طور پر معلوم ہو گیا کہ سر فتاح کے یہ چند لمحے اور ایک رات اور باقی ہے اور بس۔

ساقی تسنیم و کوثر کے اہل بیت کی پیاس

ساتویں محرم کی شام سے شفیعائے پانی ساقی کوثر کے فرزند اور اس کے اہل بیت اطہار پر بند کیا تھا آج نویں محرم تھی پورے دو دن اور دو راتیں بے پانی کے سب کو تڑپتے گزر چکے تھے۔

گرمیوں کا موسم، کربلا کا دشت ریگ نور نہ درختوں کا سایہ نہ باغوں کی ٹھنڈک بے ظل میدان تپتی ہوئی ریت اور اوپر سے آفتاب کی شعار باری مرخیز کی ٹھنڈی فضا کے رہنے والے اور برف جیسے ٹھنڈے پانی کے عادی حرم رسول اللہ اس دھوپ میں حلقہ اعدا میں گھرے ہوئے پڑے تھے۔

ہندوستان کے رہنے والے ذرا اس حالت کا اندازہ کریں یہاں اگر مئی جون میں دو چار گھنٹے بھی پانی نہ ملے تو کیا کیفیت ہو جاتی ہے حالانکہ شہروں میں اینٹ پتھر کے مکانوں میں تو دھوپ سے بچ کر رہتے ہیں مگر بغیر پانی کے دو چار گھنٹے بھی نہیں رہ سکتے اگر گرمیوں کے رمضان آ جاتے ہیں تو صرف بارہ گھنٹے میں کیا کیفیت گزر جاتی ہے۔ جوان اور بوڑھے بھی باوجودیکہ سحری کے وقت اچھی طرح سیراب ہو کر پانی پی لیتے ہیں مگر ظہر کے بعد سے مغرب تک کا وقت کس طرح کٹتا ہے۔ کس طرح گن گن کر لمحے کاٹے جاتے ہیں پیاس کا کیا عالم ہوتا ہے اور گرمی سے بچنے کا کیا کیا انتظام کیا جاتا ہے اور دن کو

روکنے اور ٹھنڈک کا لباس پہنا کر اپنے پاس تک لانے کا کیا سرانجام ہوتا ہے پھر بھی ہونٹوں پر پپڑیاں پڑی ہوتی ہیں ہر شخص کی زبان پر العطش ہوتا ہے بجو اسی کا عالم طاری ہوتا ہے اور ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو پیاس ہی کی شکایت ہر شخص کے زبان پر ہوتی ہے۔

اب اس کے مقابلہ پر دشت کربلا کے ریگستان کی شدید گرمی کا خیال کرو شاید کیا یقیناً کہا جاسکتا ہے کہ ہندوستان کے جو گرم ترین مقامات ہیں مثلاً جیکب آباد اور ملتان وغیرہ جہاں ایک سو چوبیس اور پچیس ڈگری تک پارہ اوپر چڑھ جاتا ہے۔ ان مقامات کو بھی دشت کربلا کی ڈگری سے کوئی نسبت نہیں ہے۔ پھر اس پر جنگل بیابان معمولی خیموں کے مکان نہ خس کے پردے نہ ٹٹیاں نہ درخت نہ گھاس نیچے ریت کی تپش گو یا ریت کے ذرے دہکتی ہوئی آگ کی چنگاریاں تھیں اور اوپر سے دھوپ کی شعلہ باری۔ پھر اس پر دو چار گھنٹے نہیں پورے دو دن اور دو راتیں بغیر پانی کے گزر چکی ہیں ننھے ننھے بچوں کا ساتھ ہے اور یہ مصائب اور تشنہ لبی قیامت نہیں تو اور کیا ہے

بچوں کی پیاس اور تشنہ لبی سے جو کیفیت ہوگی وہ کس کا قلم ہے جو بیان کر سکے۔ ان کے معصوم چہرے مرجھائے ہوئے تھے۔ ہونٹ خشک منہ زرد گریبان چاک، ایک ایک کا منہ تکتے ہونگے اور اس پر قیامت یہ کہ دریائے فرات لہریں مار رہا ہے۔ چرند اور پرند، انسان اور جانور سب سیراب ہو رہے ہیں مگر ان پردیسی معصوموں تک اس کا ایک قطرہ بھی نہیں آسکتا۔

اے آب خاک شو کہ ترا آبرو نماند

معصوموں کی یہ کیفیت کس سے دیکھی جاتی اور حرم رسول اللہ کی یہ حالت کس طرح برداشت ہوتی امام مقام کے ہمراہ جتنے جان نثار تھے اگرچہ سب تشنہ لب تھے مگر کسی کو اپنی سدھ بدھ نہ تھی ساقی کوثر کے بچوں کی پیاس کو دیکھ کر سب اپنی تشنہ لبی کو بھولے ہوئے تھے۔ فرط غم سے آنکھوں کا پانی بھی خشک ہوگیا تھا ورنہ یہ جان نثار اس آب شوری سے فاطمہ کے جگر گوشوں کی پیاس بجھاتے۔ بالی سکینہ کا حضرت عباس کی گردن میں اپنی ننھی ننھی باہیں ڈال کر کہنا کہ عمو جان سکینہ آپ پر قربان اب تو پیاس کے مارے دم نکلا جا رہا ہے منہ کھول کر زبان اور حلق کے کانٹے دکھا کر اس معصوم بچی کا حضرت عباس کے سینہ سے چمٹ کر کہنا کہ اچھے چچا جان تھوڑا سا پانی تو کہیں سے لا دیجئے۔ حضرت عباس کے کلیجے پر کیسی چھریاں چلاتا ہوگا اور بچوں کی ماؤں پر ان معصوم

حالت زار دیکھ کر کیا بیت رہی ہو گی ان کے کلیجوں کے ٹکڑے پانی کے ایک ایک قطرہ کو ترسیں اور ایک ایک بوند کے لئے تڑپیں اور وہ مجبور دلاچار بیٹھی دیکھا کریں کس قدر قیامت کا منظر ہو گا

یہ واقعات ہیں شاعری اور تخیل کو اس میں دخل نہیں ہے کہ انصار امام اور جان نثاران امام حسین ساحل فرات پر جاتے تھے اشقیا ان کو پانی پینے کی اجازت دیتے تھے مگر یہ محبان اہل بیت ایک قطرہ بھی نہ پیتے تھے اور کہتے تھے لعنت ہے ایسے پانی کہ ابن رسول اور جگر گوشہ بتول اور تمام بنی زادے پیاس سے تڑپیں اور ہم پی لیں پیاس بجھائیں معصوموں کی حالت دیکھی نہیں جاتی تھی تو کبھی امام دارین سے اجازت لے کر اور کبھی از خود بغیر اجازت کے دریا پر چلے جاتے تھے کہ شاید کسی صورت سے تھوڑا سا پانی لاتے میں کامیاب ہو جائیں وہاں پہونچتے ملعون پہرہ والے اور ان کے سردار کہتے کہ تمہیں جس قدر پانی پینا ہو خوب سیر ہو کر پانی پی لو مگر امام حسین کے لئے تم پانی نہیں لے جا سکتے ایک دفعہ بدقت تمام لڑ بھڑ کر کچھ انصار حسینی ایک مشک پانی لانے میں کامیاب ہوئے تو اس کا بھی حشر ہوا کہ بچوں کے جھپٹ جانے کی وجہ سے مشک کا منہ کھل گیا اور سارا پانی بہہ گیا اور تشنہ لب معصوموں کے حلق میں ایک قطرہ بھی نہ جا سکا۔

صاحب ذبح عظیم نے مثیر الاحزان کے حوالہ سے حضرت سکینہ علیہا السلام کی زبان تشنہ لبان دشت کربلا کا حال لکھا ہے عربی عبارت کو حذف کر کے ترجمہ کا خلاصہ اپنی زبان میں لکھتے ہیں حضرت سکینہ جناب امام حسین علیہ السلام کی صاحبزادی ہیں جناب امام عالی مقام کو آپ سے بہت محبت تھی اور حضرت عباس علیہ السلام تو آپ پر جان چھڑکتے تھے یہ بھی حضرت عباس سے بہت مانوس تھیں واقعہ کربلا کے وقت آپ کی عمر اگرچہ بہت کم تھی مگر وہاں جو قیامت گزری اور جو دردناک اور حشر انگیز مصائب و آلام برداشت کرنے پڑے ان کی یاد آپ کے حافظہ میں محفوظ رہی اور کس طرح محفوظ نہ رہتی کہ آپ بیتی تھی سب کچھ نظر دیکھے سامنے ہوا تھا اور سارا ماجرہ نگاہوں سے گزرا تھا اور اسی محشرستان الم میں ہجوم مصائب و بلا میں آپ بھی برابر کی شریک تھیں۔

حضرت سکینہ کی پیاس اور پانی کی تلاش

حضرت سکینہ فرماتی ہیں کہ محرم کی ۷ تاریخ ہی سے ہمارے لئے ایک قیامت برپا ہو گئی تھی اور اب پانی کا ایسا شدید قحط ہو گیا کہ کوئی سبیل پانی ملنے کی نہ رہی پیاس کی شدت اس قدر تھی کہ دو قدم چلنا بھی محال تھا میں اور میرے ساتھ تمام بچے پیاس سے نڈھال ہو رہے تھے اور حسرت و یاس سے

Marfat.com

ایک دوسرے کا منہ تکتے تھے کسی سے پانی مانگتے تو وہ ہمارا منہ حسرت سے تکتا اور میٹھی باتوں سے ..
ہمارا دل بہلانا چاہتا پانی کے تمام برتن خالی ہو چکے تھے مشکیں اور مشکیزے اسقدر خشک ہو گئے تھے
کہ سوکھ کر اکڑ گئے تھے اور نام کو ان میں تری باقی نہ رہی تھی کہ انہی سے چمٹ کر تری اور ٹھنڈک
حاصل کی جاتی۔

جب شام ہوئی اور حرارت وحدت آفتاب کسی قدر کم ہوتی ... تو میں جو مارے پیاس کے بیتاب
تھی اور میرے ہی طرح جو اور بچے شدت تشنگی سے تڑپ رہے تھے سب مل کر اپنی پھوپی جان حضرت
زینب کے پاس گئے شاید انہوں نے ہم بچوں کے لئے کہیں پانی لگا رکھا ہو کیونکہ ہم بچوں پر ان کی
محبت وشفقت بے اندازہ تھی۔

جب میں اور دوسرے بچے پھوپی جان کے خیمے میں پہونچے تو کیا دیکھا کہ آپ علی اصغر کو گود میں لئے کبھی
کھڑی ہو جاتی ہیں اور کبھی بیٹھ جاتی ہیں اور علی اصغر مارے پیاس کے ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہے
ہیں اور آپ ان کو بہلا اور چمکار رہی ہیں کہ قربان جاؤں علی اصغر چپ ہو جا پیارے مگر کیسے چپ
ہو جائے حالت ہی ایسی گزر رہی ہے اور فرماتی تھیں کہ پھوپھی جان کی جان تجھ پر قربان
میرے کلیجہ پر تیر چلتے ہیں کہ تو پانی کے لئے تڑپ رہا ہے اور تیری پھوپی تجھ کو پانی نہیں
پلا سکتی۔

حضرت سکینہ فرماتی ہیں کہ پھوپی جان کی یہ باتیں سن کر میں رونے لگی اور اپنے لیئے پانی کیا!
مانگتی جبکہ میرا ننھا بھائی پانی کے لیئے پھڑک رہا ہے تھا اور پھوپی جان اس کو بھی پانی نہیں دے سکتی تھیں
لیکن مجھ کو روتا دیکھ کر حضرت زینب نے پوچھا کون سکینہ کیوں رو رہی ہو تب میں نے عرض کیا کہ پھوپھی
جان آپ کسی کو بھیج کر انصار کے یہاں سے پانی منگوایئے شاید ان کے پاس بچا کھچا پانی پڑا ہو۔
پھوپھی جان سنتے ہی میرے ساتھ اٹھ کھڑی ہوئیں اور دوسری پھوپھیوں کے خیمے میں گئیں۔
ہم بھی ان کے ساتھ گئے مگر کسی خیمہ میں بھی پانی نہیں ملا اور میری طرح بہت سے بچے آپ کے ساتھ
ہو گئے کہ شاید پھوپھی جان پانی پلا دیں تقریباً بیس لڑکے اور لڑکیاں پھوپھی اماں کے گرد جمع ہو گئے
آپ سب کو لیئے ہوئے میرے پدر نامدار کے خیمے میں آگئیں اور یہاں سے کسی کو انصار کے خیموں میں
بھیجا اگر کچھ پانی مل جائے تو لاؤ کہ ان بچوں کا حلق تر ہو لیکن کہیں پانی نہیں ملا تو آپ اپنے خیمے
میں واپس آگئیں اس وقت سب بچے آپ کے گرد جمع اور آپ کو گھیرے ہوئے تھے کوئی پیروں سے چمٹا
پانی مانگ رہا تھا کوئی گود میں لپٹا جا رہا تھا کوئی پیٹھ پر سوار ہوا جاتا تھا کوئی بازو تھامے لٹک رہا تھا

Marfat.com

غرضکہ سب بچے پیاس سے بلک رہے تھے۔ العطش العطش کا شور برپا تھا اور ساقیٔ کوثر کی نواسی سینے سے چمٹائے سب کو تسکین دے رہی تھی کہ اتنے میں بریر ہمدانی ادھر سے گزرے یہ میرے والد کے فدائی اور رئیس قبیلہ تھے انہوں نے جب ہماری آہ و فریاد سنی تو ضبط نہ کر سکے اور پچھاڑیں کھاتے اور آہ و واویلا کرتے ہوئے زمین پر گر پڑے اور سر پر خاک ڈالنے لگے پھر انہوں نے اپنے ساتھیوں کو آواز دیکر بلایا اور کہنے لگے اے جان نثاران حسین اور اے فدایان امام دین تم دیکھتے ہو کہ فاطمہ زہرا کی بیٹیاں پیاس سے تڑپ رہی ہیں کیا یہ تم کو اچھا لگتا ہے کہ دختران فاطمہ زہرا پیاس و تشنگی سے تڑپ تڑپ کر مر جائیں اور پانی کے ایک ایک قطرہ کے لئے پھڑک پھڑک کر دم توڑ دیں اور ہماری تلواریں یونہی بیکار پڑی رہیں اور ہم سے کچھ نہ ہو سکے خدا کی قسم ہم یہ نہیں دیکھ سکتے ان کے بعد زندہ رہنا بیکار ہے ہم شہزادیوں سے پہلے ہی مرجانا چاہیئے اس لئے میرے نزدیک تو یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم میں ایک ایک شخص ایک ایک بچے کا ہاتھ پکڑے اور فرات سے ان کو سیراب کرا کے لے آئے۔

یحییٰ مازنی ایک دوسرے جان نثار بولے کہ وہاں ستمگاروں کا پہرہ ہے اور اندیشہ ہے کہ ان سے جنگ و جدال تک نوبت پہنچے بالآخر وہ نابکار لعین اس بات پر تلے ہوئے ہیں کہ پانی کی ایک بوند اہل بیت کرام تک نہ پہنچنے دیں اس صورت میں خطرہ ہے کہ کہیں کوئی بچہ بھی زخمی نہ ہو جائے اس لئے میرے نزدیک تو یہ بہتر ہے کہ ہم مشک لے کر چلیں اور فرزندان رسول و دختران فاطمہ زہرا کے لئے پانی لانے کی کوشش کریں اور اگر کوئی شقی و لعین ہم سے لڑیگا تو ہم بھی کلہ بکلہ لڑینگے اور تلوار کا جواب تلوار سے دیں گے اور اگر اس میں ہم مارے بھی جائینگے تو فاطمہ زہرا کی بیٹیوں پر فدا ہو کر مرتبہ شہادت پر فائز ہوں گے۔

حضرت سکینہ فرماتی ہیں کہ بریر ہمدانی اس رائے سے متفق ہو گئے اور چار آدمی ساحل فرات پر مشکیں لے کر گئے فرات کے قریب پہنچے ہی تھے کہ نابکار پہرہ دار نے روکا اور کہا کہ ٹھیر جاؤ تم کون لوگ ہو اور یہاں کس غرض سے آئے ہو بریر نے اپنا نام بتلایا اور کہا کہ پانی لینے کے لئے آئے ہیں محافظین دریا کا افسر اسحٰق نامی ایک شخص تھا جس کی کچھ قرابت بریر ہمدانی سے تھی اس نے اس قرابت کے لحاظ سے ان کو پانی لینے کی اجازت دیدی

آل رسول کے یہ فدائی اجازت پاکر جس وقت دریا میں اترے تو ٹھنڈے پانی کی خنکی سے قلب و جگر میں ایک تراوت محسوس کی تو آنکھیں ہی کھل گئیں کیونکہ یہ لوگ بھی دو تین دن کے

Marfat.com

تشنہ لب اور جگر سوختہ ہو رہے تھے ان کی زبان سے بے اختیار نکلا کہ پسر سعد پر لعنت ہو کہ دریا کا ٹھنڈا پانی اٹھکیلیاں کرتا اور برف کی سی سرد موجیں بل کھاتی ایک دوسرے کے گلے میں گویا باہیں ڈالے بہہ رہی ہیں۔ مگر تشنہ جگر و تشنہ لب آل رسول اور دختران سیدہ بتول کی تشنگی بجھانے کے لئے اس میں سے ایک قطرہ بھی نہیں دیا جاتا۔ بریرؓ نے کہا کہ جلدی کرو باتوں کا وقت نہیں ہے اور جب تک گلشن زہرا کے پھول اور پتیوں کو سیراب نہ کر لو اس وقت تک پانی کو ہاتھ نہ لگانا سب جان نثاران اہل بیت ہوئے ہرگز نہیں۔ ہمارے لئے یہ پانی اس وقت تک کے لئے حرام ہے جب تک کہ فرزندانِ رسولؐ کی پیاس نہیں بجھتی۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ وہاں تو سردارِ دو عالم محمد رسول اللہؐ کے فرزند اور ان کے جگر کے ٹکڑے چھوٹے چھوٹے بچے اور معصوم بچیاں پانی کی ایک ایک بوند کو گھڑی بھڑک رہی ہوں اور ہم یہاں پانی پی کر سیراب ہوں۔ فاطمہؑ کے پیاروں کے قلب و جگر تشنگی کی آگ سے جھلسے ہوں اور ہم اپنے دل و جگر کو ٹھنڈا کریں ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔

بدقسمتی سے مرد حد پہرہ دار قریب ہی کھڑا تھا اور اس نے یہ گفتگو سن لی اس کی شقاوت ازلی جوش میں آئی اور بولا کہ تم کو صرف اس کی اجازت دی گئی ہے کہ دریا سے خود پانی پی لو مگر اب تم کو یہ حوصلہ ہوا ہے کہ مشکیں بھر کر اس رفاکش بددین، خارجی کے پاس لے جا رہے ہو جس کا نام ابھی تم نے لیا ہے۔ میں اسحٰق کو اطلاع دیے دیتا ہوں اگر اس نے بھی قرابت کا لحاظ کر کے چشم پوشی اختیار کی تو میں خود مزاحمت کروں گا اور شور و غل سے عمر سعد کو اطلاع ہو جائے گی کہ اسحٰق نے اس کے احکام کی خلاف ورزی کی۔

جناب بریرؓ اس کے پاس اس ارادہ سے گئے کہ اس کو پکڑ لیں اور دوسرے آدمی مشک لیکر روانہ ہو جائیں۔ ورنہ اگر شور و غل ہو گیا تو خواہ جانیں بچ جائیں مگر پانی نہیں بچیگا مگر وہ للکارتا رہ گیا اور فوراً بھاگ کر اسحٰق اپنے افسر کو اطلاع دیدی۔ اسحٰق اگر چشم پوشی کرنا بھی چاہتا تو افسر بالا عمر سعد کے خوف سے نہیں کر سکتا تھا حکم دیدیا کہ جاؤ اور راستہ روک لو پانی ہرگز نہ جانے دو۔

چنانچہ بعضوں نے ان کی راہ روک لی۔ بعضوں نے تو خیر یہ کہا کہ اتنا سا تو پانی ہے ہی اس سے کیا کام نکلیگا اور کون سا ان کو فائدہ پہنچیگا لے جانے دو۔ مگر بعض ایسے سنگ دل اور بے رحم تھے کہ انھوں کہا کہ نہیں امیر کے حکم کی تعمیل ضروری ہے پانی مت لے جانے دو۔ غرض کہ جھگڑتے تھے۔ سب نے گھیر لیا اور کہا کہ ہم تمہیں قتل کر ڈالینگے مگر پانی ہرگز نہ لے جانے دینگے۔ ادھر جاں نثاران حسینی نے

Marfat.com

بھی تلواریں سونت لیں اور کہا خدا کی قسم ہم تم کو جیتے جی مشک کو ہاتھ نہ لگانے دیں گے اتنے میں ایک شقی ازلی نے تیر مارا جو اس جاں نثار کی گردن میں لگا جو مشک اٹھائے ہوئے تھا اور خون کا فوارہ جاری ہو گیا جناب بریر نے یہ شقاوت دیکھی تو نعرہ سے ان ملعونوں کو ڈانٹا اور دھمکی دی کہ اگر قبیلہ ہوازن کو تم نے چھیڑا تو قیامت آ جائے گی حضرت بریر کی آواز امام عالی مقام کے گوش مبارک تک پہونچی آپ نے آواز پہچان کر اس وقت جو اصحاب خدمت اقدس میں حاضر تھے ان کو کمک کے لئے بھیجا اور بمشکل تمام ایک مشک پانی کے لانے میں کامیابی ہوئی۔

جناب سکینہ فرماتی ہیں کہ بریر ہمدانی وہ مشک سیدھے ڈیوڑھی لائے جہاں ہم سب بچے جمع تھے یعنی جناب سیدہ زینب علیہا السلام کے خیمے کے سامنے بچوں کو آواز دی کہ پیاسو آؤ اور پانی پیو تم کو یہ پانی گوارہ ہو چنانچہ سب بچے دوڑ کر آ گئے اور فرط مسرت سے مشک سے لپٹ گئے کوئی اپنے گال مشک پر رکھ دیتا تھا کوئی چھاتی سے لگاتا تھا کوئی چومتا تھا. کوئی پیار کرتا تھا مگر افسوس کہ اسی حالت میں الٹنے پلٹنے کی وجہ سے مشک کا منہ کھل گیا۔ اور سارا پانی زمین پر بہہ گیا تمام بچے فرط مایوسی سے رونے لگے اور چلا چلا کر کہنے لگے اے بریر تم جو ہمارے لئے پانی لائے تھے دیکھو وہ گر گیا جناب بریر کو سخت صدمہ ہوا اور کہا کہ افسوس دختران فاطمہ کی قسمت میں پانی تمھاری نہیں۔

غور کرو کہ ایسی جلانے والی اور اعضاء کو گھلانے والی اور پگھلانے والی گرمی کے زمانہ کی ایسی شدید پیاس کہ دو دن سے قطرہ حلق سے نہ اترا تھا بہزار دقت و بصد ہزار مشکلات کے بعد ایک مشک پانی ہاتھ آتا ہے اور وہ بھی اس طرح ضائع ہو جاتا ہے اس سے ان معصوم بچوں کے دلوں پر کیا گزری ہوگی اور اس امر کا بھی اندازہ کرو کہ پانی کا دستیاب ہونا کتنا مشکل تھا اور پیاس میں خاندان نبوت کے معصوم بچوں کی کیا حالت ہوگی اور کس طرح مرغ بسمل کی طرح تڑپتے ہوں گے مگر جنود شیاطین کے دل پر اس کا کوئی اثر نہ تھا اور ان کے دل میں رحم کا کوئی جذبہ پیدا نہ ہوتا تھا کیسے سنگدل کیسے بے رحم کیسے بہیمانہ صفت اور حیوان سیرت تھے خدا ان پر دائمی عذاب مسلط فرمائے۔

انتظار اور اضطراب

ایک دن کا التوائے جنگ قدرتی طور پر اپنی آغوش میں انتظار کی گھڑیاں اور اضطراب کے طوفانی سمندر لایا تھا۔ عورت۔ مرد بچے بوڑھے اور جوان سب کو معلوم ہو چکا تھا کہ قیامت آج ہی

برپا ہونے والی تھی مگر کل پر ملتوی ہو گئی کون سا دل ہو گا جو کل کے انتظار میں بے کل نہ ہو گا اعوان و انصار کو انتظار تھا کہ کل آئے اور ہم امام دو جہان پر اپنی جانیں نثار کر کے حُبِ اہل بیت اور محبت آلِ رسول کے فرض سے سبکدوش ہوں برادران و فرزندان علی علیہ السلام کل کے منتظر ہوں گے کہ کل آئے تو فرزند رسول و جگر گوشہ بتول پر قربان ہو کر حقِ اخوت ادا کریں بھتیجے اور بھانجے انتظار کی گھڑیاں گن رہے ہونگے کہ آج کے بقیہ لمحے ختم ہوں تو ہم عم نامدار کے قدموں پر جان دے کر سعادت مندی دارین کا طرۂ افتخار زیب سر کریں اور فرزند جوان بخت منتظر ہو گا کہ صبح قیامت نمودار ہو تو ید اللّٰہی کے کرشمے دکھاؤں اور پدر عالی قدر پر تصدق ہو کر سعادت دارین حاصل کروں۔

ان سب کے انتظار کے ساتھ ایک ذات گرامی ایک وجود مبارک مسعود اور ایک ہستی اقدس و اعظم کو بھی انتظار ہے جو آج تمام روئے زمین پر سب سے زیادہ واجب التعظیم سب سے زیادہ واجب الاحترام اور سب سے زیادہ واجب التقدیس اور واجب الاطاعت ہے جس کی کرامت و بزرگی پر قرآن نے شہادت دی تھی جس کی محبت کو رسول نے امت پر فرض ٹھہرایا جو سید شباب اہل الجنۃ ہے جس کو رسول اللہ نے اپنا فرزند بتلایا جو فاطمۃ الزہرا کا لخت جگر ہے جو شاہ لافتیٰ کا نور نظر ہے جس کی ولادت کی تہنیت جبرئیل نے دی اور جس کی شہادت کی خبر میکائیل نے سنائی اس شاہ مشرقین و شہنشاہ مغربین جناب امام حسین علیہ السلام کو بھی آج کل کا انتظار ہے جبکہ ملاعنہ امت بوسہ گاہ رسول پر خنجر جفا چلائیں گے اس کو اس ساعت سعید کا انتظار ہے جبکہ جفا پیشگان عصر راکب دوش کا سر قلم کرینگے اور اس کو اس یوم مقدس کا انتظار ہے جبکہ ظالم تن بے سر اور جسد بے فرق پر گھوڑے دوڑائینگے اور لاشہ اطہر کو کچلیں گے اور روندینگے۔ وہ اس وقت کا انتظار کر رہا ہے جب اس کے استقبال کو روح محمد و فاطمہ وار واح ملائک و انبیا کھڑی ہونگی۔ وہ اس وقت کا منتظر ہے جب حاملان عرش عظیم پیشوائی کو آئینگے۔ اس کا انتظار سب سے زیادہ سخت ہے کیونکہ اس کے انتظار میں محمد مصطفےٰ فاطمہ الزہرا علی مرتضیٰ اور حسن مجتبیٰ کی روحیں بے چین ہیں۔

اضطراب

اگر ایک دن کا التوائے جنگ اپنے ساتھ انتظار کی سختیاں لایا تھا تو یہی التوار جنگ اپنے ہمراہ اضطراب کی بے چینیاں اور درد انگیزیاں بھی لایا تھا سیلابوں کے خیمے اضطراب والتہاب

اور بے چینی و بیقراری کے طوفانی سمندر بہ رہے تھے فاطمہؑ کی بیٹیاں محمدؐ کی نواسیاں اور علیؑ کی پوتیاں مضطرب و بیقرار تھیں کہ کل دیکھئے کیا حشر برپا ہوتا ہے اور کیسی قیامت رونما ہوتی ہے۔ محمدؐ کا گھرانا بیتاب اور مضطرب تھا کہ جس ذات اقدس کے ساتھ ان کی امیدیں وابستہ ہیں اور جس وجود مقدس کے دامن سے ان کی آرزوئیں بندھی ہوئی ہیں دیکھئے کل اس پر کیا بیتتی ہے گلشن زہراؑ پر خزاں آنے والی تھی گلزار مصطفویؐ اجڑنے والا تھا گلستان علیؑ کے پھول مرجھانے والے تھے موت و ہلاکت کے بازو پھیلے ہوئے نظر آرہے تھے مصائب وآلام کے بادل سیدانیوں کے سروں پر منڈلا رہے تھے۔ یتیمی کی حسرتیں اور بیوگی کا سوگ اپنے بھیانک چہرے دکھلا رہا تھا مائیں بیقرار پھوپھیاں دلفگار بچے اداس اور بچیاں بے آس ہو رہی تھیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ مشرق نبوت کا آفتاب غروب ہونے والا تھا اور خاندان رسالت کے لئے غم کی تاریکی اپنے پروں کو پھیلائے چلی آرہی تھی سیدہ زینبؑ اور سیدہ ام کلثوم کے درد اضطراب کا کیا عالم ہوگا۔ کون اندازہ لگا سکتا ہے کہ ان پیغمبر زادیوں اور رسول خدا کی نواسیوں کا آج نویں محرم کو کیا ہوگا۔ کون جناب ام رباب زوجہ امام عالی مقام کے الم بے قراری کو محسوس کر سکتا ہے جن کو دھڑکا ہے کہ سہاگ لٹنے والا اور بیوگی و رنڈاپا سر پر منڈلا رہا ہے اور جن کو آثار نظر آرہے ہیں کہ مانگ کے ساتھ گود بھی اجڑنے والی ہے۔ بچوں کی بے کسی اور مظلومیت جو آج ہی سے ان کے چہروں پر برس رہی ہے کس کا دل و جگر ہے جو اس کو دیکھ سکتا ہوگا اور کلیجہ منہ کو نہ آتا ہوگا۔

بہر حال انتظار و اضطراب کی جلوہ فرمائیاں رنگ لا رہی تھیں اہل بیت کرام اگرچہ صبر کی سل چھاتی پر رکھے ہوئے تھے مگر یہ تو وہ اضطراب تھا کہ اگر پہاڑ بھی سینہ پر رکھ لیا جاتا تو بھی صبر ممکن نہ ہوتا اور جوش اضطراب رُوکے نہ رکتا۔

صبح قیامت کی شب یا طاعت و عبادت کی رات

دسویں محرم کی شب آگئی۔ اس شب کے لئے تو امام عالی مقام نے جنگ کا التوا کرایا تھا۔ یہی تو وہ شب ہے جو ہزار شب قدروں سے بھی زیادہ مقدس و محترم ہے اسی شب کی وہ صبح ہے جو یوم عاشورہ کے نام سے معروف ہے اور یہ وہی شب ہے جس کی صبح کو وہ قیامت برپا ہونے والی تھی کہ جس کی خبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جبرئیل امین نے دی تھی اور جس کو سن کر سرور دو عالم پر گریہ طاری ہو گیا تھا۔

Marfat.com

جناب امام عالی مقام نے ایک دن کے لیے جنگ ملتوی کرائی تھی۔ کیوں؟ کیا زندگی اس قدر عزیز تھی کہ اس کے چند لمحے بھی آپ کو غنیمت معلوم ہوئے؟ حاشا وکلا جناب امام کے نزدیک تو زندگی اور اس کی راحتیں کچے دھاگے سے بھی کم قیمت تھیں اگرچہ آپ کی حیات مقدس کا ایک ایک لمحہ بھی تمام عالم کی زندگیوں سے زیادہ قیمتی تھا مگر خود جناب امام عالی مقام کی نگاہ اقدس واعلیٰ میں اس کی قیمت جو کچھ تھی اس کو آپ نے طاعت الٰہی وعبادت خداوندی کے لئے لی گئی تھی تاکہ اس رب العزت کی بارگاہ میں گریہ ومناجات دعا استغفار تسبیح وتہلیل نماز اور تلاوت کی آخری لذتوں سے قلب وروح کو مسرور وشاد کام کرلیں اور خزانِ الٰہیہ کی تمام برکتوں اور سعادتوں سے دامن مراد کو معمور کرلیں جس کے بعد مراتب قرب ووصال کا کوئی مرتبہ اور کوئی درجہ باقی نہ رہے۔

چنانچہ تمام مورخین کا اس بات پر کامل اتفاق ہے کہ جناب امام حسین علیہ السلام اور آپ کے اہل بیت کرام اور جملہ انصار واصحاب ذوی الاحترام تمام شب ذکر وطاعت الٰہی میں مشغول رہے نماز تلاوت میں ساری رات گذار دی ہر طرف سے اللہ اللہ کی صدائیں آرہی تھیں اور ان صداؤں سے جنگل گونج رہا تھا۔ مروی ہے کہ عبادت الٰہی کی مصروفیت سے جو آوازیں ہر چہار طرف سے بلند ہو رہی تھیں وہ ایسی تھیں جیسی شہد کی مکھیوں کی آوازیں وقت ہوتی ہے جب وہ اکٹھی بہت ... سی اڑتی ہیں۔

رفقاء اور اہل بیت سے دوبارہ خطاب

عبادت وطاعت میں مشغول ہونے سے قبل جناب امام عالی مقام نے پھر ایک دفعہ تمام اصحاب وانصار واہل بیت کرام کو جمع فرماکر اسی قسم کا خطبہ دیا جیسا کہ اس سے پہلے دے چکے تھے سب کی وفاداری وجاں نثاری کا اعتراف فرمایا اور کہا کہ میں اپنی بیعت واطاعت سے تم کو آزاد کرتا ہوں۔ تم لوگ تیز رفتار اونٹنیوں پر یہاں سے نکل جاؤ۔ یہ اشقیا صرف میری جان کے دشمن اور میرے خون کے پیاسے ہیں ان کو اور کسی سے کچھ واسطہ نہیں ہے اس لئے تم کیوں جانیں قربان کرتے ہو۔

لیکن یہ کوئی نہ تھے جو بیعت کرکے اور آپ کو خط پر خط لکھ کر اور بلا کر طوطے کی طرح آنکھیں بدل گئے اور مصائب وآلام میں پھنسا کر بزدلوں کی طرح گھروں میں بیٹھ گئے اور کچھ تو امام کے مقابلہ پر تلواریں کھینچ کر میدان میں آگئے یہ اصحاب باصفا سچے جاں نثارانِ فرزند مصطفےٰ صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلم تھے ان سب نے دست بستہ عرض کیا کہ اے شاہ دیں پناہ مرنا تو ایک دن یقینی ہے
پھر ایسا مقدس اور مبارک موقع ہم کو کہاں ملیگا خدا کی قسم ہم یہاں سے ہرگز کہیں نہیں جا ئینگے اور یہ
محال اور ناممکن ہے کہ ہم فرزند رسول اور جگر گوشۂ بتول کو نرغۂ اعداء میں اس بیکسی و مظلومی کی حالت
میں چھوڑ چلے جائیں۔ آخر ہم آپ کے نانا جان کو کیا منہ دکھائیں گے اور آپ کی والدہ محترمہ جناب
سیدہ خاتون کو کیا جواب دیں گے۔ کیا ہم ان سے کہینگے کہ ہم نے ان کو اس حال میں چھوڑ دیا تھا جبکہ وہ
تین رات دن کے پیاسے تھے اور دشمنوں کی فوج میں گھرے ہوئے تھے۔ کوئی ساتھی اور کوئی مددگار نہ تھا
اور ایسے لوگوں کے نرغہ میں ان کو چھوڑ کر آئے جن کے دلوں میں رحم نہیں تھا جن کے سینوں سے نور
ایمان نے ہمیشہ کیلئے رشتہ منقطع کر لیا تھا۔ جو آپ کے فرزند اور لخت جگر کے خون کے پیاسے تھے۔

پھر جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ تم میں سے کل کوئی نہیں بچیگا اور ایک ایک کا نام لیکر
فرمایا کہ تم سب شہید ہو گے۔ حضرت قاسم بن امام حسن نے پوچھا کیا میں بھی ان خوش قسمتوں میں ہونگا؟
تو عم نامدار نے فرمایا کہ موت کو تم کیا سمجھتے ہو؟ حضرت قاسم نے زمین خدمت چوم کر عرض کیا کہ عمو جان
شہد سے زیادہ شیریں تب لہلے امام گویا ہوئے اور فرمایا کہ قاسم تم بھی انہی لوگوں میں شامل ہو اور
تم بھی اسی ابتلاء و آزمائش میں ڈالے جاؤ گے اور کامل العیار ہیں اور پکے اترو گے۔

اہل بیت کی تسلی و تسکین

اہل بیت کے جوانوں اور رفقاء و اصحاب سے خطاب فرما کر جناب امام عالی مقام سرا پردہ
عصمت میں تشریف لے گئے۔ بچوں اور عورتوں کی حالت دیکھی تو زبان اقدس پر کچھ یاس انگیز و حسرت
خیز اشعار جاری ہو گئے۔ جناب سیدہ زینب علیہا السلام سے ضبط نہ ہو سکا۔ آپ اپنے بھائی کی عاشق تھیں
ان اشعار کو سن کر ضبط و تحمل کا یارا نہ رہا اور بے اختیار ہو کر رونے اور اشک بہانے لگیں اور بھا در
گرامی قدر سے لپٹ کر وا محمداہ وا علیاہ وا فاطمتاہ کے جگر خراش اور جانگسل نالہائے زار کرکے فرمانے
لگیں کاش میری موت آج ہی مجھ کو تلخ و غم آشوب زندگی سے نجات دیتی تاکہ میں اس روز سیاہ
اور شب تیرہ کو نہ دیکھتی۔ اے بھائی تمہارے سوا ہمارا کون ہے۔ آپ ہی ایک ہماری پناہ ہیں اور

اے پناہ و من دپناہ ہمہ

آپ کے بعد ہماری جائے پناہ کون ہوگی اور ہم کس کی پناہ ڈھونڈھیں گے۔
امام عالی مقام نے پیاری بہن کی یہ گریہ و زاری سنی تو سید الصابرین سے بھی ضبط نہ ہو سکا اور

Marfat.com

آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ حضرت زینب رضی بھائی کی آنکھوں کو نمناک دیکھ کر اور بھی بے تاب اور بے قابو ہو گئیں پچھاڑیں کھا کر زمین پر گر پڑیں آپ پر غشی طاری ہو گئی جب آپ کو ہوش آیا تو امام عالی مقام نے تسکین و تسلی دی صبر و ضبط کی تلقین کی اور فرمایا کل من علیہا فان و یبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام۔

صبح قیامت کی نمود

سرا پردہ ہائے عصمت سے نکل کر شاہ مشرقین اپنے خیمہ میں تشریف لے گئے اور رب ذوالجلال کی طاعت و عبادت میں مصروف ہو گئے اور تمام شب اپنے پروردگار سے راز و نیاز میں مشغول رہے جو لمحہ بھی گزر رہا تھا مراتب قرب و وصال میں ترقی ہو رہی تھی یہاں تک کہ آفتاب ردائے خونیں اوڑھے نمودار ہوا صبح واقعی صبح قیامت اور دن واقعی روز حشر تھا۔

دشت کربلا میدان محشر بننے والا تھا اس لئے زمین نینوا کا ذرہ ذرہ سوگوار تھا۔ اس سرزمین کی خاک کیوں نہ سوگوار ہوتی جس پر فرزند رسول ذبح کیا جانے والا تھا اور اس خاک کے ذرے کیوں نہ ماتم نشیں اور سیہ پوش ہوتے کہ خون حسین سے ان کے چہرے رنگین ہونے والے تھے کربلا کی خاک خجل تھی کہ خاندان رسالت اور اس کا دُرۃ التاج آکر جہان بنا اور تین دن کا پیاسا انتہائی شقاوت و بیرحمی کے ساتھ قتل کیا گیا زمین کربلا پر غم کا پہاڑ ٹوٹ رہا تھا کہ آج وہ حشر برپا ہوگا جو کبھی زمین کے اوپر اور آسمان کے نیچے نہیں ہوا آسمان چادر نیلی فام بنا چپ چاپ کھڑا تھا کہ آج کیا ہونے والا ہے چرخ پیر نے بہت سے تماشے دیکھے تھے بہت سی دردانگیزیاں اور بہت سی غمناکیاں اس کی نظر سے گذر چکی تھیں اس نے مظلومیت و بیکسی کے بہت سے مناظر دیکھے تھے۔ معصوموں اور مظلوموں کو قتل ہوتے بھی دیکھا تھا۔ بیگناہوں کا خون بہتا بھی دیکھا تھا۔ بادشاہوں کا قتل بھی اس کی نظر سے گذرا تھا اور فقیروں کی موت بھی انبیاء کا قتل بھی اس نے دیکھا تھا اور قاتلوں کی ہلاکت و تباہی بھی۔

مگر آج جو پیش آنے والا تھا اور ساتویں محرم سے جو پیش آ رہا تھا وہ اس نے کبھی نہ دیکھا تھا اور نہ آئندہ دیکھے گا۔ آسمانی محفل اجڑ چکی ماہتاب بے نور ہو کر ایک گوشہ ماتم میں جا بیٹھا تھا ستارے غم کی چادر اوڑھ کر روپوش ہو چکے تھے۔ شبنم رات بھر زار و قطار روتی تھی اور صبح کو آفتاب کی کرنیں اور شعاعیں اس کا جنازہ اٹھا کر لے گئی تھیں۔ نسیم و صبا اپنی چال بھول چکی تھی اور ماتم شبیر و غم حسین میں خاک اڑا رہی تھیں اور غم کے بگولے بن بن کر ماتم ادا کر رہی تھیں۔ حسرت و یاس کے بادل امڈے چلے آ رہے تھے اور غم و الم کی گھٹا ہر طرف چھائی ہوئی تھی جنگل کے پرندوں نے چہچہانا چھوڑ دیا تھا

Marfat.com

اور غم امام عرش مقام میں نوحہ خوانی کر رہے تھے۔ فرات کی موجیں ساحل پر سر پٹک رہی تھیں کہ اس کی چھاتی پر پانی بہہ رہا ہے مگر اس کا ایک قطرہ بھی فرزندان رسولؐ اور دختران فاطمہ کے حلق تک نہیں جا سکا۔ اور اب اسی کے دامن میں محمدؐ کے نواسے اور فاطمہ کے لاڈلے ذبح کئے جائینگے۔ پھر کون انکار کر سکتا ہے کہ آج کی صبح صبح قیامت اور آج کا دن روز حشر نہیں ہے

سرور دیں بادشاہ نے حکم دیدیا تھا کہ جو خندق خیام مقدس کے گرد کھدی ہوئی ہے اس کو آگ سے روشن کر دیا جائے تاکہ حرم رسولؐ کی طرف شقی و لعین کو دیکھنے کی جرات نہ ہو حکم کی دیر تھی خندق شعلوں سے دہک اٹھی ۔

ایک جہنمی آغوش نار میں

صف آرائیوں کی تیاریاں ہو رہی تھیں ابھی طبل جنگ پر چوب نہیں پڑی تھی۔ جنود شیاطین۔ ساز و سامان جنگ کی درستی میں لگے ہوئے تھے اور شہنشاہ کونین جناب امام حسین مصلائے عبادت پر بیٹھے ذکر الٰہی میں مشغول کہ ایک دوزخ کی ہوس کا کیڑا جس کا نام ابن جویریہ تھا ناریوں کے ہجوم سے نکل کر آگے بڑھا اور خیمہ ہائے اہل بیت کے گرد آگ روشن دیکھ کر جناب امام عرش مقام کے قریب آکر صوت ممبر میں چلایا : یا حسین و یا اصحاب حسین ابشروا بالنار فقد تعجلتم الی النار

یعنی اے حسین اور اے اصحاب حسین تم کو آتش دوزخ کی بشارت ہو (خاکش بدہن) تم نے خود آگ کی طرف عجلت کی ہے ۔

اس ازلی دوزخی کا جواب تو یہ تھا کہ اسی وقت زبان گدی سے کھینچ لی جاتی اور خدام درگاہ اس دریدہ دہنی کی سزا اسی وقت دینی چاہتے تھے مگر سید الصابرین نے اس خیال سے روک دیا کہ اپنی جانب سے جنگ کا آغاز مکروہ جانتے تھے لیکن خدائے قہار و منتقم کی مشیت زبان امام پر اس طرح جاری ہو گئی اللهم اذقه عذاب النار فی الدنیا اے خدا اس بدبخت و شقی کو اس دنیا میں عذاب نار میں مبتلا کر۔

زبان اجابت قرین سے اس جملہ کا نکلنا تھا کہ اجابت حسن قبول نے اپنی آغوش کھول ہی دی اور دعائے امام کو کنار قبول میں لے لیا ملعون جس گھوڑے پر سوار تھا وہ بھڑک کر آتشیں خندق میں کود پڑا اور اپنے دوزخی سوار کو آتش دنیا میں پھینک دیا جہاں وہ ملعون بھڑکتے ہوئے شعلوں میں جل کر کباب ہو گیا اور اس طرح یہ گستاخ دریدہ دہن دوزخی دنیا ہی سے عذاب نار میں مبتلا ہو

Marfat.com

راہی جہنم ہوا جہاں ابدی عذاب نار اس کے انتظار میں تھا اور جس سے اس شقی ازلی کو کبھی نجات نہیں مل سکتی۔

صفوں کی درستگی اور لشکر کی

تیاری جنگ

مہلت کے وہ لمحے ختم ہو گئے جو کل دیے گئے تھے اور صبح اس طرح نمودار ہوئی شیطانی لشکر میں گھوڑوں اور ہتھیاروں کا شور وغل برپا ہوا اور فوجیں آراستہ وصفیں درست ہونے لگیں یمنہ۔ میسرہ اور قلب ترتیب دئے گئے۔ علم بلند کیا گیا۔ سوار اور پیدل ایک دوسرے کی مدد پر مقرر ہوئے۔

عمرو بن حجاج میمنہ کا امیر بنایا گیا۔ عمرو بن قیس کو میسرہ کی قیادت سپرد کی گئی۔ پیدل فوج شبیث بن ربعی کی ماتحتی میں دی گئی اور سواروں کا دستہ خولی اصبحی کی زیر کمان دیا گیا اور اس فوج ظلم کا جھنڈا بردار دن رید کو بنایا گیا جو عمر وسعد کا غلام تھا۔ اس ٹھاٹھ سے عمر وسعد وقلب لشکر شیاطین میں کھڑا ہوا آج وہ سب کچھ بھولا ہوا تھا نہ تو اسے یاد تھا کہ وہ کس کا بیٹا ہے نہ اس کو یاد تھا کہ وہ کس کے فرزند پر تلوار کھینچ رہا ہے اس کو صرف ایک چیز یاد تھی اور وہ حکومت رَے تھی۔ اس نشے میں ایسا مست وسرشار تھا کہ دنیا وما فیہا کی اس کو مطلق خبر نہ تھی۔ اس نشہ نے اور اس نشہ کی مستی نے اس کو اس قدر اندھا کر دیا تھا کہ فرزند رسول اور جگر گوشۂ بتول بھی اس کو نظر نہ آئے۔

دوسری طرف امام عالی مقام مصلائے عبادت سے اٹھے اور چند برگزیدہ قدسی نفوس ہمرکاب تھے اُن کی صف درست کی میمنہ کی سرداری جناب زہیر ابن القین کو عنایت کی میسرہ پر جناب حبیب ابن مظاہر کو مقرر فرمایا اور جناب عباس کو اس لشکر کی علمبرداری سے معزز ومفتخر کیا گیا اس میں کیا شبہ کی گنجائش ہے حضرت عباس کو جو خدمت سپرد کی گئی تھی وہ ایک شرف اور اعزاز تھا میر انیس مرحوم نے اس عزت وشرف کے ملنے پر حضرت زینب اور جناب سکینہ کی زبان سے حضرت عباس کو مبارکباد دلوائی ہے وہ بھی سننے کے قابل ہے۔ حضرت علیہا السلام فرماتی ہیں:

گھر میں سلامت آئینگے جب سرورِ اُمم
تب دوں گی تم کو تہنیتِ عہدۂ علم
ہاتھوں کو جوڑتی ہے بہنیا اسیر غم
ہو صلح صلح کہ لشکر او ھر ہے کم
تم سے بڑی اُمید ہے زہرا کی جائی کو

Marfat.com

بیٹیا نہیں ہے لیگی بہن اپنے بھائی کو

اتنے میں پاس آکے سکینہ نے یہ کہا | چہرہ کی لوں بلائیں ، میں صدقے جھکو ذرا
عہدہ علم کا تم کو مبارک ہو اے بچا | میں نے دعائیں کی ہیں کہو مجھ کو دو گے کیا

میدان کا رخ کرو گے کہ دریا پہ جاؤ گے

کیا اب بھی تم نہ پیاس ہماری بجھاؤ گے

خیمہائے مطہر کے آگے ہی یہ مجاہدوں کی صف کھڑی کی گئی تھی ۔ خیام فلک احتشام میں سیدانیاں اور دودمانِ رسالت کی شہزادیاں تھیں جن کے کلیجے پھٹے جاتے ہوں گے کہ اب چند لمحوں کے بعد دیکھئے خدا کیا دکھاتا ہے ۔ میدان جنگ ان کی آنکھوں کے سامنے تھا اور جو قیامت برپا ہونے والی تھی وہ سب ان کی نگاہوں کے سامنے ہی ہونے والی تھی ذرا اپنے تخیل کو اس میدان کربلا تک لے جاؤ اور اگرچہ بے ادبی ہے کہ تمہارے اہل بیت کے اندر کسی کا تخیل بھی قدم رکھے مگر ادب و احترام کے سجدے کرتے ہوئے تخیل کو لیجاؤ اور چشم تصور سے دیکھو کہ اس وقت ان خیموں کے اندر رہنے والی بیبیوں کے دل کا کیا حال ہوگا ۔ بچے جن کو تین دن سے پانی نہیں ملا وہ کس حالت میں ہونگے ۔

صف بندی ہو چکی اور فوج اشقیا میں جنگ کے باجے بجنے شروع ہو گئے تو امام عرش مقام نے آخری حجت پوری کرنے کا ارادہ فرمایا ۔

میدان کربلا میں ہدایت اشقیا کیلئے پہلی سعی

جنگ ابھی شروع نہیں ہوئی امام علیہ السلام کی طرف سے تو آغاز ہو ہی نہیں سکتا تھا یزیدیوں کی طرف سے بھی ابھی تک خاموشی تھی صرف جنگی باجوں کا شور تھا کہ اسی حالت میں قرۃ نور رسول الثقلین جناب امام حسین علیہ السلام مع چند رفقاء کے لشکر شام کی طرف بڑھے اور ایک ناقہ پر سوار ہو کر بہو فاصلہ اور گمراہ کوفیوں اور ظالم و شقی شامیوں کو مخاطب فرمایا ۔

سخن حق کی طرف کانوں کو مصروف کرو

شور باجوں کا مناسب نہیں تو موقوف کرو

جناب امام عرش مقام نے گمراہ فوج شام کے سامنے جو خطبات ارشاد فرمائے ہیں وہ

Marfat.com

ایک مجموعہ پند و ہدایت ہے ان خطبات کے خلاصے بھی منقول ہیں اور بعض تاریخوں میں پوری تفصیل کے ساتھ پورے خطبے دیئے ہیں۔ اصل یہ ہے کہ جس سامع کے کان میں جتنا حصہ پڑ گیا ہے اسی قدر روایت کر دیا ہے۔ روایتوں میں باہم کسی قدر اختلاف بھی ہے۔ مگر یہ اختلاف ایسا نہیں ہے کہ اس سے کسی مسئلہ پر اثر پڑتا ہو۔

آپ کے خطبہ کے دوران میں شمر وغیرہ آپ کو ٹوکتے بھی رہتے اور تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے ہمراہ جو جاں نثار تھے وہ ان تعریضات اور طعنوں کا جواب بھی اسی دوران میں دیتے رہتے تھے اور اتنے عرصہ کے لئے حضرت امام کو خاموش ہو جانا پڑتا تھا اور پھر اس سے قطع نظر فرما کر خطبہ شروع فرما دیتے تھے۔

فرزند محمدؐ کا نطق حق وصداقت

حمد و نعت کے بعد فوج مخالف کو مخاطب فرما کر کہا۔

ایہاالناس! میری بات سنو اور میرے قتل کرنے میں جلدی نہ کرو تاکہ مجھ پر تمہاری ہدایت و نصیحت کا جو حق ہے اس کو ادا کر دوں اور اپنے یہاں آنے کے وجوہ سے تم کو آگاہ کر دوں اگر میرے عذرات کو تم نے قبول کیا اور میرے قول کی تم نے تصدیق کی اور میرے معاملہ میں تم نے انصاف سے کام لیا تو پھر سعادت تمہارے ساتھ ہوگی اور تم مجھ پر ظلم کرنے کا کوئی بہانہ نہ پاؤ گے اور اگر ان وجوہ اور عذرات کو تم نے قبول نہ کیا جو یہاں اپنے آنے کے متعلق میں بیان کروں گا اور انصاف کو طاق شقاوت پر رکھ دیا تو پھر تم اپنی فوجوں کو درست کر کے جو کچھ ظلم و ستم مجھ پر کرنا چاہتے ہو کر لینا میں تم سے مہلت نہ مانگوں گا۔

پھر فرمایا اے اہل کوفہ اور اے اہل شام تم لوگ غور کرو کہ میں کون ہوں۔ کس کا نواسہ اور کس کا بیٹا ہوں اور پھر اپنے دل میں سوچو اور غور کرو کہ کیا مجھے قتل کرنا اور میری بے عزتی کرنا تمہارے لئے حلال ہے

اے لوگو! کیا میں تمہارے نبی اور تمہارے رسول محمدؐ کی بیٹی فاطمہؑ کا بیٹا نہیں ہوں۔ کیا وہ علی میرے باپ نہیں جو تمہارے رسولؐ کے ابن عم اور داماد تھے جو سب سے پہلے ایمان لائے اور اللہ کی وحی و رسالت کی تصدیق کی کیا حضرت حمزہ میرے باپ کے عم نامدار نہ تھے جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سید الشہداء فرمایا اور کیا حضرت جعفر طیار میرے چچا نہیں تھے اور تمہارے

کانوں تک تمہارے نبی کا یہ ارشاد نہیں پہنچا کہ حسن اور حسین جوانانِ بہشت کے سردار ہیں۔

جس وقت سبطِ رسول یہ فرما رہے تھے تو سامعین پر گریہ طاری ہو گیا یہاں تک کہ فوجِ شقاوت سرشت میں بھی یارائے ضبط نہ رہا اور یزیدی فوج کے لوگ بھی رو دیئے اور سراپردہ عصمت میں تو ایک کہرام مچ گیا اور ایسے جگر خراش نالے سیدانیوں کے منہ سے نکلے کہ زمین کا جگر بھی پانی ہو گیا ہو گا جناب امام عالی مقام نے شہزادیوں کی آہ و زاری سنی تو بے چین ہو گئے اور فرمایا کہ ابن عباس نے سچ کہا تھا کہ عورتوں کو ساتھ مت لیجاؤ پھر حضرت عباس کو حکم دیا کہ بھائی جاؤ اور ان کو چپ کراؤ

اس کے بعد پھر فرمایا کہ ارشادِ رسول کے متعلق جو میں نے تم کو سنایا ہے اگر تم مجھے سچا سمجھتے ہو تو خیر تم نے حق کو حق سمجھا اور اگر تم مجھے جھوٹا سمجھتے ہو اور خدا کی قسم میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا تو ابھی دنیا میں اصحاب رسول اللہؐ زندہ ہیں جاؤ دریافت کرو کہ میری راست گفتاری اور صحت بیانی کی جابر ابن عبد اللہ انصاری، ابو سعید خدری سہل ابن سعد ساعدی زید بن ارقم اور انس بن مالک سے پوچھ لو۔ وہ تم لوگوں کو بتلا دینگے کہ انھوں نے رسولِ خدا سے یہ حدیث سنی ہے یا نہیں۔ پھر کیا یہ حدیث تم کو میرے قتل کرنے اور میرا خون بہانے سے روکنے کے لئے کافی نہیں ہے۔

ابھی یہیں تک سبطِ پیغمبر کا ارشاد ہدایت پہنچا تھا کہ جہنمیوں کا سرخیل اور آلِ رسول کا دشمن ملعون شمر بیچ میں بول اٹھا کہ:۔

میں خدا کی عبادت کے برخلاف کروں اگر میری سمجھ میں یہ بھی آیا ہو کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔"

اس مداخلت و گستاخی کو دیکھ کر فدائے اہلبیت جناب حبیب ابن مظاہر نے کہا کہ اے دشمن خدا تو سچ کہتا ہے امام برحق کی ہدایت کو کیا سمجھ سکتا ہے۔ تیرے قلب پر تو ضلالت و گمراہی کی مہر لگا دی گئی ہے'

امام عالی مقام و فرزندان خیر الانام نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ:۔

اگر بالفرض تم لوگوں کو میرے اس بیان پر شک بھی ہو یعنی اس حدیث قدسی کے بیان میں تو بتلاؤ میرے اس دعوے میں بھی تم لوگوں کو کسی قسم کا شک ہے کہ تمہارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کا بیٹا ہوں اور خدا کی قسم مشرق سے لیکر مغرب تک کوئی دوسرا فرزندِ رسول تمہارے درمیان یا تمہارے سوا اور کسی کے درمیان نہیں ہے افسوس تم یہ کہہ سکتے ہو کہ میں نے تم میں سے کسی کو قتل کیا ہے جس کا قصاص مجھ سے لینا چاہتے ہو یا میں نے تمہارا مال و متاع چھین لیا ہے یا میں نے تم میں سے کسی کو زخمی اور مجروح کیا ہے یا اور کوئی نقصان تم کو پہونچایا ہے جس کی بنا پر تم میرے

Marfat.com

خون کے پیاسے اور مجھے قتل کرنا چاہتے ہو۔

تمام اشقیا نے یہ خطبہ سنا اور کسی نے کچھ جواب نہ دیا۔ سب بت سنے کھڑے رہے اس کے بعد آپ ناقہ پر سے اتر پڑے اور گھوڑے پر سوار ہو کر فوج دشمن سے اور قریب تر ہوئے اس وقت جلو میں بریر ہمدانی بھی تھے۔

جناب بریر کی تقریر

بریر ہمدانی جو امام عالی مقام اور اہل بیت کرام کے جاں نثاروں میں سے تھے اور جو حضرت سکینہ اور دوسرے بچوں کے لئے بمشکل تمام فرات سے ایک مشک پانی لائے تھے اور وہ بھی بہہ گیا تھا اس وقت حضور شاہ دیں پناہ کے ہمرکاب تھے کوفیوں کی یہ بد عہدی اور شقاوت کو دیکھ کر ان سے بھی نہ رہا گیا اور ہجوم اعدا کو مخاطب کر کے کہنے لگے۔

اے قوم خدا سے ڈرو اور اپنے پیغمبر کی وصیت کو یاد کرو جس نے فرمایا تھا اللہ کی کتاب اور اپنی عترت کو اپنے پیچھے چھوڑتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرزند ہے آپ کے ساتھ آپ کے فرزند اور آپ کی صاحبزادیاں اور آپ کے حرم ہیں اب صاف صاف بتلاؤ آخر تمہارا اپنے نبی کے فرزند اور اس کے اہل بیت اور حرم محترم کے ساتھ کیا ارادہ ہے کس طرح اس کے ساتھ معاملہ کرنا چاہتے ہو اور کس طرح اس کے ساتھ پیش آنا چاہتے ہو حضرت بریر نے کہا کہ اے اہل کوفہ کیا تم کو یہ بھی منظور نہیں ہے کہ یہ مقدس جماعت یہ خانوادہ نبوت و رسالت مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ اپنے نانا کے روضۂ اطہر کے جوار قدس میں لوٹ جائے کیا تم اپنے عہد و پیمان کو بھول گئے کیا تم نے خطوط لکھ لکھ کر سفارتیں اور قاصد پر قاصد بھیج کر رسول اللہ کے نواسے کو یہ یقین نہیں دلایا تھا کہ ہم آپ کی نصرت و اعانت میں اپنی جانیں نثار کر دیں گے آپ یہاں تشریف لائیے کیا تم یہ سب باتیں بھول گئے تمہیں شرم نہیں آتی کہ ایسے وعدے اور ایسے عہد و پیمان کر کے بیعت جس کا طوق اپنی گردنوں میں ڈالنے کے بعد اب تم لوگ فرزند رسول اللہ کو ابن زیاد جیسے شقی کے حوالہ کرتے ہو اور فرات کا پانی ان پر اور ان کی ذریات پر بند کر کے پیمبر زادیوں اور پیمبر زادوں کو ایک ایک قطرہ آب کے لئے ترسا رہے ہو اے اہل کوفہ واقعی تم اپنے نبی صلعم کے بدترین پیرو ہو کہ ان کی ذریات کے ساتھ ایسی شقاوت کا سلوک کر رہے ہو۔

اس تقریر کا اثر ان اشقیا پر کیا ہوتا جبکہ فرزند رسول اللہ کی تقریر دل پذیر کا ان سنگدلوں پر کوئی اثر نہ ہوا

Marfat.com

جس طرح قوم نوح نے حضرت نوح کے وعظ و پند کا جواب پتھروں سے دیا تھا اسی طرح اس قوم شقاوت مآل نے حضرت بریر کی تقریر نصیحت کو سُن کر آپ کی طرف تیر برسانے شروع کر دیئے۔

فرزند رسولؐ بھی اس جگہ تشریف فرما تھے۔ اگرچہ تیر برس رہے تھے۔ مگر آپ کے پائے ثبات کو جنبش نہیں ہوئی اور پھر آپ نے کوشش کی کہ اس گمراہ قوم کو راہ راست پر لائیں۔ اگرچہ پہلی کوشش رائگاں جا چکی تھی۔ مگر آپ اسی آیۂ رحمت و رافت کے فرزند تھے جس نے کفار مکہ اور طائف کے مظالم برداشت کئے اور تیرہ سال تک ظلم و ستم سہے مگر تبلیغ رسالت کے فرائض برابر انجام دیتے رہے۔ اور رشد و ہدایت کی طرف ان کو برابر دعوت دیتے رہے۔ فرزند رسول اللہ بھی اللہ کے رسول کے نقش قدم کی پیروی کر رہا تھا اور خواہاں تھا کہ اب بھی ضلالت و گمراہی کو چھوڑ کر صراط مستقیم اختیار کر لیں اور کسی طرح نار دوزخ سے بچ جائیں۔ چنانچہ سبط رسول الثقلین امام حسین علیہ السلام نے پھر دوبارہ ان کو خطاب فرمایا اور ذیل کا خطبہ دیا:۔

دوسرا وعظ رشد و ہدایت

آپ نے حمد و صلوٰۃ کے بعد ارشاد فرمایا:۔

میں تم لوگوں کو خداوند عز و جل کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم مجھکو پہچانتے ہو؟ سب نے بیک آواز کہا کہ ہاں، آپ ہمارے پیغمبر آخر الزماں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند اور ان کے نواسہ ہیں پھر آپ نے فرمایا تم کو خدا کی قسم کیا تم جانتے ہو کہ میری ماں فاطمہ زہرا دختر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں؟ سب نے جواب دیا کہ ہاں پھر فرمایا تم کو خدا کی قسم کیا تم جانتے ہو کہ میرے والد علی ابن ابی طالب ہیں؟ سب نے جواب دیا کہ ہاں۔ پھر آپ نے فرمایا تم کو خدا کی قسم کیا تم جانتے ہو کہ خدیجۃ الکبریٰ میری دادی ہیں جو اس امت کی سب سے پہلی عورت ہیں؟ سب نے جواب دیا کہ ہاں۔ پھر آپ نے فرمایا تم کو خدا کی قسم کیا تم جانتے ہو حمزہ سید الشہداء ہیں وہ میرے باپ کے چچا ہیں۔ سب نے کہا کہ ہاں۔ پھر فرمایا تم کو خدا کی قسم کیا تم جانتے ہو کہ یہ تلوار جو میری گردن میں حمائل ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے؟ سب نے عرض کیا کہ ہاں پھر فرمایا تم کو خدا کی قسم تم جانتے ہو کہ یہ عمامہ جو میرے سر پر ہے تمہارے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے؟ سب نے کہا کہ ہاں پھر فرمایا تم کو خدا کی قسم تم جانتے ہو کہ میرے والد حضرت علی باعتبار اپنے علم اور حلم کے سب سے اعلیٰ و اعظم ہیں اور رسول خدا نے ان کی نسبت فرمایا تھا کہ جس کا میں مولا ہوں علی بھی اس کے مولا ہیں سب نے کہا کہ ہاں۔

Marfat.com

اس کے بعد حضرت امام عالی مقام نے فرمایا کہ جب تمہیں یہ سب کچھ معلوم ہے اور تم ان سب حقائق سے آگاہ ہو تو پھر کیوں میرے خون کو مباح سمجھتے ہو اور کیوں میرے قتل کے درپے ہو؟

ان اشقیاء پر اس وعظ اور اس مؤثر خطبہ کا بھی کوئی اثر نہیں ہوا جو اگر پہاڑوں کے سامنے بیان کیا جاتا تو وہ اپنی جگہ سے ہل جاتے۔ اس کے بعد ان ملاعنۂ شقاوت کو اپنے حال پر چھوڑ کر بیت اشرف میں تشریف لے گئے۔

اہل بیت کرام کو نصیحت و وصیت

خیمہ مطہر میں تشریف لے جا کر تمام اہل بیت کو جمع فرمایا اور با چشم نم سب کو تسکین و تسلی دی اور فرمایا کہ میرا وقت قریب آ گیا ہے اگر میں قتل کیا جاؤں تو زمانہ جاہلیت کی طرح ماتم نہ کرنا۔ ایسا نہ ہو کہ میرے ماتم میں تم لوگ اپنے گریبان چاک کر دو یا طمانچوں سے منہ لال کر دو یا رخساروں کو زخمی کر دو تم نبی زادیاں ہو تمہارے مرتبے بہت بلند ہیں تم رسول خدا کی ذریات ہو اس لئے تم کو چاہئے پیغمبروں کی طرح صبر کرو اور اپنے جد بزرگوار کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کرو اور جس امر سے رسول خدا نے منع فرمایا ہے اس سے احتراز و اجتناب کرو۔

حضرت زینب علیہا السلام جو جناب امام کی عاشق زار تھیں ان سے ضبط نہ ہو سکا اور بے اختیار ہو کر آہ و واویلا کرنے لگیں تو سبط رسول اللہ نے فرمایا اے بہن صبر اختیار کرو جو بھی پیدا ہوا ہے وہ ایک دن اس دار فانی سے کوچ کرے گا آسمان اور زمین دونوں کے رہنے والے فنا ہو نگے صرف خدا کی ذات ہی قائم ہے، اور بہن یاد رکھو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہاری قوت برداشت اور صبر تحمل کو شیطان چھین لے۔ اس ارشاد گرامی سے معلوم ہو سکتا ہے کہ پیغمبر زادیوں کے متعلق جو اردو کے مرثیہ گویوں نے بے سروپا باتیں لکھی ہیں کہ سر پیٹ لیا خاک اڑانے لگیں چادر پھینک دی گریبان چاک کر ڈالا سینہ زنی کی اور اسی قسم کی باتیں یہ سب بے اصل اور غلط ہیں اور ان نبی زادیوں پر محض اتہام ہے اور ایسے ایسے شاعد حادثات اور غم انگیز دردناک مصائب کا سامنا ہونے پر انسانی فطرت کو کوئی فنا نہیں کر سکتا آنسوؤں کا نکلنا اور کثرت غم و ہجوم الم میں آہ و نالہ کا نکل جانا ایک فطری امر ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی حضرت ابراہیم کی وفات پر آنسو بہ نکلے تھے اور حضرت جبرائیل نے جس وقت امام عالی مقام کی خبر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سنائی تھی تو اس وقت بھی آپ کے آنسو بہ نکلے تھے بہر حال غم امام میں رونا اور آہ و زاری کرنا ممنوع نہیں ہے اور جناب امام حسین علیہ السلام نے اہل بیت کرام کو

Marfat.com

اس موقع پر اس سے منع فرمایا بلکہ جو چیز ممنوع ہے اسی سے شاہ مشرقین جناب امام حسینؑ نے حضرت زینب و جملہ ذریات اور اہل بیت کو روکا اور منع فرمایا وہ گریبان چاک کرنا منہ پر طمانچہ مارنا اور رخساروں کو زخمی کرنا اور سینہ کوبی وغیرہ سے کیونکہ یہ طریقہ ماتم و اظہار غم زمانِ جاہلیت کی یادگار تھی جس کو اسلام نے ایک قلم مطرود و مردود قرار دے دیا ہے اسی لئے فرزند رسول نے پیغمبر زادیوں کو اس طریقہ کے ماتم سے روکا۔

امام ہمام کا خیمہ مطہرہ سے باہر آنا اور پھر اشقیا کو سمجھانا

اہلبیت کرام کو نصائح صبر و تحمل فرما کر امام عالی مقام باہر تشریف لائے اس عرصہ میں حضرت بریر کی طرح جناب زہیر بن قیس نے اشقیاء کو سمجھانے کی کوشش کی اور اسی قسم کا درس ہدایت دہرایا جیسا کہ جناب بریر نے اشقیاء کے سامنے درس ہدایت بیان کیا تھا اور حضرت زہیر بن قیس کی تقریر میں بھی شمر ملعون نے مداخلت کی اور آپ کی طرف تیر پھینکا بالآخر حضرت امام عالیمقام نے یہ فرما کر ان کو خاموش کرا دیا کہ تم نے نصیحت و ہدایت حق ادا کر دیا خطاء ثواب اور ہدایت و ضلالت کی راہیں دکھلا دیں۔

جناب زہیر بن قیس کی تقریر کا خلاصہ یہی تھا کہ تم نے ان کو بلایا وہ تمہارے بلانے پر تشریف لائے وہ تمہاری اعانت و نصرت کے مستحق ہیں وہ فرزند رسول ہیں ان کے مناقب و فضائل اظہر من الشمس ہیں اس لئے حاکموں کا ساتھ چھوڑ دو اور امام عالی مقام کی رفاقت اختیار کرو ورنہ کم از کم ان کی راہ نہ روکو اور ان کے قتل سے باز آؤ ممکن ہے یزید بے قتل ہی کئے جناب امام سے راضی ہو جائے اس کے بعد بھی جب اہل النار نے شقاوت بیرحمی ہی کا اظہار کیا تو آپ نے زجر و توبیخ کی اور ان کو عذاب دوزخ سے ڈرایا مگر بد کردار نابکار یزیدیوں اور ابن زیادیوں پر کوئی اثر نہیں ہوا اس کے بعد جناب امام عرش مقام پھر فوج یزید کی طرف متوجہ ہوئے اور پھر ان کو سمجھایا اور ضلالت و گمراہی سے نکالنے کی سعی فرمانے لگے اور متواتر کئی خطبے ارشاد فرمائے جو سر چشمہ رشد و ہدایت ہیں اگر کچھ ایمان کی رمق یزیدیوں میں اس وقت ہوتی اگر ان کے سینوں میں پتھر کے بھی دل ہوتے تو پگھل جاتے۔

جناب امام کی یہ سعی بھی بر بنائے رحمت و رافت ملے الامت تھی کیوں کہ آپ نہیں چاہتے تھے کہ جو لوگ اپنے کو محمد رسول اللہ کا اُمتی کہتے ہیں وہ آپ کو قتل کر کے دائمی عذاب جہنم کے مستحق بن جائیں

Marfat.com

اور ان کو اس شدید و عظیم معصیت سے بچانا چاہتے تھے جس کے بعد قہر خداوندی سے وہ کسی طرح نہیں بچ سکتے تھے۔ جناب امام عالی مقام کی نگاہوں کے سامنے ان کی دنیا اور دین دونوں کا انجام تھا آپ دیکھ رہے تھے کہ یہ میرے اور خاندان نبوت کے قتل کے عذاب میں عنقریب مبتلا ہونگے دنیا میں بھی ان پر عذاب الٰہی مسلط ہوگا اور آخرت میں بھی دوزخ کے سوا ان کے حصہ میں کچھ نہیں آئیگا اس لئے آپ کو جو موقع بھی ملتا تھا آپ ان کی ہدایت فرمائی کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے یہاں تک کہ نہ آپ نے شور و غل کی پرواہ کی کہ دشمنوں نے آپ کو گھیر لیا ہے، نہ طعنوں اور فقرہ بازیوں سے آپ کی پیشانی مبارک پہ بل پڑا۔ بلکہ آپ کو آخر وقت تک فرائض پند و نصیحت ادا فرماتے رہے اور ہدایت فرمائی کے سلسلہ کو جاری رکھا۔

چنانچہ آنجناب نے پھر فرمایا:-

لوگو! یقین کرو کہ دنیا دار فانی ہے یہ زوال پذیر ہونے والی ہے اور اہل دنیا ایک حال پر قائم رہنے والے نہیں ہیں تغیر پذیر ہیں۔ اے لوگو! تم نے اسلام قبول کیا ہے۔ قرآن کی تلاوت کرتے ہو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے قائل ہو لیکن یہ کیسی بدبختی ہے کہ اور ان سب کے بعد تم اس کی اولاد کو قتل کرنے اور خاک و خون میں تڑپانے پر کمر بستہ ہو فرات کا پانی سانپ کی طرح لہریں مار رہا ہے۔ یہود و نصاریٰ تو ایک طرف رہے سور اور کتے تک اس سے سیراب ہو رہے ہیں مگر جگر گوشگان آل محمد پیاسے مر رہے ہیں۔

مگر آہ اس کلام ہدایت التیام کا گوش دل سے کوئی سننے والا نہ تھا۔ کسی کے سنگین دل پہ اثر نہیں ہوتا تھا۔ سب پتھر کے بتوں کی طرح کھڑے تھے۔ اگر زبان ہلتی بھی تھی تو لعن و تعریض کے لئے۔

پھر موقع پاکر ارشاد فرمایا:-

میں خدا کی حمد کرتا ہوں جو کہ دنیا کو عدم سے وجود میں لایا اور اس کو فانی اور زوال پذیر ٹھہرایا اور اہل دنیا کو ایک حال سے دوسرے حال کی طرف متغیر ہونے والا پیدا کیا۔ اے لوگو! آگاہ ہو جاؤ کہ مغرور وہی شخص ہے جو دنیا پر مفتوں ہو جائے اور شقی وہی ہے جو دنیا پر فریفتہ اور عاشق ہو جائے ایہا الناس! دنیا کے مکر و فریب میں مت آؤ۔ کیونکہ یہ زوال دنیا اس شخص کی امیدوں پر پانی پھیر دیتی ہے جو اس کی طرف رغبت کرتا ہے اور جس سے اس کو توقعات ہوتی ہیں اسی کو ناکام و نامراد رکھتی ہے۔

میں دیکھ رہا ہوں جس امر شوم و نجس پر تم سب متفق ہو گئے ہو وہ خدا تعالیٰ کی ناراضی کا سبب ہے اور یہ ایسی معصیت ہو کہ خداوند رحمٰن و رحیم اپنی رحمت کا منہ تمہاری طرف سے پھیر لے گا اور اپنا

Marfat.com

دردناک عذاب تم پر نازل کریگا اور اپنی رحمت کو تم لوگوں سے دور کریگا دیکھو اللہ تعالیٰ کیسا اچھا پروردگار ہے مگر افسوس کہ تم کیسے بڑے بندے ہو کہ اس کی اتاری ہوئی شریعت کا اقرار کرتے ہوئے اس کے رسول کی رسالت کی تصدیق کرتے ہو پھر بھی اسی رسول کے اہل بیت پر حملہ آور ہو اور اس کی عترت کے قتل پر آمادہ و مستعد ہو۔

عمر و سعد کو خطرہ اور شمر کی امامت سے تعریض

جناب امام عالی مقام کی یہ معجز بیانی دیکھ کر عمرو سعد کو یہ خطرہ پیدا ہوا کہ کہیں یہ لشکر ان معجز طرازیوں سے متاثر ہو کر ادھر سے اُدھر نہ ہو جائے اس لئے اس نے دوزخیوں سے کہا کہ آپ کے خطبات نہ سننے کی ضرورت ہے اور نہ ان کا جواب دینے کی۔ شمر لعین بھی موجود تھا اس نے آگے بڑھ کر تعریضاً کہا کہ آپ اپنا وعظ و پند مجھ سے فرمایئے کیا کہتے ہیں کہئے۔

امام عرش مقام کا خطاب شمر لعین سے

جناب امام حسینؓ شمر لعین کی تعریض کو سمجھ گئے تھے اور جانتے تھے کہ یہ تو دوزخ کا کندہ ہے اور اس کے سینہ میں دل نہیں بلکہ جہنم کا شعلہ ہے رحمت عالم کے فرزند تھے اس کو بھی محروم ہدایت کرنا پسند نہیں فرمایا اور ارشاد کیا کہ:۔ میں تو بس صرف اسی قدر کہتا ہوں کہ خدا سے ڈرو اور مجھکو قتل نہ کرو کیونکہ میرا قتل تم پر حلال نہیں ہے اور نہ میری حرمت کی ہتک کرنا تمہارے لئے جائز ہے۔ میں تمہارے رسول کی بیٹی کا بیٹا ہوں اور خدیجۃ الکبریٰ زوجۃ النبی صلعم میری جدہ ہیں تم نے اپنے نبی کا یہ قول الحسن والحسین سید اشباب اہل الجنۃ سنا ہوگا۔ اور تمہارے کان اس سخنِ حق سے ناآشنا نہ ہوں گے۔

ظاہر ہے کہ اس شقی و بدبخت پر کیا اثر ہونے والا تھا۔ اس کے سینہ میں تو ابو جہل سے زیادہ سخت دل تھا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے قلب پر ضلالت و گمراہی کی مہر لگ چکی تھی۔ جناب امام اس حقیقت سے واقف تھے مگر آپ تو رسول اللہ کے نقش قدم پر گامزن ہوتے ہوئے ہی شربت شہادت نوش فرمانا چاہتے تھے اس لئے آپ نے شمر جیسے راہِ راست قبول نہ کرنے والے کو محروم ہدایت کر دینا پسند نہ فرمایا۔

اس کے بعد عمر و سعد کے حکم سے یزیدیوں نے جناب امام کو گھیر لیا۔ لیکن اس محاصرہ کی حالت میں بھی

آپ نے پند و ارشاد کے سلسلہ کو جاری رکھا شقیوں نے ابتدا میں شور و غل مچایا مگر صدائے حق ایک صاعقہ برق تھی جس نے شیاطین کے گروہ کو مبہوت اور سکتہ کے عالم میں کر دیا اور جو دور تھے وہ بھی امام برحق کے قریب آ گئے اگرچہ بدبختوں کے قلوب بدستور دور اور حق کی حمایت و رفاقت سے بیچ رہی رہے۔

جب کالی گھٹا کی طرح آفتاب رسالت کو ستمگاروں نے محصور کر لیا تو نور ہدایت کی بجلی پھر چمکی اور اس طرح ضیا گستری کی:۔

اے وہ لوگ جو ضلالت و شقاوت پر متفق اور مجتمع ہو گئے ہو تم کو ذلت و ہلاکت نصیب ہو تم نے خود ہی تو ہر طرف سے حیران و پریشان اور عاجز و پشیمان ہو کر ہم سے فریاد کی کہ آؤ اور ہم کو ظلم و ستم کی گرفت سے نجات دلاؤ اور جب ہم نے تمہاری فریاد کو لبیک کہا اور تمہاری مظلومی و بیکسی پر ترس کھا کر تمہاری مدد کو آئے تو تم تلواریں کھینچ کر ہم پر دوڑ پڑے اور جن تلواروں کے متعلق تم نے یقین دلایا تھا کہ وہ حق کی حمایت میں بلند ہوں گی ان کو میرے قتل کے لئے تم نے بے نیام کر لی ہیں تم نے اس فتنہ کی آگ کو بھڑکایا جو ہمارے اور تمہارے دشمن نے سلگائی تھی تم اپنے دشمن کے بھڑکانے سے اپنے دوستوں کی عداوت و مخالفت پر کمربستہ ہو گئے ہو بغیر اس کے کہ ان کا انصاف تم پر ظاہر ہوا ہو یا کوئی امید تم کو دلائی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تم نے حرام دنیا کو حاصل کیا اور اسی کو ترجیح دی اور دنیا کی ذلیل زندگی کو پسند کیا حالانکہ ہم نے تم سے کوئی برائی نہیں کی اور نہ تمہارے حقوق کے ادا کرنے کی کوتاہی کی اب تم ہی بتلاؤ کہ جب یہ حالت ہے تو تم کیوں نہ عذاب میں مبتلا ہو گے پہلے بلایا وعدے کئے بیعت کی پھر نفرت کرنے لگے ہم کو چھوڑ دیا اور ہمارے قتل کے لئے فوجیں اکٹھی کر لیں حالانکہ ابھی تک ہماری تلواریں نیام ہی میں ہیں ہمارے دل ابھی تک تمہاری طرف سے مطمئن ہیں اور ہمارے دل اور ہمارے خیالات خدشات سے بالکل خالی ہیں اور تم ہو کہ مخالفت پر کمربستہ اور جمع ہو کر متفقہ تجویزوں سے فساد کی آگ بھڑکا رہے ہو اور دیوانوں کی طرح اندھا دھند اپنے آپ کو آگ میں جھونک رہے ہو سچ یہ ہے کہ تم گمراہ امتوں اور منکران کتاب و پیروان شیطان رجیم کے بقیۃ السیف ہو تم ایک گمراہ جماعت ہو۔ تم احکام الٰہی میں تحریف کرنے والے اور محمد کی لائی ہوئی شریعت کو مٹانے والے ہو اور ذریت انبیاء کو قتل کرنے والے اور عترت انبیا کا خون بہانے والے ہو۔ تم وہی قوم ہو جو اولاد زنا کو اپنے حسب و نسب میں داخل کرتے ہو مومنین اور ان امت کو آزار پہنچاتے ہو اور ان سرداروں کی مدد کرتے ہو جو خدا اور رسول کی ہنسی اڑاتے ہیں جنھوں نے قرآن کو پارہ پارہ کر دیا ہے اور تم حرب کے بیٹے اور اس کے بیٹے پر بھروسہ کرتے ہو

Marfat.com

اور ہماری مدد سے دست بردار ہو گئے ہو۔ سچ یہ ہے کہ خدا کی قسم عہد شکنی و بیوفائی تمہارے خاص صفات ہیں اور یہ مذموم صفت تمہارے رگ و پے میں سرایت کر چکی ہے اور یہ تم کو ورثہ میں ملی ہے جس نے تمہارے تمام اعضا و جوارح پر قبضہ کر لیا ہے اور تمہارے دلوں نے اس مذموم صفت کو نہایت استقلال و استحکام کے ساتھ قبول کر لیا ہے۔ تم ایسی بدترین قوم ہو جن کو غاصبین و غاصبین بھی حقیر و ذلیل سمجھتے ہیں۔ یاد رکھو خدا تعالےٰ کی ان لوگوں پر لعنت ہوتی ہے جو عہد و پیمان توڑ ڈالتے ہیں اور حلف و ایمان کو پس پشت ڈال دیتے ہیں حالانکہ تم نے خدا تعالےٰ کو گواہ بنا کر میری بیعت کی تھی اور خدا کی قسم تم وہی ہو جنھوں نے مجھ کو خطوط لکھ کر بلایا میری بیعت کی میری نصرت و اعانت کا عہد کیا اور قاصد بھیج بھیج کر مجھ کو طلب کیا اور مواخذہ خداوندی سے ڈرا کر مجھ سے طلب ہدایت کی۔ آگاہ ہو جاؤ کہ یہ ابن زیاد یہ خیال کرتا ہے کہ میں اس کی تہدید و تاکید سے ڈر کر جامہ ذلت پہن لوں گا۔ لیکن خدا کی قسم میں ہرگز اس ذلت کو گوارہ نہ کروں گا کیونکہ اللہ اور اس کے رسول کا ہرگز یہ منشا نہیں ہے ہمارے اجداد طاہرین ہماری جدات طیبات اور ہماری غیرت و حمیت ہم سے کہہ رہی ہے اور اس کا تقاضا بھی ہے کہ ایسی ذلت کے مقابلہ پر ہم موت کو قبول کریں پس میں نے اپنی حجت تم پر تمام کر دی اب میں اپنے رفقا کے ساتھ تم سے لڑوں گا۔ تھوڑی دیر بعد کچھ اشعار پڑھے اور پھر فرمایا:۔

خدا کی قسم ہمارے بعد تم لوگ اس دنیا میں زیادہ نہ رہو گے موت کی چکی تمہارے سروں پر گھومے گی اور تم کو پیس کر رکھ دیگی مجھے اس دن کا پورا علم ہے کیونکہ رسول اللہ نے اس کی مجھ کو میرے پدر عالی قدر کے ذریعہ خبر دیدی ہے مجھے کوئی خوف نہیں۔ اب تم لوگ اپنا کام شروع کر دو مجھ کو مہلت نہ دو جو کچھ ظاہر ہونے والا ہے وہ ظاہر ہی ہو کر رہے گا ہم نے اپنا معاملہ خدائے قادر قیوم کے سپرد کر دیا ہے جس کی قدرت سے مخلوق باہر نہیں ہے یقیناً میرا پروردگار صراط مستقیم پر استوار رکھیگا۔

عمر و سعد سے دوبارہ خطاب

اس کے بعد عمرو سعد کو جناب امام عالی مقام نے طلب فرمایا اور اس سے فرمایا کہ:۔

اے عمر و سعد تو مجھ کو ان خواہشوں اور آرزوؤں اور تمناؤں کے لئے قتل کرتا ہے کہ تجھ کو ابن زیاد و یزید پلید رے اور جرجان کی حکومت عطا کریگا قسم اس خدائے علیم و بصیر کی جس نے مجھ کو پیدا کیا ہے کہ حکومت رے تجھ کو ہرگز نصیب نہ ہوگی۔ اب تو اس بات پر قائم رہ یا جو تیرے جی میں آئے وہ کر لیکن یقین کرلے کہ میرے بعد تجھ کو دنیا و آخرت میں کوئی حصہ ملنے والا نہیں میں دیکھ رہا ہوں

Marfat.com

کہ کوفہ میں تیرا سر نیزہ پر لٹک رہا ہے اور لڑکے اس پر پتھر برسا رہے ہیں۔

گروہ شیاطین میں ایک سعید رُوح

ان خطبات و ہدایات کا کسی پر کوئی اثر نہیں پڑا سب کے دل پتھر کے تھے اور ان دلوں میں شقاوت و قساوت بھری ہوئی تھی۔ مگر ان میں ایک دل تھا جس کے گوشہ میں ہدایت کا نور چمک رہا تھا اور ایک سعید روح تھی جو حب آل رسول کی تڑپ رکھتی تھی امام دارین فرزند رسول الثقلین کے خطبات ہدایت کو سن کر وہ قلب مومن تڑپ اٹھا اور وہ روح سعید اس حزب الشیطان کے درمیان اس طرح بے چین و بیقرار ہونے لگی جیسے کسی پرندہ کو پنجرہ میں بند کر کے اس کے گرد آگ جلا دی جائے سینے میں دل لوٹ جسم میں روح مضطرب و بیقرار تھی کہ میں کہاں پھنس گیا اور کن کمینوں کے اندر میں گرفتار ہوں جو لوگ صبغۃ پیغمبر کے خون کے پیاسے اور ذریات فاطمہ رض و علی رض کے برباد کرنے پر تلے ہوئے ہیں انہی میں میرا بھی شمار ہو رہا ہے۔ آخر ایک دن تو مرنا ہی ہے قیامت میں اٹھنا برحق ہے اور اس یوم عدل و انصاف میں خدا کے سامنے کس طرح جاؤں گا۔ محمد رسول اللہ اور فاطمۃ الزہرا کو کیا منہ دکھاؤں گا اور جب فرزند رسول اور ذریات بتول کے قتل میں شریک ہوں گا تو پھر کس سے شفاعت کی امید رکھوں گا۔ کون مجھے نار دوزخ سے بچائے گا۔ کس کا دامن تھاموں گا اور گرمیٔ روز محشر میں کس طرح لوا احمد کے نیچے جگہ ملیگی۔ جام کوثر کون دیگا اور عذاب دائمی جہنم سے کیونکر نجات ملیگی جانتے ہو یہ کونسی روح تھی جو ان خیالات میں پیچ و تاب کھا رہی تھی یہ اسی شخص کی روح تھی جو دوران سفر میں منزل واقعیہ پر امام ہمام کو ملا تھا اور جس نے قافلہ اہلبیت کو واپس ہونے سے بھی روک دیا تھا اور زبردستی محصور کر کے گھیر کے دشت کربلا میں لے آیا تھا اور اسی پر اکتفا نہیں کی تھی بلکہ ساحل فرات پر ٹھیرنے اور خیمے بھی نصب نہیں کرنے دیئے تھے یہ شخص حر ابن یزید الریاحی تھا۔

حر کے ایمان پر جو ظلمت کے پردے پڑ گئے تھے وہ امام عالی مقام کے خطبات ہدایت آیات سے اس طرح دور ہو گئے جیسے آفتاب کے نکلنے سے شب کی تاریکی دور ہو جاتی ہے اس کو ضلالت و ہدایت میں صاف فرق نظر آنے لگا اور ان طواغیت اشیاطین سے پیچھا چھڑا لے کی فکر کرنے لگا اصل یہ ہے کہ جناب حر کو اس امر کا اندیشہ نہ تھا کہ سیہ کاران کوفہ اور ملاعنہ یزید اس قدر بخت برگشتہ اور بادیہ ضلالت میں سرگشتہ ہو جائینگے کہ فرزند رسول کے حضور میں ایسی شقاوت پر کمر باندھیں گے ورنہ اگر یہ علم ہوتا تو جس جگہ حر نے حضور امام سے شرف نیاز حاصل کیا تھا وہیں اس لعنت سے

Marfat.com

سے جو اس کے سر بلا دی گئی تھی علیحدہ ہو جاتے انھوں نے خیال کیا ہوگا کہ نوبت یہاں تک نہیں پہنچے گی اور اب کون ملعون ہوگا جو سبط رسول پر ہاتھ اٹھائے گا اور بالآخر معاملہ بخیر ہو جائے گا۔

لیکن جب جناب حر نے دیکھا کہ اب تو اشقیا انتہائی شقاوت پر کمربستہ ہیں اور عمر سعد نے اللہ اور اس کے رسول کا خوف دل سے بالکل نکال ہی دیا اور امام دو جہان کے قتل کی تیاریاں ہو رہی ہیں تو غفلت کے پردے دور ہوئے۔ نور ایمان نے جلوہ دکھایا اور اس حزب الشیطان کو چھوڑ کر حزب اللہ کے دامن کے ساتھ وابستگی کی ٹھان لی۔ یزیدی فوج کی شقاوت کا یہ رنگ دیکھ کر اسکی اس کی آنکھوں کے سامنے وہ تمام مناظر پھر گئے کہ کس طرح اس نے جناب امام کو بازگشت سے روکا تھا کس طرح آپ کو مجبور کر کے کربلا کے میدان میں لا کر اتارا تھا اور کس طرح زبردستی کر کے فرات کے کنارے خیمے نصب کرنے سے روکا تھا اور یہ سب کچھ ابن زیاد کی خوشی کے لئے تھا اب اس کا ضمیر اس کو ملامت کر رہا تھا کہ میں نے کیسی غلطی کی دین کے عوض دنیا خریدی اور چند روزہ زندگی کے لئے عاقبت خراب کی اب یہ حال ہے کہ پانی کی ایک ایک بوند کے لئے فرزند رسول اور اہل بیت رسول تڑپ رہے ہیں اور دشمنان اہل بیت تیر و شمشیر کھینچے در پے قتل شبیر ہیں۔ اگر میرا ابھی یہی حال رہا تو میرا ٹھکانا سوائے جہنم کے اور کہاں ہوگا۔

میر انیس نے حر کی آمد کو اس طرح قلمبند کیا ہے:۔

فوج پسر سعد سے ناگاہ چلے تیر — اسلام کے لشکر میں ہوا نعرۂ تکبیر
یہ دیکھ کے رنگ رخ حر ہو گیا تغییر — دل سے یہ کہا بتلاؤ کہ میں کیا کروں تدبیر
بے جرم و خطا ابن شہنشاہ نجف ہے
واللہ کہ حق سبط پیمبر کی طرف ہے

کھینچوں گا اگر فاطمہ کے لال پہ تلوار — صورت سے مری شیر خدا ہوں گے بیزار
سر پیٹ کے رو دیں گی جو زہرا جگر افگار — نفریں کریں گے مجھے تب احمد مختار
بیکس ہے مسافر ہے گرفتار بلا ہے
سید کے ستانے میں بھلا فائدہ کیا ہے

دو دن سے نبی زادوں نے پانی نہیں پایا — تقصیر ہے میری کہ میں ہی گھیر کے لایا
محسن ہے شہزادہ اسد اللہ کا جایا — کس پیاس میں لشکر کو مرے پانی پلایا
احسان کا عوض یہ ہے کہ احسان کریں گے

Marfat.com

اک سر ہے سو شبیر پہ قربان کریں گے

دل نے کہا حقا کہ تری راست ہے تقریر — کچھ فاطمہ کے لال کی اصلا نہیں تقصیر
اے حر تو اگر آج ہوا فدیۂ شبیر — دنیا میں بھی توقیر ہے عقبیٰ میں بھی توقیر
تاخیر نہ کر اب عمل خیر میں چل جلد
جنت کا وہ رستہ ہے جہنم سے نکل جلد

مردی ہے کہ یہ حالات دیکھ کر خوف خدا اور بیکسی امام مظلوم سے جناب حر اس قدر متاثر ہوئے کہ بدن کانپنے لگا کسی شخص نے کہا کہ اے حر آج تمہیں یہ کیا ہو گیا ہے کہ تم عرب کے مشہور بہادروں میں شمار کیے جاتے ہو اور متعدد معرکوں میں داد شجاعت دے چکے ہو آج تم کو یہ کیا ہو گیا ہے اور یہ لرزہ بر اندام کیوں ہو رہے ہو وہ سمجھا کہ حر پر خوف غالب ہے حالانکہ یہ خوف خدا تھا اور شقاوت اہل جفا پر غصہ کی وجہ سے کانپ رہے تھے جناب حُر نے حقیقت سے اس کو آگاہ کیا اور معہ اپنے بیٹے کے لشکر اہل جور سے نکل کر امام عالی مقام کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ امام عالی مقام کے پہلے ہی خطبہ سے متاثر ہو کر آپ خدمت امام میں حاضر ہو گئے تھے۔ بعض کا خیال ہے کہ تنہا آئے تھے بعض کہتے ہیں کہ بیٹا بھی ساتھ آیا تھا اور بعض کا خیال ہے کہ تیس کے قریب اپنے ساتھیوں سمیت آ گئے تھے۔

بہر حال ہدایت الٰہی و توفیق خداوندی نے آخر وقت میں جناب حر کا ہاتھ پکڑا اور اہل نار سے نکل کر جوانان بہشت کے سردار کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور زمین خدمت چوم کر عذر تقصیر کیا اور گذشتہ جرم کی معافی چاہی عفو و تقصیر کا ماجرا میر انیس اعلی اللہ مقامہ نے خوب نظم کیا ہے ؏

ذکر یہ تھا کہ صدا دور سے آئی اک بار — الغیاث اے جگر و جانِ رسولِ مختار
مجرم ایسا ہوں کہ عصیاں کا نہیں جس کے شمار — عفو کر عفو کر اے چشمۂ فیض غفار
پار دریائے خطا سے مری کشتی ہو جائے
دوزخی بھی ترے صدقہ سے بہشتی ہو جائے

اے مددگار و معین ضعفا اَدْرِکْنِی — اے خبرگیر گنہگاراں اَدْرِکْنِی
پاؤں لغزش میں ہیں اے دوست خدا اَدْرِکْنِی — ہاتھ باندھے ہوئے ہوں میں اے عقدہ کشا اَدْرِکْنِی
دیکھئے حر کو سند نار سے آزادی کی
آیئے جلد خبر لیجئے فریادی کی

Marfat.com

میرے اعمال میں ہر چند سراسر ہے بدی ہوں گنہ گار خدائے ازلی و ابدی
آپ ہیں مالک سرکار جناب احدی اے خداوند جہاں حُسنِ نبیؐ خُلقِ علیؑ

جو تہیدست ہیں تکتے ہیں شہنشاہ کا ہاتھ
آپ کا ہاتھ زمانہ میں ہے اللہ کا ہاتھ

امام عالی مقام نے جناب حر کو گلے سے لگا لیا اور عفو قصور فرما کر بشارت فردوس بریں دی اور ان کے حق میں دعائے خیر کی۔ جناب حُر اس سے جس قدر خوش ہوئے ہونگے ظاہر ہے سے

حر پکارا بابی انت و امی یا شاہ قابل عفو نہ تھے بندۂ آثم کے گناہ
مجھ سے گمراہ کو اک آن میں مل جائے یہ راہ سب ہے صدقہ انہی قدموں کا خدا ہے آگاہ

مہر ذرہ پہ جو ہو نیّرِ تاباں ہو جائے
آپ جس مور کو چاہیں وہ سلیماں ہو جائے

جنگ کا آغاز اور عمرو سعد کا پہلا تیر

حُر۔ جو اب حضرت حر رضی اللہ عنہ کہلانے کے مستحق ہیں جس وقت عمرو سعد سے گفتگو کر کے داخل لشکر اسلام ہو گئے تو اس ملعون کو اندیشہ پیدا ہوا کہ کہیں اسی طرح اور سرداران لشکر اور سپاہی بھی جناب امام عالی مقام کی ہمرکابی کا شرف نہ حاصل کرنے لگیں تو سارا کھیل ہی بگڑ جائے شمر لعین وغیرہ نے بھی مشورہ دیا کہ اب مزید تاخیر کرنا خطرہ سے خالی نہیں ہے چنانچہ عمرو سعد نے اپنے جھنڈے بردار کو بلایا اور اسکے سائے میں کھڑے ہو کر باآواز بلند پکارا کہ لوگو گواہ رہنا کہ سب سے پہلا تیر جناب امام حسینؑ کی طرف چلانے والا میں ہی ہوں گویا اپنے جہنمی ہونے پر گواہ بنائے تاکہ بغیر کسی دقت کے سیدھا دوزخ میں جا سکے جنگ کا آغاز ہو گیا اور یزیدی فوج نے تیروں کی بارش شروع کر دی اور معرکہ کارزار گرم ہو گیا جنگ کا آغاز زوال آفتاب سے قبل ہوا۔ یعنی دس بجے یہ جمعہ کا دن تھا۔
تیر بارانی سے کچھ زیادہ کام فوج شام کا نہیں نکلا اگرچہ لشکر امام کی سواریوں کو نقصان ضرور ہوا۔

پہلا دوزخی یسار اور اُس کا مددگار سالم

سب کا اتفاق ہے کہ فوج اشقیا سے سب سے پہلا شخص جو مبارز طلبی کی صدائے لعنت بلند کرتا ہوا نکلا وہ زیاد بن ابو سفیان کا غلام یسار تھا اُس نے مقابل اپنا طلب کیا تو

Marfat.com

اس بقی کے مقابلہ کے لئے رفقائے امام عالی مقام میں سے عبداللہ ابن عمیر میدان کارزار میں تشریف لائے۔ لیسار نے عبداللہ ابن عمیر کا خاندان دریافت کیا اور پوچھ کر دوزخی نے ازراہ غرور کہا کہ تم واپس چلے جاؤ تم میرے مقابلہ کے لئے نہیں ہو اور زہیر ابن قیس یا حبیب ابن مظاہر کو مقابلہ کے لئے بھیجو کہ وہ میرے ہم چشم اور مقابلہ کے لائق ہیں۔

حضرت عبداللہ نے کہا کہ اے کتے تیرا حوصلہ اس قدر بڑھ گیا ہے کہ جس کو تو چاہے گا تیرے مقابلہ کے لئے آئیگا۔ آخر تیری حیثیت ہی کیا ہے۔ ایک زنا دادے کا بے حیثیت غلام ہے۔ اس سے زیادہ تیری اور کیا حیثیت ہے مجھ کو جہنم میں جانا ہے کسی طرح بھی چلا جا اس کے بعد اس بدبخت پر حضرت عبداللہ ابن عمیر نے حملہ کیا اور تلوار کے ایک ہی حملہ میں بدبخت کو زین اسپ سے خاک مذلت پر گرا دیا یسار کی مدد کو سالم جو ابن زیاد کا غلام تھا آگے بڑھا یعنی گدھا گدھے کے بچانے کے لئے کیونکہ یسار زیاد کا غلام تھا اور سالم ابن زیاد کا اگرچہ سالم نے حضرت ابن عمیر کی انگلیاں ضرب تلوار سے کاٹ دی تھیں مگر اس حق پرست نے ایک ہی وار میں اس ظالم سالم کے دو ٹکڑے کر دیئے اور آن واحد میں اس کو راہی جہنم کیا اور خود بھی درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

حر میدان جہاد میں مع فرزند کے

اس کے بعد حضرت حر میدان کارزار میں اترے جناب حر نے پہلے امام عالی مقام کی خدمت میں سلامی کی اور پھر میدان جنگ میں جانے کی رضا طلب کی حضرت امام عالی مقام نے ان کو روکنا چاہا تو کیا بعید ہے۔ اجازت امام عالی مقام سے سرفراز ہو کر جناب حر مع اپنے فرزند کے میدان وغا میں آئے اور ۔

آداب بجا لا کے جلا اختر وقار ۔ جاتے ہی پکارا وہ کہ اے قوم ستمگار

دعوی ہو شجاعت کا جسے نکلے وہ صف سے

میں آیا ہوں لڑنے شہ والا کی طرف سے

حر کے مقابلہ کے لئے عمر سعد نے صفوان بن حنظلہ کو بھیجا یہ مشہور طاقتور تھا اور زبان آوری میں بھی شہرت رکھتا تھا صفوان میدان میں حضرت حر کے مقابلہ پر آیا تو پہلے زبان ضلالت کے وار کئے یعنی جناب حر کو وعظ و تلقین کرنے لگا کہ تم نے یہ کیا غضب کیا خلیفہ وقت کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اس کا جو جواب جناب حر دے سکتے تھے وہ ظاہر ہے کہ تو ایک بدکار شراب خوار

Marfat.com

کو خلیفہ کہتا ہے اور اس کی رفاقت کی طرف مجھے پھر بلاتا ہے اور جناب امام حسین جو فرزند رسول الثقلین ہیں ان کی رفاقت کو ترک کرنے کے لئے کہتا ہے تجھے اپنی اس خیرہ سری پر شرم نہیں آتی دوزخ کے دروازے سے خدا خدا کر کے پھرا ہوں اور اب جبکہ بہشت نعیم کے دروازے مجھ پر کھلنے والے ہیں تو تو چاہتا ہے کہ پھر میں جہنم کی طرف منہ موڑ لوں۔

اردو کے مرثیہ گویوں نے حر اور صفوان کی گفتگو کو عمر و سعد اور حر کے درمیان نظم کی ہے مگر یہ صحیح نہیں ناظرین میر انیس کی زبان سے باہمی گفتگو کو حر کے ساتھ عمر و سعد کی جگہ صفوان بن حنظلہ کو سمجھیں۔

جب حضرت حر میدان میں آئے اور مبارز طلب ہوئے تو عمر و سعد نے حر کو دیکھ کر کہا۔

گھبرا کے پکارا عمر و سعد ستمگر
کیا سحر حسین ابن علی چل گیا تجھ پر
کچھ آج تجھے قہر خلیفہ کا نہیں ڈر
سردار کے دشمن کی طرف ہو گیا جا کر
اس امر سے باز آ کہ ہلاکت کے قریں ہے
کچھ پاس نمک کا بھی تجھے ہے کہ نہیں ہے

جس وقت سنے گا یہ خبر حاکم سفاک
لٹوائے گا گھر ضبط کرے گا تری املاک
نیرے زن و فرزند کا ہوئیگا شکم چاک
کوٹھی تری بستی تری ہو جائیگی سب خاک
کنبے کا ترے نام و نشاں بھی نہ رہے گا
دنیا میں کوئی فاتحہ خواں بھی نہ رہے گا

ہمراہی شبیر میں ہے کون سی توقیر
خلعت ہے نہ منصب ہے نہ ہے دولت جاگیر
خود نان شبینہ کو تو محتاج ہے شبیر
کس بات کا لالچ ہے یہ ہے کونسی تدبیر
دولت نہیں ملتی تجھے منصب نہیں ملتا
وہ دیں گے بھلا کیا جنھیں پانی نہیں ملتا

جناب حر کا جواب ملاحظہ فرمائیے:

سن کر یہ سخن غیظ میں آیا حر غازی
بولا یہ پسر سعد سے یوں چھیڑ کے تازی
مجھ سے تری چلنے کی نہیں شعبدہ بازی
سو جان سے میں ہوں بندۂ سلطان حجازی
بس روک زباں کو ستم آرا یہ خطا ہے
ساحر اسے کہتا ہے جو اعجاز نما ہے

Marfat.com

کافر کے لئے کعبہ ایماں کو گرا دوں ــ رہبر سے لڑوں نہج میں گمراہ کے آؤں

باطل کا طرفدار ہوں اور حق کو مٹا دوں ــ حاکم کو ہنساؤں میں محمدؐ کو رلاؤں

بیدیں کی نمک خواری کا تو پاس کروں میں

اور روئے کا زہرا کے نہ وسواس کروں میں

کچھ حاکم فاسق کی حقیقت نہیں او شوم ــ حاکم تو ہے اللہ کہ سب جس کے ہیں محکوم

ہوں اس کا طرفدار جو ہے حافظ قیوم ــ فرزند نبی نور خدا طاہر و معصوم

فاسق کی منافق کی رفاقت نہیں جائز

ایماں میں پدر کی بھی حمایت نہیں جائز

آقا کی غلامی ہے مرے واسطے معراج ــ پا بوس حسین ابن علی ہو مرا سرتاج

تو بادشہ خلق کو بتلاتا ہے محتاج ــ لٹتی ہے ادھر نعمت فردوس بریں آج

ممکن ہے کہ میں رہبر عالم سے جدا ہوں

سو بار جیوں مر کے تو سو بار فدا ہوں

صفوان بن حنظلہ کو جناب حرؑ کی گفتگو بمصداق اَلْحَقُّ مُرٌّ تلخ تھی گراں گزری اور غصہ میں لال پیلا ہو کر جناب حرؑ پر نیزہ سے حملہ کیا مگر حضرت نے وار بچا کر شقی کے سینہ پر کینہ میں اپنے نیزہ کی انی پار کر دی اور صفوان فی النار ہو گیا۔ صفوان کے بعد اس کے تین بھائی یکے بعد دیگرے شمشیر حرؑ سے واصل جہنم ہوئے۔

ہم اوپر لکھ آئے ہیں جناب حرؑ کے ساتھ ان کے صاحبزادے بھی اپنے والد ذی قدر کے ساتھ شام سے لشکر امامؑ میں آکر شامل ہوئے تھے چنانچہ اس وقت وہ بھی اپنے پدر عالی گہر دوش بدوش جنگ میں داد شجاعت و مردانگی دے رہے تھے اور جو بھی گمراہوں اور فاسقوں کو واصل جہنم کر کے شربت شہادت نوش کیا اپنے فرزند دلبند کی شہادت سے جناب حرؑ پر رنج و غم کا نہیں بلکہ مسرت و خوشی کا اثر ہوا۔

ایک روایت یہ ہے کہ جناب حرؑ سے قبل آپ کے صاحبزادے میدان جنگ میں گئے تھے اور بیٹے کی شہادت کے بعد حضرت میدان میں گئے جس وقت حرؑ کے صاحبزادے نے جام شہادت پیا اس وقت حرؑ کا بھائی مصعب بن یزید الریاحی فوج شام میں تھا اس نے اپنے بھائی کے فرزند اور اپنے بھتیجے کو خاک و خون میں تڑپتا دیکھا تو خون کھولنے لگا اور گھوڑا بڑھا کر میدان میں

اگر بھائی کو آواز دی کہ مجھکو اس ضلالت و گمراہی سے شامی سمجھتے تھے کہ اپنے بھائی کے مقابلہ کے لیے گیا ہے مگر وہ دوزخ سے نکل کر جنت کی تلاش میں گیا تھا حضرت حسان کو خدمت اقدس میں لے گئے اور ان کو قدمبوس کرایا۔

اس کے بعد جناب حر پھر میدان سحر کہ میں تشریف لائے اور رجز خوانی کر کے دشمنوں کی صف میں شیر درندہ کی طرح گھس گئے اور اس قدر شامیوں اور کوفیوں کو فی النار کیا کہ عمر و سعد کے حواس باختہ ہو گئے عمر و سعد کے حکم سے تیروں کی بارش کی گئی جس سے تمام جسم چھنی ہو گیا اور تیر اس طرح جسم پر چبھے ہوئے تھے جیسے کہ ال ہیں کشن میں چبھو دی جاتی ہے جب تک ایک ایک کر کے دشمن لڑتے رہے حضرت حر جو سامنے آیا اس کو واصل جہنم کرتے رہے جب اکبارگی ہجوم کیا تو اس طرح ہجوم اعداء میں گھس کر قتال کرتے تھے جیسے شیر کسی بکریوں اور بھیڑوں کے ریوڑ میں گھس جانے سے کیا کرتا ہے اتنی سے اوپر دشمنان خدا کو اس شیر میدان کربلا نے جہنم واصل کیا۔ آخر کا گھوڑا جس پر حر سوار تھے زخموں سے جاں بر نہ ہو سکا اور وہیں میدان میں کھیت رہا پھر بھی یہ جری پیدل لڑتا رہا یہاں تک کہ زخموں کی کثرت نے بیجان کر دیا اور زمین پر گر پڑا۔

آخر رفقائے امام ان کو میدان سے اٹھا لائے اور جناب امام عالی مقام کی خدمت میں پہنچایا۔ امام عرش مقام نے اپنے رومال خاص سے حضرت حر کے چہرہ کو خاک و خون سے صاف کیا اور ان کی بہادری و شجاعت کی تعریف کی اور فرمایا کہ خدا کی قسم تیری ماں نے تیرا نام غلط نہیں رکھا تھا تو دنیا میں بھی حر ہے اور آخرت میں بھی حر ہے

جناب حر رضی اللہ عنہ کی لڑائی اور شہادت اور آخری وقت میں امام عالی مقام کی زیارت و شرف دیدار سے مشرف ہونے کا نظارہ خوب دکھایا ہے۔

جب نام علی لیکے لگاتا تھا وہ تلوار — دہ کرتا تھا دشمن کے دو دو اک وار
جس شامی کو للکار کہ آیا میں خبردار — وہ بھاگ گیا سامنے سے پھینک کے تلوار

آہن میں نہاں سامنے جو دشمن دیں تھا
سر اس کا کہیں۔ خود کہیں جسم کہیں تھا

نرغہ میں جو تیغ آئی تو سر تن سے ہوا دو — رن زندوں سے خالی تھا مگر لاشوں سے معمور
گھوڑوں سے گھوڑا دب میں گرے پڑتے تھے مغرور — چار آئینے ہو جاتے تھے شیشوں کی طرح چو

Marfat.com

غل تھا کہ بجھے جاتے ہیں دل اس چمک سے
تلوار نہیں بجلیاں گرتی ہیں فلک سے

بائی تھی بہادر نے عجب ہمت عالی — لاشوں سے بھرا دشت صفیں ہو گئیں خالی
تلوار پڑی جس پہ نظر شیر نے ڈالی — برچھی کا نشانہ تھا کماں جس نے سنبھالی
نعرے کے بلانے میں جو رستم سے نہ کم تھا
اک ہاتھ میں بس ہاتھ بھی نیزہ بھی قلم تھا

اس کے بعد جناب حر زخمی ہو کر زمین پر آرہے اور اعدا نے ہر طرف سے تلواروں کے وار شروع کر دیئے۔ اس حالت میں حر نے

چلائے کہ مولا مجھے دکھلا دیجئے دیدار — یہ سن کے سراسیمہ چلے سید ابرار
حر کے لئے بیتاب امام دوجہاں تھے
آنسو شہ مظلوم کی آنکھوں سے رواں تھے

رستے پہ جو مہمان کو تڑپتے ہوئے پایا — آغوش میں لیکر آ کے چھاتی سے لگایا
رومال سے چہرے کا غبار اس کے چھڑایا — قبلہ کی طرف زانو پہ سر رکھ کے لٹایا
رو رو کے یہ فرماتے تھے شانے کو ہلا کر
اے بھائی حسین آیا ہے چشم تو وا کر

سن گریہ صدا شاہ کی حر غش سے پڑ چونکا — سر فاطمہ کے لال کے آغوش میں دیکھا
آنکھیں قدم پاک پہ مل کے یا مولا — کیا آپ کے صدقے سے ملا ہے مجھے رتبا
احسنت کا ہے نعرہ فلک فرش زمیں سے
لینے مجھے آتے ہیں علیؑ خلد بریں سے

وہ فاطمہ آئیں شہ خیبر شکن آئے — آپ آئے حسنؑ آئے رسول زمن آئے
سب مشکلیں آسان ہوئیں بخشن آئے — سب کام مرے آپ کے صدقے سے بن آئے
اب روح سوئے خلد بریں جاتی ہے آقا
کچھ نیند سی خادم کو چلی آتی ہے آقا

یہ کہتے ہی اک موت کی ہچکی اسے آئی — آخر ہوا وہ سید بے کس کا فدائی
یوں رو کے لاش اس کی شہ دیں نے اٹھائی — جس طرح کہ بھائی کے لئے روتا ہے بھائی

Marfat.com

فرمایا کہ یہ لاش اس کی در خیمہ پہ لاکر
لے بیبیو سو مرے مہمان کو آکر

جناب حر رضی اللہ عنہ جب اہل بیت و محبت آل رسول کا پورا پورا حق ادا کر کے اس دنیا سے جنت الفردوس سدھار گئے اگر آج نہ شہید ہوتے تب بھی دس بیس سال کے بعد اس دنیا سے کوچ کرنا ہی پڑتا لیکن اس وقت ان کو کون جانتا اس آسمان کے نیچے روزانہ ہزاروں آدمی پیدا ہوتے ہیں اور ہزاروں آدمی مرتے ہیں اپنی موت بھی مرتے ہیں اور مارے بھی جاتے ہیں لاکھوں بادشاہ ہو گزرے ہیں لاکھوں ولی ابدال وقطب واوتار گزر چکے مگر آج کتنوں کو دنیا جانتی ہے اور ان کا غم و ماتم کرتی ہے جناب حر جو ایک معمولی سپاہی تھے آج خدا نے ان کو امام حسین علیہ السلام کی نصرت ورفاقت کے صلہ میں کیسی عظمت وعزت اور شہرت عطا فرمائی ہے کہ کروڑوں قلوب میں ان کے لئے جگہ ہے ہر سال امام عالی مقام کے ساتھ ان کا بھی ماتم سنایا جاتا ہے ان کی بہادری وجاں نثاری کی داد دی جاتی ہے اور ان کے غم میں آنسو بہائے جاتے ہیں اور آخرت کے نتائج ان سے علیحدہ نہیں غرضکہ دین اور دنیا دونوں کی دولت سے سرفراز ہوئے اور ایک جان کھو کر زندگی دوام حاصل کر لی

سلام ہو تم پر اے حضرت حر اور اللہ کی رحمتیں نازل ہوں تمہاری قبر پر تم نے فرزند رسول کی فریاد اور صدائے استغاثہ کو لبیک کہا اور جان شیریں ان پر نثار کر دی اب تم اس مرتبۂ عالی پر فائز ہو کہ تمہارے قدموں کی خاک ہماری آنکھوں کے لئے سرمۂ اکسیر ہے اور اب اہل ایمان تمہارے کفش پا کو تاج سر افتخار بنانا اپنا فخر سمجھتے ہیں اور قیامت تک تم پر سلام بھیجتے رہیں گے۔

دیگر رفقائے کار کی معرکہ آرائیاں

جناب حر رضی اللہ عنہ ان کے فرزند اور بھائی اور ایک اور روایت کے مطابق ان کے غلام نے سینکڑوں دشمنان خدا کو فی النار کر کے جب شربت شہادت نوش فرما لیا تو دوسرے رفقا نے تلوار سنبھالی اور باری باری میدان کارزار میں داد شجاعت و بہادری دیکر اور حضرت امام عالی مقام کا حق نصرت وحمایت ادا کر کے شہادت حاصل کی۔

اس عرصہ میں ابن سعد نے کوشش کی کہ ایک بارگی گروہ شیاطین کو یکمشت بھر اعوان وانصار واہل بیت کرام پر ٹوٹ پڑے کیونکہ اس طرح ایک ایک بہادر کا بہادر کا معرکہ میں آکر

مبارز طلب کرنا اور لڑنا یزیدی فوج کے لئے بہت نقصان دہ تھا اس لئے کہ لشکر امام کا ایک ایک شیر بیشہ شجاعت بیشمار بزدلوں کوفیوں اور شامیوں کو دوزخ کا ایندھن بنا ڈالتا تھا۔ لیکن جاں نثاران حسینی نے عمر سعد کو اس کا موقعہ نہیں دیا جب کبھی بھی فوج اشقیاء آگے بڑھی نیزوں کی انیوں اور تلواروں کی ضربوں سے ان کے منہ پھیر دیئے اور ایسی جان توڑ کر لڑے کہ ان لعینوں کو واپس پھرنے کے سوا کوئی چارہ کار ہی نہ تھا اگر دشمنان خدا اپنے اس ارادہ میں کامیاب ہو جاتے تو چند لمحوں میں ان قدسی نفوس کا خاتمہ ہو جاتا لیکن فدائیان حسینؑ و جاں نثاران سبط رسول الثقلین کی شجاعت و بہادری نے ان ناپاکوں کو اس نجس و ناپاک ارادہ میں کامیاب نہیں دیا اور وہ اس امر پر مجبور ہوئے کہ ایک ایک بہادر سے لڑیں اور نصرت فرمائے اہلبیت کی تلوار سے کافی تعداد دشمنانِ خدا کی دوزخ کا ایندھن بن جائے تو پھر اشقیا ابن زیاد شغالان بدنہاد کی طرح چاروں طرف سے ٹوٹ پڑیں اور ایسا کیوں نہ ہوتا کہ اس دنیا میں بھی سزا ملنا مقدر تھا اور اس ظلم رسیدہ عنصر قافلہ کی موت ہی آسان نہ تھی اور اصل یہ ہے کہ ان دوزخیوں میں کوئی سچا اور پاک جذبہ تو تھا ہی نہیں وہ تو دنیا کی دولت کے حرص میں جمع ہو گئے تھے اور طمع زر نے ان کو اندھا کر دیا تھا اس لئے اور بھی کمزور تھے کہ نگاہوں کے سامنے جہنم کے شعلے بھڑکتے نظر آتے تھے اس لئے قدرتی طور پر وہ کمزور اور بزدل ہو رہے تھے دوسری طرف خاندان رسالت کی نصرت و حفاظت اور فرزند رسول اللہ کی رفاقت و اعانت کا پاک و مقدس جذبہ تھا اور سامنے جنت کے دروازے کھلے ہوئے نظر آرہے تھے اس نے ایک ایک جان نثار کو جو پہلے ہی سے شیر بیشہ شجاعت تھا پیکر شجاعت و بہادری بنا دیا تھا اور اس کی تلوار صاعقہ برق کی طرح اہل نار کو جلا جلا کر ڈھیر کر رہی تھی۔

بہرحال حضرت کے بعد بریر بن خضیر ہمدانی میدان کارزار میں نعرۂ اللہ اکبر لگاتے ہوئے امام عالی مقام سے اجازت حاصل کر کے آئے اور آکر مبارز طلب ہوئے اس موقع پر جناب بریر ہمدانی نے جو رجز پڑھا ہے وہ دل ہلا دینے والا ہے۔ اگر ذرا بھی ان شقاوت کے پتلوں پر دین و ایمان کا پاس و لحاظ ہوتا تو اسی وقت امام عالی مقام کی خدمت حاضر ہو کر عفو قصور کے خواستگار ہوتے مگر ایمان نے تو ان کے قلوب سے پہلے ہی اپنا رشتہ توڑ لیا تھا۔ بریر ہمدانی نے اشقیا شام کو للکار کر کہا۔

اقتربوا منی یا قتلۃ المومنین اقتربوا منی یا قتلۃ اولاد البدریین اقتربوا

Marfat.com

منی یا قتلۃ اولاد رسول رب العلمین و ذریۃ الباقین یعنی اے مومنوں کو قتل کرنے والو میرے سامنے آؤ اور اے مجاہدین بدر کی اولاد کو قتل کرنے والو میرے نزدیک آؤ اور اے اولاد رسول اور ان کی ذریت پاک کو قتل کرنے والو ذرا آگے بڑھو اور میرے مقابلہ پر آؤ تو پھر میں تم کو اس شقاوت اور بے دینی کا مزہ چکھاؤں جناب بریر اس طرح رجز کر کے دشمنوں پر حملہ آور ہو رہے تھے اور گروہوں کو ان کے ٹھکانے پر پہنچا رہے تھے کہ ایک شقی ان میں سے نکلا اور کہنے لگا کہ میں تم کو گمراہ اور فرقہ گمراہ کا ایک فرد سمجھتا ہوں۔ یہ خدا کی شان دیکھئے کہ ایک شقی ازلی و گمراہ ابدی ناصر ابن حسین و محافظین حرم رسول اللہ کو فرقہ ضالہ کہتا ہے اس بدبخت کا نام یزید بن معقل تھا۔

جناب بریر نے کہا اے ملعون اگر تو سچا ہے تو آ ہم دونوں مل کر خدا سے دعا کریں کہ جو حق پر ہو اس کے ساتھ گمراہ مارا جائے بھلا وہ شقی اس پر کیا رضامند ہوتا کہ اپنی اور اپنے ساتھیوں کی ضلالت و گمراہی کا اس کو یقین ہو گا بالآخر جنگ ہوئی اور جناب بریر نے اس گمراہ کو جہنم واصل کر دیا اس کے بعد آپ نے شربت شہادت نوش فرمایا۔

آپ کے بعد یکے بعد دیگرے جاں نثاران اہل بیت میدان میں آتے تھے اور سینکڑوں ملاعنہ کو موت کے گھاٹ اتار کر شربت شہادت نوش فرماتے تھے۔

اس عرصہ میں ظہر کا وقت آگیا اور جناب امام نے فرمایا کہ ان ظالموں سے کہو کہ اتنی دیر کے لئے جنگ ملتوی کر دیں کہ ہم نماز ادا کریں مگر بدبخت و بے دینوں نے جنگ ملتوی نہیں کی اس لئے امام عالی مقام نے نماز خوف ادا فرمائی۔

میدان جنگ میں نماز خطبہ

نماز اس طرح ادا فرمائی کہ ایک جاں نثار نے اذن جہاد طلب کیا اور عرض کیا کہ آخری تمنا یہ ہے کہ حضور کے پیچھے نماز پڑھنے کی سعادت حاصل کر دوں امام عالی مقام نے اوپر نظر اٹھائی اور ان کو دعا دیکر فرمایا کہ ہاں ظہر کا اول وقت آگیا اذان دی گئی اور نماز اس طرح ادا کی گئی کہ کچھ جاں نثاروں کو امام عالی مقام نے حکم دیا کہ وہ پہرہ دیں اور دشمنوں کو آگے سے روک دیں۔ مروی ہے کہ اس میں بھی ان اعدائے دین نے تیروں کی بارش جاری رکھی اور ایک رفیق امام علیہ السلام حالت نماز ہی میں جان بحق ہوا۔

Marfat.com

نماز کے بعد ایک مختصر خطبہ امام عالی مقام نے ارشاد فرمایا جس کا مفہوم اور خلاصہ یہی تھا کہ جنت کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ محمد رسول اللہ اور فاطمۃ زہرا انتظار فرما رہے ہیں حوران جناں آغوش شوق کھولے کھڑی ہیں پس حق کی حمایت کے لئے جانیں لٹا دو اور حرم رسول اللہ کی ان اعداء دین سے حفاظت کرو

امام عالی مقام کے رفقاء پہلے ہی سے سر بکف حصول شہادت کے لئے مستعد اور تیار تھے امام عالم مقام کے اس خطبہ کو سنکر حرم محترم میں ایک شور بلند ہوا اور صدائے دلخراش اس طرح آئی۔ یا معشر المسلمین ویا عصبۃ المومنین حلموا من دین اللہ و ذبوا عن حرم رسول اللہ و من امامکم ابن بنت نبیکم فقد امتحن اللہ تعالیٰ بنا و انتم جیراننا فی جوار جدنا والکرام علینا واھل جودتنا فدفعوا بارک اللہ فیکم عنا۔ اے مسلمانو اور اے ایمان کے سپوتو مددگارو۔ خدا کے دین متین کی حمایت کرو اور حرم رسول اللہ سے ان کے دشمنوں کو دور کرو اور اپنے امام کی جو تمہارے نبی کی بیٹی کے فرزند دلبند ہیں حمایت کر کے اعداء کو ان سے دفع کرو یاد رکھو خدا وند حی وقیوم اس وقت تمہارا امتحان لے رہا ہے اور ہماری نصرت وحمایت کے ابتلا وآزمائش میں اس نے تم کو ڈالا ہے۔ پس اس امتحان میں پورے اترو اور یقین کرو کہ جنت الفردوس میں تم ہمارے پڑوسی اور ہمارے جد امجد محمد رسول اللہ کے جوار میں تم کو جگہ ملیگی اور ہمارے دوستوں میں تمہارا شمار ہو جائے گا۔ پس ان مجرم ناپاک دشمنوں کو دفع کرو۔ خدا تعالیٰ ہماری طرف سے تم کو برکت عطا فرمائے اور رحمت کاملہ تم پر نازل فرمائے۔

اس صدائے استغاثہ کے بعد کون ایسا شخص ہو سکتا ہے جس کے دل میں ذرہ برابر ایمان ہو اور وہ پروانہ وار حرم رسول اللہ پر فدا ہو جانے کے لئے مضطرو بیقرار نہ ہو جائے اس درد انگیز جگردوز فریاد سے پہلے بھی جاں نثاران حسین موت سے کھیل رہے تھے مگر اس استغاثہ کے بعد تو یہ حالت تھی کہ ہر شخص دوسرے پر سبقت لیجانے کی کوشش کر رہا تھا چنانچہ اس تمام ہنگامہ اور شہادت میں ایک مثال بھی ایسی نہیں ملتی کہ جناب امام عالی مقام کو حکم دینا پڑا کہ اب میدان میں جاؤ بلکہ ہر شخص تیار رہتا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کی باری بعد میں آئے اور دوسرا اس کا ساتھی اس سے قبل درجہ شہادت پر فائز ہو جائے موت کو ہر شخص محبوب کی طرح چاہتا تھا ان کا حقیقی مطلوب موت کے سوا اور کچھ نہ تھا وہ بیقرار تھے اور حرمت رسول اللہ کے لئے جان فدا کرنا سب سے بڑی سعادت اور سب سے بڑا کام سمجھتے تھے کہ اگر آج کوئی کام کرنے کا ہے تو یہی ہے کہ سبط رسول پر فدا ہو جانا ہے

اس کے سوا اور کوئی اس کا بدل نہیں ہو سکتا۔

جب یہ کیفیت اور یہ حالت ہے تو ان لوگوں کی جان بازی اور جاں نثاری وفاداکاری کا کوئی مقابلہ کر سکتا یہی وجہ تھی کہ ان مخلصین و محبین آل رسول کے ہاتھوں سے ہزاروں یزیدی قتل ہوئے حالانکہ یہ تعداد میں بہت ہی کم تھے لیکن اگر یزیدی مقتولین کی تعداد جوڑی جائے تو فی کس دو دو سو سے کم نہیں پڑے گی، دوسری طرف نہ کوئی حقیقی جوش اور جذبہ تھا اور نہ حق کی پیروی اور صداقت کی پشت پناہی کی قوت تھی وہ مرے کرائے کے ٹٹو تھے اس لئے وہ پرستاران حق و صداقت کے مقابلہ پر کیا جمتے چنانچہ یہی وجہ تھی کہ اتنی کثیر تعداد کے باوجود حرم رسول اللہ تک پہنچنے میں کامیاب نہ ہو سکے اور نہ ایکدم سے حملہ کر کے سب کو ایک دم سے شہید کر دینے میں کامیاب ہوئے حالانکہ ایک سے زائد بار اس کی کوشش ان شقیوں نے کی مگر اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے اگرچہ نقصان کافی کیا اور اس یورش میں بہت سے جاں نثاران امام شہید ہو گئے مگر انھوں نے اپنی جانیں فدا کر کے لعینوں کو خیمۂ اہلبیت تک پہنچنے میں کامیاب نہیں ہونے دیا۔

اگر فرداً فرداً تمام شہدائے کربلا کے حالات قلمبند کئے جائیں تو کتاب بہت ضخیم ہو جائے گی اس لئے ہم بنی ہاشم اور بنی فاطمہؑ کی شہادتوں کا حال بیان کرنے پر اکتفا کریں گے یہ نہ کہنا چاہیئے کہ دیگر شہدائے کرام اس مجلس کی زیب و زینت نہیں ہیں۔ نہیں بلکہ ان میں سے ہر ایک فلک شہادت کا آفتاب و ماہتاب اور صفحۂ دہر پر ان کا نام سب سے پہلے درج ہے۔

بہر حال جب تمام خاندان اہلبیت و جاں نثاران و محبان آل رسول ایک ایک کر کے شمع دودمان نبوت پر پروانہ وار نثار ہو گئے اور سوائے حضرت آل ابی طالبؑ آل محمدؐ کے کوئی دوسرا کوئی لڑنے کے قابل مرد نہ رہا تو بنی ہاشم اور بنی فاطمہؑ نے تلواریں زیب کمر کیں اور میدان وغا میں آکر اپنی مشہور عالم شجاعت کے جوہر دکھا دکھا کر اور دشمنوں کے کشتوں کے پشتے لگا لگا کر سعادت شہادت سے سرفراز ہوئے۔

دشتِ کربلا میں خاندان رسالت کا پہلا شہید

اکثر مورخین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ اعوان و انصار کی شہادتوں کے بعد سب سے پہلے حضرت مسلم کے صاحبزادے جناب ابن مسلم نے رتبۂ شہادت حاصل کیا مگر بعض کا خیال ہے کہ امام عالی مقام کے منجھلے صاحبزادے جناب علی اکبر سب سے پہلے مرتبۂ شہادت پر سرفراز ہوئے لیکن عام طور پر کتب مصائب و مقاتل میں حضرت عبد اللہ ابن مسلم سے خاندانِ رسالت کے شہیدوں کا ذکر کرتے ہیں

Marfat.com

اور ہم بھی انہی کا اتباع کریں گے ۔

اولاد حضرت عقیل رضی اللہ عنہ

لیکن قبل اس کے کہ ہم یہ قیامت خیز سلسلہ شہادت شروع کریں یہ بتلا دینا مناسب ہو گا ۔ کہ کس قدر بنی ہاشم اور کس قدر بنی فاطمہ نے اس قیامت کبریٰ میں جام شہادت نوش فرمایا ۔ چنانچہ جس ترتیب سے یہ حضرت شہید ہوئے اُسی ترتیب سے ان کے اسماء مبارک حسب ذیل ہیں ۔

(۱) حضرت عبداللہ بن مسلم عقیل (۲) حضرت محمد بن اسلم بن عقیل (۳) حضرت جعفر بن عقیل (۴) حضرت عبدالرحمن بن عقیل (۵) حضرت عبداللہ بن عقیل (۶) حضرت موسیٰ بن عقیل ۔

یہ سب بزرگ حضرت عقیل بن ابی طالب کے بیٹے اور پوتے تھے اور حضرت مسلم بن عقیل اور ان کے دو صاحبزادے پہلے ہی کوفہ میں شہید ہو چکے تھے ۔ اس طرح عقیل بن ابی طالب کے پانچ فرزند اور چار پوتے میدان کربلا میں شہید ہوئے لیکن مورخین کا خیال ہے کہ خاص دشت کربلا میں اولاد عقیل کے شہدا کی تعداد نو تھی اور وہ بھی حضرت مسلم کے دونوں صاحبزدوں کو چھوڑ کر ۔ بہرحال ان کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں :۔

جعفر بن عقیل ۔ عبدالرحمٰن بن عقیل ۔ عبداللہ بن عقیل ۔ موسیٰ بن عقیل ۔ عون بن عقیل علی بن عقیل ۔ محمد ابن سعید ابن عقیل ۔ جعفر بن محمد بن عقیل ۔ احمد بن محمد بن عقیل ۔

اولاد حضرت جعفر طیارؓ

(۱) حضرت محمد بن عبداللہ بن جعفر طیار (۲) حضرت عون بن عبداللہ بن جعفر طیار رضی یہ وہی دونوں صاحبزادے ہیں جن کو حضرت عبداللہ بن جعفر نے جناب امام عالی مقام کی روانگی مکہ کے بعد خدمت امام میں خط دیکر بھیجا تھا خط میں تو واپسی پر زور دیا تھا اور صاحبزادوں کو یہ ہدایت کی تھی کہ اگر جناب امام حسین علیہ السلام واپس تشریف نہ لائیں تو پھر آپ کی رکاب سے جدا نہ ہونا اور قبل اس کے امام دو جہاں پر آنچ آئے اپنے آپ کو ان کے مبارک و مقدس قدموں پر فدا کر دینا ۔

شہنشاہ زمن امام حسنؓ کی اولاد کربلا میں

اس شہادت زار میں امام حسن علیہ السلام کے پانچ فرزند شہید ہوئے جن کے اسمائے گرامی جب

Marfat.com

ذیل ہیں۔

(۱) حضرت قاسم بن حسن (۲) حضرت عبداللہ الاکبر ابن حسن (۳) حضرت احمد ابن حسن اور دو کے نام معلوم نہیں ہو سکے۔ ان میں سے ایک کی کنیت ابو بکر تھی۔

اولاد علی علیہ السلام

عبداللہ بن علی جعفر الاکبر بن علی۔ عثمان بن علی۔ محمد الاصغر بن علی۔ عون بن علی۔ عباس بن علی۔

امام حسین علیہ السلام کے فرزند

(۱) علی اکبر بن حسین (۲) علی اصغر بن حسین۔ اور بعض روایتوں میں ہے کہ آپ کے ایک فرزند شہید ہوئے جن کا اسم مبارک ابراہیم تھا۔

یہ تھے وہ حضرت آل ابی طالب اور آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم جن کو اشقیاء یزید نے جناب امام حسینؑ کی آنکھوں کے سامنے انتہائی شقاوت کے ساتھ ایک ایک کرکے ذبح کر ڈالا اور پھر امام عالی مقام کو شہید کر ڈالا۔

شہداء کی ترتیب اس طرح پر کیوں واقع ہوئی اس کی وجہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ جناب امام عالی مقام کو تمام مقامات صبر پر فائز کرنا مقصود تھا۔ اسی طرح درجہ بدرجہ مدارج صبر سے آپ کو اس طرح گزارا گیا کہ جو جس قدر قریب تھا اس کی شہادت اسی قدر آپ سے قریب واقع ہوئی تاکہ صبر کے اس آخری موقع پر حق تعالیٰ آپ کو فائز کر دے جس کے بعد کوئی درجہ نہیں۔

حضرت عبداللہ اولاد عقیل اور حضرت محمد بن مسلم کی شہادت

قارئین کرام اس قیامت خیز منظر کو چشم تصور کے سامنے لائیں جو اس وقت خیام مطہر اور خاندان رسالت کی بیبیوں کی ہوگی۔ تمام انصار و مددگار ایک ایک کرکے رخصت ہو چکے ہیں اور اب سوائے چند نفوس کے بنی ہاشم و بنی فاطمہ کے کوئی باقی نہیں رہا تو انہی میں سے میدان وغا میں جانے کی تیاریاں ہونے لگیں۔

خاندان رسالت میں سب سے پہلے شہادت کا شرف حضرت عبداللہ بن مسلم نے حاصل کیا ذرا چشم تصور سے کام لو اور ان صاحبزادے کی مادر محترم کی حالت زار کا نقشہ آنکھوں کے سامنے لاؤ یہ منظر

Marfat.com

عباس کی حقیقی بہن اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بیٹی ہیں آپ حضرت مسلم کی زوجہ ہیں ان پر سب سے پہلے ظلم و ستم کے پہاڑ ٹوٹے۔ حضرت مسلم شہید ہوئے اور پھر آپ کے دو صاحبزادے جو حضرت مسلم کے ساتھ تھے اُن کو بھی اشقیاء کوفہ نے شہید کر ڈالا اب صرف دو بچے زندگی کا سہارا تھے جن میں سے ایک اب میدان جہاد میں سرفروشی کے لئے جا رہا ہے۔ جس وقت مادر گرامی قدر سے رخصت ہونے لڑنے اور شہید ہونے کی اجازت لینے کے لئے گئے ہونگے اس وقت ان محترمہ کا کیا حال ہوا ہوگا سر کا تاج پہلے ہی لٹ چکا تھا گود کے ڈوپالوں کا غم ابھی تازہ اور زخم ہرا تھا کہ اب تیسرا نونہال شہید ہونے کی اجازت طلب کر رہا ہے۔ ان بی بی صاحبہ کے دل کی اس وقت کیا حالت ہو گی کہ ابھی پچھلے ہی داغ کلیجے میں ناسور ڈالے ہوئے ہیں کہ اب تیسرا لخت جگر بھی جدا ہو رہا ہے اور ماں کی گود میں پاہنٹ اے شربت مرگ پینے کی اجازت طلب کر رہا ہے

حضرت عبداللہ بن مسلم خاندان رسالت کے تمام مورخین کے نزدیک سب سے پہلے شہید ہیں جب آپ نے دیکھا کہ اب سوائے بنی ہاشم اور بنی فاطمہ کے کوئی یاور و ناصر امام عالی مقام باقی نہیں رہا تو اولیت کا فخر حاصل کرنے کے لئے آپ اپنے ماموں جان جناب امام دوجہان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قدموں ہو کر عرض کیا کہ اب اس ناچیز کو اذن وغا عطا فرمائی جائے۔ پدر عالی قدر اور دونوں بھائیوں سے ملنے کا شوق اب ناقابل برداشت ہے۔

جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ عزیز از جان ابھی تو میرے دل سے مسلم کا ہی غم نہیں مٹا۔ آہ کس بیکسی سے میرے پردیسی قاصد کو ان ظالموں نے خاک و خون میں تڑپایا ہے۔ پھر میں کس طرح تم کو اجازت دیدوں۔ تمہاری غم نصیب ماں بہت دکھیا ہے۔ تمہارے باپ پر اور بھائیوں کے غم کا زخم بھی تو ابھی نہیں بھرنے پایا۔ اگر تم کو بھی اجازت دیدوں تو اس غم نصیب پر اور بھی ظلم ہوگا اب تو تم ہی دونوں بھائی اپنی ماں کا سہارا ہو اس لئے بہتر ہے کہ تم اپنی ماں کو لیکر اس مقام سے کسی اور طرف نکل جاؤ۔ اور اپنی ماں کا غم دور کرو۔

حضرت عبداللہ نے یہ بات سُنی تو فرمایا فداہ ابی و امی یہ آپ کیا فرما رہے ہیں۔ کیا آپ نے ہم کو اس قدر بزدل اور کمزور سمجھا ہے کہ ہم اس موقعہ پر آپ کو چھوڑ کر چلے جائینگے۔ کیا ہمیں حیات فانی اس قدر عزیز ہے کہ اس کو حیات جاودانی پر ترجیح دینگے۔ خدا کی قسم یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم اپنی جان آپ سے دریغ رکھیں۔ ایسی ایسی اگر لاکھوں جانیں ہوں تو آپ کے قدموں پر ان کو نثار کرنا سبب ہدایت عزت ہے۔ ماموں جان یہ نہیں ہو سکتا۔ جس طرح میرے باپ اور میرے بھائیوں نے جان خدمت !!

کو انجام دیتے ہوئے نثار کی ہے اسی طرح میں بھی قربان ہونگا۔ خدا کے لئے مجھے اولیت کا فخر و شرف عطا فرمائیے اور اس سے محروم نہ کیجئے۔ امام عالی مقام اس اصرار کو دیکھ کر خاموش ہو گئے مگر آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور حضرت مسلم کی تصویر آنسوؤں کے قطروں میں جھلملانے لگی۔

حضرت عبداللہ نے امام دوجہاں کا رُخ پاکر سیدھے میدان شہادت کا رخ کیا کیونکہ والدہ سے پہلے ہی رخصت لیکر امام کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ جاتے ہی رجز خوانی سے دشمنوں کے دل ہلا دیئے نونہال باغ علی و عقیل اگرچہ سبزہ آغاز و خوردسال تھا مگر شجاعت و بسالت ورثہ میں ملی تھی عقیل کا پوتا اور علی شیر خدا کا نواسہ شہید مسلم کی روح سر پر سایہ فگن تھی اور شجاعت ہاشمی و زور بازوئے حیدری پشت و پناہ۔ دشمن سے مقابل ہوئے تو اس زور کا حملہ کیا کہ لعینوں کی صفوں کو درہم و برہم کر دیا اور بہتوں کو زندگی کی لعنت سے نجات دی اور جہنم کے تقاضے هَلْ مِنْ مَزِيْد کو پورا کیا۔ شیر خدا کا نواسہ اور شیر عقیل کا بیٹا تھا اس بہادری سے لڑا کہ اعدائے دین کو دامن موت کے سوا اور کہیں پناہ نہ ملتی تھی بالآخر دور سے تیروں کی بارش ہونے لگی۔ اس وقت دست مبارک جبین روشن سے عرق معطر پونچھ رہا تھا کہ کسی شخص کا تیر اس طرح پیشانی مبارک پر لگا کہ ہاتھ جبین مقدس سے وصل اور پیوست ہو کر گیا گویا امام عالی مقام کو آخری سلام اس نئے انداز مجاہدانہ سے کر رہے تھے۔ یہی تیر آپ کی زندگی کے لئے تیر قضا ثابت ہوا اور آپ اپنے پدر و برادران عالی قدر کے پاس تشریف لے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

حضرت عبداللہ کی لاش میدان سے اُن کے بھائی حضرت محمد اور امام عالی مقام خود اٹھا کر لائے۔ لاش کو دیکھ کر خیمہ اہل بیت میں کہرام مچ گیا۔ حضرت رقیہ بنت علی علیہ السلام نے جوان بیٹے کی لاش دیکھی تو پچھاڑیں کھا کر گر پڑیں۔ ابھی بیوگی کا داغ تازہ تھا سہاگ کو مٹے بہت زمانہ نہیں گزرا تھا زندگی کا سہارا یہی جوان بیٹا تھا وہ اس طرح تین دن کا بھوکا پیاسا خاک و خون میں لتھڑا سامنے پڑا تھا ماں کا کلیجہ نہ پھٹتا تو کیا ہوتا بے اختیار لاش سے چمٹ گئیں۔ شہید بیٹے کی خون آلود پیشانی کو بوسہ دیتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ یہ رنڈاپا تمہیں قربان تم نے باپ سے ملنے کی اس قدر جلدی کی اور دکھیاری ماں کے رنڈاپے کا کچھ خیال نہ کیا جس کی زندگی کا سہارا تم ہی تھے۔ پھر صبر سے کام لیا اور کہا جاؤ بیٹا اپنے باپ اور نانا کے حضور میں جانا مبارک ہو میں اپنے رنڈاپے کے دن کسی نہ کسی طرح کاٹ ہی لونگی فاطمہ کا لال میرے باپ کا چشم و چراغ اور محمد رسول اللہ کا نور نظر اس مصیبت میں گرفتار ہے اس پر تصدق ہونا اور ان کے قدموں پر جان نثار کر دینی سب سے بڑی سعادت ہی میں اپنے بابا جان شیر خدا کو کیا منہ دکھاتی اگر وہ قیامت میں دریافت فرماتے کہ اے میری بیٹی رقیہ فرزند رسول و جگر گوشہ بتول کو ظالموں نے نرغہ

میں لے لیا اور ایک ایک قطرہ آپ کو تر ساتر سالکر شہید کردیا اور تم اپنے فرزند کو چھاتی سے لگائے بیٹھی رہیں اور سب کچھ دیکھتی رہیں۔ اس لئے اے فرزند دلبند تجھکو یہ شہادت مبارک ہو۔ خون شہادت کا گلگوں غازہ مل کر خود بھی سرخ رو ہوا اور مجھکو بھی سرخ رو کیا۔

حضرت محمد بن مسلم کی شہادت

ابھی لاش سامنے رکھی تھی کہ دوسرا فرزند تلوار حمائل کئے ماں کے قدموں میں جھکا اور عرض کیا کہ اے مادر محترمہ اکبارگی دل کھول کر اور جی بھر کر رو لیجئے گا۔ اس غلام کو بھی اجازت دیجئے کہ باپ اور دادا کے نام کو روشن کروں۔ بھائی جان کے بعد جینے کا کیا لطف ہے

حضرت محمد ابن مسلم اگرچہ جناب رقیہ بنت امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے بطن سے نہ تھے بلکہ حضرت مسلم کی دوسری زوجہ سے تھے مگر ان کی والدہ ماجدہ کا بچپن ہی میں انتقال ہوگیا تھا اور حضرت ہی نے آپ کو اپنے حقیقی فرزند کی طرح پالا اور پرورش کیا تھا اور اپنے سگے بیٹے کی طرح ان سے بھی محبت کرتی تھیں اور انہوں نے بھی آنکھ کھول کر حضرت رقیہ ہی کو ماں کی جگہ دیکھا تھا۔ ایک بیٹے کی لاش سامنے پڑی ہے دوسرا بیٹا اجازت طلب کر رہا ہے۔ اور ماں جانتی ہے کہ ابھی چند لمحوں کے بعد اس کی بھی لاش آجائے گی زندہ جائے گا اور مر کر واپس آئیگا۔ کس قیامت کا منظر ہوگا۔

بہرحال ماں سے رخصت ہوکر امام عالی مقام سے رخصت حاصل کی اور میدان وغا کا رخ کیا اور شمشیر ہاشمی کے جوہر دکھا کر گمراہوں کی صفوں میں کھلبلی ڈال کر ان میں سے بہتوں کو نار دوزخ کا ایندھن بنا کر خود بھی شربت شہادت نوش فرمایا۔

حضرت جعفر بن عقیل

بعض کے نزدیک حضرت محمد بن مسلم کے بعد حضرت زینب علیہا السلام کے فرزند عون اور محمد میدان جنگ میں تشریف لے گئے اور مرتبہ شہادت پر فائز ہوئے۔ لیکن بعض کے نزدیک حضرت عقیل کی اولاد معرکہ قتال میں آگئی۔

چنانچہ سب سے پہلے حضرت جعفر بن عقیل نے جناب امام تشنہ کام سے اجازت لے کر میدان جنگ کا رخ کیا اور رجز پڑھتے ہوئے فوج نابکار پر حملہ آور ہوئے اور بہت سے جہنمی ان کی تیغ آبدار کا شکار ہو کر قرار گاہ جہنم کو واصل ہوئے۔

Marfat.com

حضرت عبدالرحمٰن بن عقیل

حضرت جعفر کے بعد ان کے بھائی حضرت عبدالرحمٰن عقیل اسی طرح معرکہ جنگ میں کود پڑے اور سترہ کے قریب ناریوں کو جہنم میں پہونچا کر خود بھی راہی بہشت عنبر سرشت ہوئے۔

حضرت عبداللہ حضرت موسےٰ بن عقیل رضی اللہ عنہ

دو بھائیوں کو خاک و خون میں تڑپتا اور ان کی لاشوں کو آتا دیکھ کر حضرت عبداللہ اور موسیٰ کیسے ضبط کر سکتے تھے خون کھولنے لگا اور شجاعت و بہادری خون بن کر رگوں میں دوڑنے لگی۔ بازو کی قوت اس طرح بیدان میں ختم ہوا۔ اور باپ کے دو نور نظر اس طرح دنیا سے کوچ کریں اور عبداللہ و موسیٰ خاموشی سے دیکھا کریں یہ کیونکہ ممکن تھا۔

خون ہاشمی میں جوش آیا نصرت حق و حمایت فرزند رسول میں خروش برپا ہوا۔ اور غیرت و حمیت دینی کی آگ بھڑک اٹھی تیوریوں پہ بل آیا اور آستین الٹتے ہوئے امام عالی مقام کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اجازت طلب کی۔

سبط رسول اللہ نے فرمایا برادران خوش صفات عم نامدار کی یادگار اب تمہیں دو بھائی رہ گئے ہو حق دوستی و قرابت کے ادا کرنے میں اولاد عقیل بازی لے گئی ہے اور نصرت و اعانت حق کا جو حق تھا وہ کما حقہ ادا کر دیا ہے مسلم بن عقیل ان کے فرزند اور تمہارے دو بھائی فداکاری و جانثاری کے جوہر دکھا چکے ہیں اب تم کو بھی اجازت دے کر نسل عقیل کو کس طرح منقطع کروں اور کس دل اور کس زبان سے کہوں کہ اچھا جاؤ اور سر کٹاؤ۔۔

لیکن دونوں بہادروں نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا کہ اگر اس دنیا میں نسل عقیل کا خاتمہ ہوتا ہے تو کیا غم ہے۔ یہ وہ شجرۂ عالیہ ہے کہ یہاں نہیں تو فردوس بریں میں پھلے پھولیگا اور یہ کیونکر ممکن ہے کہ ہمارے جیتے جی حضور پہ کوئی آنچ آئے، ہم اپنے برادران کو کیا منہ دکھائینگے کہ فرزند رسول کی حفاظت میں ہمارے اور بھائی تو سر کٹا کر سرخرو ہوئے اور ہم زندہ رہے خدا کی قسم یہ کبھی نہ ہوگا اور ہم جب تک حضور پر اپنی جانیں فدا نہ کریں گے اُس وقت تک دم نہ لینگے حق قربت کی وجہ سے نہیں بلکہ حق رسالت اور امامت کی وجہ سے ہمارا فرض ہے کہ اپنے خون کا ایک ایک قطرہ بھی ہاں حق و صداقت میں قربان کر دیں۔

آخر امام عالی مقام نے دونوں کو اجازت مرحمت فرمائی اور دونوں بہادر یکے بعد دیگر نہایت جوش۔

Marfat.com

دخروش سے فوج پر حملہ آور ہوئے اور اچھی طرح داد شجاعت دے کر اور تیغ ہاشمی کے جوہر دشمنوں کو دکھا کر دشمنوں کی جیز اور ہجوم کی تلواروں اور نیزوں کے زخموں سے چور ہو کر گھوڑے سے زمین پر گر پڑے اور درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

غور کر و کیا دنیا میں ایسی مثالیں مل سکتی ہیں کہ ایک باپ کے تمام فرزند اور بیٹوں کے بیٹے سب کے سب یکے بعد دیگرے جام شہادت پی لیں اور کوئی مرد بھی باقی نہ رہے جس سے نسل پدری کا سلسلہ جاری رہ سکے۔ حقیقت یہ ہو کہ اولاد عقیل نے میدان کربلا میں وہ ایثار اور وہ جاں نثاری وجاں سپاری دکھلائی کہ اس سے پہلے اور اس کے بعد کبھی اس کی نظیر نہیں آسکتی پس اے اولاد عقیل خدا کی رحمتیں ہمیشہ تم پر نازل ہوں۔ جاؤ تم اپنے روشن اور تابناک کارناموں سے حق وصداقت پر فدا ہو کر ہمیشہ کے لئے اہل وفا کو درس حق پرستی دے گئے اور بتلا گئے کہ راہ حق میں اس طرح کی قربانیاں ہوتی ہیں جن کی نصرت وحمایت کا حوصلہ وہی کرے جو اولاد عقیل کا دل اپنے سینے میں رکھتا ہو۔

حضرت زینب کے صاحبزادے

محمد بن عبداللہ وعون بن عبداللہ بن جعفر طیار

اولاد عقیل کے خاتمہ شہادت کے بعد حضرت زینب علیہا السّلام کے دونوں صاحبزادوں نے امام عالی مقام سے اجازت طلب کی۔ حضرت زینب جناب امام حسین علیہ السلام کی حقیقی بہن تھیں اور امام عالی مقام کی عاشق زار تھیں۔ امام علیہ السلام کو بھی حضرت زینب سے کمال محبت والفت تھی کربلا کے میدان میں حضرت زینب کا بیحد ذکر آتا ہے کیونکہ آپ سے زیادہ کوئی دوسرا حضرت امام تشنہ کام کی مظلومی وبیکسی سے مضطرب نہیں تھا ان کو معلوم تھا کہ آج مجھ سے میرا بھائی ہمیشہ کے لئے چھٹ جائیگا ان کے درد وغم اور اضطراب والم کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔ وہ امام عالی مقام کے بعد سب سے بڑی تھیں تمام کنبہ کی ماں کی جگہ تھیں اور ہر ایک پر ماں کی طرح شفقت تھی۔ علی اکبر کو انہی نے پالا اور پرورش کیا تھا علی اصغر اکثر آپ ہی کی گود میں رہتے تھے۔ غرض کہ اس وقت خاندان رسالت کی وہ فاطمہ زہرا تھیں اور حضرت فاطمہ زہرا خاتون جنت کے اوصاف واخلاق سے متصف تھیں۔ میدان کربلا میں آپ کے دونوں صاحبزادے ایک طرف سے ہاشمی تھے تو دوسری طرف فاطمی تھے دادا بھی راہ خدا میں اس طرح شہید ہوئے تھے کہ دونوں ہاتھ کفار نے قلم کر دیے تھے اور نانا بھی ابن ملجم کی تلوار سے زخمی ہو کر شہید ہوئے تھے۔

اختصار کو اگر پیش نظر رکھا جائے تو ان دونوں صاحبزادوں کا حال اسی قدر ہے کہ پہلے اپنے

Marfat.com

ماموں امام دوجہان سے رن میں جانے کی اجازت چاہی۔ امام عالی مقام نے تامل اور توقف کے بعد بصد مشکل اجازت دی اور فرمایا جاؤ اپنی اماں جان سے مل کر آؤ اور ان کی چھاتی سے جاکر لپٹ آؤ۔ دونوں صاحبزادے اس اشارہ کو اجازت کا فرمان سمجھ کر اندر گئے اور اپنی والدہ محترمہ حضرت زینب سے اجازت طلب کی اور ان سے رخصت ہو کر میدان جنگ کی راہ لی اور وہاں اس مردانگی اور جوش دلی کے ساتھ لڑے کہ دشمنوں کے چھکے چھوٹ گئے۔

لیکن حضرت زینب علیہا السلام کو جناب امام حسین علیہ السلام کے ساتھ جو عشق و شیفتگی تھی اس کو پیش نظر رکھ کر مرثیہ گو اہل قلم نے ان صاحبزادوں کی جنگ کو بڑی تفصیل کے ساتھ اور بڑے درد انگیز طریقہ پر قلم بند کیا ہے۔

بھائی بہنوں میں جو محبت اور عشق تھا اس کو سامنے رکھئے تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں معلوم ہوتی کہ اب تک حضرت زینب کے صاحبزادوں کا میدان میں نہ جانا اور اپنے ماموں کے قدموں پر نثار نہ ہونا تعجب معلوم ہوتا ہے گویا خود حضرت زینب کو تعجب تھا کہ میرے بچے کیوں میدان میں نہ گئے اور اس وجہ سے وہ ایک طرح سے شرمندہ سی ہو رہی تھیں چنانچہ فرزندان عقیل کی شہادت کے بعد حضرت زینبؑ کا اضطراب بڑھا اور آپ کو وہم ہوا کہ شاید میرے بچے رن میں جانے سے جان بچا رہے ہیں یا امام حسینؑ نے اجازت نہ دی ہو گی مگر دل میں کہتی ہیں کہ مگر ماموں نے اجازت نہ دی تھی تو ان کے قدموں پر کیوں گر پڑے اور کیوں حصول اجازت کے لئے پوری کوشش نہیں کی گویا یہ لڑکوں کا قصور ہے۔ اس دیری سے حضرت زینبؑ اپنے لڑکوں پر خفا ہو جاتی ہیں اور فرماتی ہیں کہ

اچھا کیا جو کچھ کیا مرنے کو نہ جائیں
پر کوئی یہ کہہ آئے کہ اب گھر میں نہ آئیں

کیا کام ہے مجھ سے مجھے صورت نہ دکھائیں
مادر کی ملاقات سے لب ہاتھ اٹھائیں

پھر جائیں وطن چھوڑ کے مجھ خستہ جگر کو
ماں مر گئی آباد کریں باپ کے گھر کو

لیکن واقعہ یہ تھا کہ فرزندان زینب صبح ہی سے اپنے ماموں کے گرد چکر لگا رہے تھے اور اجازت حاصل کرنے کے درپے تھے بالآخر امام عالی مقام کے قدموں سے لپٹ گئے اور رو رو کر اجازت چاہی امام دوسرا کو بہن کی بیکسی پر ترس آیا اور اجازت دینے سے تامل فرمایا مگر جب نو عمر بھانجوں کا اصرار حد سے بڑھا اور انھوں نے قدم نہ چھوڑے تو ارشاد فرمایا۔

فرماتے ہیں شبیر کے تم میں تو جاؤ
قدموں سے اٹھو سر مری چھاتی سے لگاؤ

منظور جدائی ہے تو مادر سے مل آؤ — یہ داغ بھی سہہ لینگے تم آنسو نہ بہاؤ

وہ کہتے ہیں منہ ان کو دکھانے کے نہیں ہم
اماں ہیں خفا خیمے میں جانے کے نہیں ہم

اب حضرت زینب کو تاخیر کی وجہ معلوم ہوئی اور حقیقت حال سے آگاہ ہوئیں کہ میرے بچے جنگ سے جی نہیں چرا رہے تھے بلکہ اس تاخیر کا سبب یہ تھا کہ امام دوجہاں اجازت نہیں دیتے تھے مگر اب اجازت مل گئی ہے۔ تاہم لڑکے اندر میرے پاس خوف سے نہیں آ رہے کہ میں اس بنا پر خفا ہونگی کہ اب تک کیوں میدان میں نہیں گئے جب حضرت زینب کو معلوم ہوا کہ بچے اسی وجہ سے میرے پاس آنے سے شرماتے ہیں تو آپ نے ان کو بلوایا اور کہلا بھیجا کہ بغیر مجھ سے ملے رن میں نہ جائیں۔ چنانچہ دونوں صاحبزادے خیمہ مطہر میں آن کر دست بستہ عرض کرنے لگے :-

فضہ نے بلایا تو وہ میدان سے آئے — دیکھا انہیں ماں نے کہ بھرو نچ ہیں جھکائے
چھاتی سے لگانے کے لئے ہاتھ بڑھائے — وہ جوڑ کے ہاتھوں کا سخن لب پہ یہ لائے

ہم دیر سے رخصت کے طلبگار تھے اماں
تقصیر ہماری نہیں لاچار تھے اماں

فرزندوں کے اس عجز پہ رقت کا ہوا جوش — چھاتی امنڈ آئی تھی گرہ گئی خاموش
لپٹا لیا چھاتی سے انھیں کھول کے آغوش — فرمایا میں آزردہ نہیں کھونے کو ہیں ہوش

جی بھر کے نہ دیکھا تھا سو دیکھا تمہیں میں نے
پیارے ہو تو دودھ بھی بخشا تمہیں میں نے

مرنے کو چلے جان نہ کی ماموں سے پیاری — آؤ مجھے قربان تو ہونے دو میں واری
تم آگئے تو ماں آج سے لونڈی ہے تمہاری — مادر سے وہ کہنے لگے باگریہ وزاری

افراط محبت سے یہ گفتار نہ کیجئے
ناچیز غلاموں کو گنہ گار نہ کیجئے

اس کے بعد آخری آداب بجالا کر اور ماں کی زبان سے دعائے کر جنگ گاہ کی طرف گھوڑوں کو اُڑاتے ہوئے روانہ ہوئے اور اس شان سے میدان جنگ میں داخل ہونے کو یہ موت ان کے نزدیک آج سب سے زیادہ محبوب و عزیز چیز تھی۔

جنگ گاہ میں گھوڑوں کو اڑاتے ہوئے آئے — شان اپنی سواری کی دکھاتے ہوئے آئے

Marfat.com

نیزوں کو دلیرانہ ہلاتے ہوئے آئے — اپناں سوئے کفار اٹھاتے ہوئے آئے
لرزہ تھا شجاعوں کو دلیروں کی نظر سے
تکتے تھے صف فوج کو شیروں کی نظر سے

دو شیر چلے جاتے تھے اس فوج کو روے — کیا منہ تھا کہ دم مارے کوئی یا کوئی بوے
سب پیچھے ہٹے جاتے تھے تلواروں کو توے — سدھ تھی نہ کسی کو جو سپر پشت سے کھوے
غالب ہوا رعب اُن کا ہر ایک تیغ بکف پر
جس صف پہ گرے وہ گرے دوسری طرف پر

غل تھا کہ خوشا حسن زہے دبدبہ وجاہ — لڑکے ہیں کہ دو شیر ہیں العظمۃ للہ
اک مہر ہے افلاک شرافت کا تو اک ماہ — دیکھیں انھیں یعقوب تو یوسف کی نہ ہو چاہ
کیا نور ہیں کرتے ہیں جو رُخ لشکر کیں پر
دو صاعقہ گر پڑتے ہیں اک بار زمیں پر

لو ہا سے تو قد پھول سے منہ چاند سے رخسار — پیچیدہ ہیں سنبل کی طرح گیسوئے خمدار
نرگس انھیں آنکھوں کے تصور میں ہے بیمار — وہ خوں سے بھر کے فاعتبروا یا اولی الابصار
مردم ہیں سیہ پوش یہ سامانِ عزا ہے
آنکھوں سے نظر آئے نہ ماں کو تو بجا ہے

ہیں حسن و لطافت کے سراپا میں قرینے — گویا یہ ہیں لب اخاتم قدرت کے نگینے
پتلی کمریں گل سے بدن چاند سے سینے — اس طرح کے سینے کبھی دیکھے ہیں کسی نے
آئینہ کو نسبت ہے نہ ضیا میں نہ صفا میں
مہتاب سے روشن ہیں گریبان قبا میں

جعفر طیار کے پوتے اور علی کے نواسے تھے شجاعت وبہادری ان کی کنیز تھی میدان میں پہونچے
پہونچتے ہی للکارے ۔

لشکر میں یہ غل تھا کہ وہ جانباز پکارے — لڑنا ہو جسے سامنے آجائے ہمارے
ہم وہ ہیں کہ جب ہوتے ہیں میداں میں اُتارے — رستم کو بھگا دیتے ہیں تلواروں کے مارے
ہے قہر خدائے دو جہاں حرب ہماری
رُکتی نہیں دشمن سے کبھی ضرب ہماری

Marfat.com

عاجز نہیں گو ہے تعب تشنہ دہانی — للکاریں تو ہو جائے جگر شیر کا پانی

دنیا میں کوئی آج ہمارا نہیں ثانی — ہیں فضل الٰہی سے ہمیں دین کے باقی

معبود کی طاعت کا سرا انجام نہ ہوتا

ہم ہوتے نہ دنیا میں تو اسلام نہ ہوتا

دادا میں جو طاقت تھی وہ طاقت بھی ہے ہم میں — ہے زور بھی نانا کا شجاعت بھی ہے ہم میں

وہ دبدبۂ و شان و شوکت بھی ہے ہم میں — اور ماموں کی مظلومی و غربت بھی ہے ہم میں

چھوٹے ہیں حقیقت میں پہ حاصل ہے برابر

رتبے میں تو قرآن و حمائل ہے برابر

عربوں کا جنگ میں رجز خوانی کرنا ایک عام دستور تھا اور بر محل و فی البدیہہ اشعار میں رجز خوانی کرتے تھے جب عام لوگوں کا یہ حال تھا تو ہاشمی اور فاطمی زبان آوروں کی کیا بات ہی جنکی فصاحت و بلاغت اور طلاقت لسانی کا لوہا سارا عرب مانتا تھا ان زبان سے یہ رجز کس قدر بھلا معلوم ہوتا ہے گو ان کے الفاظ کچھ اور ہونگے مگر مفہوم یقیناً یہی ہوگا کہ ہم باپ اور ماں دادا اور نانا دونوں طرف سے بہادر ہیں۔ شجاعت ہمارا خاندانی ورثہ ہے مگر عمر اور سن و سال میں ہم چھوٹے ہیں لیکن اے گمراہو جانتے ہو کہ ہم کس کے بیٹے اور پوتے ہیں۔ کس کے بھانجے اور نواسے ہیں ہماری کم عمری پر نہ جانا ہم شیر ہیں اور شیروں کی اولاد ۔ ہماری رگوں میں خون ید اللّٰہی رواں ہے اور ہمارے بازوؤں میں جعفر طیار کی قوت و طاقت ہے ۔ ذرا آگے بڑھ کر سامنے تو آؤ اور ہماری ننھی ننھی تلواروں اور چھوٹے چھوٹے نیزوں کا مزا چکھو کہ ان کی ضرب میں صرف موت ہی کا ذائقہ ہے ۔

بہر حال رجز خوانی کر کے دونوں بھائی ہجوم اعدا پر اس طرح جھپٹ کر حملہ آور ہوئے جیسے شہباز چڑیوں کے جھنڈ پر گرتا ہے ۔ گو نو عمر تھے مگر سینہ میں شیر کا دل رکھتے تھے اور دل میں شیر خدا کی شجاعت اس پر فردوس بریں کی چاہ اور محمد رسول اللہ ؐ اور فاطمہ زہرا کے دیدار کی تمنا ، جی زندگی سے سیر اور جان تمنائے شہادت پر بے تاب تھی مگر گمراہ کوفی اور باطل پرست شامی ان بہادروں کا مقابلہ کیا کر سکتے تھے جن کے دل باطل پرستی سے مضمحل اور روحیں حق کی مخالفت سے افسردہ تھیں ۔ زینب کے لال اس طرح جان توڑ کر لڑے کہ دشمنوں کے چھکے چھوٹ چھوٹ گئے ۔ دونوں بھائی ساتھ ساتھ مصروف کار تھے اور ایک دوسرے کی مدد کرتے تھے ۔ بی بی زینب اگر خیمے کے پردے سے لگی کھڑی اپنے جگر گوشوں کی شجاعت و بہادری کو دیکھ رہی ہوں اور درگاہ خداوندی میں دست بدعا ہوں

Marfat.com

تو کونسی حیرت کی بات ہے۔ آخر ماں تھیں بچوں کو رن میں بھیجکر اگر دل مضطرب ہو اور دست دعا دراز ہوں تو بالکل فطری جذبہ ہے۔

دونوں صاحبزادے اس شان سے لڑ رہے تھے کہ امام دوسرا اور عباس علمدار اور علی اکبر وقاسم علیہم السلام کی زبان سے بے اختیار تحسین وآفرین کے پھول جھڑنے لگے۔

میر انیس نے دونوں صاحبزادوں کی جنگ کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے:-

بڑھ کر یہ رجز دونوں نے جولاں کئے گھوڑے | چلّے میں ادھر تیر کمانداروں نے جوڑے
غل تھا کہ خبردار کوئی منہ کو نہ موڑے | یہ دونوں بہادر ہیں تو ہم بھی نہیں تھوڑے

یا مار کے تلوار گرا دیتے ہیں ان کو
یا نیزوں کی نوکوں پہ اٹھا لیتے ہیں ان کو

یہ سن کے صفیں پڑھنے لگیں دشت وغا سے | لہرائے نشانوں کے پھریرے بھی ہوا سے
دل ہل گئے نقارہ رزمی کی صدا سے | لشکر میں در آئے شہ مرداں کے نواسے

نعروں کا دلیروں کے گیا شور فلک پر
تیغوں کی چمک پھیلی تھی بجلی کی چمک پر

اسوار چلے آتے تھے نیزوں کو سنبھالے | تھا شور کہ رکھدیتے ہیں ان سینوں پہ بھالے
ہٹ ہٹ کے بڑھاتے تھے قدم برچھیوں والے | پر رکتے نہ تھے شاہ کی آغوش کے پالے

دو دن کے پیاسے یہ غضب لڑتے تھے دونوں
جو نوکتا تھا شیر سے جا پڑتے تھے دونوں

وہ چھوٹی سی تیغیں تھیں کہ تھا قہر الٰہی | آفت تھی پیادوں پہ سواروں پہ تباہی
بھاگے چلے جاتے تھے نمودار سپاہی | پرزے تھے زرہ پوشوں کے تن صورت ماہی

کٹ کر تن کفار سے سر دور ہوئے تھے
چار آئینے شیشوں کی طرح چور ہوئے تھے

اس جانبازی و سرفروشی کے جوہر دیکھ دیکھ کر امام عالی مقام اَحْسَنْتَ و مرحبا کہہ رہے تھے اور حضرت عباس و حضرت قاسم و علی اکبر کی زبانیں وقف تحسین و آفرین تھیں اور کیوں نہ ہوتیں کہ اتنی سی عمر میں یہ شجاعت امام عالی مقام کے دل میں اس جذبہ کا پیدا ہونا کچھ بھی تعجب کی بات نہیں کہ جاؤ کوئی جاکر ان دونوں نونہال کو بلا لاؤ۔ ماں کی مامتا کا رنگ طبیعت ہی دوسرا تھا دل بلیوں اچھل رہا تھا

ایک طرف دل کے ٹکڑوں کی بہادری و شجاعت کو دیکھ کر اور سن کر دل میں مسرت و سرور اور فخر و غرور کا جوش اُمنڈ رہا تھا اور دوسری طرف انجام کا خیال روح کو تڑپا رہا تھا لیکن ہر حال میں یہ خیال سب پر غالب تھا کہ بھائی کی جان بچے اور عزت و آبرو کو چار چاند لگیں چنانچہ فرماتی ہیں :۔

سن چھوٹے ہیں فاقوں سے ہیں اور تشنہ دہن ہیں ۔ پابند مصیبت ہیں گرفتار محن ہیں
بچھڑے ہوئے ہیں باپ سے آوارہ وطن ہیں ۔ بندے ہیں ترے فدیہ سلطان زمن ہیں
اُس کی نہیں طالب کہ یہ دولت مری رہ جائے
عزت سے یہ مرجائیں تو عزت مری رہ جائے

میں شاد ہوں لڑکوں نے نکالے مرے ارمان ۔ لڑنے کو چڑھے حق نے چڑھایا انھیں پروان
چہروں پہ ہیں غلوں کے کیسے سجتی کیا شان ۔ ان چہروں کے صدقے ہیں اور ان سہروں کے قربان
جاگے ہوئے ہیں شب کے گریبڑتے ہیں دونوں
میدان میں دولہا سے بنے لڑتے ہیں دونوں

تلواروں سے مجروح یہ ہوں یا برچھیاں کھائیں ۔ ممکن نہیں جیتے جی وہ میدان سے آئیں
اس دم مرا دل دیتا ہے دونوں کو دعائیں ۔ لے آئے کوئی چھوٹے سے ہاتھوں کی بلائیں
ڈیوڑھی سے صدا اپنی سنانے کی نہیں میں
چاہیں کہ بلائیں سو بلانے کی نہیں میں

زینب علیہا السلام کے دونوں صاحبزادے جان توڑ کر لڑ رہے تھے دشمنوں نے ہجوم کر کے دونوں کو علیحدہ علیحدہ نرغہ میں لیلیا دونوں ایک دوسرے کی نظر سے غائب ہو گئے یعنی بیچ میں دونوں کے لعینوں کا ہجوم حائل ہو گیا۔ صاحبزادے گھوڑوں کی زین پر رکابوں پر زور دیکر اچک اچک کر ایک دوسرے کی حالت کو دیکھ لیتے تھے۔ اسی دوران میں محمد کی نگاہ جو اپنے بھائی کی خبرگیری کے لئے پھری تو موقع کو غنیمت سمجھ کر ایک شقی نے پس پشت ہو کر ایک نیزہ ایسا مارا کہ زینب کا لال زین اسپ پر سے سنبھل نہ سکا اور زمین پر آرہا۔ ادھر ساتھ کے کھیلے اور ایک گود کے پلے ہوئے تھے اپنے بھائی عون کو نہ دیکھا تو بیتاب ہو اور اپنے دشمنوں سے بے خوف اور بے پرواہ ہو کر بھائی کی مدد کے لئے بپھرے ہوئے شیر کی مانند جھپٹا لیکن زینب کا یہ دوسرا لال دشمنوں کے دو دلوں میں پھنس گیا ایک وہ جو جناب محمد کو شہید کر کے پلٹ رہا تھا اور دوسرا وہ جو خود حضرت عون کو گھیرے ہوئے تھا سامنے وہ درندے تھے جو محمد کو خاک و خون میں گرا کر لوٹ رہے تھے اور پشت پر وہ دیو سیرت ملعون تھے جو حضرت عون

Marfat.com

سے نبرد آزما تھے۔ دونوں ملعون گردہوں نے نیزوں سے چھید چھید کر گرا دیا۔ اور زینب کے دونوں شہزادے زخموں سے خاک میں تڑپنے لگے۔ خالی گھوڑوں کو دیکھا تو امام عالی مقام نے انجام کو سمجھ لیا۔ حضرت علی اکبر زینب کے دل و جگر کے ٹکڑوں کو اٹھانے کے لئے دوڑے اور پیچھے امام تشنہ کام بھی پہونچ گئے۔ دیکھا تو دم واپسین تھا۔ جاکر دونوں بھانجوں کے سر زانو پر رکھے اور آہ سرد بھر کر اور آنکھوں میں آنسو بہا کر فرمایا۔ ماموں کی جان! مظلوم ماموں پہ قربان ہونے والے زینب کے دل و جگر کے ٹکڑے جعفر طیار کے پوتے اور شاہ خیبر کے نواسے تھے۔ بستر پر مرنا گوارانہ کیا۔ میری بیکسی تم سے دیکھی نہ گئی مجھ سے پہلے ہی میری آمد کی خبر علی و فاطمہ کو سنانے کے لئے جنت کو سدھار گئے مگر بیکس اور دکھیا ماں کا تو خیال کرتے۔ امام عالی مقام کی آواز سن کر عون نے آنکھ کھولی اور زانوئے امام پر اپنا سر دیکھ کر اپنی خوش نصیبی پر مسکرانے لگا اور بھائی محمد کو آواز دی کہ بھیا آنکھ کھولو۔ دیکھو ماموں جان آئے ہیں۔ محمد نے آنکھ کھولی تو قبلۂ عالم کو سرہانے پایا دیدار امام سے شادکام ہو کر دونوں اپنی خوش بختی پر مسکرائے اور جان جاں آفریں کے سپرد کردی اس منظر کو میر انیس مرحوم نے خوب دکھایا ہے:۔

جہاں کوئی ساعت کے ملے وہ جگر افگار
دو لاشوں پہ روتے ہوئے پہنچے شہ ابرار
کس عمر میں ہستی کا چمن چھوڑ رہے تھے
گودی کے پلے خاک پہ دم توڑ رہے تھے

جھک آئے تھے کٹ کٹ کے مہ سیم وہ ابرو
رُخ زرد تھے اور خاک میں آلودہ تھے گیسو
مہتاب سی وہ چھاتیاں اور نیزے پہلو
تلواروں سے ٹکڑے تھے وہ تلوار سے بازو
پھکتا تھا جگر آنکھ نہ کھل سکتی تھی غش سے
ہونٹوں پہ زبانیں نکل آئی تھیں عطش سے

ہے ہے کہا اور لاشوں سے لپٹے شہ صفدر
ٹکڑے ہوا سینے میں دل سبط پیمبر
بالیں پہ حضور آئے ہیں چونکو تو برادر
چھوٹے نے بڑے سے یہ کہا ہوش میں آکر
مشتاق تھے تم سید ذی جاہ کو دیکھو
مرتے ہوئے دیدار شہنشاہ کو دیکھو

دونوں نے رکھا سر بہ قدم سید ابرار
سن کر یہ صدا غش سے جو چونکا دل افگار
دشمن ہیں بہت قبلۂ عالم سے خبردار
اکبر سے یہ کی عرض کہ اے شاہ کے دلدار

Marfat.com

ہم دونوں غلاموں کا نہ غم کھائیو جائی
سر بیٹیں جو اماں انھیں سمجھائیو بھائی

اس کے بعد دونوں صاحبزادے راہی فردوس بریں ہوتے اور دونوں کی لاشیں خیمہ میں لائی گئیں۔ حضرت زینب پر جو کچھ گزری اُس کا ہلکا سا خاکہ یہ ہے :۔

دیکھا جو لہو بچوں کا چھاتی اُمنڈ آئی | نزدیک تھا مرجائے یدا اللہ کی جائی
پر فاطمہ کے صبر کی شان اس نے دکھائی | سب سے یہ کہا نیک گئی میری کمائی

بچے مرے قربان ہوئے احسان خدا کا
اے بی بیو صدقہ ہے یہ شاہ شہدا کا

رو کر شہ والا نے کہا صدقے میں تم پر | دم بھر انھیں رو لو کہ یہ مہمان ہیں خواہر
بانو نے اشارا کیا اے سبط پیمبر | قربان گئی آپ بس اب جائیے باہر

گر ضبط اسی طرح سے فرمائیں گی زینب
یہ ماتم اولاد ہے مرجائیں گی زینب

امام عالی مقام کے لحاظ سے حضرت زینب ضبط کئے ہوئے تصویر غم دیکھ ماتم بنی بیٹھی تھیں سامنے ایک نہیں دو نونہالوں کی لاشیں خون میں نہائی پڑی تھیں یہ وہی جگر کے ٹکڑے تھے جن کو راتوں کو جاگ جاگ کر اور دن کو گودی میں لیکر ٹہل ٹہل کر ناز و نعمت سے پالا تھا۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے گلشن فاطمہ کے یہ نونہال تر و تازہ ماں کے پھوے سے گلے لگے ہوئے تھے اور بلبل کی طرح چہک رہے تھے۔ ابھی ابھی ماں کے پاس سے سج دھج کر رن میں گئے تھے اور جاتے وقت ماں کی چھاتی سے لپٹ کر گئے تھے مگر ابھی وہی زینب کے لال خون میں نہلائے ہوئے خاموش پڑے تھے زندہ گئے تھے اور مردہ آئے۔ امام عالی مقام کا لحاظ تھا کہ سامنے بیٹوں کی لاشیں پڑی تھیں مگر زبان حرف آشنا آہ تک نہ تھی دل سے دھواں اٹھ رہا تھا جگر کے ٹکڑے ہوئے جاتے تھے کلیجہ منہ کو آرہا تھا مگر ضبط کئے بیٹھی تھیں۔

بالآخر امام عالی مقام سے اشارہ سے عرض کیا گیا کہ آپ باہر تشریف لے جائیے۔ چنانچہ :۔

روتے ہوئے خیمہ سے جو ڈیوڑھی پہ گئے شاہ | فرزندوں کو چلانے لگی زینب ذی جاہ
یہ نیند ہے کیسی کہ خبر تم کو نہیں آہ ! | صدقے گئی جاؤ شہ کونین کے ہمراہ

زخمی ہوں گے شبیر تو جاں اپنی میں دوں گی

اچھا میں تمہیں دونوں سے ماں جائے کو لوں گی

لونچے کاندھوں پہ دھر دو میرے پیارو
تنتے ہوئے شبیر کے ہمراہ سدھارو

گو پیاسے ہو دو دن کے پہ ہمت کو نہ ہارو
یہ خون میں ڈوبے ہوئے کپڑے تو اُتارو

اٹھ بیٹھو میں صدقے گئی اتنا نہیں سوتے

اس طرح تو جاگے ہوئے دولہا نہیں سوتے

سوتا ہے لڑائی کے دن ایسا کوئی غافل
بچوں تمہیں کیا سن کے کہیں گے شہ عادل

دیکھو کہ تڑپتی ہے یہ ماں صورتِ بسمل
سلجھاؤ یہ زلفیں کہ اُلجھتا ہے مرا دل

کیا غش میں ہو یہ سونے کا نقشہ نہیں ہوتا

ایسا تو کوئی نیند کا مارا نہیں ہوتا

بھانجوں کے بعد بھتیجوں کا غم

اولاد عقیل اور اولاد جعفر طیار کے بعد فرزندانِ امام حسن علیہ السلام کی باری آئی اور سات بھائیوں میں سے جو اس وقت دشت کربلا میں اپنے عم نامدار کے ہمرکاب تھے پانچ نے جامِ شہادت نوش فرمایا۔

حضرت قاسم بن حسن علیہ السلام

سب سے پہلے یعنی اپنے بھائیوں میں سب سے پہلے جناب قاسم نے میدان جنگ میں جانے کا قصد فرمایا آپ کی عمر اس وقت بہت کم تھی یعنی زیادہ سے زیادہ تیرہ سال کی۔ اردو کے مرثیہ گویوں نے یہ مشہور کر دیا ہے کہ وہیں میدان جنگ میں آپ کی شادی ہوئی تھی اور ایک یا دو دن کے پیاسے آپ شہید ہوئے تھے یہ بالکل لغو اور غلط قصہ ہے اور چونکہ ایک دن کا دولہا آپ کو فرض کر لیا گیا ہے اس لئے ہندوستان کی جاہلانہ رسم کے مطابق کنگنا سہرا بدھی اور مہندی وغیرہ کا ذکر بھی آپ کی شہادت کے ساتھ کیا جاتا ہے کہ ہاتھوں میں مہندی لگی ہوئی تھی منہ پہ سہرا پڑا ہوا تھا اور بدھی وطرہ پہنا کر آپ کو میدان جنگ میں لائے ہیں یہ سب کچھ بالکل فرضی قصہ گھڑ لیا گیا ہے میدان جنگ میں جہاں امام عالی مقام پہلے ہی دن سے مصائب و آلام کا شکار ہو رہے تھے اور ساتویں تاریخ سے پانی کے ایک ایک قطرہ کے لئے ترس رہے تھے۔ شادی

Marfat.com

بیاہ کا موقع کیا تھا اور پھر سہرا اور مہندی ایک ایسی تہمت ہے جو امام لادے کے منہ پر کسی طرح زیب نہیں دیتی۔ بھلا اس خاندان ان کو تلن خرافات سے کیا واسطہ عرب ہی میں مہندی اور سہرے کا دستور کب تھا تو پھر خاندانِ نبوت میں ان لغویات کا کیا کام مگر مرثیہ گو حضرات نے ہندوستان کی موجودہ نیم ہندوانہ تہذیب کے مطابق جب حضرت قاسم کو دولہا بنا ڈالا تو ان کے سر پر سہرا اور ہاتھوں میں مہندی بھی رچادی اور گلے میں بدھیاں بھی پہنا دیں۔

بھتیجے کی مرنے کیلئے چچا سے اجازت طلبی

حضرت عون و محمد کی لاشیں میدان کارزار سے آگئیں تو امام حسن کے صاحبزادوں نے مرنے اور شربتِ شہادت چکھنے کی ٹھانی حضرت قاسم سب سے پہلے اپنے عمِ نامدار کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے مظلوم بیکس چچا کی صورت دیکھتے ہی ٹھٹک کر کھڑے ہو گئے اور ایکبارگی موت سے بغلگیر ہونے کی اجازت طلب کرنے کی ہمت نہ پڑی۔ کیونکہ چچا جان کی شفقت اور محبت سے آگاہ تھے۔ باپ کا سایہ تو بچپن ہی میں سر سے اٹھ گیا تھا۔ چچا جان ہی کے ظلِ عاطفت میں پلے تھے اور انہی کی گودوں میں کھیل کھیل کر اتنے بڑے ہوئے تھے جانتے تھے کہ میدان میں جانے کا نام لیا اور چچا جان کلیجہ تھام کر بیٹھ جائیں گے۔ چنانچہ وہی ہوا کہ حضرت قاسم نظریں نیچی کئے ادب سے سر جھکائے امام عالی مقام کے سامنے دست بستہ کھڑے ہو گئے زبان سے تو کچھ نہ کہا مگر نیچی نگاہیں زبان سے زیادہ فصاحت و بلاغت کے ساتھ دل کی ترجمانی کا حق ادا کرنے لگیں امام عرش مقام نے بھتیجے کو اس انداز میں دیکھ کر سمجھ گئے کہ کس مقصد سے آئے ہیں۔ قاسم کی صورت دیکھ کر برادر مرحوم خلد آشیاں حسن سبز قبا کی تصویر آنکھوں کے سامنے پھر گئی حسرت و یاس کی ایک نگاہ قاسم پر ڈالی دل بھر آیا دونوں ہاتھ بھتیجے کی بوری گردن میں حمائل کر دیئے اور بے اختیار آنسوؤں کا سیلاب جاری ہو گیا۔ بھتیجا کس طرح اپنے دل کو سنبھالتا ہے امام دوجہاں کی مظلومی و بے بسی کا مرقع نگاہوں کے سامنے تھا۔ قاسم بھی چچا کی چھاتی سے لپٹ گئے اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے لیکن دل کو کڑا کیا آنسوؤں کو پی جانے کی کوشش کی بھرائی ہوئی آواز پرنم آنکھوں سے چچا کی طرف دیکھتے ہوئے عرض کیا عموں جان اب اس غلام کو بھی اجازت عطا فرمایئے ایک پہر دن چڑھ ہے سے اس قیامت کو دیکھتے دیکھتے دل پک گیا اب تو مجھ سے یہ مظلومی کا نظارہ نہیں دیکھا جاتا امام عالی مقام نے پہلے انکار فرمایا جناب قاسم نے زبانِ عم سے انکار سنا تو گویا برچھی کی انی دل میں پیوست ہو گئی بے اختیار قدموں سے لپٹ گئے اور

Marfat.com

رو رو کر پائے مبارک کے بوسے لئے اور آنکھوں کو تلوؤں سے ملا اور ان قدموں کی جو تین دن سے وضو کے لئے پانی میسر نہ آنے کی وجہ سے گرد و غبار سے اٹے ہوئے تھے اپنے سیلاب اشک سے بھگو دیا بھتیجے کی بیتابی دیکھ کر بالآخر امام زمان نے بھتیجے کو قدموں سے اٹھا کر گلے سے لگایا اور دل پر جبر اور چھاتی پر صبر کا سنگ رکھ کر رن میں جانے کی اجازت دی۔

حضرت قاسم اجازت شہادت لے کر ماں کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بیوہ ماں کا جو حال اپنے بچے کو موت کی بھٹی میں جاتے ہوئے دیکھ کر ہوا ہو گا وہ کون بیان کر سکتا ہے ماں کے دل میں کیا کیا آرزوئیں اور کیا کیا حسرتیں نہ ہوں گی بیٹے کا بیاہ رچانے اور چاند سی دلہن گھر میں لانے کی آرزو کس ماں کے دل میں نہیں ہوتی دل پھٹا جا رہا تھا۔ کلیجہ نکلا پڑتا تھا مگر صبر و ضبط کے سوا کیا چارہ تھا فاطمہؑ کا لال علیؑ کا نور نظر حسنؑ کا قوت بازو اور رسول اللہؐ کے دوش مبارک کا سوار مظلومیت و بیکسی کے عالم میں نرغہ اعدا میں کھڑا ہوا تھا امام زمن کی عزت کا سوال تھا۔ حریت دین کے تحفظ کا مسئلہ تھا حسن بن قبا کی بیوہ اپنے لخت جگر کو حسین مظلوم پر جاں نثار کرنے سے کس طرح باز رکھ سکتی تھی، چھاتی اُمنڈ رہی تھی۔ مگر ماں نے بیٹے کو بخوشی اجازت دی اور گلے لگا کر رخصت کیا۔

حضرت قاسم نے اسلحہ کا زیادہ بوجھ اپنے بدن پر نہیں لادا خود کی بجائے پدر گرامی قدر کا عمامہ زیب فرق کیا۔ زرہ اتنی چھوٹی کہاں ملتی زین کر بلا ہتھیاروں کی منڈی تو تھی نہیں کے سے چلتے وقت جناب قاسم اور ان کی والدہ ماجدہ کو کیا معلوم کہ زرہ کی ضرورت پڑے گی۔ ایک باریک ململ کرتہ زرہ کی بجائے بدن پر تھا۔ ہاں جناب سیدہ پاک کا ایک سبز رومال امام عالی مقام نے بازو پر باندھ دیا تھا۔

اس سج دھج اور اس انوکھے پن اور نرالے انداز کے ساتھ حسن کا لال میدان کارزار میں رہوار برق رفتار کو اڑاتے ہوئے پہونچے اور شیر کی طرح گرج کر رجز پڑھا کہ اے نابکارو جانتے ہو کہ میں کون ہوں اور اگر نہیں جانتے تو اے لعینو اب جان لو میں قاسم ابن حسن بن علی و فاطمہ ہوں میری رگوں میں خون حیدری دوڑ رہا ہے۔ شیر خدا کی شجاعت براہ راست میرے ورثے میں آئی ہے میں اس خاندان کا چشم و چراغ ہوں جو نور ہدایت کا آفتاب ہونے کے ساتھ زور قوت اور شجاعت و بسالت میں اپنا نظیر نہیں رکھتا۔ حسن جیسا باپ حسین جیسا چچا۔ علی جیسا دادا فاطمہ جیسی دادی حمزہ جیسا پر دادا اور محمد رسول اللہ جیسا جد امجد رکھنے کا شرف مجھ کو حاصل ہے میرے بازوؤں کو زور ید اللّٰہی عطا ہوا ہے سچا جرأت و بہادری ہمارے گھر کی کنیز ہے اے نابکارو اور اے شیطان کی ملعون ذریت اگر ہمت ہے تو تم میں

Marfat.com

جو موت کے منہ میں جانا پسند کرے، وہ آگے بڑھے۔ تاکہ میں اس کو ایک ہی وار میں اس کے قرارگاہ ابدی یعنی آغوش جہنم میں بھیجدوں

حضرت قاسم کے ہمہمہ شیرانہ سے ایسی دہشت طاری ہوئی اور بزدلی کی ایسی لعنت ان پر چھا گئی کہ کسی کو مقابلے پر آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ آخر عمر وسعد نے فوج کا یہ رنگ دیکھ کر خیمے سے اپنے منحوس قدم اور ملعون چہرہ باہر نکالا اور پہلے تو فوج سے مخاطب ہوا کہ تم کو کیا ہو گیا ہے کہ ایسو ایسے نامی گرامی عرب کے مایۂ ناز بہادر اس فوج میں ہیں۔ مگر ایک نوعمر وکمسن بچے کے مقابلے پر جانے سے دم نکل رہا ہے آخر عمر وسعد نے ارزق نامی ایک مشہور پہلوان کو جو سالخوردہ اور تجربہ کار گرگ باراں دیدہ تھا سینکڑوں لڑائیاں لڑ چکا تھا بلایا اور اس سے کہا اور تو کوئی اس ہاشمی اور فاطمی سیدزادے کے مقابلے پر نہیں نکلتا اب تو ہی جا اور اس کا سر تن سے جدا کر لا ارزق نے کہا کہ اے عمر سعید تجھے شرم نہیں آتی کہ مجھ جیسے آزمودہ کار سپاہی کو ایک تیرہ سالہ لڑکے کے مقابلہ پر بھیجتا ہے یہ میری کھلی ہوئی توہین ہے کہ میں لڑکے کے مقابلہ پر جاؤں ہاں عباسؑ علیؑ جب جنگ کے لئے آئینگے تو ان سے لڑنے کے لئے میں جاؤنگا۔ لیکن چونکہ جوانان شام و دلیران کوفہ میں سے کوئی نہیں نکلتا اس لئے میں اپنے فرزند کو بھیجے دیتا ہوں وہ جا کہ ابھی اس نوجوان گلشن فاطمی کا سر کاٹے لاتا ہے یہ کہہ کر ارزق نے اپنے بیٹے کو حکم دیا کہ جا اس نوجوان لڑکے کا سر قلم کر لا اس شقی کے چار لڑکے تھے ایک حضرت قاسم کے مقابلہ پر آیا اور حضرت قاسم نے اس کو آتے ہی اس طرح فی النار کر دیا کہ گویا اس کی ماں نے جنا ہی نہیں تھا شقی نے آتے ہی حضرت قاسم پر نیزہ کا وار کیا مگر حضرت قاسم نے نیزہ کو ہاتھ میں لیکر اپنی طرف جھٹکا دیا کہ ابن ارزق آگے کی طرف زمین پر جھک گیا۔ ابھی پوری طرح سنبھلنے بھی نہ پایا تھا کہ جناب قاسم نے یاعلی کا نعرہ لگا کر اس زور سے تلوار کا وار کیا کہ ابن ارزق کا سر زمین پر آرہا۔ اور تن ناپاک گھوڑے پر ہی رہا چونکہ گھوڑے کے بھی زخم آیا تھا۔ اس لئے وہ بے تحاشا اپنے لشکر کی طرف بھاگا اور اس کی رکاب میں ابن ارزق پھنس گیا جس کو وہ گھسیٹتا ہوا ارزق کے خیمے میں پہونچا ارزق بدبخت اپنے بیٹے کی لاش بے سر دیکھ کر آپے سے باہر ہو گیا۔ فوراً دوسرے بیٹے کی طرف دیکھا اور باپ کا اشارہ سمجھ کر فوراً میدان میں آکر وہ حضرت قاسم سے مقابل ہوا۔ مگر اس کا وہی حشر ہوا جو اس کے بھائی کا ہوا تھا اس کے بعد اس کے دو بھائی اور باری باری سے آئے اور حضرت قاسم کی تلوار آبدار سے جہنم واصل ہوتے۔

اب تو ارزق کا غصہ سے برا حال ہو گیا چار بیٹے اور چاروں فی النار ہو چکے تھے۔ دنیا اس کی آنکھوں میں اندھیر ہو گئی غصے سے لال پیلا ہو گیا۔ عقل وخرد نے ساتھ چھوڑ دیا اور فرط غیظ وغضب

Marfat.com

خونی لو سیرت میدان میں آکر قاسم سے لاف زنی کرنے لگا۔ یہی متکبر اور مغرور تھوڑی دیر قبل عمرو سعد سے کہہ رہا تھا کہ تجھے شرم نہیں آتی کہ مجھ جیسے پہلوان کو ایک لڑکے کے مقابل جانے کے لئے کہہ رہا ہے اور اب خود اس کو شرم نہیں آتی کہ اسی نونہال سے لڑنے کے لئے خود بڑھ آگیا۔

بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ ازرق اس قدر از خود رفتہ ہو رہا تھا کہ صرف ایک نیزہ لیکر میدان کار زار میں آگیا تھا۔ اس کو اپنی بہادری کا غرہ تھا بیسوں لڑائیوں میں شریک ہو کر فتح حاصل کرچکا تھا بڑے بڑے شہ زوروں کو زیر کرچکا تھا اس کے سامنے ایک تیرہ سالہ بچے کی حقیقت کیا تھی وہ یہ سمجھ کر میدان میں آیا تھا کہ جاتے ہی اپنے بیٹوں کا بدلہ لے کر واپس آتا ہوں اور جب عباس و حسین جنگ کے لئے آئیں گے اُس وقت پوری طرح مسلح ہو کر جاؤں گا۔ مگر موت اس کے غرور پر ہنس رہی تھی اور اس کو یہ نہیں معلوم تھا کہ اسی غیر بیشہ حیدری کے ہاتھ سے اس کو جہنم میں جانا پڑیگا اور جلد اپنے بیٹوں سے جا ملیگا۔

ازرق ملعون مطمئن تھا کہ بیٹوں کا بدلہ لوں گا اور ہر شیر خدا کا پوتا خوش تھا کہ زور اللہی کے دکھانے کا اچھا موقع ملا کچھ دیر زبان کے وار ہوتے رہے۔ پھر نبیرۂ علیؑ نے اس بدخصال سو کہا کہ دیکھ تیرے گھوڑے کا تنگ کھل گیا ہے۔ وہ اس طرف متوجہ ہوا اور ادہر جناب قاسم نے یا علی کا نعرہ لگا کر ایسی بھرپور شمشیر خارا شگاف کی ضرب لگائی کہ غرور کا پتلا وہیں ڈھیر ہوگیا آپ نے فوراً اس کے سر کو تن سے جدا کیا اور پھینکدیا اور نعرۂ تکبیر فاتحانہ سے دشت کربلا کا ایک ایک ذرہ گونج اٹھا۔

حُسن کے چاند پر ظلم کے سیاہ بادل

جب ازرق جیسے ماہر فن حرب اور اس کے بیٹوں کا یہ حال ہوا تو فوج ستم میں کسکا دل گردہ تھا کہ وہ جناب قاسم کا مقابل ہوتا۔ آخر عمر وسعد نے ایک بارگی حملہ کا حکم دیا اور ستم گاروں کا جم غفیر اس حسن کے چاند پر ابر سیاہ کی طرح چھا گئے تلواروں اور نیزوں کے حملے ہونے لگے۔ ہر طرف سے گھیر کر بزدلوں نے اپنے دل کے ولولے نکالنے شروع کئے اور ادہر قاسم بھی شیر الٰہی کی طرح اس فوج نابکار پر ٹوٹ پڑے جدہر کا رُخ کرتے تھے اگلے پچھلے پر گر پڑتے تھے تلوار تھی بجلی کی طرح سروں پر چمک رہی تھی اور موت کی بارش کر رہی تھی یہاں تک کہ ستر اشقیا کو نار جہنم میں جھونکدیا آخر کار ایک ملعون گھات لگا کر ایک طرف کو کھڑا ہوگیا اور جب جناب قاسم کا رخ انور دوسری طرف ہوا اس شقی نے شمشیر زہر آلود کی ایسی کاری ضرب ماری کہ حسن کے لال کا فرق مبارک دو پارہ ہوگیا اور آپ زین اسپ سے فرش زمین پر گر پڑے گرتے ہوئے اپنے غمخوار کو پکارا کہ عماہ ادرکنی اے چچا جان

Marfat.com

خبر لیجئے ۔ یہ صدا گوش حق نیوش امام میں پہونچی ۔ تو آپ سرعت برق کے ساتھ میدان میں پہونچے آپ کے پہونچنے پہونچتے ہی جناب قاسم کے جسم کو شقیوں نے گھوڑوں کی ٹاپوں کے ذریعے روند بھی ڈالا تھا ۔

امام عالی مقام پیارے بھتیجے کی فریاد پر فوراً راہوار برق رفتار پر سوار ہو کر پہونچ گئے حضرت قاسم کا قاتل سعد بن عروہ ازدی پاس ہی کھڑا تھا ۔ آپ نے اس پر وار کیا اور اس کے ہاتھ کو شانہ سے ایک ہی وار میں جدا کر دیا اور اشقیاء کے ہجوم کو جو حضرت قاسم کی لاش گھیرے کھڑا تھا بھگا یا اور حضرت قاسم کے پاس آئے تو روندی ہوئی لاش دیکھ کر بے اختیار ہو گئے اور زبان غم بیان سے یہ الفاظ نکلے

واللہ لشاق علی عمک ان تدعوہ فلا یجیبک او یجیبک فلا یستعینک او یستعینک فلا

یعنی عمک جان عم خدا کی قسم تیرے چچا پر یہ امر بے حد شاق اور نہایت درجہ گراں ہے کہ تو اسے پکارے اور مدد کے لئے فریاد و استغاثہ کرے اور وہ تیری فریاد کا جواب نہ دے سکے ۔ اور اگر فریاد کا جواب بھی دے سکے تو کچھ مدد نہ کر سکے ۔ اور اگر مدد بھی کرے تو اس سے تجھے کوئی فائدہ نہ پہونچے گا

بظاہر چند الفاظ کا یہ ایک معمولی فقرہ ہے ۔ مگر دیکھو تو اس مختصر سے فقرے میں درد و غم کی کتنی قیامتیں پوشیدہ ہیں اور کرب و اضطراب کے کتنے محشر مخفی ہیں ۔ برادر عالی قدر کا تیرہ سالہ فرزند اپنے چچا کی عزت و ناموس پر قربان ہوتا ہے اور زین اسپ سے گرتے ہوئے چچا کو آواز دیتا ہے کہ چچا خبر لیجئے ۔ مگر بے کس و بے بس چچا کچھ نہیں کر سکتا ۔ بھتیجے کی صدائے استغاثہ سنتے ہی دوڑ پڑتا ہے مگر جب جان بلب بھتیجے کے سرہانے پہونچتا ہے تو اس کو اس حال میں پاتا ہے کہ گھوڑوں کی ٹاپوں سے سارا بدن روندا ہوا چور چور ملتا ہے نہ دشمنوں سے اس کو بچا سکتا ہے نہ قضا کے پنجے سے چھین سکتا ہے اور نہ دو دن کے پیاسے کو مرتے وقت ایک قطرہ پانی کا پلا سکتا ہے اس بیکسی و بے بسی کے عالم میں یہ سراپا درد و حسرت و یاس کا فقرہ اس کی زبان پر جاری ہوتا ہے جس کا ایک ایک لفظ بلکہ ایک ایک حرف درد و غم اور سوز و الم میں ڈوبا ہوا ہے ۔ ظالموں کے لئے جنہوں نے گلشن زہرا کے اس گل رعنا کو پامال کیا تھا ۔ اس کے سوا اور کیا الفاظ نکل سکتے تھے کہ اے خدا اس قوم سے اپنی رحمت کو دور رکھ جس نے میرے بھتیجے کو قتل کیا آہ کیسی بد بخت اور سیاہ قلب قوم تھی جس نے حسنؑ کے لال کو اس طرح بیدردی و شقاوت سے نہ صرف قتل کیا بلکہ اس کی لاش کو بھی پامال کرنا ضروری سمجھا ۔ ان ظالموں کو نہ خدا سے شرم آئی نہ رسولؐ سے نہ علیؑ کا خیال کیا نہ بتول کا

Marfat.com

امام علیہ السلام کے پیچھے پیچھے حضرت علی اکبر اور حضرت عباس بھی پہونچ گئے تھے بالآخر جوانمرگ شہید سعید کی لاش خیمہ میں اٹھا لائے۔ لاش کے آتے ہی خیمۂ اہلبیت میں ایک قیامت برپا ہو گئی بیوہ ماں دوڑ کر لاش سے لپٹ گئی۔ بچے کو اس حال میں دیکھ کر چھاتی پیٹنے لگی۔ ابھی گھڑی بھر پہلے چمیلی کے پھولوں کے ڈھیر کی طرح جگمگا رہا تھا یہ حال کہ گل سا بدن قیمہ بنا ہوا تھا اور لاش پہچانی نہیں جاتی تھی ماں تھی سینے میں دل تھا اور پتھر کا دل نہ تھا پچھاڑیں کھا کر گریں اور ایسے درد سے روئیں کہ زمین و آسمان کانپ اٹھے حضرت امام عالی مقام نے صبر کی تلقین فرمائی اور اہلبیت کرامؑ سے فرمایا کہ آج سختیوں پر صبر کرلو آج کے بعد کبھی کوئی سختی اور رسوائی تم کو پیش نہ آئے گی۔

امام حسنؑ کا دوسرا فرزند!

حضرت قاسم کی لاش کو دیکھ کر آپ کے بھائیوں کا خون کھولنے لگا۔ دل میں کہا کہ پہلے چچا جان پر قربان ہونے کی سعادت ہمیں ملنی چاہیے تھی۔ مگر قاسم بازی لے گئے۔ خیر وہ ہم سے چھوٹے تھے اور چھوٹے بھائی کی دلداری فرض تھی۔

امام عالی مقام اہل بیت کو تلقین صبر فرما کر باہر نکل رہے تھے کہ جناب عبداللہ الاکبر دامن قبا سے چمٹ گئے۔ اور اذان وغا کے طلبگار ہوئے۔ ابھی قاسم کی لاش میدانِ جنگ سے لائے ہوئے چند لمحے بھی نہیں گذرے تھے اور خیمے کے اندر بیبیاں خون کے آنسو بہا رہی تھیں اور ان کی آہ و زاری سے دل پھٹے جا رہے تھے کہ ایک ماہ پارۂ حسن اجازت کے خواستگار ہوئے عبداللہ کے منہ کی طرف حسرت و یاس سے نظر کی آنکھیں تو صبح ہی سے خون برسا رہی تھیں کیونکہ پانی کہاں تھا جو آنسو نکلتے دل و جگر کا خون ٹپکا رہی تھیں۔ حضرت کا دل بھر آیا چھاتی پر پتھر رکھ کر اجازت عطا فرمائی اور انجام کا خیال کر کے دل مسوس کر رہ گئے۔

حضرت عبداللہ جناب قاسم سے عمر میں بڑے تھے مگر حصولِ شہادت میں انہوں نے سبقت کی۔ اور اس سبقت کی وجہ سے اولاد امام حسن علیہ السلام میں حضرت قاسم ہی کو سب سے بڑا سمجھا گیا بہر حال حضرتِ عبداللہ الاکبر اجازت ملتے ہی بجلی کی تیز رفتاری کے ساتھ میدانِ جنگ میں پہونچ گئے اور دشمنانِ خدا کو للکارا۔ اور رجز خواں ہو کر مبارز طلب ہوئے مگر نکلتا کون حضرت قاسم ید اللہی کے وہ کرشمے دکھا چکے تھے کہ ان جن لوں کے لیے مقابلہ پر آنا محال ہو گیا تھا بالآخر حضرت عبداللہ نے بپھرے ہوئے شیر کی طرح قلب لشکر پر حملہ کیا اور صفوں کو ایک ہی حملے میں درہم برہم کر دیا جس طرح کہ

Marfat.com

لعینوں کی حالت بھیڑیوں کی طرح ہو جاتی تھی ۔ اور آخر کار تیرِ ستم سے آپ کو شہید کر ڈالا گیا جو پشت سے لگ کر سینے میں در آیا تھا ۔

امام حسن کے تیسرے فرزند حضرت احمد بن حسن

جناب احمد حضرت عبداللہ الاکبر سے چھوٹے اور حضرت قاسم سے بڑے تھے چچا جان سے اجازت دخالے کر میدانِ کارزار میں شیر کی طرح جا کودے اور رجز خوانی کر کے مبارز طلب ہوئے وہاں سے کون نکلنے والا تھا ۔ تیروں کی بارش ہونے لگی اور آپ غضبناک شیر کی طرح صفوں میں گھس گئے اور ستھراؤ کرنا شروع کر دیا ۔ جس طرف رُخ کرتے تھے ۔ بزدلوں کی صفیں پلٹ جاتی تھیں بیشمار آدمیوں کو جہنم واصل کیا ۔ مگر جامِ مرگ اور آبِ دمِ شمشیر پلاتے پلاتے تین دن کا پیاسا تشنگی سے بیتاب ہو گیا اور شقاوت کے کالے ٹڈی دل کو چیرتا پھاڑتا اپنے چچا جان کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا کہ عم محترم تھوڑا سا پانی ملجاتا تو آپ ملاحظہ فرماتے کہ ان گمراہوں اور دشمنانِ خدا کو کس طرح فی النار کرتا ۔ مگر پانی کہاں تھا جو بھتیجے کا حلق تر کرتے ۔ فرمایا بیٹا تھوڑی دیر اور صبر کرو ۔ بہت جلد اپنے جد امجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے شرف اندوز ہو گے ۔ اب تو وہی تم کو سیراب فرمائینگے اور ایسا سیراب کریں گے کہ کبھی پیاس نہیں لگے گی ۔

زبانِ امام دوجہان سے یہ بشارت سن کر جناب احمد کے دل کو ایسا سرور و اطمینان حاصل ہوا کہ نشۂ شہادت میں سرشار ہو کر فوراً لوٹے ۔ اور اس دفعہ پہلے سے زیادہ جانبازی اور شجاعت فاطمیؑ کے جوہر دکھائے یہاں تک کہ تین دن کا پیاسا سو سے زائد ناریوں کو ان کے مستقر یعنی نارِ سقر میں روانہ کر دیا ۔ چچا جان کی زبان سے لقائے رسول کا مژدۂ جانفزا سن چکے تھے زندگی اجیرن معلوم ہونے لگی شوقِ لقا کی آگ بھڑکی اور آخر کار شہادت کا خلعت فاخرہ زیب تن فرمایا ۔

یکے بعد دیگرے تھوڑے عرصے کے اندر کتنے صدمے مظلوم کربلا کی جان پر گزر گئے ذرا غور کرو کہ اعوان و انصار ایک ایک کر کے ردائے شہادت میں منہ ڈھانپ چکے تھے اور اس کے بعد اولاد عقیل و جعفر و زینب کا صدمہ دیکھا تھا اور اب چند لمحوں کے اندر بھتیجوں نے داغ مفارقت دیا کس کس کو روئیں ۔ کس کس کا ماتم کریں اور کس کس کو سمجھائیں اور صبر کی تلقین کریں اور ابھی تو خدا معلوم کیا کیا دیکھنا باقی ہو

شیر خدا کے بیٹوں کی باری

امام حسن علیہ السلام کے فرزندان گرامی کی شہادت کے بعد شیر خدا علی مرتضیٰ کے حسب ذیل فرزند بھی

Marfat.com

بعد دیگرے میدان کارزار میں امام عالی مقام سے اجازت لے کر اترے اور سنت پدری پر عمل پیرا ہو کر جام شہادت نوش فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن علی حضرت جعفر الاکبر بن علی حضرت عثمان بن علی حضرت عباس بن علی ان کے علاوہ حضرت محمد الاصغر اور حضرت عون ابن علی کو بھی بعض بعض مورخین نے شہدا، کربلا میں شمار کیا ہے سب حضرت باری باری سے میدان کارزار میں گئے اور شجاعت و بہادری کے جوہر دکھا کر جام شہادت سے سیراب ہوئے یہ سب نیستان حیدری کے شیر تھے سب کو اسد اللہی کی شجاعت و بہادری سے حصہ ملا تھا سب کی رگوں میں ہاشمی و علوی خون دوڑ رہا تھا کوئی کسی سے کم نہ تھا ان میں سے ہر ایک نے معرکۂ قتال میں شیرانہ شجاعت سے کشتوں کے پشتے میدان جنگ میں لگا دیئے اور روبارہ صفت شامیوں اور کوفیوں کو گاجر مولی کی طرح کتر کتر کر رکھ دیا فوج اشقیا میں ان شیروں کی شمشیر زنی و نیزہ افگنی نے ایک واویلا سی مچا دی۔ کیونکہ یہ شیر بیشہ شجاعت جس طرف کا رخ کرتے تھے سروں کا ڈھیر لگا دیتے تھے اگر ان سب شہدائے راہ الٰہی کی جنگ و جہاد کا فرداً فرداً تفصیل سے ذکر کیا جائے تو کتاب بہت طویل ہو جائے گی اس لئے جس طرح ہم نے گلشن حسن کے گل سر سبد حضرت قاسم کا تذکرہ کسی قدر تفصیل سے بیان کیا ہے اسی طرح چمن مرتضوی کے گل عباس کا ذکر تفصیل سے کریں گے قارئین کرام حضرت عباس کی فدا کاری و جاں نثاری سے ان کے دوسرے بھائیوں کی شجاعت و بہادری کو بھی قیاس کر سکتے ہیں جس طرح کے حضرت قاسم کی دلیری اور بہادری کے حالات سے آپ کے دوسرے بھائیوں کی سرفروشی و جاں سپاری پر روشنی پڑتی ہے

حضرت عباس علمدار کی جاں نثاری

حضرت عباس بن علی حضرت ام المومنین کے بطن سے تھے آپ کی کنیت ابو الفضل تھی اور لقب علمدار سقائے اہل بیت رسولؐ و بہشتی حضرت سکینہ تھے۔

علمدار کی وجہ ہم لکھ چکے ہیں کہ امام عالی مقام نے اپنی مختصر سپاہ کی علمداری کا عہدۂ جلیلہ حضرت عباس کو عطا فرمایا تھا سقائے سکینہ و سقائے اہل بیت کی وجہ یہ ہے کہ پانی لانے کی خدمت آپ کے سپرد ہوئی تھی اور اسی خدمت کی انجام دہی میں آپ منصب شہادت پر فائز ہوئے۔

حضرت عباس علمدار نہایت شکیل و جمیل تھے اور ماہ بنی ہاشم کے لقب سے پکارے جاتے تھے حادثہ شہادت کے وقت آپ کی عمر چونتیس سال کی تھی آپ کے دو فرزند تھے ایک کا نام فضل دوسرے

کا عبید اللہ اور فضل ہی کے نام پر آپ کی کنیت ابو الفضل تھی۔

حضرت عباس کو جناب امام حسین کے ساتھ عقیدہ نیازمندی کا شرف حاصل تھا آپ جناب امام عالی مقام کے ہر امر میں مطیع و منقاد تھے اور آپ کے پسینہ کی جگہ اپنا خون بہانا سعادت ابدی تصور کرتے تھے باوجودیکہ آپ جناب امام حسین علیہ السلام کے بھائی تھے مگر آپ نے کبھی بھائی کہہ کر جناب امام کو خطاب نہیں کیا بلکہ فرطِ ادب و تعظیم سے ہمیشہ آقا سید اور مولا کہہ کر خطاب کرتے تھے۔ آپ کو جناب امام عالی مقام کے بچوں سے بے حد محبت تھی خصوصاً حضرت سکینہ سے آپ کو بے حد محبت تھی اور جناب سکینہ بھی آپ سے زیادہ مانوس تھیں۔ چنانچہ دشت کربلا میں بھی حضرت سکینہ کی تشنگی و پیاس کو دیکھ کر آپ بے حد مضطرب اور بے چین ہو رہے تھے اور حضرت سکینہ بھی حضرت عباس ہی سے بار بار پانی کا تقاضا فرماتی تھیں۔ اور بالآخر حضرت عباس پانی لانے ہی کے لئے تشریف لے گئے تھے کہ دشمنوں نے آپ کو ساحل فرات پر شہید کر دیا

حضرت عباس کو جناب امام عالی مقام کے ساتھ شفقت عقیدت تھا اس طرح امام علیہ السلام کو بھی اپنے برادرِ اصغر حضرت عباس پر نہایت درجہ شفقت تھی۔

جب امام مظلوم کے تمام رفقا اور جاں نثار ایک ایک کر کے امام عالی مقام کی مظلومی بیکسی پر فدا ہو چکے اور بنی ہاشم اور بنی فاطمہ میں سے لڑنے کے قابل سوائے حضرت عباس رضؓ اور حضرت علی اکبر کے کوئی باقی نہ رہا تو حضرت عباس رضؓ امام عالی مقام سے خواستگار اجازت و طلب رخصت ہوئے۔

حضرت عباس جس وقت اجازت کا لفظ اپنی زبان پر لائے ہوں گے اس وقت امام مظلوم کا کیا حال ہوا ہوگا۔ اور آپ کے دل پر کیا بیتی ہوگی۔ اس کا اندازہ کون کر سکتا ہے صرف دو شخص باقی ہیں ایک بازو کی قوت دوسرا دل کا ڈھارس ان کے سوا کوئی نہیں حضرت زین العابدین ہیں مگر وہ شدید علالت میں مبتلا ہیں اب ان دو میں سے بھی ایک اسی گنج شہیداں شامل ہونے کے لئے جانا چاہتا ہے جس میں تمام اعوان و انصار اور تمام بنی اعمام و بنی اخ و بنی اخت اور حضرت عباس کے دوسرے بھائی خونی کفن پہنے سو رہے ہیں اس وقت حضرت عباس کے علاوہ کوئی دوسرا بھائی قوت بازو نہیں ہے وہ اجازت طلب کر رہا کہ مجھ کو مر کٹانے کی اجازت دیجئے جس حسرت و یاس اور جس درد و غم میں ڈوبی ہوئی نگاہوں سے جناب امام امام عالی مقام نے حضرت عباسؑ کی طرف طلب اجازت کا لفظ سن کر دیکھا ہوگا۔ کون ہے جو اس کا اندازہ کر سکے اس ایک نگاہ میں مایوسی

Marfat.com

اور مظلومی کے کتنے سمندر متلاطم ہوں گے اور بیکسی و بے بسی کے کتنے صحرا خاک بسر حسرت و یاس کا فسانہ درد کہہ رہے ہوں گے۔

امام عالی مقام نے نظر اٹھا کر حسرت و یاس کے ساتھ عباس کو دیکھا اور فرمایا اے جان برادر کیا تم بھی مجھ کو تنہا چھوڑ دینا چاہتے ہو آخر تمہارے بعد میرا قوت بازو کون رہ جائیگا یہ علم کون اٹھائیگا اب میں علمداری کا عہدہ کس کے سپرد کروں گا۔ سکینہ کو کون تسکین دیگا اور زینب کس کی ڈھارس کون بندھائیگا۔ ایک تم باقی ہو۔ میرا مرنا تو مقدم ہو چکا ہے۔ یہ ایک میری ہی جان تو ہے جس کے لیے کتنے مظلوموں کا خون بہایا گیا اور نبی زادوں کو خاک و خون میں تڑپایا گیا ہے مجھے تو بہر صورت مرنا ہے لیکن تم کیوں جان دو۔ اور کچھ نہیں تو پیغمبر زادیوں کے لئے تمہارا وجود باعث تسکین تو ہو گا۔ اعداء بے حیا میرے بعد حرم رسول اللہ کی غارتگری کی تو جرأت نہ کریں گے اگر میرے بعد تم بھی نہ ہو گے تو فاطمہ کی بیٹیوں کی چادریں اشقیا کی لوٹ سے سکینہ کے پھول سے گالوں کو بے رحمی کے طمانچوں سے عابد بیمار کی گردن طوق و زنجیر سے کون بچائیگا۔ اے جان پدر تم کو اذن جنگ نہیں دونگا۔ ہاں پند و موعظت کے ذریعہ اگر ان سے تھوڑا سا پانی تم حاصل کر سکو تو بچوں کی جان بچے دیکھو تمہاری سکینہ کا کیا حال ہے غش پہ غش آ رہے ہیں آنکھ کھولتی ہے تو نہیں سے پانی مانگتی ہے علی اصغر کی طرف دیکھو تو پیاس کی شدت سے منہ کا ذائقہ بدل گیا ہے پتلیاں پھر گئی ہیں ہونٹ نیلے پڑ گئے ہیں۔ اس کی ماں کا دودھ بھی تو شدت تشنگی سے خشک ہو گیا ہے چھ مہینے کی جان ہے پانی کے لئے سسک رہا ہے اس لئے پہلے تو ان کو پیاسوں کا گلا تر کرنے کی کوشش کرو۔

ساری عمر جس نے اطاعت و بندگی میں گزاری اور حکم امام عالی مقام کو فرض خداوندی کی طرح بجا لایا ہو۔ کیونکر ممکن تھا کہ اپنے شوقِ وغا اور ذوق شہادت کی تکمیل کو حکم امام پر ترجیح دیتا سر اطاعت خم کیا اور پانی کے لئے روانہ ہوا۔

کنار فرات پر جا کر اعدائے بے رحم کو بچوں پر رحم کرنے کے لئے کہا ان کو ان کی بیرحمی پر متنبہ کیا۔ اللہ اور اس کے رسول کا واسطہ دیا اس کے خوف سے ڈرایا مالک تسنیم و ساقی کوثر کے بچوں کی پیاس کا نقشہ کھینچا غرضکہ علی کے اس فرزند کو اپنے باپ کے ترکہ میں فصاحت و خوش بیانی کا جو ورثہ ملا تھا اس سے کما حقہ کام لیا۔ مگر نتیجہ کچھ بھی نہ نکلا۔ اور کیوں کر نکلتا کہ اللہ نے ان شقیوں کے دلوں پر ضلالت و شقاوت کی مہر لگا دی تھی۔ ان کے سینوں میں دل کہاں تھے جن میں رحم ہوتا وہاں تو بیرحمی اور شقاوت نے دل کی شکل اختیار کر لی تھی اور شقاوت بھی ضلالت و بیدینی کے بطن سے

Marfat.com

پیدا ہوئی تھی پھر بھلا کیونکر حضرت عباس کے مواعظِ حسنہ کام دیتی اور کس طرح ان بے رحمی کے پتلوں پر اثر ہوتا۔ شجاعت و بسالت حیدری نے حضرت عباس کو تلملا دیا مگر وہ بارہ امام سے اذنِ جنگ نہیں ملا تھا سینے پر صبر کی سِل رکھ کر واپس آئے۔ مگر جو بچے پیاس کے مارے آس لگائے سقائے اہلبیت کا انتظار کر رہے تھے کہ وہ آئیں گے تو پانی لائیں گے جب حضرت کو خالی ہاتھ لوٹتے دیکھا تو بلک بلک کر رونے لگے بی بی سکینہ گلے میں باہیں ڈال کر چمٹ گئی۔ اور رو رو کر کہنے لگی کہ اچھے چچا جان میں تو مر رہی ہوں آپ بھی آپ پانی نہیں لائے بس جائیے آپ کی محبت بھی دیکھ لی۔ محبت ہوتی تو چلو بھر پانی نہ لاتے سکینہ کا دم نکل رہا ہے اور آپ کو فکر ہی نہیں اچھا مجھ ہی کو لے چلئے میں خود ہی نہر سے پانی پی لوں گی۔ ظلمی سپاہی روکیں گے تو ان سے ہاتھ جوڑ دوں گی۔

حضرت عباس کا کلیجہ منہ کو آنے لگا۔ بچوں کا حال آپ سے نہ دیکھا گیا شجاعت حیدری نے کہا کہ بچے پیاس سے تڑپیں اور میں زندہ رہوں یہ نہیں ہو سکتا امام عالی مقام کے قدموں پر سر رکھا۔ اور زمین خدمت چوم کر اور دامنِ عبا کو بوسہ دے کر عرض کیا اب غلام سے بی زادی کی تشنگی اور پیاس کے میں اس کا مرغ بسمل کی طرح تڑپنا نہیں دیکھا جاتا۔ حضور اجازت مرحمت فرمائیں کہ جس طرح بھی ہو سکے پانی جا کر لاؤں۔ یا پھر میں بھی وہیں ہمیشہ کے لئے بسرام کر دوں اور رسول پاک سے جا کر عرض کروں کہ آپ کے فرزند اور آپ کی ذریت پاک تین دن سے تشنہ ہے کوثر و تسنیم کو حکم دیجئے کہ وہ سرزمین کربلا میں جا کر ان پیاسوں کی پیاس بجھائیں نہیں تو کہیں ایسا نہ ہو کہ پیاس سے کوئی دم توڑے اور دنیاں عذابِ الٰہی میں مبتلا ہو جائے۔

جناب امام نے حضرت عباس کے تیور دیکھے کہ آپ ناقابل برداشت عذاب میں مبتلا ہیں اور بچوں کی پیاس کسی طرح ان سے نہیں دیکھی جاتی۔ اس لئے ایک حسرت و یاس بھری نگاہ حضرت عباس پر ڈالی اور خاموش ہو کر چہرے پر نظر جمالی حضرت عباسؓ نے اس حالت و کیفیت کو رضا و اجازت تصور کیا اور اندر خیمے میں تشریف لے گئے تاکہ سرا پردگیان عصمت سے بھی رخصت ہو لیں امام زمن کو جناب علمدار کی جدائی بے حد شاق تھی میر انیس نے اس موقع کی کیفیت اس طرح

یہ کشتہ اندوہ و جدائی نہ جئے گا!
جس کے لئے مرتے ہو وہ بھائی نہ جئے گا

کیا مجھ کو سنبھالے ہو بس بھائی تلک جاؤ
تم کو سر اکبر کی قسم ہے اسے سمجھاؤ

منت کرو عباس کا سر چھاتی سے لپٹاؤ
بن پانی کہاں غش ہے سکینہ کو بلا لاؤ

Marfat.com

گر کچھ نہ کرو جی سے گذر جائیگا شبیر
یہ داغ ہے وہ داغ کہ مر جائے گا شبیر

زینب وہ جواں ہے مری پیری کا سہارا — بچپن سے میں پیارا ہوں اسے وہ مجھے پیارا
کوچ اس کا نہیں خلق سے ہے کوچ ہمارا — کس طرح کریں صبر نہیں صبر کا یارا
یہ دولت بیدار ڈبوئی نہیں جاتی
تصویر علی ہاتھ سے کھوئی نہیں جاتی

اس بھائی کا مرنا مجھے خالق نہ دکھائے — میں اس کو نہ رو دوں وہ مری قبر بنائے
عباس جنازہ مرا کاندھے پہ اٹھائے — ہاتھوں سے علمدار مجھے گاڑنے جائے
ہم پیر ہیں جینے کی ہمیں آس کہاں ہے
قابل نہیں مرنے کے ابھی وہ تو جواں ہے

یہ کہہ کے تڑپتے تھے شہ بیکس و بے پر — پروانہ سی گردش دیں پھرتی تھیں خواہر
تھے مضطر و بے تاب حرم کھولے ہوئے سر — دیکھا کہ چلے آتے ہیں عباس دلاور
رومال تو ہے آنکھوں پہ منہ اشکوں سے تر ہے
زوجہ تو پس پشت ہے پہلو میں پسر ہے

گودی میں ہے مظلوم سکینہ کو سنبھالے — اور ننھے سے ہاتھوں کو وہ گردن میں ہے ڈالے
فرماتے ہیں بیٹے سے کہ اے ناز کے پالے — کرتا ہے پدر تم کو سکینہ کے حوالے
دروازے پہ جا جا کے خبر لائیو بیٹا
شہزادی کو تم کھیل میں بہلائیو بیٹا

سایہ کی طرح تم نہ کبھی پاس سے جانا — ان ننھے سے قدموں تلے آنکھیں بچھانا
جوڑے ہوئے ہاتھوں کو سدا سامنے لانا — یہ بیٹھے تو رومال کھڑے ہو کے ہلانا
گر قید ہو یہ بعد شہنشاہ زمن کے
رکھ دیجو گلا دوڑ کے حلقے میں رسن کے

حضرت سکینہ حضرت عباس کی باتیں سن کر رونے لگیں، اور حضرت عباس کے فرزند بھی رونے لگے حضرت سکینہ کو شبہ گزرنے لگا کہ عمو جان جی اب چلے رو کر فرزند حضرت عباس کی طرف اشارہ کرکے کہا۔ و کیا ان کو یتیم اور ہمیں بے آس کر دے

Marfat.com

حضرت عباسؑ نے بالی سکینہ کو سمجھانا شروع کیا کہ بی بی کے لئے ہم پانی لانے کے لئے جارہے ہیں۔ مظلومہ و معصومہ سکینہ کہنے لگیں ؀

وہ کہتی تھی کہ آپ نہ آئے تو جلد آئیو عمو
کوثر پہ تہ پانی کو چلے جائیو عمو

خیمے کے اندر پھر امام دوجہان سے ملاقات ہو گئی۔ جناب عصمت مآب زینب بھی ساتھ تھیں۔ شہنشاہ کربلا نے فرمایا ؀

زینب کی طرف دیکھ کے فرمانے لگے شاہ | دریپش تھا جس بات کا کھٹکا مجھے واللہ
لو بھائی کو سمجھاؤ کہ رکھیں یہ ٹوٹتی ہے آہ ! | عباس چلے مرنے تو ہم بھی نہیں واللہ

خنجر کوئی رہ رہ کے لگاتا ہے جگر کو
تم دل کو سنبھالو میں پکڑتا ہوں کمر کو

آپہونچا قریں شہ کے علمدار قضا را | آغوش مبارک سے سکینہ کو اتارا
قدموں پہ جھکا بھائی کے وہ بھائی پیارا | حضرت نے کہا چھوڑ کے ہو ساتھ ہمارا

سر قدموں سے سر کاؤ میں قربان برادر
لو روؤ و نہ اللہ نگہبان برادر

جب امام زمن کا یہ حال تھا تو عورتوں کا کیا حال ہوگا حضرت زینب جو بھائیوں کی عاشق تھیں اور حضرت ذکیہ زوجہ عباس علمدار کی کیا کیفیت ہوگی۔ صبح سے اب تک جو بھی میدان جنگ میں گیا تھا کوئی زندہ نہیں لوٹا۔ سب کی لاشیں ہی آئیں اب امام زمن اور زینب سی بہن کا اس مظلومی و بیکسی میں ایک حضرت عباس ہی سہارا تھے۔ وہ جارہے ہیں ان کے بعد کیا ہوگا جن درندوں نے صبح سے اس وقت تک چن چن کر رفقائے اہل بیت امام پر ستم کیا برچھیاں اور ظلم کی تلواریں چلائی ہیں اور جو گیا اس کو بغیر شہید کئے نہیں چھوڑا۔ وہ ستمگار فوج آئندہ کیا کرے گی۔ اس خیال سے دل دھڑک رہا تھا۔ مگر چارہ ہی کیا تھا۔ الغرض حضرت عباسؑ اجازت لے کر خیمے سے باہر تشریف لائے

اداب بجالا کے تصدق ہوئے عباس | غش ہو گئے صدمے سے بیکس دبے آس
روتے ہوئے عباس چلے گھر سے پریاس | سر کھوئے ہوئے نول تھا رانڈوں کا جو اس پر

ڈھاتا تھا فلک زوجہ عباس حزیں پر

Marfat.com

اٹھتی تھی کبھی اور کبھی گرتی تھی زمین پر

القصہ جب چڑھے گھوڑے پہ عباس علمدار
بجلی کی طرح کوند گیا دشت میں رہوار
وہ چاند سی صورت وہ چمکتے ہوئے ہتھیار
سر تا بہ قدم دبدبۂ حیدر کرار!
سنتے تھے عدو بازوئے شاہ مدنی کو
غل تھا کہ علی آئے ہیں خیبر شکنی کو!

حضرت عباس اس دفعہ بھی پانی ہی کے لئے تشریف لے گئے تھے مگر ساتھ ہی یہ بھی دل میں ٹھان لی تھی کہ خواہ کچھ ہو پانی ضرور لانا ہے چاہے اس کے لئے لڑنا پڑے۔ اور اس کوشش میں جان دینی پڑے۔

رن میں حضرت عباس کی آمد

یہ ذکر ابھی تھا کہ سواری نظر آئی
پنہاں ہوئی گرد اور کئی واری نظر آئی
شانِ چمن قدرتِ باری نظر آئی
آمد اسد اللہ کی ساری نظر آئی
آتا تھا جری گھوڑے کو ڈالے ہوئے بن میں
تھیں پھولوں کی لپٹیں کہ چلی آتی تھیں بن میں

نورِ رخِ عباس سے صحرا ہوا پر نور
خورشید فلک شرم سے تھا ابر میں مستور
سایہ کی جگہ دھوپ تھی اور دھوپ کی چادر
اشجار بیابانِ ستم تھے شجرِ طور
ذروں کا بھی تھا اخترِ اقبال چمک پر
کرتے تھے حقارت سے نظر ہفت فلک پر

فوج حسینی کے علمدار اس وقت سقائی کی خدمت انجام دینے کے لئے جا رہے تھے۔ اگرچہ کاندھے پر چھوٹی سی سوکھی ہوئی مشک یا مشکیزہ تھا مگر اس کی حفاظت کے لئے تلوار حیدری وسیف یداللہی بھی تھی۔ ابھی چند لمحے پہلے بھی حضرت عباس ایک ہادی و واعظ کے لباس میں گھاٹ پر جلوہ گر ہو چکے تھے مگر مواعظ حسنہ کو ان شقیوں نے اس کان سنا اور اس کان سے اڑا دیا اب جو کاندھے پر مشکیزہ ہاتھ میں تلوار اور تیوریوں پر بل دیکھا تو اشقیا سمجھ گئے کہ اس دفعہ شیر الٰہی کے فرزند کے تیور کچھ اور ہیں۔ فوراً لعینوں نے ہتھیار سنبھالے اور فرات کا راستہ روک کر کھڑے ہو کر مزاحمت شروع کر دی۔ حضرت عباس نے بھی رجز یہ اشعار پڑھے کہ:-

Marfat.com

ہے زورِ علی ہر رگ و ریشے میں ہمارے | کٹنا ہے پہاڑ ایک ہی تیشے میں ہمارے
شیر آ نہیں سکتا کبھی بیشے میں ہمارے | ثابت قدمی آئی ہے پیشے میں ہمارے

دیکھیں تو ہم اس تیغِ شررِ دم کو تو روکو
دریا کو تو روکا ہے بھلا ہم کو تو روکو

حضرت عباس کی شجاعت و بہادری اس وقت ضرب المثل تھی۔ کسی کو آپ کے پاس آنے کا حوصلہ نہیں پڑا۔ جب آپ دریا کی طرف بڑھے تو ایکبار گی بہت سے اشقیا نے آپ پر حملہ کر دیا مگر حضرت عباس اس دلیری اور بہادری سے لڑے کہ بزدل شامیوں اور کوفیوں کو چھٹی کا دودھ یاد آ گیا آپ کی تیغ زنی و شمشیر افگنی کو اور کھیرے ککڑی کی طرح سروں کو گردنوں سے جدا ہوتے دیکھ کر حضرت عباس کا رعب تمام لشکرِ باطل پر چھا گیا اور ہر طرف ایک سراسیمگی و پریشانی پھیل گئی۔ بزدل آگے قدم دھرنا چاہتے تھے مگر وہ پیچھے کی طرف پڑتے تھے۔ تلوار کی زد پر آنے کی ہمت ہی نہیں ہوتی تھی۔ کیونکہ جو زد پہ آتا تھا اس کا سر زمین ہی پر دکھائی دیتا تھا۔

مارد بن صدیف کی لاف زنی کا انجام

فوجِ گمراہ میں ایک شخص مارد بن صدیف نامی تھا اس کو اپنی شجاعت و بہادری پر بڑا ناز و غرور تھا۔ اس نے جو یہ حال دیکھا کہ ایک جوان نے تمام فوج پر وحشت بٹھا دی ہے اور ہر طرف سراسیمگی کا عالم ہے تو مارے غیرت اور غصے کے زمین پر گر گیا چلا کر رونے لگا کہ تمہیں شرم نہیں آتی۔ کہ حشرات الارض کی طرح تمہاری تعداد کا کوئی شمار نہیں۔ پھر بھی تم ایک نوجوان کے خوف اس قدر سر اسیمہ اور بے حال ہو رہے ہو اچھا تم سب لوگ ہٹ جاؤ میں تنہا اس نوجوان سے لڑونگا شمر ذی الجوشن کو مارد کا یہ طرز ناگوار گزرا کیونکہ اس نامرد پر بھی چوٹ تھی۔ وہ بھی انہیں اشقیا میں سے تھا جو حضرت عباس کے پاس خوفِ جان سے نہیں پھٹکتا تھا اور جس پر بزدلی کی لعنت سوار تھی اسی وجہ سے جلکر شمر نے پکار کر کہا کہ اچھا ہم سب ہٹے جاتے ہیں تو اور تیرا بھائی اکیلا ہی لڑے ہم یزید کو مطلع کئے دیتے ہیں یہ کہہ کر اپنے ساتھیوں کو ہٹا لیا۔ مارد نے اس خیال سے کہا تھا کہ اس طرح میرے غیرت دلانے سے شاید یہ لوگ بزدلی کو ترک کر کے بہادری کے ساتھ حضرت عباس سے لڑنے لگیں۔ اس کا یہ کہنا خود اسی کے لئے پیغامِ مرگ ثابت ہوا جب شمر کے ساتھیوں نے میدان سے کنارہ کشی اختیار کر لی تو مارد نے دیکھا کہ یہ تو مجھی پر آفت آ گئی اور یہ مصیبت میرے ہی گلے پڑ گئی

Marfat.com

لیکن بکواس کر گیا تھا اور چونکہ دریدہ دہن کی زبان قابو میں نہیں تھی اس لئے وہ بکا گیا تھا جس کا خمیازہ بھگتے بغیر چارہ نہ تھا۔

چنانچہ بات کی تیج رکھنے کے لئے خود زرہ پہنکر اور صرف نیزہ لے کر حضرت عباس کے مقابلے پر آکر ڈٹ گیا۔ اس میں شک نہیں کہ بہت جہاں دیدہ ماہر فن حرب بہادر تھا اور اب تک کبھی بھی شکست سے دوچار نہ ہوا تھا۔ اس لئے اپنی شجاعت و بہادری پر اس کو ناز تھا کمبخت نے آتے ہی رجزیہ اشعار پڑھے جس میں اپنی بہادری و شجاعت کے خوب گیت گائے اس نے کہا کہ :-

اے نوجوان اپنے فنون حرب کو ظاہر کر یعنی اب وہ کچھ کام نہ دیں گے کیونکہ اب تک جن لوگوں سے تجھکو سابقہ پڑا تھا وہ یونہی کمزور اور سست تھے اور تمہارے ساتھ نرمی کرتے تھے لیکن میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جن کے دل میں خدا نے رحم پیدا کیا ہے۔ بلکہ خدا نے میرے قلب سنگین سے رحم نکالکر پھینکدیا ہے اور رحم و نرمی کی جگہ عداوت اور انتقام کا جہنم میرے دل میں بھڑک رہا ہے گو میری یہ کیفیت ہے کہ میں کبھی رحم نہیں جانتا اور کبھی کسی پر آج تک میں نے رحم نہیں کیا مگر تمہاری نوجوانی شباب اور حسن پر ترس آتا ہے اس لئے میں نہیں چاہتا کہ اس عمر اور اس حسن و شباب کے ساتھ تم کو زندگی سے محروم کروں اس لئے تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ تم لوٹ جاؤ اور دنیا کا عیش و آرام حاصل کرو اور اس سے فائدہ اٹھاؤ۔

مارو بیدین کی اس لاف زنی اور خرافات کا اصلی اور حقیقی جواب تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اس کو اس کے نیزے ہی سے دیا۔ مگر زبان فصاحت بیان سے بھی وہ برچھیاں اس شقی کے قلب و روح پر لگائیں کہ کبھی اس سے پہلے نہ کھائی ہوں گی اور تیغ زباں سے ایسی کاری ضرب لگائے کہ مغرور کو کبھی دوزخ کے درمیان بھی فراموش نہ ہوں گے

مارد مگرہ نے حضرت عباس کی تیغ زبان کے زخم کھائے تو مارد دم بریدہ کی طرح پیچ و تاب کھا کر جنگلی خنزیر کی طرح سیدھا آپ کی طرف جھپٹا اور جب قریب ہو پہنچا تو نیزہ آپ کی طرف تان کر ملا مگر لیسر شیر الٰہی نے نیزہ کو اپنے ہاتھ میں لے کر اس زور سے اپنی طرف جھٹکا دیا کہ مردود قریب تھا کہ زین اسپ سے فرش زمین پر آرہے خیر اس دفعہ گرنے سے تو بچ گیا۔ نیزہ اب اس کے بجائے حضرت عباس کے قبضے میں تھا۔

جو مغرور اس قدر شیخی بگھارتا ہوا آیا اور آتے ہی اس قدر عاجز ہو گیا ہو اس کا دہی نیزہ اس سے چھین گیا ہو جس سے اپنے دشمن کو قتل کرنے کا یقین کر کے آیا تھا تو اب اندازہ کرو کہ اس کمبخت شاید شرمندگی

اور خفت طاری ہوئی ہو گی۔ کہاں تو وہ لاف زنی کہ مردود مارو حضرت عباس پر رحم کھا رہا تھا اس قدر شیخی بگھار رہا تھا کہ گویا اس کے سامنے گوشت و پوست کا بنا ہوا انسان نہیں بلکہ گیلی اور نرم مٹی کی کوئی مورتی ہے جس کو وہ بس ایک ہی ہاتھ سے توڑ پھوڑ کر رکھ دے گا مگر موذی کو آتے ہی ہتھیار ہاتھ دھونا پڑا ظاہر ہے کہ نہ صرف شرمندگی سے زمین میں دھنسا جا رہا ہو گا بلکہ حضرت عباس علمدار کی شجاعت و بہادری کا سکہ بھی اس کے قلب گمراہ پر بیٹھ گیا اور اس قدر مرعوب ہو گیا کہ اس کا خوف زدہ چہرہ اس کتاب دل کی تفسیر بن گیا۔ حضرت عباس تاڑ گئے کہ شقی پر مایوسی طاری ہو گئی ہے اپنے نیزے کا ایسا وار کیا کہ گھوڑے کے پٹھے میں گھس گیا گھوڑا تلف ہو گیا اور مارد خاک مذلت پر گر پڑا حضرت عباسؑ نے للکارا کہ اے مغرور شقی اور اے شیخی خورے گمراہ میں خدا سے امید کرتا ہوں کہ تجھے تیرے ہی نیزے سے جہنم واصل کرونگا۔

شمر کا بھیجا ہوا مارد کے لئے دوسرا گھوڑا

ادھر زمین پر گرتے ہی شمر لعین نے مارد کے دستہ کو آواز دی کہ تمہارا سردار بے گھوڑے کا ہو گیا اور اگر جلدی اس پاس گھوڑا نہ پہونچاؤ گے تو مارد بے سر ہو جائے گا۔ فوراً ایک غلام طاویہ نام کا گھوڑا جو نہایت تیز اور صبا رفتار تھا اور حقیقت میں وہ حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام نے امام حسنؑ کو عنایت فرمایا تھا اور ان کے پاس سے چوری چلا گیا تھا۔

حضرت نے دیکھا کہ غلام گھوڑا لا رہا ہے تو مارد سے قبل جھپٹ کر گھوڑے کے پاس پہونچ گئے اور غلام کو نیزہ مار کر اس کا گھوڑا چھین لیا اور اپنے گھوڑے کو چھوڑ کر اس کے گھوڑے پر سوار ہو گئے اور اس طرح شقی مارد نیزہ کی طرح دوسرے گھوڑے سے بھی محروم رہ گیا اب اس وقت مارد ملعون پر جو مایوسی طاری ہوئی ہو گی وہ ظاہر ہے اس کو اپنی موت نظر آنے لگی وہ بے اختیار ہو کر چلا اٹھا کہ ہائے نیزہ اور گھوڑا دونوں سے محروم ہو گیا اور اپنے ہی نیزہ سے قتل ہوں گا۔

اس موقع پر روایتوں میں اختلاف ہے ایک روایت تو یہ ہے کہ حضرت عباس طاویہ پر بیٹھ کر امام عالی مقام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت امام علیہ السلام نے طاویہ کو پہچان لیا اور دشمنوں کو حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف بڑھتا ہوا دیکھ کر واپس ہوئے اور دشمنوں کو مار مار کر بھگا دیا۔

اور دوسری روایت یہ ہے کہ طاویہ پر سوار ہو کر جناب عباس علمدار نے پہلے تو مارد جہنمی کو اسی کے

نیزہ سے فی النار کیا اس کے بعد دریائے فرات کا رُخ کیا اور دشمنوں کے روکنے پر گھمسان کی لڑائی ہوئی اور بےشمار ناریوں کو حضرت عباس نے جہنم واصل کر دیا لڑتے جاتے تھے اور بے دینوں کو مار کر راستہ صاف کرتے ہوئے دریا کی طرف بڑھ رہے تھے یہاں تک کہ ساحل فرات تک آپ پہونچنے میں کامیاب ہو گئے عمر وسعد کے حکم سے بہت زیادہ فوج دریا کے کنارے جمع ہو گئی تھی۔ وہاں بھی خونریز جنگ واقع ہوئی اور شیر خدا کے اس نبیر نے ایسے گراں حملے کئے اور اسقدر لعینوں کو موت کے گھاٹ اتارا کہ فوج شقاوت اثر گھبرا گئی اور پیچھے ہٹ گئی جس سے ساحل کا راستہ صاف ہو گیا اور آپ نے اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا۔

اس موقع کا منظر جناب میر انیس مرحوم نے خوب دکھایا ہے فرماتے ہیں:-

گھوڑے کو ڈبٹا کے کوئی سامنے آیا ۔۔۔ رہوار سے رہوار کو غازی نے بلایا
بازوئے ید اللہ کا زور اس نے دکھایا ۔۔۔ تلوار کا قبضہ سپر دشمن پر لگایا
اللہ ری ضرب اس کی گیا خود تو سر میں
سر سینہ میں پنہاں ہوا اور سینہ کمر میں

شمشیر تھی اک صاعقہ قہر الٰہی ۔۔۔ دم میں ہوئے نابود نمودار سپاہی
ہر غول پہ ادبار تھا ہر صف پہ تباہی ۔۔۔ تیغوں کی سپیدی تھی نہ ڈھالوں کی سیاہی
بھاگے چلے جاتے تھے عدو جان کے ڈر سے
گرتی تھی جو سر پر تو اترتی تھی کمر سے

للکارے یہ دریا کی طرف باگ اٹھا کر ۔۔۔ لو نہر میں ہم جاتے ہیں روکے کوئی آکر
اسوار بہم ہو گئے نیزوں کو ہلا کر ۔۔۔ چلائے عدو تیر کمانوں سے ملا کر
بڑھنا نہ خبردار جو اندیشہ جاں ہے
واں گھاٹ ہے تیغوں کا تو یاں تیر و کماں ہے

دریا کے کنارے پر ہے وہ قلزم پر قہر ۔۔۔ ہے خنجر و شمشیر و سناں جس کی ہر اک لہر
اس بحر سے ہو پار تو پہونچو کہیں تا نہر ۔۔۔ چشمہ تو وہ شیریں ہے مگر ہے نرا زہر
بے خون میں ہوئے غرق نکل جاؤ تو دیکھوں
اس نہر سے اس مشک کو بھر لاؤ تو دیکھوں

عباس نے نعرہ کیا رکئے ہیں کہیں شیر ۔۔۔ میں شیر الٰہی کے پسر صاحب شمشیر

Marfat.com

یہ کہہ کے جو جھپٹے تو زبر دست ہوئے زیر
تلوار کے گھاٹ ان کو اتارا نہ ہوئی دیر
تیغیں نہ صفیں اور نہ وہ قلزم نظر آیا
دریا یہ سمندر کا تلاطم نظر آیا

عباس جب اس خون کے دریا کو گئے تیر
گھوڑے نے کیا حال بہت پیاس سے پھر غیر
چل نہر پہ اب جلد کہ ہے خاتمہ بالخیر
اعدا کے سروں پر سے اڑا اسپ فلک سیر
اک چار سبہ تو تو ہوا پر نظر آئے
عباس علی نہر کے اندر نظر آئے

دریا میں جو پہونچا اسد اللہ کا پیارا
للکار کے یوں فوج کو غازی نے پکارا
تم سب یہی کہتے تھے کہ ہے گھاٹ ہمارا
بتلاؤ کہ دریا ہے ہمارا کہ تمہارا
تم کہتے تھے ہم نہر پہ جانے نہیں دیتے
لو آؤ تو اب ہم تمہیں آنے نہیں دیتے

پیشانی پہ سجدے کا نشان تھا کہ ستارا
پانی رخ پر نور سے روشن ہوا سارا
ہر مردم آبی یہ خوش ہو کے پکارا
عباس کے چہرے کا کرو چل کے نظارا
منہ ملنے لگیں مچھلیاں دامان علم پر
اٹھ اٹھ کے حباب آنکھوں کو ملتے تھے قدم پر

حضرت عباس دو دن کے پیاسے تھے جاتے ہی چلو میں پانی بھر کر اٹھایا کہ پی لیں مگر امام عالی مقام اور سکینہ اور دوسرے بچوں کی پیاس یاد آگئی فوراً پانی پھینک دیا اور مشکیزہ بھر کر باہر نکلے اور گلے میں اس کا تسمہ ڈال کر لٹکا لیا اور کوشش کی کہ کسی طرح خیمۂ اطہر تک اڑ کر پہونچ جائیں تاکہ کچھ تو بچوں کا حلق تر ہو اور جینے کا سہارا ہو حضرت عباس کی وفاداری اور آپ کی محبت جناب امام کے ساتھ آپ کے بچوں کے ساتھ دیکھو کس قدر تھی کہ اس قدر شدید پیاس میں نہر تک پہنچے اور کتنی دقتوں اور دشواریوں سے پہنچے اور اس تیز دھوپ میں اس قدر شاید معرکہ جنگ و جدال کے بعد آپ کی پیاس اور تشنگی کا جو عالم ہوا ہوگا اس کا اندازہ بھی مشکل سے لگایا جا سکتا ہے اس کے باوجود بھی قطرہ پانی کا نہ پیا یہ کتنی بڑی جوانمردی کس قدر ایثار اور کیسی محبت اور وفاداری پر دال ہے

حضرت عباس مشکیزہ بھر کر دریا سے باہر نکلے تو فوج اشقیا نے پھر ہجوم کیا اور آپ کو گھیرے میں

Marfat.com

لیکر ہر طرف سے حملہ پر حملہ کرنا شروع کر دیا شیر الٰہی کا بیٹا ان کو دیاہ صفت بزدلوں سے کیا گھبراتے خوب جم کر لڑے اور جدھر کا رخ کرتے موت کی بارش کر دیتے سر تن سے اسطرح جدا ہو کر اگر رہے تھے جیسے آندھی میں پھل درختوں سے گرتے فرات کے کنارے خون کی ایک دوسری ندی جاری ہو گئی بےدینوں کا برا حال ہو گیا تلوار کے زد پر آنے سے جی چرانے لگے کیونکہ دیکھتے تھے کہ جو آپ کے قریب ہوا وہ فوراً موت سے قریب ہو کر داخل جہنم ہو جاتا ہے اس خیال سے ردیے نیزوں اور تیروں سے حملے کرتے تھے سچ ہے شیر کے منہ سے شکار چھیننا آسان نہیں ہے اور کہیں لومڑیاں اور بکریاں شیر کا سامنا کر سکتی ہیں۔

جب دیکھا کہ حضرت عباس تلوار شرربار سے تنوں سے سروں کو جدا کرتے راستہ بناتے چلے جاتے ہیں اور اگر یہی حال رہا تو کوئی دم میں آپ صحیح و سالم مشکیزہ لیکر خیمہ اطہر میں پہنچ جائیں گے تو بعض بعین د بزدل سامنے آن کر لڑنے کی بجائے ایک درخت کی آڑ میں گھات لگا کر بیٹھ گئے اور موقع تاک کر دھوکے سے تلوار کی ایک ایسی ضرب آپ کے لگائی کہ فرزند اسد اللہ کا داہنا ہاتھ بازو سے کٹ گیا۔

حضرت عباس نے کچھ پرواہ نہیں کی فوراً آپ نے تلوار دوسرے ہاتھ میں لیلی اور دست چپ ہی سے لڑنا شروع کر دیا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ان بزدل گمراہوں کو جہنم پہونچانے کے لئے دست چپ بھی بالکل کافی تھا اور اگر دشمنانِ خدا اس ہاتھ کو بھی قلم نہ کر دیتے تو کیا مجال تھی کہ فرزند شیر خدا کا راستہ روک سکتے مگر شقیوں نے ایک مشک پانی کے لئے کہ یہ کہیں رسول اللہ کے بچوں تک نہ پہونچ جائے اور ان کے حلق تر نہ ہو جائیں سقائے اہل بیت کا دوسرا ہاتھ بھی اس طرح کمین گاہ میں بیٹھکر بزدلانہ مکر و دغا سے قلم کر دیا۔

اس عالم میں آپنے یہ شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے۔

اے نفس کفار سے خوف نہ کر تجھ کو رحمت غفار کی بشارت ہو تو اپنے سردار اطہر کے ہمراہ ہے اگرچہ باغیوں نے دست چپ کو بھی کاٹ ڈالا ہے لیکن کچھ پرواہ نہیں ہے معلوم ہوتا ہے کہ ان ارباب کفر و بغاوت نے دین و ایمان کو بالکل ہی چھوڑ دیا ہے اے پروردگار تو ان کو آتش جہنم میں داخل کر۔

دونوں ہاتھوں کے قطع ہونے کے بعد سقائے سکینہ نے مشکیزہ کے تسمہ کو دانتوں سے دبالیا اور مشکیزہ سنبھالے ہوئے خیمہ کیطرف چلے گویا مشکیزہ تھا کہ شیر کے منہ میں شکار تھا۔

Marfat.com

سقائے سکینہ و علمدارِ فوجِ حسینی کی شہادت

جب دونوں ہاتھ قلم ہو گئے تو ناریوں کے حوصلے بڑھے اور اس بیکسی کی حالت میں دیکھ کر نامرادوں نے ہر طرف سے تلواروں کے وار شروع کر دیئے ان تلواروں کی ضربات کو پھول کی طرح کھاتے ہوئے حضرت عباس خیمہ کی طرف رُخ کئے چلے جاتے تھے کہ ایک شقی کا تیر آکر مشکیزے میں لگا اور آہ کہ زندگی کا وہ سہارا ابھی نہ رہا جس کے بل پر اس حالت میں بھی آپ خیمہ کی طرف بڑھ رہے تھے۔ کہ دونوں ہاتھ قطع ہو چکے تھے زندگی تھوڑی دیر کی مہمان ہی تھی مگر ابھی تک مشکیزے سلامت تھا اور اس میں پانی بھرا ہوا تھا آپ کو ہاتھوں کے کٹنے کا رنج نہ تھا بلکہ خوشی تھی تو یہ کہ مشکیزہ بھرا ہوا میرے پاس ہے اور میں بالی سکینہ اور دوسرے بچوں کو یہ پانی پہونچا سکا تو ساری محنت وصول ہو جائے گی اگر میں زندگی سے ہاتھ دھو کر یہ پانی لے جانے اور نبی زادیوں کی پیاس بجھانے میں کامیاب ہو گیا تو سب کچھ مل گیا۔ لیکن آہ یہ آس بھی ٹوٹ گئی۔ اور مشکیزہ کا پانی بھی جسم کے خون کی طرح ایک قطرہ تک بہہ گیا۔ اب زندگی کس کام کی تھی زندہ رہنے کی آواز اگر تھی تو اسی لئے کہ امام عالی مقام کے کام آئے اور فرزندِ رسول اللہ کی کوئی خدمت جو انجام پائے مگر اس حالت میں کہ دونوں ہاتھ قطع ہو چکے تھے آپ کیا کر سکتے تھے۔ آخری خدمت جو انجام دینا چاہتے تھے اس کو بھی ظالموں نے خاک میں ملا دیا۔ عالم یاس میں علمدار نے سر جھکایا تھا کہ ایک بزدل شقی نے سر اقدس پر اس زور سے گرز مارا کہ سر پھٹ گیا ہاتھوں کے کٹنے سے جسم کا سارا خون پہلے ہی نکل چکا تھا ضعف و نقاہت اپنا قبضہ کر چکی تھی صرف ایک آس تھی کہ مشکیزہ ابھی باقی ہے وہ بھی نہ رہی تھی۔ اس عالم میں سر ہاک پر گرز کا بھرپور پڑنا کس طرح قابلِ برداشت ہوتا آخر آپ گھوڑے سے گرے اور گرتے ہوئے زبان کو حرکت ہوئی اور فضا میں یہ الفاظ گونجے کہ

اے آقا تشنۂ دیدار غلام کو آخری دیدار دکھلائیے۔ ہوا جو اس نظارہ جانگسل پر خاک بھی اڑا رہی تھی اس نے اس استغاثہ و ہم آخر کو اپنے دامن میں باندھا اور گوشِ امام تک یہ امانت پہونچا دی اور امام عالم معہ فرزند علی اکبرؑ کے ایک آہ سرد بھر کر آپ کی طرف لپکے۔

اس واقعہ کی روداد میر انیس کی زبان بھی سن لیجئے :-

بے تاب کیا دل کو سکینہ کے جو غم نے ۔۔۔ جلدی سے بھرا مشک کو سقائے حرم نے

خیمے کی طرف رُخ کیا اس ابر کرم نے ۔۔۔ کی جست یکا یک فرس تیز قدم نے

لڑتے ہوئے افضال خدا سے نکل آئے
پیاسے گئے اور نہر سے پیاسے نکل آئے

دریا سے نکلنا تھا کہ پھر فوج نے گھیرا — وہ چاند تھا اور شام کے بادل کا اندھیرا
سو گر پڑے گھوڑے کی جدھر باگ کو موڑا — نعرہ تھا کہ اللہ مددگار ہے میرا
لاکھوں ہیں تو کیا میں نہ رکا ہوں نہ رکوں گا
روباہ ہیں یہ، میں پسر شیر خدا ہوں

لہراتا تھا سر پہ علم دیں کا پھریرا — تلوار سے پانی تھا ستمگاروں کا زہرا
تھا زخم بدن پر کہیں اوچھا کہیں گہرا — رہوار ہرن سا کہیں چکا کہیں ٹھہرا
طاؤس کے ہوش اڑتے تھے اس تیز پری سے
گھوڑا تھا سبک سیر نسیم سحری سے

جب خیمے کو رخ کرتے تھے اک صف کو بھگا کر — تب دوسری صف سامنے جم جاتی تھی آکر
بڑھتے تھے وہ جب نیزوں کو چھاتی سے لگا کر — خم ہوتے تھے یہ مشک کو برچھیوں سے ملا کر
تھا سامنا دو لاکھ کا اک تشنہ جگر سے
ششدر تھا فرس بھی کہ نکل جاؤں کدھر سے

غل فوج میں تھا مشک کو لیجانے نہ دینا — پیاسوں تلک اس پانی کو جانے نہ دینا
لشکر کے نزدیک سپر لانے نہ دینا — شبیر بھی آدیں تو ادھر آنے نہ دینا
تلواریں علم کر کے جو لشکر پہ جھکیں گے
بپھرے ہوئے دو شیر کسی سے نہ رکیں گے

حضرت عباس کو جب لشکر شام نے گھیر لیا اور ان پر چاروں طرف سے ٹوٹ پڑے اور حملے پر حملے ہونے لگے تو اس حال کی اطلاع خیمہ اہل بیت میں بھی ہو گئی سب چھوٹے بڑے مضطر و پریشان ہو گئے خود امام عالی مقام بے حد مضطرب تھے حضرت زینب کا برا حال تھا مگر بی بی سکینہ کا عجیب حال تھا بی بی سکینہ کی حالت میر انیس نے ان الفاظ میں دکھائی ہے :-

چلائی سکینہ سنو اچھے مرے بابا — لیتے چلو مجھکو بھی جہاں ہے مرا سقا
عمو کے لئے آہ مرا دل ہے تڑپتا — بیدینوں نے پانی کے لئے ہے انہیں روکا
کہیو نہ مری پیاس کا غم کھائیں چچا جان

میں پانی سے باز آئی چلے آؤ چچا جان

اب پیاس نہیں مجھکو میں قربان تمہارے
چھوڑ آؤ مری مشک کو دریا کے کنارے
میں جیتی ہوں مرنے کی نہیں پیاس کے مارے
پانی کی نہیں چاہ تمہیں ہو مجھے پیارے

اچھے مرے عمو مجھے شکل اپنی دکھا دو
مشکیزے کا منہ کھول کے پانی کو بہا دو

کہتی تھی سکینہ تو یہ با صد غم و حسرت
اور نہر پہ گھبرائے ہوئے جاتے تھے حضرت
عباس علمدار پہ واں آگئی آفت
شانوں پہ لگی دونوں طرف تیغ کی ضربت

جس وقت قلم ہو کے گرے ہاتھ زمیں پر
دو خون کے پرنالے بہے زین کے اوپر

بہر حال دم آخر کا استغاثہ سنکر امام مظلوم حضرت عباس کی طرف دوڑے جلو میں حضرت علی اکبر بھی تھے شمشیر خارا شگاف سے اعداء دین کو ہٹایا تو حضرت عباس اس حال میں نظر آئے کہ دونوں ہاتھ قلم تھے اور سر اقدس جو ہر وقت خدمت امام اور طاعت الٰہی میں جھکا رہتا گرز کی ضرب سے دو پارہ تھا لیکن آخری دیدار کی آرزو میں جان مشتاق آنکھوں میں کھنچ کر آگئی تھی اور منتظر تھی کہ جلوۂ آفاق نظر آئے تو پھر راہی ملک بقا ہو۔

امام حسین علیہ السلام نے بھائی کا یہ حال دیکھا تو ایک آہ جگر گداز کھینچ کر اور کمر تھام کر سرہانے بیٹھ گئے آنکھیں صبح سے خوں فشانی کر رہی تھیں جگر کا لہو جس قدر تھا آنکھوں کی راہ آنسو بن کر بہہ چکا تھا اور :-

یک داغ نیک ناشدہ داغ دگر رسید

کا عمل صبح سے جاری تھا تمام اعوان و انصار ایک ایک کر کے جدا ہو چکے تھے تمام بھائی بھتیجے اور بھانجے داغ مفارقت دے چکے تھے اب ایک قوت بازو تھے حسین جناب عباس کا دم تھا وہ بھی اس طرح خاک و خون میں پڑے لوٹ رہے تھے کہ دونوں ہاتھ شانوں سے جدا تھے سر دو پارہ تھا اور جسم برچھیوں تلواروں اور تیروں کی ضربوں سے چور چور تھا اب سوائے ایک علی اکبر کے کوئی دوسرا سہارا باقی نہیں تھا اس وقت فرزند رسول ؐ کے غم اور صدمہ کا کون اندازہ لگا سکتا ہے جن بازوؤں سے قوت تھی وہ زمین پر کٹے پڑے تھے جو سر ہر وقت قدموں پر جھکا رہتا تھا وہ دو پارہ زمین پر پڑا تھا جس شیر کی ہیبت سے حرم رسول اللہ کی طرف نگاہ اٹھانے کی دشمنوں کو

جرأت نہیں ہوتی تھی وہ خاک وخون میں لتھڑا پڑا ہوا تھا جس بھائی پر ناز اور جس کی خداداد قوت پر بھروسہ تھا وہ آنکھوں کے سامنے دم توڑ رہا تھا اس مظلومی و بیکسی کا بھی کوئی ٹھکانا تھا۔

میر انیس نے اس واقعہ کو یوں نظم کیا ہے:۔

دریا پہ سر برہنہ شہ بحر و بر چلے ۔ صدمہ یہ تھا کہ ہاتھوں سے تھامے جگر چلے
اکبر سنبھالے باپ کو باچشم تر چلے یہ بھی ادھر چلے شہ والا جدھر چلے
صدمہ ہے ضرب غم سے دل پاش پاش پر
رونے کو بھائی جاتا ہے بھائی کی لاش پر

صورت یہ شاہ کی ہے کہ زلفوں پہ خاک ہے آلودۂ غبار الم روئے پاک ہے
سوکھے لبوں پہ نالۂ روحی فداک ہے اور تا کمر قبا کا گریبان چاک ہے
دست لیسار بیٹے کی گردن میں ڈالے ہیں
شہ کو جھکے ہوئے علی اکبر سنبھالے ہیں

جب پاؤں کانپتے تھے تو کہتے تھے روکے شاہ طاقت بدن کی لے گئے عباس آہ آہ
دریا نہ اتنا دور تھا اے میرے رشک ماہ رستہ غلط کیا ہے کہ کچھ بڑھ گئی ہے راہ
بے دو ریاں سے یا مرا بھائی قریب ہے
کہتے ہیں وہ حضور! ترائی قریب ہے

القصہ لائے باپ کو اکبر ترائی میں زخمی ملا وہ شیر دلاور ترائی میں
پائی جو بوئے خون برادر ترائی میں لاشے کے پاس گر پڑے سرور ترائی میں
گذری تھی عمر ہاتھ جسے جوڑتے ہوئے
دیکھا اسی کو خاک پہ دم توڑتے ہوئے

منہ رکھ کے منہ پہ بھائی کے بھائی نے دی صدا اے غیرا اے دلیر یہ بیکس ترے فدا
کیوں پتلیاں پھراتے ہو بھائی یہ کیا کیا عباس میں حسین ہوں دیکھو مجھے ذرا
میرا بھی حلق خشک ہے خنجر کے واسطے
بھائی کو چھوڑے جاتے ہو دم بھر کے واسطے

ٹھہرو عنان توسن عمر رواں نہ لو! ساتھی تھکا ہوا ہے رہ کارواں نہ لو!
کروٹ کراہ کر مرے آرام جاں نہ لو! لگتی ہے چوٹ دل پہ مرے ہچکیاں نہ لو!

Marfat.com

مر جاؤں گا میں ساتھ اگر چھوٹ جائے گا
بھائی مرا رشتۂ جاں ٹوٹ جائے گا

حضرت امام حسین علیہ السلام کو دم آخر سرہانے پا کر حضرت عباس کا افتخار کرنا اور اپنی خوش نصیبی پہ نازاں کرنا

بولے یہ آنکھ کھول کے عباس نامدار — آقا ہزار جان گرامی ترے نثار
یہ موت زندگی ہے زہے فخر و افتخار — نکلے جو گل کے سامنے بلبل کی جانِ زار
دیدار دیکھتے نہیں نہ آتا تو موت تھی!
پروانا شمع کو جو نہ پاتا تو موت تھی!

زانوے پاک نور خدا اور سر حقیر — عالم کا بادشاہ کہاں اور کہاں فقیر
رتبے کو ختم کر دیا اے آسمان پیر — کس کو ملا ہے وہ جو ملا ہے دم اخیر
پایا یہ اوج ماں کی نہ بابا کی گود میں
معراج مل گئی شہ والا کی گود میں

رحمت نے رخ کیا مری جانب حضور آئے — لیکر رسول جام شراب طہور آئے
روشن ہو کیوں نہ چشم جو خالق کا نور آئے — ایسا نہ ہو سرور جو بالیں پہ حور آئے
عشاق مر بھی جاتے ہیں زخمی بھی ہوتے ہیں
میں اب تو تندرست ہوں کیوں آپ روتے ہیں

شہ نے کہا کہ لینے کو آئے ہیں تم کو سب — عباس چھوڑ جاؤ گے اب ہم کو ہے غضب
سر خاک پر ٹپک کے یہ بولا وہ جاں بلب — اے جانِ فاطمہ جگر سید عرب
کس کس کو روکیے کہ یہ اعدا کے ریلے ہیں
صدمہ بڑا یہی ہے کہ حضرت اکیلے ہیں

راحت کی راہ ہے سفرِ گلشن ارم — صدمہ مگر ہے روح پہ اے قبلۂ امم
اب تک تو کب کے مر گئے ہوتے تڑپ کے ہم — الفت یہ آپ کی ہے کہ اٹکا ہوا ہے دم
دنیا سے کوچ کرنے کو جی چاہتا نہیں
اے بھائی جان مرنے کو جی چاہتا نہیں

یہ کہہ کے چپ ہوئے تھے کہ اٹھا جگر میں درد — رخسار سرخ سرخ جو تھے ہو گئے وہ زرد

Marfat.com

لیں کروٹیں تو بھر گئی زخموں میں ان کی گرد　　منہ رکھ کے شہ کے منہ پہ کھینچی اک آہ سرد

دنیا سے انتقال علمدار ہو گیا
سردار فوج بے کس و بے یار ہو گیا

بھائی کے آگے تڑپ کر جو مر گیا　　صدمہ غضب کا سبط نبی پر گزر گیا

خنجر الم کا دل سے جگر تک اتر گیا　　چلاتے تھے کہ شیر ہمارا کدھر گیا

لیتے تھے بوسے جھک کے تن پاش پاش کے
اٹھ اٹھ کے گرد پھرتے تھے بھائی کی لاش کے

جھک کے پکارتے تھے کہ بھیا صدا سناؤ　　سر رکھ لو میرے زانو پہ گردن ذرا جھکاؤ

زینب تمہیں بلاتی ہیں خیمہ کے در پہ جاؤ　　کب سے بلک رہی ہے سکینہ کو دیکھ آؤ

باتوں میں پیار کی کہیں تم سے گلا نہ ہو
دریا پہ سو گئے ہو سکینہ خفا نہ ہو

کیا ہے جو آنکھ بند کئے ہو حبیب سے تم　　کیا کچھ خفا ہو سبط رسول خدا سے تم

اکثر ہمیں بچاتے تھے لوں میں ہوا سے تم　　ہم اٹھ گئے ہیں گرد تو جھاڑو قبا سے تم

ہے دوپہر کا وقت یہ اور یہ دھوپ ہے
سایہ کرو علم کا مرے سر پہ دھوپ ہے

اکبر نے رو کے عرض یہ کی اے شہ زماں　　روتے سے اب لیں گے نہ حضرت کے بھائی جاں

لے چلئے گھر میں لاشہ علمدار نوجواں　　ایسا نہ ہو نکل پڑیں خیمہ سے بیبیاں

دریا پہ ننگے سر کہیں بنت علی نہ آئے
فضہ کو ساتھ لے کے سکینہ چلی نہ آئے

اکبر نے رو کے عرض یہ کی اے شہ زماں　　رو کر امام دیں نے کہا جائیں اب کہاں

واں بھی مرے لئے وہی رونا ہے جو یہاں　　اپنا بھی گھر ہے اب وہی بھائی ہے جہاں

اٹھتے نہ تھے حسین برادر کو چھوڑ کر۔
رکھا پسر نے پاؤں پہ سر ہاتھ جوڑ کر

فضہ کھڑی تھی خیمہ کے باہر جو بے خبر　　حضرت کو اس نے دور سے دیکھا برہنہ سر

پردہ اٹھا کے خیمہ کا بولی وہ نوحہ گر　　سیدانیو اٹھو علم آتا ہے خوں میں تر

Marfat.com

اکبر علم سے ہیں علی کا نشاں نہیں
کوتل فرس تو آئے ہے وہ نوجواں نہیں
سمجھے یہ سب کہ بازوئے عباس کٹ گئے سیدانیوں کے غم سے لہو اور گھٹ گئے
بچوں کے ننھے ننھے جگر غم سے پھٹ گئے رنگ اڑ گئے رخوں سے کلیجے الٹ گئے
ہر دل پہ برق رنج و غم و یاس گر پڑی
بچوں سمیت زوجۂ عباس گر پڑی
اکبر علم کو خیمہ کے اندر جھکا کے لائے سر اپنا پیٹتے ہوئے گھر میں حسین آئے
چلاتے تھے کہ بھائی کو بھائی کہاں سے پائے عاشق نے ساتھ چھوڑ دیا ہائے ہائے
چھینا اجل نے ہائے ہمارے دلیر کو
لو بی بیو ترائی میں رو آئے شیر کو
لپٹی تو تھی علم سے سکینہ جگر فگار ہے ہے علی کے لعل کی رانڈ دیتی تھی پکار
زیر علم تھا زوجۂ عباس کا یہ حال ماتھا بھرا تھا خاک میں بکھرے ہوئے تھے بال
چلاتی تھی کہ اے اسد کبریا کے لال میں سر کو پیٹتی ہوں تمہیں کچھ نہیں خیال
جاتا ہے یوں جہاں سے کوئی آنکھ موڑ کے
مسکن کیا ترائی میں لونڈی کو چھوڑ کے
پرخوں علم کے پاس تھے عباس کے پسر تیغے کھلے تھے کرتوں کے تھراتے تھے جگر
ماں نے جو طوق اتارے تھے اور کان کے گہر سہما ہوا تھا ایک تو ایک پیٹتا تھا سر
زلفوں پہ گرد تھی تو رخوں پہ غبار تھا
چہروں سے درد بے پدری آشکار تھا
چھوٹا یہ غصہ سے کہتا تھا آنسو بہا بہا بابا ہمارے گھر میں کب آئیں گے اے چچا
آیا علم پر ان کے نہ آنے کی کیا وجہ چھوٹے سے رو کے تب یہ بڑے بھائی نے کہا
اماں کی مانگ اجڑ گئی صدمے گذر گئے
بھیا تمہیں خبر نہیں بابا تو مر گئے !
دوڑا یہ سن کے نہر کی جانب وہ بے پدر رو کے پکارے شاہ کہ بیٹا چلے کدھر
ننھے سے ہاتھ جوڑ کے بولا وہ نوحہ گر بابا کی لاش اٹھانے کو جاتے ہیں نہر پر

Marfat.com

بیعت نہ اٹھ سکے گی تو خلق نہ آئیں گے
دامن میں ہم کٹے ہوئے ہاتھوں کو لائینگے

جناب امام عالی مقام اور اہل بیت کرام پر جو حضرت عباس کی شہادت سے جو کوہ الم ٹوٹا تھا اسکا
اندازہ کرنا بھی ہمارے قیاس سے باہر ہے جب تک وہی حالات کسی پر نہ گزریں اور اسی قسم کے
مصائب سے سامنا نہ ہو اس درد و الم اور اضطراب و غم کو ہم محسوس ہی نہیں کر سکتے۔ مصائب
کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ تھا جو لگاتار صبح سے اس وقت تک جاری تھا اگر کسی گھر میں
وبا سے ہفتے دو ہفتے کے اندر دو چار موتیں ہو جاتی ہیں تو اس گھر اور اس خاندان میں کیسا کہرام
بج جاتا ہے در و دیوار سے نوحہ و ماتم کی صدائیں بلند ہونے لگتی ہیں اور درد و غم کا ایک سیلاب
ہوتا ہے جو ہر طرف پھیل جاتا ہے لیکن یہاں دو چار یا دس بیس موتیں نہیں بلکہ چند
گھنٹوں کے اندر دو بھرے گھر اجڑ گئے حضرت عقیل حضرت جعفر حضرت زینب حضرت
امام حسن حضرت علی مرتضیٰ کی جوان اور نوجوان اولادیں دیکھتے دیکھتے موت کی آغوش میں جا سوئیں
اور پھر کسی ظلم و ستم کے ساتھ اور کس بیدردی و بیدردی کے ساتھ خاندان رسالت کی ہری
بھری کھیتی کو آگ لگائی گئی اور سرسبز و شاداب گلشن کو برباد کیا گیا اور چشم تصور سے کام لو کہ
اس تمام تباہی و بربادی کو آخر میں دیکھنے والا صرف ایک وجود باقی ہے اور وہ حسین ہے اگرچہ ابھی اس گلشن
کا ایک نونہال اور باقی ہے مگر آپ کی آنکھ اس کے انجام کو بھی دیکھ رہی اس وجود کے دل کے کرب اضطراب
اور غم والتہاب کا ذرا اندازہ لگاؤ یہ سب رفیق و عزیز جو ایک ایک کر کے جدا ہوئے زبردستی اور مارے
باندھے موت کی طرف نہیں گئے بلکہ ان میں سے ہر ایک امام عالی مقام نے ایک سے زائد بار خوشی
اجازت دی کہ تم یہاں سے چلے جاؤ کیونکہ یہ سب میرے دشمن ہیں اور میری جان کے طالب ہیں
مگر جب اعوان و انصار اور اصحاب نے منہ نہ موڑا تو اعزا اور حضرت عباس علیہ السلام کیا علیحدگی
اختیار کرتے حضرت عباس کے لئے اور آپ کے چاروں بھائیوں کے لئے جو حضرت ام البنین کے
بطن سے تھے آپ کے ماموں نے جو ابن زیاد کے دربار میں تھے امان بھی حاصل کر لی تھی اور اس کی اطلاع
عرفان نامی ایک شخص سے حضرت عباس کو کرائی تھی اور پھر شمر ذی الجوشن نے آپ کو آٹھ یا نو محرم
کو علیحدہ بلا کر کہا تھا کہ آپ امام حسین علیہ السلام کا ساتھ چھوڑ دیجئے ابن زیاد سے آپ کے لئے اور آپ
کے سگے بھائیوں کے لئے امان حاصل کر لی گئی ہے۔ شمر لعین ہی آپ کا رشتہ کا ماموں ہوتا تھا حضرت
عباس نے اس شقی کو ایسا سخت جواب دیا تھا کہ شاید کبھی لیا تھا پھر اس کو لگا ہو حضرت عباس نے

امان کا لفظ سن نہایت غضبناک ہو کر فرمایا:۔

تبت یداک ولعن ما جئت بہ من امانک یا عدو اللہ اتامرنا ان نترک اخانا وسیدنا الحسین ابن فاطمۃ علیہ السلام وندخل فی طاعۃ الفاجر واولاد الفاجر امنتنا وابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ لا امان لہ

تیرے ہاتھ قطع ہوں اے دشمن خدا تجھ پر اور تیری اس امان پر لعنت ہو جو تو لایا ہے تو ہم سے کہتا ہے کہ ہم اپنے آقا اور بھائی حسین ابن فاطمہ کا ساتھ چھوڑ دیں اور ایک فاسق و فاجر کی اطاعت اختیار کرلیں اے شقی میرے لیے امان ہے اور فرزند رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے امان نہیں

حضرت عباس کے اس جواب سے جہاں برادرانہ محبت کا اظہار ہوتا ہے وہیں اس حسن عقیدت کا اظہار بھی ہوتا ہے جو لخت جگر فاطمہ و فرزند رسول ہونے کی وجہ سے ہر ایک دل میں ہونی چاہیئے چنانچہ حضرت عباس نے اس کا اظہار بھی کردیا کہ مجھ سے تو کہتا ہے کہ اپنے بھائی اور سید کا ساتھ چھوڑ دوں اور مجھ کو امان دیتا ہے اور فرزند رسول کے لئے امان نہیں ہے جن کا شرف اور جن کی عظمت مسلم ہے

حضرت عباس کی شہادت کے جو حالات ہم اوپر لکھ آئے ہیں وہ ناسخ التواریخ کی اختیار کردہ روایت ہے لیکن دوسرے مورخین نے حضرت عباس کا نہر فرات پر پہونچنا اور مشک بھرنا اور مشک کو لاتے ہوئے شہید ہونا اور مشک میں تیر سے سوراخ ہو جانا ذکر نہیں کیا بلکہ رخصت کے بعد اسی جدوجہد میں دونوں ہاتھوں کا قطع ہو کر شہید ہونا مذکور ہے یعنی نہر پر جانے کے لئے آپ ساعی تھے کہ شہید کردیئے گئے۔

مگر عام طور سے پرانی کتابوں میں ناسخ التواریخ کی اختیار کردہ روایت بہت مقبول ہے اس لئے تفصیل کے ساتھ اس کو بیان کیا ہے۔

بہر حال حضرت عباس کی شہادت نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی کمر توڑ دی اور اہل بیت کی آس بالکل ہی جاتی رہی حضرت عباس کی شہادت ظہر کے بعد واقع ہوئی۔

مومنو مرنے کو ہمشکل نبی جاتا ہے

حضرت عباس کے بعد سوائے حضرت علی اکبر فرزند اوسط جناب امام حسین کے اور کوئی مرد جو قابل جنگ ہو باقی نہیں رہا تھا ایک اور روایت میں حضرت ابراہیم نامی ایک اور فرزند

Marfat.com

امام حسین کو شہادت کربلا میں شمار کیا ہے لیکن اگر وہ تھے تو وہ پہلے ہی شہید ہو چکے تھے اب اس وقت سب سے بڑے فرزند حضرت زین العابدین تھے جو تپ اور اسہال کی شدید بیماری میں مبتلا تھے اور اکثر آپ پر غشی کا عالم طاری رہتا تھا وہ بستر پر سے اٹھ بھی نہیں سکتے تھے اور نہ چل پھر سکتے تھے یہ حضرت شہر بانو کے بطن سے تھے جن کا عرصہ ہوا انتقال ہو چکا تھا دوسرے فرزند حضرت علی اوسط جو علی اکبر کے نام سے مشہور ہو گئے ہیں یہ حضرت ام لیلیٰ بنت میمونہ بنت ابوسفیان کے بطن سے تھے یعنی یزید پلید کی پھوپھی زاد بہن کے بیٹے تھے اور تیسرے فرزند حضرت علی اصغر تھے جن کی عمر صرف چھ مہینے کی تھی اور یہ حضرت ام رباب کے بطن سے تھے۔

تو ان تینوں فرزندان امام میں سے صرف حضرت علی اوسط جو علی اکبر کے نام سے متعارف بین العوام ہیں جنگ کے قابل تھے۔

رسول اللہ کی اشبہ ترین نوجوان

حضرت علی اکبر (اوسط) رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہری شکل و صورت اور حسن خلق اور کلام میں بے انتہا مشابہ تھے اور آپ کا جلوہ دلکشان دیدار رسول کی پیاس بجھاتا تھا آپ کو دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک و طیب صورت کا نقشہ آنکھوں میں سما جاتا تھا آپ اپنے پدر عالی قدر کے بجد مطیع و فرمانبردار تھے اور نہایت متقی و پرہیزگار اور صالح نوجوان تھے اور اگر امام حسینؑ کا فرزند ایسا نہ ہوتا تو کون ہو سکتا تھا اور معرفت قرآن و حدیث میں بے مثل تھے فرزند رسول اللہؐ اگر قرآن و حدیث پر عبور نہ رکھتا تو پھر کس کو یہ درجہ مل سکتا تھا نہایت متوکل نہایت ذکی و ذہین بہت ہی خوبصورت اور محاسن اخلاق سے متصف تھے

فرزند حسینؑ کی رخصت

جب انصار و اصحاب اور اعزہ اہل بیت میں سے کوئی دوسرا شخص باقی نہ رہا تو جناب علی اکبر نے میدان شہادت میں قدم رکھنے کا ارادہ ظاہر کیا حضرت امام عرش مقام نے بالکل نہیں روکا یعنی جس طرح اور اعزہ سے فرماتے تھے کہ تم مت جاؤ اور یہاں سے کسی طرف نکل جاؤ کیونکہ یہ

Marfat.com

اشقیا تمہارے نہیں بلکہ میرے خون کے پیاسے ہیں اس طریق پر اپنے فرزند دلبند جناب علی اکبر رضہ کو میدان میں جانے سے منع نہیں فرمایا اور کیونکر فرما سکتے تھے جبکہ آپ کی عزت و حرمت پر اتنے اعزہ واقربا اور اعوان وانصار اپنی جانیں فدا کر چکے تھے تو آپ اپنے فرزند کو کس طرح روکتے۔

بہر حال جناب علی اکبر نے آپ کے قدموں پر سر جھکا کر زبان سے کچھ کہے بغیر آنکھوں سے اجازت طلب کی امام مظلوم بھی کچھ نہیں بولے اور اپنے گوشہ جگر کی طرف حسرت و یاس سے دیکھ کر رو پڑے یہی آنسو تھے جو اجازت کا پروانہ تھے۔

حضرت علی اکبرؑ اندر خیمہ مطہر میں تشریف لے گئے تاکہ پھوپھی حضرت زینب سے جنہوں نے حضرت علی اکبر کی پرورش کی تھی اور مادر گرامی اور دوسری پھوپھی حضرت ام کلثوم اور تمام اعزہ سے الوداع ہولیں یہ قیامت کا وقت تھا سر پردہ عصمت میں ایک قیامت کا کہرام اور ایک محشرستان اضطراب برپا ہو گیا چند گھنٹوں کے اندر ہرا بھرا باغ نذر خزاں ہو چکا تھا دیکھتے دیکھتے علی و فاطمہ اور عقیل و جعفر کا کا گھر اجڑ چکا تھا جو ایک دفعہ اس ظلم کے میدان میں گیا پھر زندہ واپس نہ آیا بلکہ بہتوں کی لاش بھی واپس نہ آئی جن بیبیوں کے پیش نظر صبح سے یہ نظارہ جاں گسل ہو انہی کے سامنے جان اہل بیت و رسالت کھڑا تھا اور جس کی صورت کو دیکھ کر دیدار رسول کی لگی بجھتی تھی وہ خواستگار رخصت تھا اب اور کوئی معین و مددگار فرزند رسول نہیں رہا کوئی اس کی عزت و حرمت پر فدا ہونیوالا باقی نہیں ہے حق کا کوئی ناصر و معین اس ارض کربلا پر زندہ نہیں ہے باپ کی مظلومی و بیکسی کی تکمیل صرف اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ میں بھی باپ کے سامنے ان کی حق پرستی و صداقت و دوستی پر فدا ہو جاؤں تاکہ دنیا کے سامنے ایک ایسا اسوۂ حسینی قائم ہو جائے کہ قیامت تک حق و صداقت کے متلاشی راہ سعادت و صراط مستقیم پا سکیں اور ان کے سامنے ایسی شمع ہدایت روشن ہو جائے کہ اس کے بعد رہروان راہ حق کے لئے ضلالت و گمراہی کا کوئی امکان باقی نہ رہے

یہ نظارہ کس قدر درد انگیز اور کس درجہ جاں گسل تھا کہ صرف ایک شہزادہ حرم رسول اللہ میں باقی تھا وہ بھی رخصت طلب کر رہا تھا مادر گرامی کی اس وقت کیا حالت ہوگی جب اٹھارہ سالہ جگر کا ٹکڑا جس کو راتوں کی نیند حرام کر کے پالا تھا وہ مرنے کے لئے جا رہا ہو اور جس کی نسبت یقین ہو کہ آ چند لمحوں میں مری اٹھارہ سالہ کمائی خاک و خون میں ملنے والی ہے اگرچہ کلیجہ نکلا پڑتا تھا مگر کس طرح روک سکتی تھی فرزند رسول کی عزت و حرمت سے زیادہ تر فرزند ام لیلیٰ عزیز نہ تھا پھر ان کے سامنے حضرت زینب بھی تھیں جو اپنے دو دو لال بھائی پر قربان کر چکی تھیں حضرت قاسم کی مادر محترم تھیں جو تیرہ سالہ معصوم

Marfat.com

کی گردن کٹا چکی تھیں۔ حضرت مسلم کی زوجہ اپنے سب جگر کے ٹکڑوں کو نثار کر چکی تھیں یہ سب صبر کی سل چھاتی پر رکھ کر بیٹھی تھیں پھر جناب ام لیلیٰ کس طرح اپنے جگر گوشہ کو رو کتیں بیٹے کے منہ کو حسرت دیاس سے تکتی ہیں آنکھوں سے آنسو جاری ہیں مگر زبان سے ایک لفظ نہیں نکلتا۔

حضرت زینب جنھوں نے شہزادہ کو پالا اور پرورش کیا تھا اگرچہ اپنے گود کی کمائی لٹا چکی تھیں مگر علی اکبر کو دیکھ دیکھ کر تسکین حاصل کرتی تھیں کہ کیا ہوا اگر پیٹ میں پاؤں پھیلانے والے نہیں رہے تو گود کے کھیلنے والے تو ہیں مگر اس وقت ان کی کیا حالت ہوگی جب یہ ہمشکل نبی بھی ہمیشہ کے لئے داغ مفارقت دینے اور مرنے کی اجازت لینے کے لئے پھوپھی اماں کے سامنے کھڑا ہوگا۔

حضرت علی اکبر کی رخصت کا دردناک نظارہ میر انیس نے اپنے لفظوں میں دکھایا ہے اور علم انسان کی فطرت کو سامنے رکھ کر جو حالت اور کیفیت ایسے دردناک موقع پر ماں باپ بہن بھائی اور پھوپھی کی ہو سکتی ہے وہ دکھلائی ہے اور حق یہ ہے کہ کسی قلم میں یارا نہیں کہ اس سے بہتر نظارہ کھینچ کے فرمائے ہیں

مومنو، مرنے کو ہمشکل نبی جاتا ہے
دولت بانوئے بیکس پہ زوال آتا ہے
کیا الم ہے کہ جگر سینے میں تھراتا ہے
داغ بیٹے کا فلک باپ کو دکھلاتا ہے
ماں تڑپتی ہے شہ جن و بشر روتے ہیں
کس جواں بیٹے سے ماں باپ جدا ہوتے ہیں

بیٹا کیا جاتا ہے ہوتا ہے بھرا گھر برباد
ہوتی ہے دولت فرزند پیمبر برباد
کرتے ہیں اپنی جوانی علی اکبر برباد
جان کھوتا ہے پدر ہوتی ہے مادر برباد
داغ اولاد ہے یاں صبر کا مقدور نہیں
پہلے فرزند سے مرجائیں تو کچھ دور نہیں

ایسا بیٹا جسے اٹھارہ برس پالا ہے
گھر سے جاتا ہے وہی گھر کا جو اجالا ہے
تفرقہ چرخ ستمگر نے عجب ڈالا ہے
کیا کریں صبر کلیجہ بھی تہ و بالا ہے
دل کی بیتابی ہر اک آن سوا ہوتی ہے
روح ماں باپ کی قالب سے جدا ہوتی ہے

داغ اولاد نہیں آہ اٹھایا جاتا
ایسا بیٹا نہیں ہاتھوں سے گنوایا جاتا۔
درد وہ ہے کہ زباں تک نہیں لایا جاتا
زخم وہ ہے کہ جگر پر نہیں کھایا جاتا۔

Marfat.com

داغ فرزند حسین ابن علی رضؑ سے پوچھو
نوجوان بیٹے کا غم باپ کے جی سے پوچھو

واقعی دولت اولاد عجب دولت ہے
اس کو راحت ہے ماں باپ کو بھی راحت ہے
نوجواں بیٹے کا مرنا بھی بڑی آفت ہے
زندگی تلخ ہے پھر جینے کی کیا لذت ہے
اس کا دل دیکھو چھٹے باپ سے جس کا بیٹا
اور بیٹا بھی تو ہم شکل نبی سا بیٹا

ہیں مسیں بھیگتی اٹھارہ برس کا ہے سن
منتیں مانی ہیں مادر نے مرادوں کے ہیں دن
رنج ہیں کاٹی ہیں دکھ درد کی راتیں گن گن
پالنے والے کو چین آئے گا کیوں کر اس بن
ماں کی حسرت ہے دلہن بیاہ کے گھر لانے کی
مگر یاں عین جوانی میں ہے مر جانے کی

رن کو جانے کے لئے بانو کے جائے ہیں کھڑے
شوق سے جنگ کے ہتیار لگائے ہیں کھڑے
ہاتھ جوڑے ہوئے گردن کو جھکائے ہیں کھڑے
جاں سے مرنے کے لئے آنکھ چرائے ہیں کھڑے
شاہ خاموش ہیں پر بول نہیں سکتے ہیں
کبھی بانو کا کبھی بیٹے کا منہ تکتے ہیں

بانو کہتی ہے کہ کیا کہتے ہیں اکبر یا شاہ
ان کے جو دل میں ہو کچھ آپ ہیں اس سے آگاہ
دیکھتی ہوں کہ حضرت کی بھی حالت ہے تباہ
ماجرا کیا ہے یہ کچھ مجھ سے تو کہیئے للہ
منہ سے کچھ کہتے نہیں پاس ادب کرتے ہیں
کونسی چیز ہے جو ماں سے طلب کرتے ہیں

شاہ فرماتے ہیں بانو سے کہ اے نیک نہاد
رازداں ہوتی ہے ماں بیٹے کی با باپ سے زیاد
پوچھو اکبر سے کہیں گے جو کہ ان کی ہے مراد
حق نہ ماں باپ کو دکھلائے فراق اولاد
تھا مقدر میں کہ سب ہو دیں جدا ہم دیکھیں
اب بھی اٹھ جائیں جہاں سے تو نہ یہ غم دیکھیں

مادر گرامی جناب ام لیلیٰ نے اپنے فرزند علی اکبر سے پوچھا کہ کیا مطلب ہے سمجھ تو وہ گئی تھیں۔ مگر پوچھا کیا چاہتے ہو علی اکبر نے عرض کیا کہ تمام اعزا و اقارب امام عالی مقام کے قدموں پر سرنثار اور جان قربان کر چکے ہیں اب مجھ کو بھی اجازت دیجئے کہ خون شہادت کا غازہ منہ پر

Marfat.com

ملکۂ سرخ رو ہوں۔ ماں کا کلیجہ یہ لفظ سن کر منہ کو آ گیا۔ اور اس وقت عام طبائع انسانی اور دنیا کی عام ماؤں کے دل میں جو جذبات پیدا ہوتے ہیں میر انیسؔ نے بھی انہیں کا اظہار کیا ہے۔ مثلاً ؎

باپ پیارا ہے تمہیں ماں نہیں پیاری بیٹا　　دھیان اپنا ہے نہیں فکر ہماری بیٹا
پہلو بابا کا تو آباد کیا چاہتے ہو!
پالنے والی کو برباد کیا چاہتے ہو!

حضرت علی اکبر محترمہ والدہ ماجدہ کا یہ کلام سن کر افسردہ خاطر ہوئے اور کہنے لگے اچھا اگر آپ کی مرضی نہیں ہے تو میں میدان جنگ میں نہیں جاؤں گا مگر وطن میں بھی نہیں جاؤں گا لوگوں کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ کہ سب نے امام عالی مقام پر جانیں فدا کیں۔ مگر میں نے جان بچالی۔ یہ ذلت و رسوائی برداشت نہیں کر سکتا۔ اور یہ کہہ ہتھیار کھولنے لگے اور آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اس کے بعد امام عالی مقام نے حضرتِ علی اکبرؓ کی والدہ کو سمجھایا:-

تم نے اٹھارہ برس کھینچے ہیں گو رنج و تعب　　بانو پر خواہش تقدیر سے ناچار ہیں سب
اس کا میں کون ہوں تم کون ہو جو مرضی رب　　اور کیا جس کی امانت ہے وہ کرتا ہے طلب
اب نہیں جینے کے عمر اتنی ہی یہ لائے تھے
خلق میں داغ دکھانے کو ہمیں آئے تھے

امام عالی مقام کی اس گفتگو کے بعد حضرت مادر گرامی منزلت علی اکبرؓ نے فرمایا:-

شہ نے سمجھایا تو بانو نے کہا یہ رو کر　　کیوں کمر کھولتے ہو غصے سے صدقے مادر
ماں سے چلتے ہوئے آزردہ نہ جاؤ اکبر　　خیر جو مرضی ہے اچھا کرو دنیا سے سفر
اب تو راضی ہوئے مادر سے میں واری بیٹا
آگے آؤ کہ بلائیں لوں تمہاری بیٹا

کہہ کے یہ روئی جواں بیٹے کو چھاتی سے لگا　　غل ہوا بانو نے دی مرنے کی اکبر کو رضا
خاک پر سید سجادؑ نے سر دے پٹکا　　رو کے چلانے لگیں بہنیں کہ ہے ہے بھیا
کچھ زباں سے علی اصغرؑ تو نہ کہہ سکتا تھا
جھولے سے رو کے وہ بھائی کی طرف تکتا تھا

کبھی پیٹتی ہے سر زینب مضطر ہے ہے　　نوجواں مرنے چلا بھائی کا دلبر ہے ہے

Marfat.com

بانو لوٹی گئی برباد ہوا گھر ہے ہے نوجواں مرنے چلا بھائی کا دلبر ہے ہے
پاس کوئی نہیں تنہا شہ مظلوم ہوئے
ہائے نانا کی زیارت سے بھی محروم ہوئے

چھوڑ کر روتا انہیں خیمہ سے اکبر نکلے پیچھے فرزند کے روتے ہوئے سرور نکلے
پر عجب حال سے ہم شکل پیمبر نکلے مرکے تھے تھے خیمہ سے مادر نکلے
ماں کے رونے کی جو کانوں میں صدا آئی تھی ٹکڑے ہوتا تھا جگر چھاتی پھٹی جاتی تھی

اس میں کس کو شک ہو سکتا ہے کہ حضرت علی اکبر رضی کی خیمہ مطہر سے رخصت قیامت کا منظر پیش کر رہی ہوگی۔ ہر شخص کو معلوم تھا کہ یہ رخصت دائمی رخصت ہے۔ لوٹنے کی کوئی امید نہیں شاید لاش بھی واپس نہ آئے۔ ایسی صورت حال میں ماں پھوپھی بہن اور بیمار بھائی کا جو حال ہوگا وہ الفاظ کے ذریعہ ادا نہیں ہو سکتا۔

بہر حال حضرت علی اکبر رضی بیبیوں سے رخصت ہو کر باہر تشریف لائے امام عالی مقام نے اپنے دست مبارک سے مجاہد فرزند غازی کو اسلحہ پہنائے۔ زرہیں دو ایک کے اوپر ایک پہنائیں خود بھی اپنے دست حق پرست سے پہنایا اور والد گرامی حضرت علی علیہ السلام کا چرمی پٹکہ کمر میں باندھا اس شان مجاہدانہ اور اس انداز غازیانہ سے حضرت علی اکبر چلنے لگے تو سید الصابرین بمقتضائے بشریت ضبط گریہ نہ فرما سکے اور حسرت و یاس سے سوئے آسمان دیکھ کر فرمایا:۔

اللھم اشھد علی ھولاء القوم فقد برز الیھم غلام اشبہ الناس خَلقاً وخُلقاً ومنطقاً برسولک وکنا اذا اشتقنا الی نبیک نظرنا الی وجھہ اے خدا تو گواہ رہیو کہ میں اب ایسے فرزند جوان وصالح کو راہ حق میں فدا ہونے کے لئے بھیجتا ہوں جو خلق میں اور صورت و شکل میں اور طرز کلام و گفتگو میں تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ مشابہ ہے اور ہمیں جس وقت تیرے نبی کی زیارت کا اشتیاق ہوتا تھا۔۔ تو اس کو دیکھ کر اپنی تشنگی شوق دیدار بجھا لیتے تھے۔

حضرت علی اکبر رضی میدان شہادت میں

حضرت علی اکبر رضی شیر درندہ کی طرح میدان وغا میں گھوڑا دوڑاتے ہوئے پہونچے آپ کی عجب شان ایک شہزادے کی سی تھی چہرے سے رعب و ہیبت ٹپکتی تھی۔ دشمنان خدا اور رسول آپ کو

Marfat.com

دیکھ کر مبہوت و مرعوب ہو گئے۔ اور آپ کے رجز کلام کو سن کر کسی میں جرأت نہیں ہوئی کہ آگے قدم بڑھائے آپ نے ان ناپاک بیدینوں کو مخاطب کرکے فرمایا:-

میں علی فرزند حسین بن علی ہوں ہم اس مقدس جماعت سے تعلق رکھتے ہیں جن کے جد امجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ خدا کی قسم ولدالزنا کا فرزند یزید ہمارا حاکم نہیں بن سکتا۔ میں تم سے نیزہ و تلوار سے لڑوں گا۔ اور جرأتِ ہاشمی اور شجاعت علوی کے وہ جوہر اپنے پدر عالی قدر کی حمایت میں دکھاؤں گا جو ہاشمی اور علوی شان کے شایاں ہے ان گمراہ بزدلوں کو سنی جرأت کہاں تھی کہ تیغ آبدار کا تلخ مزہ چکھنے کے بعد شاہزادے کی طرف قدم بڑھانے کی جرأت کرتے دور ہی سے تیر برسانے شروع کر دیئے۔

شیرِ خدا کے پوتے کا رن

روباہ صفت بزدلوں کو جب اپنی جگہ سے ٹس سے مس ہوتے نہ دیکھا تو شیر الٰہی کا پوتا صفوں کے اندر تیغ اس نشان کو لے کر گھس گیا اور اس زور کا حملہ کیا کہ ہر سمت ایک کہرام سا مچ گیا۔ تیغوں سے سر شانوں سے ہاتھ اور گھوڑوں کے سوار زمین پر گرنے لگے۔ ہر طرف بھاگڑ سی پڑ گئی۔ موت نے اپنے دامن پھیلا دیئے اور ناپاک روحوں کو سمیٹنے لگی۔ تاکہ جلد سے جلد داروغہ جہنم کے سپرد کر دے بپھرے ہوئے شیر کو بکریوں کے ریوڑ پر حملہ کرتے ہوئے اگر کسی نے دیکھا ہو اور عقاب آہنی چنگال کا چڑیوں کے جھنڈ پر گرنے کا نظارہ کسی کو نظر آیا ہو تو وہ اس شیر بیشہ شجاعت کی صف شکنی و مردانگی کا تھوڑا سا اندازہ کر سکتا ہے۔ حیدر کرار کا پوتا چاروں طرف شمشیر بقبضہ لڑ رہا تھا۔ اور انسانی زندگی کا طلسم اس طرح ٹوٹ رہا تھا جیسا غداروں نے اپنے عہد و پیمان کو توڑ ڈالا تھا اگرچہ شیر نیستان حیدری دو دن کا کم سے کم پیاسا تھا۔ مگر آپ نے صف شکن اور اہل بار حملوں سے گمراہ فوج کے اندر تھوڑی ہی سی دیر میں ایک کھلبلی ڈال دی۔

دو دن کی پیاس گرمی کا موسم دھوپ کا وقت اس پہ ہتھیاروں کی گراں باری جو دھوپ کی تیزی سے لوہے کی طرح جسم کو اذیت پہونچا رہی تھی اور پھر ایسے شدید حملے ان سب نے پیاس کی شدت کو حد سے زیادہ بڑھا دیا تھا۔

Marfat.com

پیاسا فرزند تشنہ کام باپ کے پاس

حضرت علی اکبر لڑتے لڑتے پیاس کی شدت سے اس قدر بے حال ہو گئے کہ صفوں کو چیرتے ہوئے اور درہم و برہم کرتے ہوئے امام تشنہ کام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور باجان سے عرض کیا کہ اے فرزند ساقی کوثر اے شاہ بحر و بر پیاس نے تو مجھ کو ہلاک کر ڈالا اور ان آہنی اسلحے کے بوجھ نے اور بھی مصیبت میں مبتلا کر دیا ہے۔ کیا تھوڑے سے پانی کا بند و بست ہو سکتا ہے۔ تاکہ تازہ دم ہو کر ان دشمنوں پر اور زیادہ شدت کے ساتھ حملہ کروں۔

کیسی بے کسی اور کس درجہ کی بے بسی کا عالم تھا اس مظلومیت کا کیا ٹھکانا کہ ساقی کوثر کے فرزند سے اس کا جگر گوشہ ایک جام طلب کرتا اور مرنے سے چند لمحے پہلے مگر مظلوم باپ کو اتنی قدرت نہیں ہے کہ بیٹے کا حلق تر کر سکے۔ پانی کہاں تھا جو مظلوم حسین ؑ بیٹے کی پیاس بجھاتا فرزند دلبند کی فریاد کانوں میں آئی اور ساتھ ہی نظر اٹھی تو دیکھا کہ بیٹا لہو میں تر اور کپڑے خون میں شرابور ہیں حسرت داس میں جواب دیا۔ جانِ پدر کیا تمہیں معلوم نہیں کہ علی اصغر اور بالی سکینہ پیاس کے مارے تڑپ رہی ہیں۔ پانی کہاں جو تم کو دوں اپنے فرزند دلبند مجھی پر نہیں بلکہ میرے نانا محمد رسول اللہ ؐ اور پدر علی مرتضیٰ پر بھی نہایت شاق ہے کہ تو استدعا کرے اور وہ جواب نہ دیں۔ اور تو مدد کو پکارے اور کوئی امداد کو نہ پہونچے۔

پھر آپ نے حضرت علی اکبر کی زبان اپنے دہن مبارک میں لے لی۔ مگر اس میں تری کہاں سے آئی۔ حضرت علی اکبر ؓ نے عرض کیا باباجان آپ کی زبان مبارک تو مجھ سے بھی زیادہ خشک ہے اس کے بعد جناب امام عالی مقام نے اپنی انگلی سے اتار کر ایک انگوٹھی دی کہ اس کو منہ میں رکھو اس کے رکھنے سے فی الجملہ تسکین حاصل ہوگی۔ اور فرمایا جاؤ تم کو خدا کو سونپتا ہوں۔ جاکر دشمنانِ دین سے لڑو۔ یقین کرو کہ تمہارے جدامجد ساقی کوثر محمد رسول اللہ ؐ تم کو عنقریب ایک ایسا جام پلائیں گے کہ پھر تمہیں تشنگی کی شکایت نہ ہوگی۔

حضرت علی اکبر انگوٹھی کو چوستے ہوئے (جو غالباً عشق حقیقی کی ہوگی جس کا خاصہ دفع تشنگی ہی ہے) میدان کارزار میں لوٹے۔ اب پیاس کو قدرے سکون تھا اس دفعہ بھی آپ نے اس زور کا حملہ لشکر شام پر کیا کہ ناریوں کے چھکے چھوٹ گئے۔ بے اندازہ دشمنانِ خدا کو واصل جہنم کیا جو سامنے آیا اس کو موت کے گھاٹ اتارا اور جس نے سر بلند کیا اس کا سر قلم کر دیا چنانچہ ابجل

Marfat.com

مورخین کا بیان ہے کہ ۱۸۰ اور بعض ۵۰۰ آپ نے گمراہوں کو لی انار کیا۔

بالآخر دشمنوں نے آپ کو چاروں طرف گھیر لیا۔ تیروں کی بارش سے پہلے ہی آپ کے جسم اطہر کو زخمی کر چکے تھے۔ اب تلواروں اور نیزوں سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا جب بالکل ہی آپ بے حال ہو گئے اور زین اسپ سے فرش زمین پر ماہ حسینی گرنے لگا تو امام عالی مقام کو پکارا "یا ابتاہ ادرکنی" اے پدر گرامی اپنے فرزند کی خبر لیجئے۔ اور اس تشنہ دیدار کو آخری دموں روئے اقدس سے سیراب کیجئے ذرا تشریف لائیے اور دیکھئے کہ جد امجد جناب محمد رسول اللہ جام کوثر مجھ کو پلا رہے ہیں۔ خدا کی قسم اب مجھ کو کبھی پیاس نہ لگے گی۔ اور اے والد بزرگ مرتبت دوسرا جام آپ کے لئے ہوئے کھڑے ہیں اور فرما رہے ہیں حسین جلدی کرو جلدی کرو۔

فرزند خستہ جگر کی فریاد کانوں میں پہونچی تو امام مظلوم نے بے ساختہ فرمایا آہ اے میرے پیارے بچے آہ میرے دل کے ٹکڑے اور آہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک اے بیٹا اب تیرے بغیر میری زندگی بے لطف ہے۔

یا ابتا ادرکنی کی صدا سنتے ہی میدان کی طرف امام عالی مقام دوڑے۔ اس موقع کی تصویر میر انیس کے قلم کی ملاحظہ فرمایئے:-

جس دم سنی حسین نے یہ جاں گزا صدا — صابر اگرچہ تھے پہ کلیجہ الٹ گیا
ہاتھوں سے دل کو تھام کے دوڑے برہنہ پا — نعرہ کیا کہ اے علی اکبر کروں میں کیا
مل کر غریب و بے کس و تنہا سے جائیو
آئے ضعیف باپ تو دنیا سے جائیو

ہے ہے مرے شفیق پسر مہرباں پسر — خوشتر و لپسر سعید پسر قدرداں پسر
مادر کا چین باپ کا آرام جاں پسر — کم گو پسر شہید پسر نوجواں پسر
مقتل کدھر ہے کوئی بتاتا نہیں مجھے
اے نور عین کچھ نظر آتا نہیں مجھے

مجھ کو غریب دشت بلا کہہ کے پھر پکار — اک بار "یا شہید" دوسرا کہہ کے پھر پکار
اے شیر سید الشہدا کہہ کے پھر پکار — صدقے ہو باپ یا ابتا کہہ کے پھر پکار
میری بھی جان تن سے ترے ساتھ جائیگی
مر جاؤں گا جبھی جو نہ آواز آئے گی

Marfat.com

کچھ ہوش دست و پا کا نہیں بیحواس ہوں
زخمی ہے قلب کشتۂ اندوہ و یاس ہوں
غمگین ہوں مُردہ دل ہوں حزیں ہوں اداس ہوں
دم توڑ دو تم تو ہے غضب اور میں نہ پاس ہوں

کیوں کر قرار آئے دلِ ناصبور کو
لاؤں کہاں سے ڈھونڈ کے آنکھوں کے نور کو

دوڑے یہ بات کہہ کے جو سلطانِ بحر و بر
بیٹے کی لاش باپ نے دیکھی لہو میں تر
اٹھا یہ دل میں درد کہ خم ہو گئی کمر
دیکھا جو زخم منہ کے قریب آ گیا جگر

تڑپے جو گر کے اور تڑپ کے ٹھہر گئے
غل پڑ گیا صفوں میں کہ شبیر مر گئے

ہوش آیا چند ساعت کامل کے بعد جب
دیکھا کہ مٹ رہی ہے شبیہ رسول رب
آنسو بہا کے رکھ دیئے بیٹے کے لب پہ لب
چلاتے تھے کہ چھوڑ چلے ہم کو ہے غضب

دل سے گلے لپٹنے کی حسرت نکال دو
بانہیں اٹھا کے باپ کی گردن میں ڈال دو

امام عالی مقام کی صدائے درد و غم کو سن کر جناب علی اکبر رضؓ نے آنکھیں کھولدیں۔ کیونکہ دیدار پدر کے اشتیاق میں ابھی تک جان آنکھوں میں اٹکی ہوئی تھی۔

اکبر نے آنکھیں کھول کے دیکھا رخِ پدر
گالوں پہ اشک آنکھوں سے ٹپکے ادھر ادھر
فرمایا شہ نے زانوں پر رکھ کر سر پسر
روتے ہو کس کے واسطے اے غیرتِ قمر

یاں سے اٹھا کے آلِ پیمبر میں لے چلیں
غم ماں کا ہے تو آؤ تمہیں گھر میں لے چلیں

کی عرض مہلت اٹھنے کی کہاں اے شہِ امم
اب کیجئے قبلہ رو کہ نکلتا ہے تن سے دم
دولت ملی کہ دیکھ لئے آپ کے قدم
غیر از غم فراق مجھے کچھ نہیں ہے غم

ساتھ آئے تھے جو چاہنے والے وہ دور ہیں
روتا ہوں اس لئے کہ اکیلے حضور ہیں

سرور نے کہا کہ میرے لئے بیٹا رو چکو بس
ہو گا جہاں سے جانے میں تھوڑا سا پیش و پس
دنیا کی آرزو ہے، نہ جینے کی کچھ ہوس
میرے لئے ہے اب دمِ خنجر ہر اک نفس

اکبر تمہارے الم سے جگر چاک چاک ہے

جب تو نہ ہو تو باپ کے جینے پہ خاک ہے

یہ بات سن کے بیٹے لگا ہچکیاں لینے
سو کھی زباں دکھائی کہ پیاسا ہوں اے پدر

زردی اجل کی چھا گئی چہرے پہ سر بسر
دو بار لی کراہ کے کروٹ ادھر ادھر

دنیا سے انتقال ہوا نور عین کا

ہنگام ظہر تھا کہ لٹا گھر حسین کا

قارئین کرام ذرا غور کرو اور امام مظلوم کی بے کسی اور درد غم حسین ؑ کا اس وقت اندازہ لگاؤ دل پر صبح سے اس وقت تک کتنے زخم آپ نے کھائے کیا ان صدموں کے مقابلے میں جان دینا اور مرنا آسان نہیں ہے۔ مددگاروں کا غم بھائیوں کا الم بھانجوں کا صدمہ بھتیجوں کا داغ اور اب آخر میں جوان فرزند کا اس بیکسی و بے بسی میں بچھڑنا اور بچھڑنا بھی کس طرح کہ ایک ایک قطرہ آب کو ترس ترس کر سب کا الم آپ ہی کی جان ناتواں پر تھا۔ کسی کو صرف شوہر کا غم کسی کو صرف بیٹوں کا غم کسی کو بھائیوں کا غم۔ مگر ایک جان حسین تھی کہ جسے سب کا غم تھا جتنے تیر اب تک الگ الگ شہیدوں پر چلے تھے جتنی تلواریں شہداء کے جسموں میں لگی تھیں جتنے نیزے اور برچھیاں علیحدہ علیحدہ گلے پر چلی تھیں سب حسین مظلوم کے دل و جگر کے پار ہوئی تھیں جو زخم جس شہید کے دل پر تھا وہ حسین ؑ کے دل پر بھی تھا۔ غرضکہ مظلوم و بیکس امام علیہ السلام کا درد و غم لا محدود تھا وہ حسین ؑ کے دل میں فرزند جوان کی موت اور موت بھی ایسے دردناک حالات کے ساتھ کہ سارا جسم تیروں سے چھلنی، تمام بدن تلواروں سے قیمہ اور تمام اعضا زخموں سے چور چور اس حالت میں فرزند دلبند کو خاک و خون میں تڑپتا اور زمین پر پڑا دم توڑتا اور ایڑیاں رگڑتا دیکھ کر جو حال امام عالی مقام کا ہوا ہو گا۔ کس کا قلم ہے جو بیان کر سکے۔

دیکھی عجب حالت فرزند نوجوان
پیکاں گلے میں ہونٹوں پہ نکلی ہوئی زباں

تن پر جراحت تیر و خنجر و سناں
گردن ڈھلی کج پھری ہوئی آنکھوں میں تھا سماں

ٹاپوں سے مرکبوں کے جراحت پھٹے ہوئے

چہرہ سفید خاک میں گیسو اٹے ہوئے

اس حالت کو دیکھ کر اس مظلوم باپ پر کیا بیتی ہو گی جس کا آخری سہارا اس طرح کربلا کی گرم اور تپتی ہوئی ریت پر تڑپ رہا ہو گا۔ اس بیکسی کو دیکھو کہ اس وقت کوئی دوسرا اتنا بھی باقی نہیں

رہا کہ فرزند کی لاش کو کاندھا دیکر خیمے تک تو پہنچا دے چار کے کاندھے پر جنازہ نہ اٹھانہ سہی۔ کم از کم ایک آدمی تو ہوتا جو شکستہ کمر باپ کو بیٹے کی لاش اٹھانے اور خیمہ تک پہونچانے میں مدد دیتا مگر افسوس ری مظلومیت اور آہ اے بیکسی اتنا بھی کوئی نہ تھا اور امام عالی مقام کو تنہا جوان بیٹے کی لاش لانی پڑی میت کو میدان میں کیسے چھوڑ دیتے۔ کیا شقی و گمراہ کوفی و شامی لاشۂ علی اکبر روند نہ ڈالتے۔ جس وقت لاش کو لے کر حضرت خیمے کی طرف چلے ہیں اور خیمہ مطہر میں اطلاع ہوئی کہ جناب امام عالی مقام یعنی بیکس و مظلوم باپ شہید بیٹے کی لاش لارہے ہیں۔ اس وقت خیمہ اطہر میں جو قیامت برپا ہوئی ہوگی کیا کوئی محشرستانِ غم و الم کا اندازہ لگا سکتا ہے۔ ماں کی ممتا پھوپھی کی چاہت اور سکینہ کی معصوم محبت اگر لاش کو دیکھ کر مضطر و بے قرار ہو کر سر پیٹنے لگی ہوں تو کون سا حیرت کا مقام ہے بیبیوں یتیم بچوں اور غریب الوطن مستورات میں قیامت برپا ہو گئی ہو تو کونسی تعجب کی بات ہے۔ کیا یہ کیفیت نہ ہوئی ہوگی ؎

لاشہ کے پاس ہائے پسر کہہ کے ماں گری
ہاتھوں سے دل پکڑ کے پھوپھی نیم جاں گری
دل پر ہر ایک کے برقِ غمِ نوجواں گری
غش ہو کے یاں گری کوئی اور کوئی واں گری
چھوٹی بہن جو لاشہ سے آکر لپٹ گئی
اک حشر ہو گیا صفِ ماتم اُلٹ گئی

مادرِ اکبرؓ کا بین

ہم لاکھ زور لگائیں کہ حضرت علی اکبر کی مادر گرامی کی حالت کا نقشہ دکھائیں۔ مگر یہ ممکن ہی نہیں۔ میر انیسؔ نے جو کوشش کی ہے خدا تعالیٰ ان کو اجر عظیم عطا فرمائے اس کو ملاحظہ فرمایئے اس سے کسی قدر ہلکا اور دھندلا سا خاکہ پیش نظر ہے۔

چلاتی تھی اے مرا پیارا ہے کس طرف
اے آسماں و عرش کا تارا ہے کس طرف
اے ابر شام چاند ہمارا ہے کس طرف
اے عرش کربلا وہ سدھارا ہے کس طرف
ہے ہے سناں سے جان گئی نوجوان کی
میت کدھر کو ہے مرے کڑیل جوان کی
اے میرے لمبے گیسوؤں والے کدھر ہے تو
ہے ہے مرنے غریبی کے پالے کدھر ہے تو

Marfat.com

واری کہاں گئے تجھے بھالے کدھر ہے تو　　کیوں کر جو بھی جگر کو سنبھالے کدھر ہے تو

اٹھارہواں برس تھا کہ موت آگئی تجھے

اے نورِ عین کس کی نظر کھا گئی تجھے

ہے ہے مرے سعید و رشید و متیں جواں　　نوشہر و جواں غریب جواں مہ جبیں جواں

صفدر جواں شکیل جواں، نازنیں جواں　　کس نے تجھے مروڑ لیا اے حسین جواں

آغاز تھیں مسیں ابھی ایسے سن نہ تھے

بچے مرے ابھی ترے مرنے کے دن نہ تھے

حضرت علی اکبر کی موت ایسی موت نہ تھی جس کا غم کسی کے لئے بھی قابلِ برداشت ہوتا۔ مگر سید الصابرین نے صبر فرمایا۔ اور سیدانیوں کو یہ کہہ کر صبر کی تلقین کی کہ علی اکبر رض نے دم توڑنے سے پہلے وصیت کی تھی۔ وہ یہی تھی کہ ماں اور پھوپھی سے کہہ دیجئے گا وہ صبر فرمائیں۔ اور میرے ماتم میں منہ پر طمانچے نہ ماریں سینہ کوبی نہ کریں۔ اور بال نہ نوچیں۔ اور سیدانیوں نے اس وصیت کی تعمیل کی۔ اگرچہ دل پھٹے جاتے تھے اور جگر کے ٹکڑے ٹکڑے ہو رہے تھے۔ لیکن زبان امر نامشروع سے آشنا نہ تھی۔ آنسوؤں کی ایک نہر سی جاری تھی آہ و نالہ سے مرغانِ صحراء کے دل دو نیم ہو رہے تھے۔ مگر کیا مجال کہ خاندانِ رسالت کے وقار کے خلاف کوئی لفظ زبان سے نکل جائے۔ جناب امام حسین ؑ کے دل پر جو صدمہ گزر گیا اس کا اندازہ صرف اس ایک واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ محاسن شریف کے بال صبح تک سیاہ تھے۔ مگر ایک فرزند جوان کی موت سے سفید ہو گئے تھے۔

ہم اوپر سلسلہ بیان میں یہ لکھنا بھول گئے تھے کہ جس طرح حضرت عباس رض کے ساتھ بوجہ قرابت شمر ملعون نے امان نامہ پیش کیا تھا اسی طرح جناب علی اکبر علیہ السلام کے حضور میں بھی ان یزیدی لعینوں کی طرف سے امان پیش کی گئی تھی۔ کہ باپ کا ساتھ چھوڑ دیں۔ یہ امان بھی اسی قرابت کی وجہ سے پیش کی گئی تھی جو حضرت علی اکبر رض کی ماں کی طرف سے یزید کے ساتھ تھی۔ جس کا حال ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔ لیکن جس طرح حضرت عباس علمدار نے امان پیش کرنے والے اور امان نامہ دونوں پر لعنت بھیجی تھی اسی طرح علی اکبر نے بھی اس پر لعنت بھیجی۔ اور فرمایا کہ ابوسفیان اور اس کی اولاد کی امان سے میرے جدِ امجد کی وجاہت بہت زیادہ ہے

ننھا شہید

دامن حسین کی تمام بضاعت لٹ چکی تھی۔ زین العابدین بسبب علالت بستر دراز ہیں اور چونکہ خدا نے محمد کی نسل حسینی کو دنیا میں قائم رکھنا منظور ہے اور جو مدارج و مراتب عالیہ جناب سید الشہداء کو عطا ہوئے ہیں ان کا سلسلۂ فیض تا قیام قیامت باقی و جاری رکھنا مقصود ہے اس لئے وہ امانت الٰہی تھے۔ بضاعت حسین میں ان کا شمار نہ تھا۔ ورنہ آپ کی شہادت بھی یقینی ہو جاتی۔

لیکن ایک ننھی سی جان اور تھی۔ گو اس پر بھی پوری طرح بضاعت حسین کے لفظ کا اطلاق نہ ہوتا تھا کیونکہ وہ ابھی تک تو اپنی ماں کی آغوش کی تنہا بضاعت کہے جانے کی مستحق ہے۔

حضرت علی اصغر جو حضرت ام رباب کے بطن سے تھے اور جن کی عمر بمشکل میدان کربلا میں چھ مہینے کی تھی۔ قدرت الٰہی اور مشیت خداوندی کو منظور تھا کہ اس ننھی جان کو بھی صبر حسین کے امتحان کے لئے تیر ستم کا نشانہ بنایا جائے۔ تاکہ ایک طرف فرزند رسول تمام مراتب صبر و مدارج قرب و وصال پر فائز ہوں اور دوسری طرف اشقیاء شام و کوفہ کی شقاوت و قساوت کی بھی تکمیل ہو جائے۔ اور بے رحمی و درندگی کی کوئی حد باقی نہ رہے۔

اس لئے شوق شہادت علی اصغر رض کو بھی امام عالی مقام کے ہاتھوں پر باہر نکال لایا۔ واقعہ یہ ہے کہ جب امام عالی مقام خیمہ اطہر کے اندر تشریف لے گئے اور دیکھا کہ شدت پیاس سے حضرت ام رباب کا دودھ خشک ہو گیا ہے اور علی اصغر پیاس کی وجہ سے تڑپ رہے ہیں بلکہ تڑپنے کی بھی قوت نہیں رہی۔ تو ام رباب والدہ علی اصغر کی گود سے آپ نے علی اصغر کو لے لیا۔ پہلے جی بھر کر پیار کیا۔ پھر خیمہ سے باہر لا کر اشقیاء شام کے قریب تشریف لائے اور ان سنگدل بینوں سے فرمایا کہ تم گنہگار سمجھتے ہو تمہارے نزدیک اگر کوئی قصور ہے تو میرا ہے اس معصوم جان نے تمہارا کیا بگاڑا ہے۔ اگر مجھ کو پانی نہیں دیتے نہ سہی۔ اگر میرے اہل بیت پر پانی بند کیا ہے تو کرو۔ لیکن اس ننھی سی جان کا کیا قصور ہے۔ اس پر تو رحم کرو۔ بس کے حلق میں تو پانی کی چند بوندیں ٹپکا دو کہ اس کی جان بچے۔ فرط تشنگی سے اس کی ماں کا دودھ بھی خشک ہو گیا ہے۔ دیکھو اس کے ہونٹ کیسے نیلے پڑ گئے ہیں کہ زبان بھی باہر نہیں نکال سکتا۔

Marfat.com

آپ کی تقریر اس قدر مؤثر تھی کہ پتھر کا دل بھی پانی ہو رہا تھا کہ عمر و سعد ملعون نے حکم دیا کہ حسین کے کلام کو قطع کر دو اور لب حسین کو سوزنِ سوفار سے سی دو۔ اتنا سننا تھا کہ ایک شقی ازلی نے تیر کمان میں جوڑا اور تاک کے آپ کی طرف مارا شہنشاہ اقلیم امامت نے بہت چاہا کہ علی اصغر رضہ کو بچالیں اور اپنے سر اقدس کو جھکا دیا۔ کہ آڑ ہو جائے مگر تیر قضا سیدھا حلقوم علی اصغر رضہ میں آکر پیوست ہو گیا۔ چھ مہینے کی جان اور وہ بھی پیاس سے نیم جان۔ تیر کا لگنا تھا کہ ننھی سی جان پھڑکی اور ایک دفعہ سسکی سی لی بیکسی سے باپ کی طرف دیکھا۔ اور جسم علی اصغر کو الوداع کہہ کر نکل گئی۔ ننھا سا قفس جسم امام حسین کے ہاتھوں میں تھا اور طائر روح باغ فردوس میں لب تسنیم دادی جان جناب فاطمہ زہرا رضہ کی گود میں پہونچکر اس ظلم و ستم کی فریاد کرنے لگا۔

آہ اے نابکار کوفیو! اور اے ظالم شامیو! تمہاری درندگی تمہاری بیرحمی اور تمہاری شقاوت و سنگدلی کی کوئی حد بھی ہے اگر تمہارے دلوں میں نور ایمان نہیں تھا تو کیا انسانیت اور اولیت بھی نہیں تھی کل۔ جب میدانِ حشر میں حسین کا یہ لخت جگر تیر بہ گلو اٹھے گا۔ اور ایسی طرح خداوند قہار کے حضور میں جاکر داد خواہ ہوگا تو تم اے لعینو کیا جواب دو گے۔

شاہ صبر و رضا نے تیر حلقوم سے کھینچ کر نکالا جس سے خون بہنے لگا۔ آپ نے وہ خون چلو میں لے کر آسمان کی طرف ہاتھ بلند کرکے پھینکا اور فرمایا اے خدائے علیم و بصیر تو میرے مصائب کو دیکھ رہا ہے۔ مجھ پر ظلم و ستم توڑے جا رہے ہیں تیرے سامنے ہیں۔ میں ان پر صابر و شاکر ہوں خداوندا کیا میرے بچے کا خون ناقہ یحییٰ علیہ السلام سے بھی کم ہے۔

کس کا جگر ہے جو اس وقت شق نہ ہو گیا ہوگا۔ جب حضرت علی اصغر کی ماں نے دیکھا ہوگا کہ جس پھول سے بچے کو پانی پلانے کے لئے بھیجا گیا تھا وہ خون سے حلق تر کئے آ رہا ہے۔ اس حالت کو دیکھ کر ماں کی جو حالت ہوئی ہوگی کس طرح وہ بیان کی جائے چھ مہینے کے بچے روزانہ سینکڑوں کی تعداد میں مرتے ہیں۔ اور ہر ایک ماں کو اپنے بچے کا غم ہوتا ہے مگر علی اصغر رضہ کی موت بالکل نرالی ہے۔ اور شاید آج تک کبھی کسی ماں کو اپنے بچے کی ایسی موت نہ دیکھنی پڑی ہوگی۔ کوئی روگ نہیں کوئی بیماری نہیں کوئی دکھ نہیں۔ ابھی چند لمحے پہلے ماں کی چھاتی سے لگا ہوا تھا اب آغوش موت میں سو رہا تھا۔

اے خدا ان بیرحموں پر تو کبھی رحم نہ فرمائیو۔ جنہوں نے تیرے رسول کی ذریت پر رحم نہیں کیا اور علی اصغر کو تیر ستم کا نشانہ بنا کر شہید کر ڈالا۔

Marfat.com

مظلومیت و بیکسی کا مرقع جاں گزا

حضرت علی اصغر کی شہادت کے بعد امام مظلوم کی بیکسی و بے بسی کا وہ عالم تھا کہ اس کے تصور سے بھی روح نفس عنصری میں گھبرانے لگتی ہے۔ اور مضطرو بے قرار ہو کر نکلنا چاہتی ہو۔ کیا دنیا میں کوئی ایک مثال بھی ایسی مل سکتی ہے کہ کسی شخص یا کسی خاندان پر ایسی بیکسی اور ایسی بے بسی کا عالم طاری ہوا ہو نہیں اور یقیناً نہیں۔ چند گھنٹوں کے اندر دو تین بھرے گھر اس طرح برباد ہو گئے کہ گویا اس آسمان نیلی فام کے نیچے ان کے لئے جگہ ہی نہیں بنائی گئی تھی۔ اور اس زمین پر بسنے اور زندگی میں مسرتیں اور شادمانیاں حاصل کرنے کا ان کا کوئی حق ہی نہ تھا۔

دنیا میں ایسی مثالیں مل سکتی ہیں کہ کوئی انقلاب رونما ہوا اور اس میں بادشاہوں کے تخت اوندھے ہو گئے اور آزاد قیدی بن گئے۔ حاکم محکوم ہو گئے اور جو زندگیاں ختم کرتے ادنا ہے ایک اشارۂ ابرو سے قتل و خونریزی کا بازار گرم کر دیتے تھے وہ خود قتل کر دیئے گئے طوفان انقلاب میں پورے کے پورے خاندان بھی نیست و نابود ہو گئے۔ اور ان کے نشان بھی مٹا دیئے گئے۔

مگر ایسی کونسی مثال ہے کہ ایک خاندان جس کو سب واجب التعظیم جانتے اور قابل احترام مانتے ہیں جس کے نانا کا کلمہ ورد زبان ہے جس پر پانچ وقت درود و سلام بھیجنا واجب ہے جس کی حرمت جزو ایمان اور جس کی حرمت کی نگہداشت نجاتِ اُخروی کا ذریعہ ہے۔ اور جس کا کوئی قصور نہیں سوائے اس کے کہ حق پرستی اس کا شعار ہے۔ اور جس کی کوئی خطا نہیں سوائے اس کے باطل کے سامنے سر جھکانے سے انکار کرتا ہے جس نے کسی کو قتل نہیں کیا۔ جس نے کسی کا مال نہیں دبایا جس نے کسی کو دکھ اور تکلیف نہیں پہونچائی۔ جو کسی جابر و ظالم بادشاہ کا بیٹا پوتا اور نواسہ نہ تھا۔ جس پر کسی کا کوئی حق نہیں تھا بلکہ سب اس کے اور اس کے خاندان کے احسانمند تھے اسی کے گھر سے ہدایت کا آفتاب چمکا تھا جس نے گمراہی و ضلالت سے نکال کر نور ہدایت کی راہیں دکھائی تھیں اور قعر مذلت سے اٹھا کر اوج عزت و کمال پر بٹھایا تھا اسی کے جد امجد کی جوتیوں کے صدقے میں دنیا و دین کی سربلندی اور فرازی ملی تھی اور اسی کے نانا کے فیض و کرم سے قلب و روح کی خشک کھیتیاں سبز و شاداب ہو گئی تھیں و ذلتیں عزتوں سے پستیاں بلندیوں سے سرنگندگیاں سرفرازیوں سے بدل گئی تھیں اس وجود اقدس و اعظم کی بے کسی و مظلومیت کا یہ عالم تھا کہ چھ گھنٹے کی مختصر مدت کے اندر اس کے واجب الاحترام کنبے میں ایک بھی متنفس باقی نہ رہا تھا۔ بھائی بھتیجے بھانجے اور بیٹے تمام اعوان

Marfat.com

والنصار ایک ایک اور چن چن کر قتل کر ڈالے گئے تھے یہاں تک کہ شیر خوار بچہ تک تیر ستم کا نشانہ بنا دیا گیا تھا نہ کوئی فریاد کرنے والا تھا نہ فریاد سننے والا ہر طرف مظلومیت ہر سمت بے کسی اور ہر جانب بے بسی کا دردناک نظارہ تھا وہ جو مظلوموں کو پناہ دینے والے کا نواسہ تھا اور جو بیکسوں کا ملجا اور ماوی تھا۔ اور وہ جس کا آستانہ نجات تھا تنہا بے یار و مددگار کھڑا تھا بجز بے کسی کے نہ کوئی مونس و غمگسار اور سوائے مظلومیت و بے بسی کے نہ کوئی اعوان و انصار جدھر نظر اٹھتی تھی یا تو ظلم و طغیان کے سمندر نظر آتے تھے یا مظلومیت و بے کسی اپنے بازو پھیلائے ملتی تھی کیا ایسا مرقع مظلومیت کبھی کسی نے دیکھا ہے اور ایسی بے کسی اور بے بسی کا عالم صفحات تاریخ میں کسی کی نظر سے گزرا ہے۔

وہ لو دھوپ وہ آفتاب کی حدت اور پانی کا وہ قحط کہ بجز آب دم شمشیر کے تین دن سے ایک قطرہ بھی میسر نہ آیا۔ عزیزوں کی موت پیاروں کی جدائی بچوں کی تشنگی رانڈوں کی آہ و زاری غرضکہ ایک جان اور اس پر غم و الم کے اتنے پہاڑ کس کا جگر ہے کہ اتنے مصائب کو برداشت کرے۔ لیکن امام تشنہ کام کے صبر و رضا کو دیکھو کہ ان مصائب کو کس طرح برداشت فرمایا کہ پائے جبل و ثبات کو ذرہ برابر تزلزل واقع نہیں ہوا۔ اگر یہ مصائب پہاڑوں پر نازل ہوتے تو پاش پاش ہو جاتے زمین پر واقع ہوتے تو اس کا سینہ شق ہو جاتا اور سوز سینہ سے ساری دنیا آتش فشاں بن جاتی اور آسمان کو ان سے سابقہ پڑتا تو ٹکڑے ٹکڑے ہو کر روئی کے گالوں کی طرح اڑے اڑے پھرتے۔ بشرطیکہ ان کو مسرت و الم کے محسوس کرنے کی حس بھی عطا کی جاتی۔

امام تشنہ کام کا خیمہ اہل بیت کرام میں

وصیت حق و تلقین صبر

اس بیکسی و بے بسی کے عالم میں جناب امام عالی قدر خیمۂ مطہر میں بیت کرام کو وداع کہنے اور تواصوا بالحق و تواصوا بالصبر کے لئے تشریف لے گئے خیمہ کے اندر قدم رکھتے ہی سب بیبیاں اور سیدانیاں سمجھ گئیں کہ اب وہ گھڑی آگئی جس کا کھٹکا لگا ہوا تھا پہلے ہی کون سا سکون تھا۔ وہ کون تھا جس کا دل دو نیم اور جگر پاش پاش نہ ہو سارے نبی زادیاں سینوں میں قلب مجروح کو دبائے اور آنکھوں میں تلاطم اشک چھپائے بیٹھی تھیں۔ کسی کا بیٹا کسی کا بھائی کسی کا باپ اور کسی کا شوہر چند لمحے پیشتر ظلم و ستم کا شکار ہو چکا تھا۔ تمام سہارے اور بھروسے ختم ہو چکے تھے بچا ہی کون تھا چند رانڈیں چند یتیم اور ان کے دلہائے دو نیم بس یہی بضاعت اہل بیت تھی۔

Marfat.com

امام تشنہ کام کا رُخ انور تفسیر کتاب غم تھا اور چہرہ آئینہ درد و الم ساری بیبیاں حضور کو دیکھتے ہی مضطر و بیقرار ہو گئیں۔ دل سینے میں دھڑکنے لگے کلیجے منہ کو آنے لگے۔ آنکھوں سے آبشار مظلومیت جاری ہو گیا۔ آپ نے جس کی طرف بھی نگاہ کی گویا تیر تھا جو کلیجے کو چیرتا ہوا پار ہو گیا بات کس سے کرتے جس سے کچھ فرمانا چاہتے وہ دھاڑیں مار کر فرش زمین پر گر جاتا تھا۔ بھائی کی صورت کی عاشق بی بی زینب کی لاڈلی بیٹی بی بی سکینہ اشوہر کی مطیع و منقاد حضرت ام لیلیٰ اور ام رباب، بھائی کی بیوی زوجہ جناب عباس رض اخی معظم کی اہلیہ قاسم کی ماں اور سیدۃ النساء فاطمہ زہرا کی خادمہ خاص جناب فضہ غرض جو بھی تھا مضطر و بے حال تھا اب تک جو داغ سینوں میں کھائے تھے ان سب زخموں کے لئے آپ کا وجود مرہم شفا تھا مگر اب یہ آخری اور سب سے اہم سہارا بھی اس بوسیدہ عصا کی طرح ٹوٹ رہا تھا جو تباہی اور بربادی کے غار پر کسی بے سہارے پیر فرتوت کے ہاتھ میں ہو اس جہاز کے مسافروں کی اندوہناکی اور حسرت دیاس کا کون اندازہ لگا سکتا ہو جو سمندر کی طوفان خیز وں لہروں کی نذر ہو چکا ہو جس کا ایک ایک تختہ علیحدہ ہو کر برباد ہو گیا ہو۔ ایک تختے پر تمام مسافر سمٹ کر آ گئے ہوں۔ لیکن اب وہ ڈوبنے والا ہو۔ اور اپنے مسافروں کو طوفان کی لہروں کے سپرد کر کے خود آغوش طوفان میں اپنی قبر بنانی چاہتا ہو۔ آہ کون اس حسرت دیاس اور اس اضطراب و نا امیدی کا اندازہ لگا سکتا ہے۔ جو اس وقت اہلبیت کے بیواؤں یتیموں بچوں اور بچیوں کو طوفان کی طرح گھیرے کھڑے تھے

امام مظلوم کی مینا

آخر باپ کی پیاری بیٹی سکینہ سے صبر نہ ہو سکا وہ دوڑ کر دامن پدر مظلوم سے چمٹ گئی۔ اور دل کو آرے سے ٹکڑے کر دینے والے الفاظ میں کہا باجان آپ تو مرنے کے لئے جا رہے ہیں مجکو کس کس کے حوالے کئے جاتے ہو۔ اب میں کس کی چھاتی پر سر رکھ کر سوؤں گی کون مجھ کو گود میں لے کر پیار کرے گا اماں سے روٹھوں گی تو مجھ کو کون منائیگا باجان یہاں سے ہیں کون مدینہ لے جائیگا اس دھوپ میں تو میں جھلس گئی۔ دو دن سے پانی تک نہیں ملا چچا عباس اور علی اکبر پانی لینے گئے تھے وہ دیکھئے ابھی تک لوٹے بھی نہیں کیا آپ بھی اپنی بیٹی سکینہ کو اسی طرح بھول جائیں گے اچھے یا باجان آپ نہ جائیے۔۔ دیکھئے ہم اکیلے رہ جائیں گے۔ اس جنگل میں کس طرح اکیلے رہیں گے اور رات کو کس طرح اکیلے سوئیں گے۔

پیاری بیٹی کی باتیں سن کر امام تشنہ کام سے ضبط نہ ہو سکا۔ بے اختیار آنسو نکل پڑے بیٹی کو کلیجے

Marfat.com

سے لگایا اور فرمایا ۔

بیٹا کیا کروں اب تمہارے باپ کا نہ کوئی معین ہے نہ مددگار۔ صبر کرو۔ اللہ کی رحمت و نصرت دین و دنیا میں تمہارے ساتھ رہیگی۔ صبر و شکیبائی کا شیوہ اختیار کرو۔

اے سکینہ جب تک میں زندہ ہوں اپنے درد و غم کی بھری باتوں سے میرے دل کو مت جلا ابھی مت رو میرے بعد ہی جی بھر کر رولینا۔ اس وقت تمہارا رونا میرے دل پر برچھیاں لگا رہا ہے۔

آہ کس کس کا حال لکھا جائے اور کیونکر لکھا جائے: کس طرح سیدانیوں نے آپ کو رخصت کیا اور اس وقت خیمہ اہل بیت میں کیسی قیامت برپا تھی۔ میر انیس کی زبان نظم سے اس منظر کا حال سنئے اور سر دھنئے۔

روتے ہوئے حرم میں گئے قبلۂ انام ۔ ۔ ۔ ترتھی لہو سے لخت جگر کی قبا تمام
رخ زرد دل میں درد بدن سرد تشنہ کام ۔ ۔ ۔ طاقت نہ قلب میں نہ بدن میں لہو کا نام
یہ درد تھا کہ میں کہ دل ٹکڑے ہوتے تھے
یہ حال تھا کہ رونے پہ دشمن بھی روتے تھے

پیارے نہ تھے حسین علیہ السّلام کے ۔ ۔ ۔ لائی حرم سرا میں بہن ہاتھ تھام کے
تھرا رہے تھے پاؤں شہ تشنہ کام کے ۔ ۔ ۔ سر دوش پہ تھا زینب عالی مقام کے
فرماتے تھے بہن علی اکبرؓ گزر گئے
ہم ایسے سخت حال تھے اب تک نہ مرگئے

پرسا تمہیں شہید کا دینے کو آئے ہیں ۔ ۔ ۔ کس کس کے داغ آج جگر پر اٹھائے ہیں
پیٹے ہیں۔ خاک اڑائی ہے آنسو بہائے ہیں ۔ ۔ ۔ یہ ہم تمہارے لال کے خوں میں نہائے ہیں
سر تھا حسین بیکس و تنہا کی گود میں
بیٹے کی جاں نکلی ہے بابا کی گود میں

سر بار دوش ہے ہمیں رخصت کرو بہن ۔ ۔ ۔ اب عنقریب خیمہ عصمت ہیں تیغ زن۔
مردے پڑے ہوئے ہیں عزیزوں کے بیکفن ۔ ۔ ۔ پامال ہو نہ لاشۂ فرزند صف شکن
محجوب ہم ہیں قاسم بے پر کی روح سے
شرمندگی نہ ہو علی اکبرؓ کی روح سے

یہ سن کے بی بیوں کے گلے پر چھری چلی ۔ ۔ ۔ زینب زمیں پہ گر کے پکاری کہ یا علیؑ

سرِ خفی جہاں کے ہیں سب آپ پر جلی — جاتا ہے سر کشوں میں یہ کونین کا ولی
بیکس کو آسرا ہے پسر کا نہ بھائی کا
آقا ہی تو وقت ہے مشکل کشائی کا

حضرت زینب کی فریاد:۔

صدقے گئی پسر کے بچانے کی کد کرو — فرزندِ فاطمہؑ کی بلاؤں کو رد کرو
دریا کو چھین و حق زہرا اسند کرو — یا شیرِ حق مقام مدد ہے مدد کرو
پانی پہ جنگ آگ لگی ہے یہ دہر میں
حصہ پسر کا کیا نہیں مادر کے مہر میں

یا مصطفےٰ بلا میں پھنسا ہے تمہارا لال — یا شیر ذوالجلال دکھاؤ انھیں جلال
یا فاطمہ میں لٹتی ہوں بکھراؤ سر کے بال — یارب الٹ دے آج یہ سب عرصہ قتال
پھر کیا کسی سے کام ہے سب سے بیزار ہوں
بھائی کو اپنے لے کے میں جنگل میں جا رہا ہوں

حضرت امام عالی مقام کا تلقین صبر؛

فرمایا شہ نے صبر بہن چاہیئے تمہیں — خالق کی یاد وقتِ محن چاہیئے تمہیں۔
لب پر رضا، رضا کا سخن چاہیئے تمہیں — جواں کا تھا چلن وہ چلن چاہیئے تمہیں
یہ سچ ہے تم کو مجھ سے محبت ہی اے بہن — کیا کیجئے کا گزر یہ فرقت ہے اے بہن
پیارے تمہارے بھائی کی رخصت ہی سے بہن — دنیا مقام رنج و مصیبت ہے اے بہن
بھولے نہ یادِ حق کبھی گو حال غیر ہو
اس کی فتح ہے خاتمہ جس کا بخیر ہو

حضرت سکینہ سے درد انگیز گفتگو۔

دیکھا یہ کہہ کے بال سکینہؑ کو یاس سے — بنی وہ دل گرفتہ گردوں اساس سے
طاقت نہ تھی کلام کی ہر چند پیاس سے — بولی وہ تشنہ کام شہِ حق شناس سے
کیا اس بلا کے بن سے تہیہ سفر کا ہے
صدقے گئی بتاؤ ارادہ کدھر کا ہے
فرمایا شہ نے ہاں سفر ناگزیر ہے — آؤ گلے لگو کہ یہ صحبت اخیر ہے

Marfat.com

اب آرزوئے قربِ خدائے قدیر ہے — تنہا ہیں ہم، سپاہِ مخالف کثیر ہے
طے ہو یہ مرحلہ جو اعانت خدا کرے
جس کا نہ کوئی دوست ہو بی بی وہ کیا کرے

سن کر مصیبت پدرِ بیکس و حزیں — بولی بلائیں باپ کی لے کر وہ مہ جبیں
نکلو بلا کے بن سے کہیں یا امامِ دیں — آقا سوا حضور کے میرا کوئی نہیں
صدقے گئی مدینے چلو یا نجف چلو!
للہ ساتھ لے لو مجھے جس طرف چلو!

شہ نے کہا کہ بند ہیں راہیں پدر نثار — پھیلی ہوئی ہے چاروں طرف فوجِ نابکار
پیدل نکلنے پاتا ہے ناکوں سے نے سوار — اس دشتِ کیں میں قید ہے احمد کا یادگار
قاصد جو میرے نام کا خط لے کے آتے ہیں
سر کاٹ کر درختوں میں لٹکائے جاتے ہیں

عمو تمہارے چھوڑ گئے ہم کو جاں بلب — بی بی قدم؟ گر کے ہیں کون روکے اب
تلوار چل گئی مرے قاسم پہ بے سبب — مرنا شباب میں علی اکبر کا ہے غضب
جتنے تھے زندگی کے مصاحب وہ چھٹ گئے
دو تین گھر بھرے ہوئے اک دم میں لٹ گئے

گھیرا ہے اس نے مجھے اس بن میں بےگناہ — تا مجھ تک آ سکے نہ کوئی میرا خیر خواہ
نے دوست نے عزیز نہ غمخوار نے سپاہ — ہمراہی سب عدم میں، وطن دور، گھر تباہ
مجھ سا بھی کوئی بےکس و بےبس بشر نہ ہو
مر کر نہ دفن ہوں تو کسی کو خبر نہ ہو

جانا ہے دور شب کو جو آنا نہ ہو ادھر — ضد کر کے روئیو نہ ہمیں چاہتی ہو گر
بی بی بس ہے آج شبِ فرقتِ پدر — سو رہیو ماں کی چھاتی پہ غربت سے رکھ کے سر
راحت کے دن گزر گئے یہ فصل اور ہے
اب یوں بسر کرو جو یتیموں کا طور ہے

ننھے سے ہاتھ جوڑ کر بولی وہ تشنہ کام — بتلائیے مجھے کہ یتیمی ہے کس کا نام
آنکھوں سے خوں بہا کے یہ کہنے لگے امام — کھل جائے گا یہ دردِ الم تم پہ تا بہ شام

Marfat.com

بی بی نہ پوچھو کچھ یہ مصیبت عظیم ہے!
مر جائے جس کا باپ وہ بچہ یتیم ہے

بُندے اُتار دو طوق بڑھاؤ بدرفتار — چھینا کہیں جو تو نے آئیں ستم شعار
چلایا مونہ بن ابی کبشہ کے بار بار! — دشمن ہمارے نام کا ہے شمر نابکار
لو الوداع جاتے ہیں اب قتل گاہ میں
سونپا تمہیں خدا و نبی کی پناہ میں

یہ کہہ کے پیاری بیٹی سے دیکھا اِدھر اُدھر — پوچھا کدھر ہیں بانوئے ناشاد نوحہ گر
فضہ نے عرض کی کہ ادھر پیٹتی ہیں سر — رخصت کی بھی حضور کے ان کو نہیں خبر
لب پہ گھڑی گھڑی علی اکبر کا نام ہے
چلئے ذرا کہ کام اب ان کا تمام ہے

حضرت ام لیلیٰ فرزند علی اکبر کے غم میں پڑی ہیں اسی حال میں ان کے پاس امام عالیمقام تشریف لے گئے وہ آپ کو دیکھ کر اور بھی بے قرار ہو گئیں جوانا مرگ بیٹے کو یاد کر کے رونے اور واویلا کرنے لگیں:-

روتے ہوئے وہاں جو گئے شاہ خوشخصال — دیکھا کہ غش ہیں خاک پہ بکھرے ہوئے ہیں بال
شبیر بیٹھ کر یہ پکارے بصد ملال — اے ام لیلیٰ ہوش میں آؤ یہ کیا ہے حال
سچ ہے فلک نے تم کو بڑے دکھ دکھائے ہیں
صاحب اٹھو ہم آخری رخصت کو آئے ہیں

سن کر صدا حسین کی جو بی بی وہ نوحہ گر — کی عرض سر جھکا کے قدم پر بچشم تر
تنہا حضور آئے ہیں باندھے ہوئے کمر — صاحب کہاں ہے منتوں والا مرا پسر
ایسے نہیں وہ دکھ میں جدا ہوں جو باپ سے
اپنے مرادوں والے کو میں لوں گی آپ سے

اے جان فاطمہ مرا پیارا کدھر گیا — اماں کی زندگی کا سہارا کدھر گیا
وہ تین دن کی پیاس کا مارا کدھر گیا — سیدانیوں کی آنکھ کا تارا کدھر گیا
مرتی ہوں اپنے سرو سے قد کو دیکھ لوں
اک بار پھر شبیہ محمد کو دیکھ لوں

Marfat.com

وہ گورا گورا چاند سا مکھڑا دکھا دیجیے
لے لوں میں گیسوؤں کی بلائیں تو جائیں پھر
مجھ کو تو خیریت سے غرض ہے نہ آئیں پھر
خوشبو میں تن کی سونگھ لوں جنگل بسائیں پھر
تڑپے گا دل تو لے کے اجازت حضور سے
میں دیکھ لوں گی ورنہ کھڑے ہو کے دور سے

گر میں خفا تو آئیں میں اُٹھ کر نثار ہوں
ان کی خطا نہیں ہے میں تقصیر وار ہوں
والی ہوں ان کی آپ کی خدمت گزار ہوں
اب رحم کیجیے کہ بہت بے قرار ہوں
تکلیف گرچہ ہو گی شہ مشرقین کو!
لے آئیے منا کے مرے نورِ عین کو!

باتیں یہ سُن کے کہنے لگے شاہ بحر و بر
یارب جدا نہ ہو کسی ماں سے جواں پسر
بانو کئے بلاؤں کہاں ہے وہ سیمبر
ہمشکل مصطفیٰ تو گئے فاطمہ کے گھر
ہر دکھ میں صبر کرتے ہیں جو حق شناس ہیں
جس نے تمہیں دیا تھا وہ اب اس کے پاس ہیں

جاگے ہوئے تھے رات کے نیند آ گئی انہیں
ہے ہے منافقوں کی نظر کھا گئی انہیں
ننھی بہت کیا یہ اجل پا گئی انہیں
صحرائے کربلا کی فضا بھا گئی انہیں
زندہ نہ ہو گا لال اگر مر بھی جاؤ گی!
اب تو کوئی گھڑی میں ہمیں بھی نہ پاؤ گی!

جاگے ہیں ہم وہیں کہ جہاں ہے وہ لالہ فام
دیدو تو اپنے لال کو دنیا ہو کچھ پیام
سن کر یہ ذکر ہوش میں آئی وہ تشنہ کام
سمجھی کہ گھر تباہ ہوا اب چلے امام
خنجر سے حلق شاہ کے کٹنے کا طور ہے
بستی اُجڑ کے تخت اُلٹنے کا طور ہے

دامن پکڑ کے شاہ کا بولی وہ دل فگار
اے ابن فاطمہ یہ کنیز آپ کے نثار
بعد آپ کے جو لوٹنے آئیں ستم شعار
بیٹھے کہاں یہ بیکس و غمگین و سوگوار
کچھ حق میں اس کنیز کے فرما کے جائیے
صاحب کسی جگہ مجھے بٹھلا کے جائیے

فرمایا شہ نے حافظ و حامی ہے ذوالجلال
زہرا کی بیٹیوں کی رہو تم شریک حال

Marfat.com

زینب کو دیکھ سر پہ نہ بھائی نہ دونوں لال　　صاحب تمہارے ساتھ ہے عابد سا خوشخصال
بے وارثوں کا وارث و والی اللہ ہے
دیکھو ذرا گے نہ پاؤں کہ مشکل کی راہ ہے
لو الوداع۔ لاش پہ اب آکے رو بیٹو　　لیکن نہ خاک اڑا کے نہ چلا کے رو بیٹو
زانو پہ سر کو شرم سے نہیوڑا کے رو بیٹو　　قبر رسول پاک کے ہاں جا کے رو بیٹو
لٹنے میں صبر و شکر تباہی میں چاہیئے
رونا بشر کو خوف الٰہی میں چاہیئے

امام تشنہ کام تمام اہل بیت کرام سے ایک ایک سے ملے۔ سب کو علی قدر مراتب تسکین و تسلی دی اور حق کی وصیت و صبر کی تلقین فرمائی۔ آپ اس وقت کوہ عزم و وقار تھے چہرہ پر اگرچہ آثار حزن و ملال تھے مگر عظمت و جلال حق کی تصویر تھے شوق لقاء رب سے مضطرب الحال تھے اور میدان کی طرف جانے میں عجلت فرما رہے تھے۔

آخر آپ نے سب کو رخصت فرمایا اور سب پر آخری نگاہ ڈالی۔ حضرت زین العابدین کے سرہانے تشریف لے گئے۔ مگر وہ غش میں تھے ان کے بارے میں کچھ وصیت فرما کر باہر نکلے۔

بیتِ شرف خاص سے نکلے شہِ عالمؑ

خیمہ سے باہر نکلے مگر باہر کون تھا جو دوڑ کر قدم بوس ہوتا اور کہتا کہ حضور میدانِ جنگ کا رُخ نہ کریں ابھی ہم غلام حاضر ہیں اب تو کوئی رکاب تھامنے والا بھی نہ تھا۔ مظلومیت نے گھوڑے کی لگام تھامی اور بے بسی و بے کسی نے رکاب پکڑی۔ آہ

نہ ہے غمخوار نہ ہمدرد نہ یاور کوئی　　نہ بھتیجا ہے نہ بیٹا نہ برادر کوئی
نہیں اتنا بھی خبر پوچھے جو آکر کوئی　　ایک اللہ تو ہے اور نہیں سر پر کوئی
تھے جو غمخوار وہ ریتی پہ پڑے سوتے ہیں
حق کی تنہائی پہ شاہ دو جہاں روتے ہیں

فوج گمراہ سے قریب تر ہوئے اور فرمایا۔

ہے کوئی جو حرم رسول سے دشمنوں کو دفع کرے اور ہے کوئی اللہ پر ایمان رکھنے والا جو ہمارے معاملہ میں اللہ سے ڈرے۔ اور ہے کوئی جو ہماری فریاد کو سنے اور اللہ سے اجر لے۔

Marfat.com

آہ کہ فرزند رسول اللہ کی فریاد فضائے کربلا میں گونجی مگر کسی نے بھی بسمع قبول نہ سنی۔ ہاں ایک جوان بیمار بھی اس سرزمین پر پڑا تھا اس میں اتنی طاقت بھی نہ تھی کہ چل پھر سکے۔ بار بار غش آتے تھے نڈھال غشی اور ہوئی تھی کہ فریاد امام گوش عابد تک پہنچی۔ سید سجاد اس فریاد کو سن کر نہ رہ سکے۔ پدر مظلوم کی بیکسی نے دل پر تیر سا مارا اور فریاد امام برچھی کی طرح کلیجے کے پار ہوئی۔ رسول اللہ کا فرزند عالم بیکسی میں مدد کے لئے پکارے اور یہ پکار یہ دردناک آواز کی فریاد زین العابدین کے کانوں میں پہنچے اور وہ جواب نہ دیں یہ کیونکر ممکن تھا کہ مظلوم باپ نصرت و اعانت کی آواز بلند کرے اور زین العابدین جیسا فرزند خاموش رہے باوجود سخت ضعف و نقاہت کے تلوار لے کر خیمہ سے نکل پڑے تو امام جناب ام کلثوم نے دوڑ کر پکڑ لیا۔ سید سجاد نے فرمایا اے پھوپھی جان مجھ کو چھوڑ دیجئے تاکہ پدر مظلوم و بیکس کے سامنے آپ کی حمایت و حفاظت میں شہید ہو جاؤں یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا کہ فرزند رسول اللہ صدائے مظلومیت بلند کریں اور میں زندہ رہوں۔

امام عالی مقام نے بھی دیکھا کہ فرزند بیمار خیمہ سے نکل پڑا ہے۔ آپ نے آواز دی کہ اے ام کلثوم ان کو روکو ایسا نہ ہو کہ دنیا سے نسل محمد منقطع ہو جائے۔ بہر حال جناب امام زین العابدین کو زبردستی روک لیا گیا اور لے جا کر بستر پر لٹا دیا گیا جہاں آپ کو اس تکان سے پھر غش آ گیا۔

اہل بیت کرام پر امام عالی مقام کا آخری سلام

اس کے بعد امام مظلوم تشنہ کام نے بلند آواز سے فرمایا:-
اے سکینہ اے فاطمہ اے زینب اور اے ام کلثوم تم پر میرا آخری سلام ہو۔ یہ کہہ کر آپ نے گھوڑے کو جنبش دی اور لشکر اعدا کے سامنے جا کر اس طرح رجز خواں ہوئے۔

میں ہوں سردار شباب چمن خلد بریں
میں ہوں انگشتری پیغمبر خاتم کا نگیں
میں ہوں خالق کی قسم دوش محمد کا سوار
مجھ سے روشن ہے فلک مجھ سے منور ہے زمیں

ابھی نظروں سے نہاں تو رہو میرا ہو جائے
محفل عالم امکاں میں اندھیرا ہو جائے

پھر بے دینوں کو مخاطب کر کے فرمایا:-

یہ قبا کس کی ہے بتلاؤ یہ کس کی دستار
یہ زرہ کس کی ہے پہنے ہوں جو میں سینہ فگار
برمیں کس کا ہے یہ جاؤ آئینہ جو سردار
کس کا رہوار ہے یہ آج میں جس پر ہوں سوار

Marfat.com

کس کا یہ خود ہے یہ تیغ دو سر کس کی ہے
کس جری کی یہ کماں ہے یہ سپر کس کی ہے

سب کچھ جانتے ہیں مگر مانتے نہیں

گمراہ اشقیا کو کیا نہیں معلوم تھا، کیا وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ اس وقت ہمارے سامنے جو مظلوم کھڑا ہے وہ امام دوسرا ہے۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ امام دوسرا جس نے ابھی ابھی نصرت و اعانت کی فریاد کی ہے وہ محمد رسول اللہ کا فرزند دلبند ہے کیا وہ آگاہ نہ تھے کہ بنت محمدؐ فاطمہ زہرا کے دل کا ٹکڑا ان سے حرم رسول اللہ کی حفاظت اور ناموس خاتم الانبیاء کے تحفظ کے لئے صدائے استغاثہ بلند کر رہا ہے کیا ان کو علم نہ تھا کہ سرکار دو عالم کے دوش مبارک کا سوار یہی مظلوم و بیکس حسین ہے جو بے یار و مددگار تین دن کا بھوکا پیاسا کھڑا ہوا ہے۔ کیا وہ آگاہ نہ تھے کہ یہی تو وہ وجود ہے جو آغوش رسول میں کھیلتا تھا اور فاطمہؑ کی گود کا پرورش یافتہ ہے یقیناً ان کو معلوم تھا کہ ہمارے سامنے جوانانِ بہشت کا سردار ہے جس کی محبت اور جس کا احترام ہر ایک مسلمان پر واجب ہے اور یہی وہ ذات قدسی صفات ہے جس کی صدائے گریہ کو سن کر رسول رب العالمین مضطرب الحال اور غمگین ہو جاتے تھے اور یہی وہ محترم ہستی ہے جس کو بچپن میں لڑکھڑاتا دیکھ کر رسول خدا خطبہ چھوڑ کر گود میں اٹھا لیتے تھے اسی برگزیدۂ عالم کے لئے پیغمبر آخر الزماں اس وقت تک سجدہ سے سر نہیں اٹھاتے تھے جب تک کہ آپکی پشت مبارک سے اتر نہیں جاتے تھے انہی کے دوست کو خدا و رسولؐ کا دوست اور انہی کے دشمن کو خدا کا دشمن کہا تھا۔ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ آج صبح سے ہماری تلواریں جن نفوس قدسی کو شربت پلانے میں مصروف ہیں یہ بے گناہ تھے اور ان کا جرم اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ وہ حرم رسول اللہ کے محافظ تھے اور فرزند رسول اللہ کے ناموس کو اپنی جانوں پر ترجیح دیتے تھے۔ وہ بےخبر نہ تھے کہ ہم جس کے لئے تلواریں تولے کھڑے ہیں وہ کون ہے وہ کوئی مجرم اور خاطی نہیں وہ کوئی ظالم نہیں اس نے کسی کا مال نہیں دبایا۔ اس نے کسی کو قتل نہیں کیا اس نے کسی کو ایذا نہیں پہنچائی وہ گمراہ اور بے دین نہیں بلکہ دین کا ستون ہدایت کا نور ہے۔ قرآن حکیم اور زبان رسالت اس کی تقدیس و تطہیر کی شاہد عدل ہے آج اس کا اس کے سوا اور کوئی مطالبہ نہیں کہ مجھ کو روضۂ رسول پر جانے دو اور اپنے نانا کی قبر پہ بیٹھ کر زندگی بسر کرنے دو۔ وہ یہاں خود نہیں آیا تھا بلکہ ہمیں نے اس کو خدا اور رسول کا واسطہ دیکر بلایا تھا۔ آہ! اس علم و یقین کے بعد بھی کہ اب تک جو کچھ ہم نے کیا ہے وہ کھلی ہوئی ضلالت و گمراہی ہے

اور سیدھی جہنم میں لیجانے والی زندگی و بیرحمی ہے۔ اور جو کچھ ہم کرنیوالے ہیں وہ تو ہم کو دین اور دنیا دونوں سے کھو دیگی دنیا میں ذلت و رسوائی اور آخرت میں خسران و خذلان دائمی کا سبب ہو گا پھر بھی شقاوت کے پتلے تلواریں کھوے نیزے تانے اور تیر جوڑے کھڑے ہیں نہ خدا کے احکام کی پرواہ ہے نہ رسولؐ کے فرمان کی عزت نہ خدا کی گرفت و عذاب آخرت کا خوف اور نہ رسول اللہؐ سے شرم کچھ بھی باقی نہ تھا۔ پھر ان لوگوں پر جن کے قلوب ضلالت و گمراہی کی گندگی سے اٹ گئے تھے امام عالی مقام کا خطبہ کیا اثر کرتا جو اتمام حجت کے طور پر آخری بار پھر آپ نے فوج اشقیاء کے سامنے ارشاد فرمایا تھا اس خطبہ میں ان تمام امور کو پھر دہرا دیا تھا جو پہلے خطبوں میں ارشاد فرما چکے تھے اور زیادہ دو مرطریق پر ضلالت و گمراہی سے باز رہنے کی تلقین فرمائی تھی۔

امام عالیمقام کا رجز اور حسینی تلوار کی نمود

خطبہ سے قبل یا بعد آخری مرتبہ پھر امام عالی مقام نے عمر وسعد سے فرمایا کہ مجھ کو مدینہ منورہ واپس جانے دو۔ مگر اس طامع دنیا نے انکار کر دیا پھر آپ نے پانی مانگا اس سے بھی انکار کیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اچھا ایک ایک شخص نکل کر میرے مقابلہ پر آئے اور لڑے۔ اس ارشاد کو عمر وسعد نے منظور کیا۔

امام عالی مقام نے تلوار بے نیام کر لی جس کی آتشیں چمک کو دیکھ کر بجس اور ناپاک روحیں لرز اٹھیں اس طرح آپ کے رجز سے فوج اشقیاء لرزہ براندام ہو گئی۔ آپ نے عام لوگوں کی طرح رجز خوانی نہیں کی بلکہ وہی صفات گنائے اور وہی مجد و شرف بتلائے جن سے اللہ نے خاندان نبوت کو مشرف و ممتاز فرمایا تھا اور جب تک مصروف کارزار رہے اور زبان کو قوت گفتار حاصل رہی اس وقت تک برابر آپ کبھی نثر اور کبھی نظم میں اس قسم کی رجز خوانی فرماتے رہے جو رشد و ہدایت کا ایک بے بہا دفتر کہا جا سکتا ہے۔ مثلاً فرمایا:۔

"ذلیل و خوار ہونے سے قتل ہونا بہتر ہے اور آتش جہنم میں جلنے سے ذلیل و خوار ہونا بہتر ہے"

اور فرمایا میں حسین ابن علی ہوں۔ میں نے قسم کھالی ہے کہ میں آخر دم تک ایک امر حق پر قائم رہونگا۔ میں اپنے والد کے عیال کا حامی ہوں اور جناب رسول خدا کی شریعت حقہ پر قائم ہوں"

فرمایا افسوس ہے کہ کس بنا پر تم مجھ سے جنگ کرتے ہو۔ کیا میں نے تمہارا کوئی حق مار لیا ہے۔ کیا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی سنت ترک کر دی ہے۔ اور کیا میں نے شریعت اسلام کے کسی امر کو بدل ڈالا ہے

Marfat.com

یہ اور اسی قسم کے کلام پر آپ کا رجز مشتمل ہے جس سے بہت کچھ ہدایت حاصل کی جا سکتی تھی اگر قلب میں ایمان کا کوئی شائبہ ہوتا۔

اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُرْتَدِّيْنَ وَالْكُفَّارِ

امام عالیمقام کی رجز خوانی کو سن کر سب سے پہلے اس گروہ مرتدین بیدین میں تمیم بن تحطبہ فرزند رسول کے مقابلہ کے لئے آیا کیونکہ مزدودازلی کو دخولِ نار کی سب سے پہلے خواہش تھی۔ چنانچہ امام دوجہاں نے اس کی خواہش کو فوراً ہی پورا کر دیا اور ایک ہی وار میں نجس و ناپاک روح کو جہنم واصل کر دیا پھر جابر قمی مقابلہ پر آیا اور اُس کو بھی دو ہی واروں میں فی النار کیا۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے خبیث و گندگی روحیں مقابلہ پر آتی رہیں اپنے دائمی مستقر جہنم کی طرف تیزی کے ساتھ شمشیر حسینی کی امداد سے پرواز کرتی رہیں۔

طوفانِ ظلم میں مظلومیت کی کشتی

عمرو سعد نے دیکھا کہ اگر اسی طرح شمشیر حسینی کو اپنے جوہر دکھانے کی مہلت دی گئی تو مقصد پورا ہو چکا اور اندیشہ ہے کہ ہمارے لشکر شقاوت اثر پر امام عالی مقام کی ہیبت نہ طاری ہو جائے اور یہ کرائے کے ٹٹو اور حریص و طماع بزدلوں کے پاؤں اُکھڑ جائیں۔ اس لئے اس نے حکم دیا کہ ایک بارگی حملہ کرو اور شیر الٰہی کے فرزند کو محصور کر کے شہید کر دو۔

چنانچہ ہر طرف سے گمراہوں اور بے دینوں کے دل سمٹ کر آسمانِ رسالت کے آفتاب کے گرد چھا گئے۔ لیکن استقامت وجبل ثباتی کا یہ عالم تھا کہ قلب مقدس پر اس ہجوم کا ذرہ برابر اثر نہ تھا۔ کثرت اعداء سے اس طرح بے پرواہ تھے جیسے شیر بکریوں کے ریوڑ سے بے پرواہ ہوتا ہے ہر طرف سے یورش تھی۔ لعینوں ٹڈی دل اُمڈے چلے آرہے تھے اور شمع رسالت کو گل کرنے کے لئے ظلم و ستم کی آندھیاں چلی آرہی تھیں لیکن امام حسین علیہ السلام بالکل بے خوف رہے ہر اس شوق شہادت کی شراب میں مست و سرشار تیغ حسینی کے جوہر دکھا رہے تھے جس طرف جھپٹا کر حملہ آور ہوئے تھے اشقیاء کی صفوں کو پلٹ دیتے تھے اور لعینوں کو اس طرح بھگا دیتے تھے کہ گویا کائی تھی کہ پھٹ گئی۔ دائیں بائیں آگے پیچھے جس طرف شمشیر شرربار لے کر بڑھتے تھے اگلی صف پچھلی پر بدحواس و سراسیمہ ہو کر گر پڑتی تھی۔ ناریوں کا ہجوم بھی نیزہ و تلوار لے کر بڑھتا تھا مگر اس طرح کہ آپ جانب راست حملہ آور

Marfat.com

تو دستِ چپ والے بڑھتے اور سمت چپ پر متوجہ ہوتے تو دستِ راست پر ہجوم کرتے غرضکہ جس طرف آپ کا رُخ ہوتا اور جدھر آپ حملہ کرتے تھے اُس طرف اس کی ناری لشکر سوائے پسپا ہونے کے اور کچھ نہ کر سکتی تھیں۔ غضبناک شیر کو بکریوں کے گلہ پر کسی نے حملہ آور دیکھا ہو تو اس سے کسی قدر آپ کی شجاعت و بسالت کا اندازہ کر سکتا ہے تیغ شرربار کا یہ عالم تھا کہ برق خاطف کی طرح صفِ اعداء پر اس طرح گرتی تھی جیسے پرندوں کے جھنڈ پر بجلی گرے۔ جس طرف تلوار کا وار ہوتا تھا سر تنوں سے اس طرح جدا ہو کر گرتے تھے گویا کوئی کھیرے ککڑی کاٹ کر پھینک رہا ہو کیونکہ؎

تھا بازوئے حسین میں دستِ خدا کا زور

امام عالی مقام کے ہاتھ میں گویا تلوار نہ تھی قہرالٰہی کی بجلی تھی جو چمک چمک کر گمراہوں کی صفوں پر گرتی تھی اور ان کو جلا رہی تھی اور روحوں کو جہنم میں بھیج رہی تھی۔ غرضکہ ایک گمسان کا رن تھا راوی کا بیان ہے کہ ہم نے کسی شخص کو جو حسین علیہ السلام کی طرح مجروح ہوا اور آفت رسیدہ ہوا اور جس پر اس قدر مظالم ہو چکے ہوں جس کا کوئی یار و مددگار نہ ہو سب بھائی بھتیجے بھانجے اور فرزند قتل ہو چکے ہوں امام حسین علیہ السلام سے پہلے اور امام حسین علیہ السلام کے بعد مثل امام حسین علیہ السلام کے ثابت قدم مطمئن قلب بے خوف بے ہراس اور نڈر نہیں دیکھا جو دائیں بائیں آگے پیچھے پھرے ہوئے شیر کی طرح حملہ کر رہے تھے فوج مقابل میں بھاگڑ پڑ جاتی تھی۔ ہر طرف ایک سراسیمگی پھیلی ہوئی تھی جدھر کا آپ رُخ کرتے تھے خوف سے اشقیا پیچھے ہٹ جاتے تھے۔ معلوم ہوتا تھا موت کی بارش ہو رہی تھی بھاگتے بھی تھے تو موت کے منہ میں جا کر گرتے تھے غرضکہ دم بھر میں تیغ حسینی نے کشتوں کے پشتے لگا دیے اور بے سر کے جسموں کے ڈھیر لگ گئے؎

تھا نقش جہت میں خلل کہ یہ ہے روز انقلاب
اُلٹے گا اس زمیں کا ورق ابن بو تراب
اس شیر پر نہ ہو گی کوئی فوج کامیاب
بس بنائے عالم امکان ہوئی خراب

حملہ غضب ہے بازوئے شاہِ حجاز کا
لنگر نہ ٹوٹ جائے زمیں کے جہاز کا۔

تیغ حسینی مقراض اجل کی طرح جامہائے ہستی کو دھجی کی صورت میں قطع کرتی چلی جا رہی تھی جسموں پیراہن چاک چاک پڑے تھے موت کا پنجہ دامن حیات کی دھجیاں اڑا رہا تھا۔

اس عرصۂ قتال میں امام عالی مقام کا جسم اطہر بھی مجروح تھا اور بہت سے چھوٹے بڑے

Marfat.com

اوچھے اور گہرے زخم آچکے تھے اور پیرہن مبارک خون میں تر تھا مگر آپ زخمی شیر کی طرح بزن اور بکش میں مصروف تھے۔ بازوئے حسین تو تیغ زنی دسرافگنی میں مصروف تھے اور زبان حسین ہدایت فرمائی میں مشغول تھی اور گمراہوں کو راہ راست دکھارہی تھی کہ اے نابکارو تم کس کو قتل کر رہے ہو۔ کس پر تیروں اور تلواروں کے وار کر رہے ہو۔ یہ تمہارے رسول کا فرزند ہے اس کو قتل کر دیا تو تم پر ہر قسم کی سعادت کے دروازے بند ہو جائیں گے وضلالت وگمراہی کی ایسی گھٹائیں چھا جائیں گی کہ کچھ نہیں سوجھ پڑے گا اور جب فرزند رسول ہی قتل کر دو گے تو ہر شخص کا قتل تمہارے لئے آسان ہو جائے گا اور یاد رکھو میرا قتل آسان نہیں ہے۔ خدائے قہار کا نہایت شدید عذاب تم پر نازل ہوگا تمہاری قوت آپس میں ٹکرا کر فنا ہو جائے گی۔ اور جس طرح دو پاٹوں کی چکی میں دانہ پس جائے اس طرح پس جاؤ گے اور جہنم کا دردناک عذاب اس کے علاوہ۔ مگر وہاں گوش حق نیوش کہاں تھا قلوب ہدایت پذیر کا تو فقدان تمام تھا سعید روحوں کا تو قحط تھا پھر کلام ہدایت التیام کا اثر کس پر ہوتا۔

حسینی حملوں نے فوج اشقیاء میں ہل چل ڈال دی تھی۔ تیغ شعلہ بار ایک قہر الٰہی کی صورت میں ان کے سروں پر شعلہ فشانی کر رہی تھی جس سے خوف وہراس طاری ہو گیا اور ہر شخص بدحواس نظر آنے لگا

بے دینوں کی حرم رسول اللہ کی طرف پیشقدمی

اس موقع پر شمر ملعون نے جناب امام تشنہ کام کی توجہ ہٹانے کے لئے یہ کیا کہ اہل النار کی ایک جماعت تور اہلاد کو سراپردۂ عصمت کی طرف بھیجا جو جناب امام حسینؑ اور خیمۂ مطہر اہل بیت رسول اللہؐ کے بیچ میں حائل ہو گئی اور دوسری سمتوں سے حزب الشیاطین نے آپ پر حملہ کرنا شروع کیا۔ امام عالی مقام اہل شقاوت کی اس بیہودگی اور شرف انسانیت و شجاعت سے عاری بیحیائی کو دیکھ کر بے چین ہو گئے اور مضطرب و بے قرار ہو کر فرمایا:۔

اے حامیانِ آل ابو سفیان اگر تم دین و ملت کا شرف کھو بیٹھے ہو اور خدائے قہار کا خوف تمہارے ناپاک سینوں سے نکل چکا ہے اور یوم حشر و روز نشور سے بے پرواہ ہو گئے ہو تو کم از کم دنیا کی تو لاج رکھو اور کچھ تو شرم و حیا کرو اگر اپنے آپ کو عرب سمجھتے ہو کیا بہادروں کا یہی شیوہ ہے جو تم اختیار کر رہے ہو۔

شمر نے پوچھا کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں اس سے آپ کا کیا مطلب ہے؟ تو آپ نے فرمایا:۔

لڑائی میری اور تمہاری ہے میں تم سے لڑ رہا ہوں اور تم مجھ سے ان بیچاری عورتوں کا کیا قصور ہے

Marfat.com

کم از کم میری زندگی میں تو ان سے تعرض نہ کرو اور اپنی باگوں کو حرم رسول اللہ کی طرف سے روکو۔

آخر شمر لعین کو بھی شرم آگئی اور اس نے اس فوج کو واپس بلالیا جس نے خیام اہل بیت کو گھیر لیا تھا اور امام عالی مقام پر ٹوٹ پڑے اور درندوں کی طرح حملہ کرنے لگے۔ امام عالی مقام پر تشنگی کا اب بہت زیادہ غلبہ ہوا۔ پہلے ہی دو دن کے پیاسے تھے اس پر اس شدت کی جنگ اور اس دھوپ میں مسلسل تیغ زنی کرتے کرتے پیاس سے بے حال ہو گئے تو آپ نے دریا کا رُخ کیا اس وقت دریا پر بھیڑ کم ہو گئی تھی کیونکہ اس طرف کی فوج بھی سمٹ کر میدان جنگ میں آگئی تھی۔ راستہ میں جو ہجوم اشقیا تھا اس کو چیرتے پھاڑتے دریا پر پہنچ گئے۔

لب تشنہ با آب اندر

لعینوں کو چیرتے پھاڑتے مارتے گراتے جناب امام تشنہ کام فرات کے کنارے پہنچ گئے اور گھوڑے کو دریا کے اندر ڈال دیا۔ گھوڑا بھی پیاسا تھا۔ آپ نے اس سے فرمایا تو بھی پیاسا ہے میں بھی پیاسا ہوں خدا کی قسم جب تک تو پانی نہیں پئے گا میں بھی نہیں پیونگا۔ اس وفادار جانور نے پانی سے منہ اٹھا لیا تب آپ نے چلو میں پانی بھرا اور چاہتے تھے کہ منہ سے لگائیں کہ ایک شقی ازلی نے تاک کر ایسا تیر مارا کہ لب مبارک میں جاکر پیوست ہو گیا۔ آہ یہ وہی لب ہیں جن کو رسول اللہ چوما کرتے تھے اور جن کے بوسے لینے سے حضور کبھی نہیں تھکتے تھے۔ آپ نے پانی تو پھینک دیا اور تیر جو پیوست ہو گیا تھا اس کو نکالا دہن مبارک خون سے بھر گیا اور آپ خون کی کلیاں کرتے ہوئے پانی کا ایک قطرہ پئے بغیر دریا سے نکل آئے اور اشقیائے اس ظلم بے حساب پر صبر فرما کر ارشاد کیا کہ اے اللہ تو دیکھ رہا ہے کہ یہ ناپاک قوم تیرے رسول کے فرزند پر کیسے کیسے ظلم کر رہی ہے اسی دوران میں کسی نے آواز دی کہ اے حسین تم یہاں ہو اور تمہاری اہل بیت پر ادھر غارت گری ہو رہی ہے یہ آواز برق بن کر آپ کے کانوں میں گونجی اور آپ سرعت برق کے ساتھ خیمہ مطہر کی طرف بڑھے۔

خیمۂ اہل بیت میں امام عالی مقام کا دوبارہ ورود

صبر و شکیبائی کی تلقین

خیمہ کی طرف جانے میں بھی لعینوں نے مزاحمت کی مگر شمشیر حسینی نے راستہ صاف کر دیا اور آپ قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ غارتگری خیام کی خبر محض فریب تھا۔ بہر حال آپ خیمہ کے اندر داخل ہوئے

Marfat.com

داخلہ اور اس کے بعد وداع پہلے سے زیادہ محشر انگیز تھا اب آپ کے لبہائے مبارک مجروح سے جسم اطہر زخمی تھا اور ملبوس مقدس خون سے تر تھا۔ اس حالت میں آپ خیمہ میں داخل ہوئے تو ایک کہرام بپا ہو گیا۔ تمام خانوادہ نبوت مہر جہاں تاب رسالت کے گرد مثل تاروں کے جمع ہو گئے۔ کیا قیامت کا وہ وقت ہو گا جبکہ اس ذات سراپا حسنات کو لہو میں تر زخموں سے چور جناب زینب ام کلثوم جناب ام لیلیٰ جناب ام رباب نے دیکھا ہو گا اور حضرت سکینہ نے جب پدر بیکس اور مظلوم کو خون میں تر بتر دیکھا ہو گا تو اس معصومہ کے نازک معصوم دل پہ کیسی بجلی گری ہو گی اور تمام اہل بیت کرام کا اس وقت کا کیا حال ہوا ہو گا۔ اس دردناک حسرتناک منظر کے تصور سے بھی چشم تصور میں آنسو آجاتے ہیں۔ دل بیقرار سینے میں سے نکلا پڑتا ہے اور کلیجہ منہ کو آرہا ہے پھر کس طرح کوئی اس جاں گزا منظر کا حال لکھے۔

غور کر جس وقت امام عالی مقام خون میں نہائے ہوئے خیمہ اطہر میں داخل ہوئے ہونگے جو پہلے ہی حسرت و یاس کا مرقع جہاں جو بھی تھا درد و غم کی تصویر تھا اور جب بی بی سکینہ آن کر جناب امام تشنہ کام کے دامن عبا سے لپٹی ہوگی اور زخموں سے چور باپ نے اٹھا کر چھاتی سے لگایا ہو گا اس وقت ہو گا ان خاندان رسالت پر کیا بیتی ہو گی اور امام مظلوم کے دل پر بالی سکینہ کے سہمے ہوتے چہرے کو دیکھ کر کیا گذر رہی ہو گی اور جب آپ معصوم بیٹی کو گود سے اتار کر پھر رن میں جانا چاہتے ہونگے اور بی بی سکینہ گلے میں باہیں ڈال کر کہتی ہونگی کہ بابا جان اب تو میں آپ کو نہ جانے دونگی۔ اس وقت کیا عالم ہوا ہو گا۔ امام عالی مقام نے سمجھایا ہو گا اور بہلا کر گود سے اتارنا چاہتے ہونگے کہ بی بی ہم ابھی آتے ہیں تمہارے واسطے پانی لے آئیں اور وہ کہتی ہونگی کہ نہیں آبا جان چچا عباس بھی تو پانی ہی لینے گئے تھے میں اب پانی نہ منگاؤنگی عمو جان سے اس پانی کے لئے ہاتھ دھو چکی ہوں۔ آپ کو بھی یہ بے رحم سپاہی مار ڈالیں گے دیکھئے آپ تو پہلے ہی خون میں نہائے ہوئے ہیں اور ظالموں نے بدن پر گھاؤ ڈال دیے ہیں۔ نہیں بابا جان میں آپ کو نہیں جانے دونگی۔ سپاہی خیمہ میں گھس آئینگے تو میں اپنی اوڑھنی سے آپ کو چھپا لوں گی۔ پھر وہ کیسے آپ کو پائیں گے۔

اُف کس کا جگر ہے جو اس وقت کے پُر درد حسرت سے معمور نظر کو قلم بند کرے حضرت علی اکبر کی مادر گرامی جن کی کوکھ اجڑ چکی ہے اور اب سہاگ کو لٹتے ہوئے دیکھ رہی ہیں ان کے دل کی کیا حالت ہوگی۔ سر کا تاج خاک میں ملنے والا ہے۔ دکھ اور سکھ کا شریک موت کی آغوش میں جانے والا ہے۔ بیٹے کی موت سے دنیا پہلے ہی آنکھوں میں تاریک ہو چکی ہے۔ آنکھوں کا نور اور دل کا سرور

Marfat.com

پہلے ہی جا چکا ہے اب وہ جا رہا ہے جو کاشانۂ نبوت کی زینت اور حیات مستعار کا سہارا ہے دل بھر آتا ہے جوانا مرگ بیٹے کی میت سامنے ہے بے اختیار ہے

بانو پکارتی تھی کہ اکبر کدھر ہو تم | بیٹا پدر کے کوچ کے دن بے خبر ہو تم

تھامو کا ب باپ کی بیارے پسر ہو تم | اماں کا گھر اجڑتا ہے وادی کے گھر ہو تم

بازو کو تھامو ہاتھ میں حضرت کے ہاتھ دو

بیٹا ضعیفی وقت میں بابا کا ساتھ دو

حضرت زینب و حضرت کلثوم کی بے قراری و آہ وزاری کس طرح بیان کی جائے بھائی عاشق بہنوں کا حال زبانِ قلم سے بیان ہونا محال ہے۔ تمام حنیہ مطہر کے اندر ایک قیامت برپا تھی بالآخر امام عالی مقام نے صبر و شکیبائی کی تلقین فرمائی۔

اے آل و احفاد محمد جو مصائب و آلام نازل ہونے والے ہیں ان کے لئے تیار ہو، اور یقین کرو کہ اللہ تعالیٰ تمہارا حافظ و حامی ہو گا۔ اور عنقریب تم کو اعدار کے شر سے نجات دے گا اور تمہاری عاقبت اور تمہارا انجام کار بخیر ہو گا تمہارے دشمن طرح طرح کے عذاب اور انواع و اقسام کی بلاؤں میں گرفتار ہونگے اور اس بلا و مصیبت کے بدلہ میں جو تم اٹھا رہے ہو اللہ تعالیٰ تم کو ہر قسم کی نعمتوں سے سرفراز فرمائے گا اور بزرگی و عظمت عطا فرمائے گا۔ پس شکوہ و گلہ مت کرو اور اپنی زبانوں سے کوئی ایسی بات نہ کہو جس سے تمہاری قدر و منزلت میں فرق آئے۔

یہ فرما کر حاملِ آلِ عبا فرزند مصطفےٰ سید احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم عزم شہادت فرما کر میدانِ رزم میں تشریف لائے۔

امام دوسرا ہجوم اشقیا و نرغہ اعدا میں

امام تشنہ کام اسی طرح پیاسے اور زخموں سے چور میدان میں آکر پھر رجز خواں ہوئے۔

لوگو بجا ہے شیر رجز خواں ہیں شاہ دیں | نعرہ یہ ہے کہ ہیں ہیں پشت و پناہ دیں

روشن ہمارے نور سے ہے شاہراہ دیں | دنیا میں ہم ہیں تاج سر عز و جاہ دیں

سجدے بتوں کو کرتے تھے ساکن کنشت تھے

ہم نے تمہیں بتا دیئے رستے بہشت کے

زنار گردنوں میں تمہارے سوار تھی | شرک جلی یہ تھا کہ پرستش میں نار تھی

Marfat.com

اسلام کے چمن پہ کبھی یہ بہار تھی حق حق کی مسجدوں میں یہ کس دن پکار تھی
چرچہ یہ تھا کفر و فسق و فجور و گناہ کا
یہ شور کب تھا اشہد ان لا الٰہ کا

کعبہ میں پہلے ہم نے اذاں دی بہ شد و مد دریائے رحمت صمدی ہیں ہمارے جد
ہم پر ازل سے ہے کرم مفضل احد سب ہم پہ منکشف ہے جو کچھ ہو گا تا ابد
تم لوگ جس طرح سے پھرتے ہو فرش پر
ہم یوں پلک جھپکتے میں جاتے ہیں عرش پر

کیوں ظالموں رسول کا پیارا نہیں ہوں میں کیوں ؟ عرش کبریا کا ستارا نہیں ہوں میں
کیوں مستحق لطف و مدارا نہیں ہوں میں کیوں ؟ جا بلو ! امام تمہارا نہیں ہوں میں
بے وجہ ظلم کون سی یہ رسم و راہ ہے
کیا میہماں کو پانی کا دینا گناہ ہے

رجز کہ اشقیا نے اس طرح سنا گویا کہ نہیں سنا سیاہ بختوں کی قسمت ہی پھوٹ چکی تھی پھر اثر کیا ہوتا خاک۔ اس دفعہ تنہا کوئی مقابلہ پر نہیں آیا اور کیونکر آتا پہلے معرکہ میں تیغ حسینی کی شرر باری و شعلہ فشانی کا منظر دیکھ چکے تھے۔ بزدلوں میں اتنی ہمت کہاں تھی کہ موت کے منہ میں جاتے عمر وسعد اور شمر کے اشارہ پر چاروں طرف سے لعینوں کے پرے کے پرے آن پڑے اور ہر طرف سے نیزہ و تلوار کے حملے ہونے لگے۔ شیر خدا کے نور عین امام حسین علیہ السلام نے بھی حفاظت خود اختیاری میں تیغ کے وہ جوہر دکھائے کہ نابکاروں کی روحیں لرز لرز اٹھیں شمشیر خارا شگاف جس طرف چمکتی تھی صاعقہ برق کا کام کرتی تھی۔ خبیث روحیں ناپاک جسموں کو تیغ حسینی کی ضربات سے اس طرح چھوڑ رہی تھیں کہ

جیسے کوئی بھونچال میں گھر چھوڑ کے بھاگے

اتنی دیر میں اور زیادہ زخم آپ کے جسم اطہر پر آئے۔ سینہ مبارک جو معرفت الٰہی تھا تیروں سے چھلنی ہو گیا تھا۔ اسی دوران میں ایک لعین نے ایسا تیر مارا کہ جبین اقدس لہولہان ہو گئی اور خون سے چہرۂ مبارک سرخ ہو گیا آپ دامن مبارک سے خون صاف کر رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ اے خدائے بصیر تو دیکھ رہا ہے کہ جو تیرے سرکش بندوں کے ہاتھوں مجھ پر گذر رہی ہے ابھی آپ چہرہ کا خون جو غازۂ گلگوں کی طرح تھا صاف بھی نہ کرنے پائے تھے کہ ایک شقی ازلی نے سینۂ اقدس پر

Marfat.com

تیر مارا جس کو آپ نے کھینچ پھینکا تو خون کا فوارہ جاری ہو گیا۔ آپ نے اس خون غلطاں کو ہاتھوں میں لے کر منہ پر مل لیا اور فرمایا اسی طرح میں اپنے جد امجد محمد رسول اللہ سے ملوں گا۔ اور فرمایا اے خدا تو شاہد رہیو کہ یہ نابکار ایسے شخص کو قتل کر رہے ہیں جس کے سوا تیری اس وسیع زمین پر کوئی بھی دوسرا شخص تیرے رسول کا فرزند نہیں ہے

معرفت الٰہی کا عرش خاک فرش پر

اتنے شدید زخم کھانے کے بعد آپ کے اندر اتنی قوت نہیں رہی تھی کہ زیادہ دیر تک گھوڑے پر بیٹھ سکتے۔ خود گھوڑا بھی تیروں کے زخموں سے چور تھا کہ اس عرصہ میں ایک مردود ازلی نے تلوار کی ایسی ضرب لگائی کہ راکب دوش رسول اللہ فرش خاک پر آ رہا۔ زمین کربلا لرز گئی اور خاک نینوا کانپ اٹھی۔ گویا عرش الٰہی اس کے سینہ پر گر پڑا۔ مرغان ہوا نوحہ گری اور طیور صحرا ماتم سرائی کرنے لگے۔ حضرت زینب نے ماں جائے کا یہ حال دور سے دیکھا تو بے قرار ہو کر چلا اٹھیں کہ۔ واحسیناہ۔ وامحمداہ واخاہ، واسیداہ، اے آسمان تو کیوں نہیں پھٹ پڑتا اے زمین تو کیوں نہیں غرق ہو جاتی اور اے پہاڑو تم کیوں نہیں ٹکرا کر ریزہ ریزہ ہو جاتے۔ میر انیس نے اس منظر کو اس طرح دکھایا ہے :-

گیسو آلودہ خوں لپٹے ہیں رخساروں سے
شانے کٹ کٹ کے لٹک آئے ہیں تلواروں سے
تیر پیوست ہیں خوں بہتا ہے سوفاروں سے
لاکھ آفت میں ہے اک جان دل آزاروں سے
فکر ہے سجدۂ معبود میں سر دینے کی
وار ہے تیغوں کے فرصت نہیں دم لینے کی

خوں میں تر پیچ عمامے کے ہیں سر زخمی ہے
ہے جبیں چاند سی پر نور مگر زخمی ہے
سینہ سب برچھیوں سے تا بہ کمر زخمی ہے
تیر بیداد سے دل زخمی جگر زخمی ہے
ضرب شمشیر سے بے کار ہیں بازو دونوں
ظلم کے تیروں سے مجروح ہیں پہلو دونوں

برچھی آ کر کوئی پہلو پہ لگا جاتا ہے
مارتا ہے کوئی نیزہ تو غش آ جاتا ہے
بڑھتے ہیں زخم بدن زور گھٹا جاتا ہے
بند آنکھیں ہیں سر پاک جھکا جاتا ہے
گرد زہرا و علی گریہ کناں پھرتے ہیں

Marfat.com

غل ہے گھوڑے سے امام دو جہاں گرتے ہیں

گرتے ہیں قطرۂ خوں زخم جبیں سے پیہم
دست مجروح سے کھینچ سکتے نہیں تیر ستم
فکر ہے بخشش امت کی کچھ اپنا نہیں غم
کرتے ہیں حمد خدا خشک زباں سے ہر دم

ہے عبا تیروں سے غربال قبا گلگوں ہے

ہونٹ شیا تیغ سے زخمی ہیں دہن پر خوں ہے

زیں سے ہوتا ہے جدا دوش محمد کا مکیں
چمن فاطمہ رضہ کا سرو ہے مائل بہ زمیں
برچھیاں گرد ہیں اور بیچ میں ہے سرو دیں
ہے یہ نزدیک گرے تھر توسن کے نگیں

پاؤں ہر بار رکابوں سے نکل جاتے ہیں

یا علی کہتی ہے زینب تو سنبھل جاتے ہیں

کوئی سید کا نہیں آہ بچانے والا
حد ہے لاکھوں ہیں اور اک زخم اٹھانے والا
پیاس ہیں کوئی نہیں پانی پلانے والا
سنبھلے کس طرح بھلا برچھیاں کھانے والا

چرخ سے آگ برستی ہے زمیں جلتی ہے

مارے گرمی کے زباں خشک ہے لو چلتی ہے

کبھی دم لینے کو سایہ نہیں ہے وقت زوال
اینٹھی جاتی ہے زباں پیاس کی شدت کمال ہے
کبھی زینب کا ہے غم گاہ سکینہ کا خیال
دن جو ڈھلتا ہے تو حضرت ہوئے جاتے ہیں نڈھال

مثل خورشید بدن ضعف سے تھراتا ہے

نیر برج امامت پہ زوال آتا ہے

عرض کرتے ہیں یہ خالق سے کہ اے رب غفور
تو ہے عالم کہ نہیں کچھ ترے بندوں کا قصور
کرتے ہیں یہ مجھے بے جرم و خطا خوں سے چور
ہاتھ امت پہ اٹھانا نہیں مجھکو منظور

جانتے ہیں کہ محمد کا نواسا ہوں میں

پانی دیتے نہیں دو روز کا پیاسا ہوں میں

دم واپسیں ایک اور جانکاہ صدمہ

ابن حسن کی شہادت آغوش حسین میں

اب امام عالی مقام کی حالت نہایت نازک ہو چکی تھی اب آپ پشت زین کی بجائے پشت زمین پر

تھے۔ آنکھ کی طاقت طاق ہو چکی تھی اور نا ممکن تھا کہ کھڑے ہو کر اشقیا کا مقابلہ کریں اور لعینوں کی جماعت آپ کو گھیرے کھڑی ہے۔ یہ المناک منظر عبداللہ بن حسن ورخیمہ سے دیکھ رہے تھے چچا جان کی مظلومیت کا یہ عالم اس جان حسن سے نہ دیکھا گیا لڑنے کا سن نہ تھا ابھی بلوغ کو بھی نہیں پہنچے تھے مگر خون ہاشمی رگ ہمیت میں جوش زن تھا۔ عم نامدار کو اسی بیکسی میں دیکھ کر میدان کو دوڑے حضرت زینب نے پیچھے سے دامن تھام لیا امام مظلوم نے آواز دی کہ بہن زینب اس کو روکو مگر عبداللہ دامن چھڑاتے ہوئے یہ کہہ کر کہ خدا کی قسم میں ایسی حالت میں اپنے چچا کو نہیں چھوڑ سکتا امام عالی مقام کی طرف دوڑے اور آن واحد میں چچا کے پاس تھے۔ جس وقت یہ معصوم بھتیجا چچا کے پاس پہنچا اس وقت ایک جہنمی ملعون تلوار کھینچ کر امام عالی مقام پر وار کرنا ہی چاہتا تھا کہ جناب عبداللہ بن حسن نے یہ کہہ کر اے پسر خبیثہ کیا تو میرے چچا کو مار ہی ڈالے گا اپنے ہاتھوں کو امام مظلوم کے سر پر سپر بنا لیا۔ شقی ازلی کی تلوار گری اور عبداللہ بن حسن کے بازو کو قلم کرتی چلی گئی حضرت عبداللہ چچا کی گود میں گرے اور زخموں سے چور عم نامدار نے بھتیجے کو والہانہ چھاتی سے لگا لیا اور زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے۔

اے جانِ عم جو مصیبت تم پر نازل ہوئی ہے اُس پر صبر کرو اور اس بلا کو باعث خیر و برکت سمجھو اللہ تعالیٰ تم کو تمہارے آبائے صالحین سے ملا دے گا۔

اسی حالت میں اس لعین ازلی نے ایک دوسرا تیر مار کر اس معصوم کو آغوش عم میں۔ شہید کر دیا۔

۔ یہ قیامت خیز منظر ایسا نہ تھا کہ کوئی برداشت کر سکتا۔ امام بیکس و مظلوم اس دردناک نظارہ کی تاب نہ لا سکے اور آپ پر بے ہوشی سی طاری ہو گئی۔ اُف ظلم و سفاکی کی بھی کوئی حد ہے۔ کیا اس سے زیادہ شقاوت و بے رحمی کا تصور کیا جا سکتا ہے اور کیا خدا تیری مخلوق انسان ایسے بے رحم ایسے سفاک ایسے درندہ خو ایسے ظالم اور ستمگر بھی ہو سکتے ہیں۔

Marfat.com

قیامتہ الکبریٰ

فرزند رسولؐ جگر گوشۂ بتولؑ گلشن علیؑ کا پھول

اور

سفاک بے دین لعینوں کی تیغ مجہول

اب امام عالی مقام میں کیا باقی رہا تھا جس سے دشمن خوف کھاتے۔ اب تک تو دور سے تیروں کی بارش کرتے تھے یا لمبے نیزوں سے دور سے حملہ کرتے اور زخم لگاتے تھے یا پھر گھات میں بیٹھ کر اور حملہ کی زد سے بچکر تلوار مارتے تھے۔ کیونکہ تیغ حسینی کی اجل افشانی سے ناپاکوں کی نجس روحیں کانپ رہی تھیں اور قریب آتے جان نکلتی تھی۔ لیکن اب یہ عالم تھا کہ حرکت بھی محال تھی۔ بازو کٹے ہوئے سر و سینہ زخموں سے چور دست و پا شکستہ ضعف و بے طاقتی سے نڈھال غش پہ غش چلے آتے تھے اور حقیقتاً یہ غشی نہ تھی بلکہ خدائے بے نیاز کی بارگاہ صمدیت میں راز و نیاز کے مراقبے تھے امام مظلوم کبھی سر جھکاتے تھے کبھی سر بلند فرما کر آسمان کی طرف نظر کرتے تھے

پیکر تسلیم و رضا خاص آل عبا کی آخری مناجات

اب وقت موعود آن پہنچا تھا جنت کے دروازے کھول دیئے گئے تھے اور حاملان عرش و ملائکہ قدس و انبیائے صالحین گی پیکر تسلیم و مجسمۂ رضا کے استقبال کے لئے صف بستہ تھیں کہ اسی حال میں نماز عصر کے لئے سر سجدے میں جھکا اشاروں سے نماز ادا فرمائی اور رب ذوالجلال کے حضور میں زبان گویا ہوئی:-

یارب غنی بندہ ہے اک بندۂ محتاج | تیری ہی عنایت سے ہی خلق کا سرتاج
سر نذر کو دربار میں لایا ہے غلام آج | مقبول ہو یہ ہدیہ تو ملے رتبہ معراج

ہنگام مدد ہے مدد کیجیو مولا!
یہ تحفۂ درویش نہ رد کیجیو مولا!

Marfat.com

رکتا نہیں کچھ اور یہ کعبے کا مسافر
اک جاں ہے سو قربان ہے اک سر ہے سو حاضر
اب تک میں تیری راہ میں ہوں صابر و شاکر
بخشیں یہ کرم مجھ کو مولا دمِ آخر!
سینے پہ مرے زانوئے قاتل نہ گراں ہو
خنجر کے تلے نام ترا وردِ زباں ہو

واقف نہیں اس مرحلۂ صعب سے شبیر
تھراتا ہے سینہ میں دل اے مالکِ تقدیر
پیاسا ہوں کئی روز سے میں بیکس و دلگیر
ان خشک رگوں میں کہیں رک جائے نہ شمشیر
مضطر مرا ہونا خللِ اندازِ ادب ہے
تڑپوں بشریت سے جو اس دم تو غضب ہے

دعائے امام آغوشِ اجابت میں

ادھر زبانِ قلب سے یہ دعا نکلی اور اُدھر ندائے بے صورت پردۂ گوشِ حق نیوش سے اس طرح ٹکرائی۔

آئی یہ ندا کان میں شاہِ شہدا کے!
رحمت تجھے اے بندۂ مقبول خدا کے!
قدسی ہیں ثنا خواں تری تسلیم و رضا کے
لے تاجِ شفاعت مری سرکار میں آکے!
غمگیں نہ ہو ہم تجھ کو بہت شاد کریں گے
زیرِ دمِ خنجر تری امداد کریں گے

اب دیر نہ کر اے پسرِ مخبرِ صادق!
جنت تری مشتاق ہے کوثر ترا شائق
معشوق کو منظور ہے خوشنودیِ عاشق
دینگے تجھے جو کہ ہیں رتبے ترے لائق
تو دل سے فدا کرتا ہے سر راہِ خدا میں
ہدیہ ترا مقبول ہے درگاہِ خدا میں

یہ مژدۂ جاں بخش جو ہاتف نے سنایا
خوش ہو کے سخی نے سرِ تسلیم جھکایا
کی عرض کہ صدقے تری رحمت کے خدایا
محتاج نے سب کچھ تری درگاہ سے پایا
بندے کو سرافراز کیا تو نے جہاں میں
رتبے وہ ملے جو کہ نہ تھے وہم و گماں میں

Marfat.com

جلادوں کا نرغہ ہے امام ازلی پر

امام عالی مقام کو اس مراقبہ و مناجات میں دیکھ کر عمر و سعد اور شمر لعین بولے کہ اب دیر کرنے کا وقت نہیں آگے بڑھو اور فرزند رسول کا سر کاٹ لو۔

خبیثوں کی ایک جماعت آگے بڑھی مگر ہیبت حق و جلال محمدی کا نور چہرہ اقدس پر ایسا چمک رہا تھا۔ کہ اس کو دیکھ کر ہمت پچھلے پاؤں لوٹ گئے۔ بعض بے حیا و بے رحم آگے بڑھے۔ کسی نے اس عالم بے کسی میں بھی تیر مارا کسی نے تلوار کا وار کیا کوئی نیزے کی انی چبھو گیا یہاں تک کہ آپ فرش خاک پر دراز ہو گئے۔ بیٹھے بیٹھے بھی آپ نے بعض کو زخمی اور بعض کو جہنم واصل کیا۔

جب آپ بالکل بے حال ہو گئے تو پہلے شیث ابن ربعی قریب آیا تاکہ فرق مبارک جسم اطہر سے جدا کرے مگر اس پر ہیبت حق اس قدر طاری ہوئی کہ ہاتھ سے تلوار گر پڑی۔ اور وہ یہ کہہ کر لوٹ گیا کہ خدا کی پناہ میں کو خون حسین سے بچائے۔ اس نے سنان بن انس کے پوچھنے پر کہ ایسی حالت میں بھی کہ حسین کچھ بھی نہیں کر سکتے تو کیوں بھاگ آیا اور کیوں سر قلم نہیں کیا؟ اس نے جواب دیا کہ میں نے چشم حسین میں روئے محمد کا جلوہ دیکھا۔ یہ سن کر سنان بن انس آگے بڑھا کہ تجھ کو تو وہم نے گھیر ا ہے لیکن جونہی امام حسین ع سے سنان کی آنکھیں چار ہوئیں اس کا بھی وہی حال ہوا جو شیث ابن ربعی کا ہو رہا تھا۔

بیٹھا تھا لعین سینہ کو زانو سے دبا کر

اس کے بعد لعین ازلی شمر مردود آگے بڑھا اور جا کر سینہ مقدس پر چڑھ بیٹا دیکھو کیسے بلند مقام پر یہ احمق کتنا چڑھ گیا ہے۔ دوش محمد کا سوار اور اس کے سینہ پر شمر نابکار ؎

اے محمد گر قیامت سر برہ وں آری زخاک   سر برآور دیں قیامت درمیان خلق بیں

آہ وہ صدر پاک وہ سینہ مقدس جس پر فرشتے بھی ہاتھ نہ رکھ سکیں وہ چھاتی جو محمد رسول اللہ کی چھاتی سے سینکڑوں بار مس ہوئی جس کو ہزاروں بار محبوب رب العالمین نے چپٹایا اور پیار کیا تھا جو سیدہ عالم فاطمہ زہرا رض کے سینہ سے برسوں لپٹی رہی اسی چاندسی چھاتی پر اسی صدر اقدس پر اور اسی سینہ مقدس پر مردود کتنا چڑھا ہوا امام عالم کے سر مبارک کو جدا کرنا چاہتا ہے

مروی ہے کہ جناب امام عالی مقام نے اس مردود ازلی سے فرمایا ذرا اپنا شکم کھول دے اس نے

کپڑا اٹھایا تو دیکھا کہ ابلق کتے کی طرح وہ مبروص دو اغدار ہے آپ نے دیکھ کر فرمایا صدقت یا رسول اللہ شمر نے پوچھا کہ کیوں میرا شکم دیکھا اور رسول اللہ ؐ نے کیا فرمایا تھا تو آپ نے اس سے فرمایا کہ رسول اللہ ؐ نے ارشاد فرمایا تھا کہ اے حسین تجھ کو ایک شخص قتل کرے گا جس کا جسم ابلق کتے کا سا اور بال سور کے سے ہوں گے۔ یہ سن کر شمر ملعون نے کہا کہ آپ نے مجھ کو سور اور کتے سے تشبیہ دی ہے تو اب میں آپ کو بڑی طرح قتل کروں گا۔ چنانچہ اس لعنت کے پتلے سفاک وحشی نے آپ کو الٹا کرکے پشت پر بیٹھ گیا اور جانب قفا سے آپ کو ذبح کر ڈالا اور سر مبارک جدا کر دیا۔

آہ یہ ملعون کیسا بد بخت۔ کیسا خفتی کیسا خدا ناترس اور کیسا سفاک و خبیث تھا کہ بوسہ گاہ رسول پر خنجر چلاتے اس کو حیا نہ آئی۔ نہ خدا کا خوف آیا نہ رسول سے شرم لعنۃ اللہ علیہ و الملائکۃ والناس اجمعین۔ الی یوم الدین۔

اف کیسا دردناک منظر تھا خیمہ اہل بیت رسول اللہ میں ایک کہرام مچ گیا۔ ایسی قیامت برپا تھی کہ اس کے تصور سے بھی دل لرزتا ہے اور آنکھیں خونبار ہوئی جاتی ہیں۔ آج تیرہ سو برس کے بعد یہ حال ہے کہ اس قیامت خیز حادثہ کی یاد انکھ انکھ آنسو رلاتی ہے۔ تو اس وقت ان سیدانیوں کا کیا حال ہوا ہوگا۔ جنہوں نے اپنی آنکھوں سے سب کچھ دیکھا ہوگا۔ حضرت زینب حضرت ام کلثوم امام عالی مقام کی ازواج مطہرات اور آپ کی صاحبزادیاں جناب فاطمہ کبریٰ اور حضرت سکینہ اور جناب سید الساجدین امام زین العابدین پر اس وقت کیا گذری ہوگی۔

جناب فاطمہ زہرا رض کا قبر میں کیا حال ہوا ہوگا اور رسول اللہ کی روح اقدس روضہ مطہر میں کیسی مضطرب و بےچین ہوئی ہوگی۔ حضرت علی اور جناب امام حسن کی روحیں کیسی بیقرار ہونگی۔

شمر ملعون جس وقت سینہ پر چڑھا تھا اس وقت کا منظر میر انیس کی زبانی سنئے:۔

غش تھے شہ دیں نرگس آنکھوں کو پھرائے
بیٹھا تھا لعین سینہ کو زانو سے دبائے

سر پیٹ کے زینب نے ادھر سے یہ پکارا
بابا مرے بھائی کو بچا لیجئے خدا را

کہہ دیجئے زندہ ہو اگر آپ کا پیارا
آتی ہے بہن دیکھنے دیدار تمہارا

اک دم کے لئے شمر ستمگار جو ہٹ جائے
یہ خستہ جگر دوڑ کے چھاتی سے لپٹ جائے

فرما کے یہ جو آگے بڑھی زینب دلگیر
تلوار میں لئے راہ میں حائل ہوئے بے پیر

چلاتی لگی رو کے یہ تب خواہر شبیر
بابا مرا کچھ بس نہیں اب کیا کروں تدبیر

Marfat.com

ہوتی ہوں یتیم اشک بہانا نہیں ملتا
نزدیک ہیں آپ اور مجھے آنا نہیں ملتا

بابا کہو کیا دل پہ گزرتی ہے تمہارے — نکلی تو نہیں منہ سے زباں پیاس کے مارے
صدقے گئی جیتے ہو کے دنیا سے سدھارے — آواز نہ دی ہم تمہیں دو بار پکارے

کس دل میں طاقت ہے کہ اس جانکاہ و جانگزا و جانگسل حالت کو بیان کرے۔ اے ابن زیاد اے ابن سعد اے ابن معاویہ اور اے ابن ذی الجوشن خدا تم کو کبھی نہ بخشے اور کبھی تم پر رحم نہ کرے جس طرح تم نے آل محمد اور فرزند محمدؐ پر رحم نہیں کیا خدا تم کو دوزخ کی آگ میں ہمیشہ جلائے اور مار حمیم و زقوم کو بھی ترسائے جس طرح تم نے ابن رسول اللہ اور اہل بیت نبی کو پانی کی ایک ایک بوند کے لئے ترسایا ہے۔

ملا محتشم کاشی نے جو دردناک مرثیہ شہادت امام حسین پر لکھا ہے اس کے دو بند ہدیۂ ناظرین کئے جاتے ہیں کہ خاکسار مؤلف کا قلم اس موقع پر بالکل عاجز و درماندہ ہے ؂

چوں خوں ز حلق تشنۂ او بر زمیں رسید — خوں از زمیں بہ ذروۂ عرش بریں رسید
نخل بلند او چو خساں بر زمیں زدند — طوفاں بہ آسماں ز غبار زمیں رسید
باد آں غبار چوں بہ مزار نبی رساند — گرد از مدینہ بر فلک ہفتمیں رسید
کرد ایں خیال وہم غلط کار کاں غبار — تا دامن جلال جہاں آفریں رسید
یکبارہ جامہ در خم گردوں بہ نیل زد — چوں ایں خبر بہ عیسیٰ گردوں نشیں رسید
پر شد فلک ز غلغلہ چوں نوبت خروش — از انبیاء بحضرت روح الامیں رسید

ہست از ملال گرچہ بری ذات ذوالجلال
او در دل است و ہیچ دلے نیست بے ملال

ترسم جزائے قاتل او چوں رقم زنند — یکبارہ بر جریدۂ رحمت قلم زنند
ترسم کزیں گناہ شفیعان روز حشر — دارند شرم کز گنہ خلق دم زنند
دست عتاب حق بدر آید ز آستیں — چوں اہل بیت دست بر اہل ستم زنند
آہ از دمے کہ با کفن خوں چکاں ز خاک — آل علی چو شعلۂ آتش علم زنند
فریاد از زماں کہ جواناں اہل بیت — گلگوں کفن بہ عرصۂ محشر قدم زنند
از صاحب حرم چہ توقع کنند باز — آں ناکساں کہ تیغ بہ صید حرم زنند

Marfat.com

پس برستاں کنند سرے راکہ جبرئیل
شوید غبارِ گیسوئش از آبِ سلسبیل

ملبوسِ شہید کی غارتگری اور لاشۂ اطہر کی پامالی

جو کچھ اب تک ہو چکا ہے وہ کیا کم تھا اسی پر قیامت تک ماتم و سینہ کوبی کی جا سکتی ہے اور خون کے آنسو رودئے جا سکتے ہیں لیکن ظلم کے پتلوں نے اسی پر بس نہیں کی بلکہ فرزندِ رسول کو قتل کرنے کے بعد از راہ عداوت و بغض آپ کا ملبوس مبارک بھی اُتارے گئے حالانکہ اسی خیال سے امام عالی مقام نے لباس کہنہ و بیرہن شکستہ زیب تن فرمایا تھا تاکہ اس طرح لباس میں جسم مقدس کو برہنہ اور بے پردہ نہ کریں۔ مگر جن لعینوں نے فرزندِ رسول کے خون کو حلال کر لیا تھا اُن کے لئے اب کیا باقی رہا تھا۔ وہ ایک ایک کرکے تمام کپڑے فرقِ مبارک کے عمامے سے رو اور قمیص تک لوٹ لے گئے اور جسمِ اطہر کو بے پردہ اور برہنہ چھوڑ دیا۔ جب بوسیدہ و شکستہ اور خون میں تر کپڑوں کو نہ چھوڑا تو اسلحہ ان حریص کتوں سے کیا بچتے۔ یہاں تک شقاوت برتی کہ انگشت مبارک میں مہر لگانے کی جو خاتم تھی وہ جب نہ اتری تو انگلی ہی تلوار سے کاٹ لی۔ جن بے رحموں کو بوسہ گاہ رسول پر خنجرِ ستم چلاتے اور ذبح کرتے رحم نہ آیا تو قتل کے بعد اور سر کو تن سے جدا کرنے کے بعد انگلی کاٹ ڈالنے میں کیا تامل ہو سکتا تھا۔

جسدِ اقدس کی پامالی!

اس ظلم پہ بھی جی نہ بھرا فوجِ لعین کا
پامال کیا گھوڑوں سے لاشہ شہ دیں کا

اس کے بعد عمرو سعد ملعون نے دس گھوڑے سواروں کو حکم دیا کہ جاؤ اور جا کر گھوڑوں کی ٹاپوں سے حسین کے لاشۂ بے سر کو روند ڈالو ان ملاعنۂ روزگار اشقیا نے لاشۂ مقدس پر جی بھر کر اور دل کھول کر گھوڑے دوڑائے اور لاش کو انتہائی بے رحمی اور بے دردی سے روند ڈالا یہاں تک کہ اعضائے جسم ایک دوسرے سے جدا ہو گئے اور پسلیاں ٹوٹ گئیں اور شکم مبارک کا مغز باہر نکل آیا۔ یہ اس جسمِ اطہر اور اس جسدِ مقدس کے ساتھ کیا گیا جس کو رسول اللہ پیار کرتے تھے اور جس کی خوشبو کو سونگھتے تھے اور فرحت و انبساط حاصل کرتے تھے اور جس کو فاطمہ زہرا نے اپنی گود میں پالا تھا اور جو جسم کو رسولِ خدا کے جسم سے مشابہ تھا اور یہ اس حسین کے لاش کی بے حرمتی تھی

جس کی نسبت رسول خدا نے فرمایا تھا کہ حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں اور ان تمام لعینوں کے نام تاریخوں میں مذکور ہیں جنھوں نے ملبوس پاک لوٹا اور لاش مبارک کو روندا اور پامال کیا تھا

مخدرات سراپردۂ عصمت کے خیموں کی لوٹ

اس کے بعد نابکاروں اور لعینوں کی فوج شکاری کتوں کی طرح خیام مقدس اہل بیت پر لوٹ پڑی خانوادہ نبوت میں مال و اسباب دنیوی کہاں سے آیا کچھ ہونداز مائی ہونگی کچھ پہننے کے ضروری کپڑے کچھ معمولی سامانِ خانہ داری جو بقدر ضرورت سفر ساتھ ہو گا۔ دس بیس پچاس کا شاید زیور وغیرہ ہو۔ لیکن ان ظالموں کو تو سنیت ضلالت و گمراہی پر پورا پورا عمل کرنا تھا حیوانوں کی طرح ان خیام مقدس میں گھس گئے جو سرپردہ عصمت تھے جن میں نبی زادیاں تھیں جن کو کبھی چشم نامحرم نے خواب میں بھی نہ دیکھا تھا جن کی عزت و حرمت کی رسولِ خدا نے تاکید کی تھی جن کی طہارت و پاکیزگی کی قرآن نے تصدیق کی تھی اور جن کے گھر میں جبرئیل امین بھی بغیر اجازت کے داخل نہ ہوئے تھے۔

خیموں میں گھس کر ان ظالموں نے سب کچھ لوٹ لیا سیدانیوں کے سروں سے چادریں تک اُتار لیں۔ بی بی زینب کے کانوں سے گوشوارے اس طرح چھین لئے کہ کان لہولہان ہو گئے پیروں کی پازیب جب نہ اُتری تو اس کو توڑ کر لے گئے۔

یہاں تک کہ عابد بیمار کے نیچے کا چرمی بستر تک نکال لیا اور مریض و علیل سید سجاد کو ننگی زمین پر چھوڑ دیا۔ یہاں تک شقاوت برتی کہ معصوم بچیوں کی اوڑھنیاں بھی ان سروں سے اتار لیں یہ سب کچھ ظلم و ستم مظلوم نبی زادیاں دیکھتی تھیں اور کچھ نہ کہہ سکتی تھیں۔ کیونکہ اب ان کا کون مددگار تھا کس سے فریاد کریں کون فریاد کا سننے والا تھا حسرت و بیکسی سے ایک دوسرے کا منہ تکتی تھیں اور دکھ درد کی تصویر بنی ہوئی تھیں۔ معصوم سکینہ کا حال اس وقت کیا ہو گا یتیم سیدزادی سہمی ہوئی ایک کونے میں کھڑی ہو گی۔ کس کو پکارے کس کو آواز دے کون جواب دینے والا تھا نہ باپ نہ بھائی نہ چچا۔ سارے آسرے جاتے رہے تھے اور سامنے خونخوار بھیڑیے نبی زادیوں کو لوٹ کھسوٹ رہے تھے۔ یہ وہی سنگدل تھے جو باپ بھائی اور چچا کو قتل کر چکے تھے خاموش ساکت و صامت کھڑی تھر تھر کانپ رہی تھی مگر زبان نہ ہل سکتی تھی۔ اُف بی بی سکینہ کی حالت کیسی قابل ترس ہو گی مگر کون ترس کھاتا

عابد بیمار کے قتل کا ارادہ

ظالموں نے سید الساجدین کو زندہ دیکھا تو آنکھوں میں شرارے چمکنے لگے کہ ابھی تک ایک مرد

Marfat.com

زندہ ہے اور نسل حسینی کے باقی رہنے کا امکان باقی ہے۔ ایک شقی تلوار کھینچ کر بڑھا کہ اس شمع امامت کو بھی گل کر دے اور دنیا سے نسل حسین کو منقطع کر دے۔

جونہی ملعون اس شقاوت کے ارادہ سے آگے بڑھا جناب ام کلثوم دوڑ کر سید سجاد پر گر پڑیں اور فرمایا کہ اگر ان کو بھی قتل کرنا چاہتا ہے تو پہلے ہم سب رانڈوں کو تہ تیغ کر دے۔

خدا کو منظور تھا کہ دنیا میں باوجود اس ظلم و ستم کے حسین علیہ السلام کی نسل پھلے پھولے اور بار آور ہو اور رشد و ہدایت کا سلسلہ عالیہ قیامت تک جاری رہے۔ چنانچہ حضرت زین العابدین کو بیمار دیکھ کر ان ظالموں نے چھوڑ دیا۔

شہدار کی لاشوں پر نبی زادیوں کا گذر

لوٹ کھسوٹ سے جب یہ ملعون فارغ ہوئے تو سب اہل بیت کرام کو اسیر کیا۔ حضرت زینب نے عمر و سعد سے فرمایا کہ ہم کو مقتل امام حسینؑ کی طرف لے چل۔ اس نے اس کو منظور کر لیا۔

جس وقت جو انانِ اہل بیت اور سید الشہدا امام عالی مقام کی لاش بے سر گھوڑوں کی ٹاپوں سے روندی ہوئی اس قافلہ نے دیکھی تو ایک قیامت برپا ہو گئی۔ ایسے جگر خراش نالے بلند ہوئے کہ زمین کربلا کا ایک ایک ذرہ کانپ اٹھا اور آسمان تھرا گیا۔

نبی زادیوں کی جو حالت ہوئی وہ کس کا جگر ہے جو بیان کر سکے چینی بی بیاں تھی تھیں سب ہی کے عزیز و اقارب کی لاشیں خاک و خون میں تھڑی ہوئی پڑی تھیں اور اکثر شہدار کی لاشیں بے سر کی تھیں کیونکہ ظالموں نے نیزوں پر چڑھانے کے لئے سروں کو دوش شہدار سے جدا کر لیا۔

سب بیبیاں اپنے اپنے عزیزوں کی مقدس لاشوں سے لپٹ گئیں اور اس قیامت کا کہرام برپا ہوا و سا یسی صدائے آہ و زاری بلند ہوئی کہ کلیجہ منہ کو آتا تھا۔ حضرت زینب پاک کا حال ناقابل بیان ہے آپ نے اپنے مظلوم و بیکس بھائی کی لاش اس حالت میں دیکھی تو پچھاڑیں کھا کر گر پڑیں اور وا محمدا کا جگر سوز نالا کھینچ کر لاشۂ امام سے لپٹ گئیں۔ انکو نہلانے شکستہ اور اعضائے مجروح و جدا شدہ کو بوسہ دیتی تھیں اس وقت درد و غم میں جو الفاظ آپ کی زبان سے نکلے وہ قیامت تک محبانِ اہل بیت کو خون کے آنسوں رلائیں گے۔

Marfat.com

محتشم کاشی نے ہلکا سا پرتو اس نظم میں اُتارا ہے جو حسب ذیل ہے :-

بر حربگاہ آہ چوں آں کارواں فتاد — شور نشور واہمہ را در گماں فتاد
ہم بانگ نوحہ غلغلہ در شش جہت فگند — ہم گریہ بر ملائک ہفت آسماں فتاد
چنداں کہ بر تن شہدا چشم کار کرد — بر زخمہائے کاری تیغ و سناں فتاد
ناگاہ چشم دختر زہرا دراں میاں — بر پیکر شریف امام زماں فتاد
بے اختیار نعرۂ ہذا حسین از و — سر زد چنانکہ آتش از و در جہاں فتاد

پس با زبان پر گلہ آں بضعة البتول
رو در مدینہ کرد کہ یا ایہا الرسول

ایں کشتۂ فتادہ بہ ہاموں حسین تست — ویں صید دست و پا زدہ در خوں حسین تست
ایں غرقۂ محیط شہادت کہ روئے دشت — از موج خون او شدہ گلگوں حسین تست
ایں خشک لب فتادہ ممنوع از فرات — کز خون او زمین شدہ جیحوں حسین تست
ایں شاہ کم سپاہ کہ با خیل اشک و آہ — خرگاہ ازیں جہاں زدہ بیروں حسین تست
ایں قالب طپاں کہ چنیں ماندہ بر زمیں — شاہ شہید ناشدہ مدفوں حسین تست

پس روئے در بقیع بہ زہرا خطاب کرد
وحش زمین و مرغ ہوا را کباب کرد

کاے مونس شکستہ دلاں حال ما بہ بیں — ما را غریب و بیکس و بے آشنا بہ بیں
تنہائے کشتگاں ہمہ در خاک و خوں نگر — سرہائے سروراں ہمہ بر نیزہا بہ بیں
آں سر کہ بود بر سر دوش نبی مدام — یک نیزہ اش ز دوش مخالف جدا بہ بیں
واں تن کہ بود پرورشش در کنار تو — غلطاں بہ خاک معرکۂ کربلا بہ بیں
در خلد بر حجاب دو کون آستیں فشاں — واندر جہاں مصیبت ما بر ملا بہ بیں
نے نے در آ و ابر خروشاں بہ کربلا — طغیان سیل فتنہ و موج بلا بہ بیں

یا بضعة الرسول ز ابن زیاد داد
کو خاک اہل بیت رسالت بباد داد

حضرت سید الساجدین امام زین العابدین رض اس کو دیکھکر اس قدر مضطر اور بیقرار ہوئے کہ معلو
ہوتا تھا کہ آپ کی روح پرواز کر جائے گی اور کیونکر آپ صبر و ضبط کر سکتے تھے جبکہ سامنے یہ حشر بپا تھا

کہ پدرِ بیکس کا لاشہ بے سر روندا ہوا ہڈیاں پسلیاں ٹوٹی ہوئی خاک و خون میں لتھڑا ہوا پڑا تھا اور عزیز واقارب اور اعوان و انصار اہل بیت کی لاشیں بھی اس تپتی ہوئی ریت پر پڑیں۔ فاقہ مظلومیت و بیکسی کہہ رہی تھیں کوئی ان پر موت کے بعد بھی رحم کرنے والا نہ تھا۔

حضرت بی بی سکینہ کی حالت اضطراب نہ پوچھیے کہ کیا تھی۔ بی بی صاحبہ کا حال دیکھ کر کلیجہ منہ کو آتا ہے آپ حضرت زینبؑ کی انگلی تھام کر لاشہ پدرِ بے سر کے قریب گئیں تو ایک چیخ مار کر گریں اور باپ کی لاش سے چمٹ گئیں اپنے رخساروں اور بالوں کو جسم اطہر پدرِ عالی قدر سے ملتی تھیں پیار کر کرکے روتی تھیں کہ بابا جان مجھ کو کس پر چھوڑ گئے۔ مجھ کو کس کے سپرد کر گئے۔ آہ مجھکو یہ ظلمی سپاہی گھڑکتے ہیں لال لال خونیں دیدے دکھا کر ڈانٹتے ہیں اور کوئی مجھ کو بچانے اور چھاتی سے چپٹانے والا نہیں ہے۔ بابا جان دیکھیے یہ ظلمی و نا خدا ترس سپاہی میری اوڑھنی تک چھین لے گئے آپ کیوں نہیں بولتے۔ اٹھئے بابا جان دیکھئے آپ کی سکینہ آپ کو پکار رہی ہے۔ آہ یہ آپ کو کیسی نیند آگئی کہ آپ کی پیاری بیٹی آپ کو جگا رہی ہے اور آپ نہیں جاگتے۔ ہائے یہ آپ کا سر کیا ہوا۔ کون ظالم کاٹ کر لے گیا

ارے ظالمو! میرے بابا کا سر تو مجھے دیدو میں اسے پیار تو کر لوں ؎

ہے ہے میرے بابا کا لہو کس نے بہایا ... ہے ہے مجھے کس نے مرے عاشق سے چھڑایا

ہے ہے مرے بچپن پہ ذرا رحم نہ کھایا ... ہے ہے مرے سر پر سے اٹھا باپ کا سایا

یہ خشک گلا کون سے خونخوار نے کاٹا

آئی یہ صدا شمر ستمگار نے کاٹا

آہ اے زمین کربلا تو یہ سب نظارے دیکھتی رہی اور نہ تیری چھاتی پھٹی اور نہ تیرے سینے میں سوراخ پڑے۔ اے خاک نینوا تو کیسی سنگدل تھی کہ سب کچھ دیکھا اور درد اضطراب کی ایک کروٹ بھی نہ لی۔ تیری پیٹھ پر فرزند رسول اللہؐ کا خون بہایا گیا۔ اس کی لاش تیرے دامن خاک پر تڑپی اس کا جسم گھوڑوں کی ٹاپوں سے روندا گیا مگر اے بے درد زمین کربلا تو اپنی جگہ سے نہ ہلی۔ ہاں ہاں میں جانتا ہوں کہ حریص تھی تیری حرص اس قدر بڑھی کہ تو نے اس گوارا نہ کیا کہ یہ گنج گراں مایہ کسی اور قطعۂ زمین کی زینت آغوش بنے اس لئے چپ چاپ پڑی رہی اور ایک ایک کرکے گلشن زہراؑ و حسنؑ محمدؐ کے تمام پھول اپنے دامن میں بھر لئے تاکہ قیامت تک ان کی خوشبو سے تمہارا دماغ لرہے۔

حرم رسول اللہ کا لٹا ہوا قافلہ کوفہ کو

میدان شہادت میں آہ وا ویلا کا ہر طرف ایک حشر برپا تھا۔ بیبیاں اور سیدانیاں لاشوں سے لپٹی ہوئی آہ وزاری کر رہی تھیں کہ عمر و سعد نے حکم دیا کہ ان کو ان لاشوں سے الگ کر دو سیدزادیاں زبردستی علیحدہ کی گئیں۔

دوسرے دن عمر و سعد نے اپنی فوج کے ان واصلین جہنم کو جمع کرایا جو شمشیر ہائے انصار واہل بیت وجوانان اہل بیت کی تلواروں اور تیغ حسینی سے فی النار ہوئے تھے ان پر نماز جنازہ پڑھی اور سب کو دفن کر دیا۔

شہدائے کربلا کی تدفین

لیکن آہ کہ شہدائے خاندان نبوت وآل محمدؐ کی لاشوں کو اسی طرح بے گور وکفن چھوڑ دیا جن کو دوسرے دن قصبۂ غامرہ کے لوگوں نے جو کہ بنو اسد کے قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے آکر اس طرح دفن کیا کہ جناب امام حسین علیہ السلام کی لاش علیحدہ دفن کی۔ شہدائے اہل بیت کو ایک جگہ ایک ساتھ دفن کیا اور دیگر اعوان وانصار حسین کو دوسری جگہ ایک ساتھ دفن کیا۔ حضرت عباس چونکہ ساحل فرات میں شہید کئے گئے تھے اس لئے وہ اس گنج شہیداں میں نہیں تھے۔ ان کی لاش کنارِ فرات پر علیحدہ دفن کی گئی۔ یہ تدفین عمر و سعد کے کوچ اور اس کے لشکر شام کی روانگی کے بعد میں عمل میں آئی۔

امام عالی مقام اور دیگر شہدائے کے سر نیزوں پر

عمر و سعد نے ایک دن آرام کیا دوسرے دن فوج آراستہ کی گئی اور ہر قبیلہ کے سردار کو علی قدر مراتب کفر شہداء کے سر تقسیم کئے گئے۔ کسی کو ایک کسی کو دو کسی کو چار کسی کو دس اور انہوں نے شہداء کے سروں کو نیزوں پر علم کرکے فوج کے آگے آگے چلنا شروع کیا فتح وفیروزمندی کے نقارے بجتے جاتے تھے اور نیزوں پر سر نے فوجوں کے سردار آگے آگے چل رہے تھے اور پیچھے ساری فوج تھی اور اسی فوج کی نگرانی میں حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھا جس کو ابن زیاد کے دربار میں لے جایا جا رہا تھا۔ اونٹوں کی ننگی پیٹھوں پر سیدانیاں بے چادر وبے برقع کے سوار تھیں فوج فتح کے شادیانے

Marfat.com

بجا رہی تھی اور یہ دکھیاریاں آہ وزاریاں کرتی تھیں۔

ابن زیاد بد نہاد کو قتلِ حسینؑ کی اطلاع دی گئی تھی اس نے ایک دربار منعقد کیا جس میں تمام روساء و امراء کو مدعو کیا یہ عام دربار تھا اس میں بعض صحابی رسول اللہ ص دل کو تھامے اور جگر کو پکڑے پہونچ گئے تھے یہ قافلہ ۱۲ محرم کو کوفہ میں پہونچا سڑکوں پر اور مکانوں کی چھتوں پر آدمیوں کا ہجوم تھا امام حسین علیہ السلام اور شہداء کرام کے سروں کو نیزوں پر آویزاں دیکھ کر ہر طرف سے آہ وزاری و گریہ وبکا کی صدائیں بلند ہوئیں یہ وہی بدبخت اور بزدل کوفی تھے۔ جنہوں نے امام عالی مقام کو خط پر خط لکھ کر وعدہ نصرت وحمایت کر کر کے بلایا تھا اور جب آپ آگئے تو بیعت سے منحرف ہو کر یزیدی فوج میں بھرتی ہو کر امام دوجہاں کے مقابلے پر پہونچ گئے تھے۔ اور جو مقابلے پر گئے تھے وہ بزدلوں کی طرح گھروں میں بیٹھ گئے تھے۔ کوفے سے دس فرسخ پر رسول اللہ ص کا نواسہ اور پیغمبر خدا کا خاندان وجوانان اہلبیت قتل ہوتے رہے۔ اور یہ گھروں میں منہ چھپائے بیٹھے رہے۔ اور کوئی فریاد حسین پر امداد واعانت کے لئے نہ نکلا اور اب فرق امام دوجہان کو نیزے پر اور اور بنی زادیوں کو بے کجاوہ اونٹوں پر بحالت اسیری دیکھ کر روتے اور شور مچاتے اور واویلا مچاتے ہیں۔

آخر امام زین العابدین سے نہ رہا گیا اور آپ نے ان منافقوں کا یہ حال دیکھ کر فرمایا :-

بے وفا اور منافق دیدۂ دل کو خون آب رونے سے کیا ہوتا ہے اور اب سینہ کوبی کیوں کر رہے ہو کیا وہ تمہیں نہیں تھے جنہوں نے خطوط لکھ کر اور وفود بھیج بھیج کر اور خدا اور رسول کا واسطہ دے دیکر اور نصرت واعانتِ حق کے وعدے کر کے میرے باباجان کو بلایا تھا۔ اور جب وہ تشریف لے آئے تو تم پھر گئے اور ان کو شہید کرا دیا۔ اور کس بیدردی اور بے رحمی سے کہ آج تک کسی قصاب نے کسی جانور کو بھی نہ ذبح کیا ہوگا۔ اب تم آہ وزاری کرتے ہو۔ تمہیں شرم نہیں آتی۔

حضرت زینب علیہا السلام نے اس دردناک موقع پر جو اشعار پڑھے وہ اس قدر دردوغم اور حسرت دیاس میں ڈوبے ہوئے تھے کہ سن کر کلیجہ پھٹا جاتا تھا۔ اور آج بھی ان کو کوئی شخص آنکھوں سے جوئے اشک جاری کئے بغیر نہیں پڑھ سکتا۔ آپ کی نوحہ خوانی کو سن کر در ودیوار سے صدائے واحسینا بلند ہو رہی تھی۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا گویا کائنات گریہ کر رہی ہے اور نظام عالم درہم ہو جائے گا۔

ابن زیاد کا دربار اور اہل بیت اطہار

اسی طرح سرہائے بریدۂ شہداء کا جلوس مع بنی زادیوں اور عابد بیمار کے قصر امارت کے سامنے

Marfat.com

بھونچاؤ ہن کو خدا نے چشم بصیرت اور گوش حقیقت نیوش دیئے تھے ان کو نظر آیا کہ لبہائے مبارک امام حسین جنبش میں ہیں اور کانوں میں یہ صدا آرہی ہے :-
خدائے قادر قیوم کو ان ظالموں کے ظلم وستم سے غافل مت سمجھنا اس کی برق انتقام غضب چمکے گی تو زندہ مچھلیوں کی طرح بھون کر رکھ دے گی۔

بہر حال اہل بیت کا لٹا ہوا مظلوم و بیکس قافلہ اندر لایا گیا اور حرم رسول اللہ ؐ ابن زیاد کے سامنے کھڑے کئے گئے اور فرق مبارک امام مظلوم ایک طشت میں رکھ کر ابن زیاد کے سامنے لایا گیا اس شقی ازلی کی مسرت و خوشی کا یہ عالم تھا گویا کسی کو دین دنیا کی بادشاہت مل گئی ہو ملعون کے ہاتھ میں ایک قمچی تھی اس کو دندان مبارک پر مار مار کر کہتا تھا اسی منہ سے خلافت کا دعویٰ کیا تھا اس نظارہ کو حضرت انس صحابی رسول ؐ نہ دیکھ سکے اور آپ نے فرمایا اے گستاخ ابن زیاد اپنی چھڑی اس مقدس مقام سے ہٹا خدا کی قسم میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لبوں کو چومتے تھے ان رخسار وں کو پیار کرتے تھے ان دندان مبارک کا بوسہ لیتے تھے اور ان بالوں کی خوشبو سونگھتے تھے جو آج خاک و خون میں لتھڑے ہوئے ہیں۔

حضرت زید بن ارقم صحابی رسول اللہ ؓ نے بھی اس طرح اس بدنہاد ابن زیاد کو ڈانٹا اور لب و دندان و رخسار گیسوئے حسین علیہ السلام کے متعلق بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ کو انہیں چومتے اور پیار کرتے ہوئے دیکھا ہے اور تو ان پر قمچی مار رہا ہے ابن زیاد آتش اشتعال و غضب میں جھلس گیا اور صحابی رسول اللہ ؐ کو یہ کہہ کر دربار سے نکلوا دیا کہ تمہارے بڑھاپے پر رحم کرتا ہوں ورنہ قتل کرا دیتا۔ حضرت زید نے فرمایا کہ جب تو نے فرزند رسول ؐ و جگر گوشہ بتول کو شہید کر ڈالا تو ہم کس قطار و شمار میں ہیں :-

اس کے بعد بھرے دربار میں اس فعل ملعون پر ابن زیاد نے خدا کا شکر ادا کیا اور اہل بیت کو مخاطب کر کے کہ خدا کا شکر و احسان ہے کہ اس نے ہمارے دشمنوں کو پامال کیا اور ان کو سختی میں مبتلا کیا اور حضرت زینب سے خطاب کر کے کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ تمہارے ارادے ناکام اور تمہاری تمنائیں پامال اور تمہارے حوصلے پست ہو گئے

حضرت زینب یا حضرت ام کلثوم ؓ اور بروایتے حضرت زین العابدین نے جواب دیا کہ خدا کا شکر ہے جس نے خاندان رسالت میں پیدا کر کے اہل بیت رسول اللہ ؐ ہونے کی بزرگی و عزت ہم کو عطا فرمائی اور پاکیزگی و قدسیت سے سرفراز فرمایا۔

Marfat.com

ابن زیاد بد نہاد یہ سن کر جل بھن گیا اس بدبخت کی قسمت میں تو جہنم کی آگ میں دائمی جلنا ہی لکھا ہوا تھا۔ اور بولا کہ دیکھو تمہارے بھائی کا انجام ہے اس نے تم کو خاک میں ملا دیا یہ ہے اُس کی قدرت۔

حضرت زین العابدین رضہ سے بھی ضبط نہ ہو سکا اور حسب ذیل آیت پڑھی قل لو کنتم فی بیوتکم لبرز الذین کتب علیہم القتل الی مضاجعہم (آل عمران) اور فرمایا کہ ہر شخص کا ایک وقت مقرر ہے اس سے مفر نہیں۔ اور اس شہادت کی خبر تو ہمارے جدامجد محمد رسول اللہ ؐ نے پہلے ہی دیدی تھی اور میرے پدر عالی قدر اس دن کے انتظار میں تھے اس کی رضا کے آگے انھوں نے سر تسلیم خم کر دیا اور اللہ کی راہ میں صبر و شکر کے ساتھ تمام مصائب و آلام برداشت کئے۔ راضی برضا اور صابر بقضاء ہے اور تشنہ لب رہ کر شربت شہادت کو نوش فرمایا اور اپنی آرام گاہ میں جاکر سو گئے لیکن یاد رکھ کہ عنقریب ہمارا اور تیرا معاملہ حاکم حقیقی کے سامنے پیش ہوگا۔ وہ حقیقی حاکم اور منصف ہے۔

ابن زیاد نے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ عمرو سعد نے بتلایا کہ امام زادہ علی بن حسین ہیں۔ اس نے جھلا کر کہا کہ یہ زندہ کیوں چھوڑ دیئے گئے ہیں! میں نے حکم دیا تھا کہ نسل حسین کو منقطع کر دو جواب دیا گیا کہ یہ بیمار تھا۔

ابن زیاد ملعون نے حکم دیا کہ اس کو بھی قتل کر دو۔ مگر حضرت زینب اپنے بھتیجے سے لپٹ گئیں اور بے اختیار یہ شعر زبان سے نکل گیا ؎

انا دیک جد اخیر مرسل | حسینک مقتول و نسلک ضائع

اے خیر المرسلین اے میرے نانا جان فریاد ہے آپ سے، خبر لیجئے کہ آپ کا فرزند حسین مقتول ہو چکا اور اب اس کی نسل بھی منقطع ہوا چاہتی ہے۔ یہ فریاد سن کر ابن زیاد مردود رک گیا۔ ایک روایت میں اس شعر کا پڑھنا یزید کے سامنے بھی منقول ہے کہ اس نے بھی اسی طرح امام زین العابدین کے قتل کا حکم دیا تھا اور حضرت زینب عابد بیمار سے لپٹ گئی تھیں۔ اور یہ شعر پڑھا تھا مگر صحیح تر یہی ہے کہ ابن زیاد کے سامنے یہ واقعہ پیش آیا۔ واللہ اعلم۔

اسی طرح یہ روایت بھی ابن زیاد اور یزید دونوں کے متعلق بیان کی گئی ہے جو شخص امام عالی مقام کا سر لایا تھا اس نے سر مبارک سامنے رکھتے ہوئے بڑے فخر سے کہا کہ وہ لاؤ میرا انعام لاؤ کیونکہ میں نے ایسے شخص کو قتل کیا ہے جو ماں اور باپ دونوں طرف سے بہترین خلق تھا اور اس ملعون کو اس کے ملعون آقا نے اسی جرم میں اسی وقت قتل کرا دیا کہ اس نے امام حسین کو

Marfat.com

بہتر ین خلق کہا تھا۔ اسی کو خسر الدنیا والآخرۃ کہتے ہیں۔

اس کے بعد اہل بیت کرام کو تو قید خانہ بھجوا دیا اور امام عالی مقام کے سر مبارک کو کوفے کی گلی کوچوں میں تشہیر کے لئے بھیج دیا چنانچہ حکم کی تعمیل کی گئی جدھر سے سر مبارک گزرتا تھا لوگ باچشم اشکبار کھڑے ہو جاتے تھے اور وا ویلا وا حسینا کی صدائیں فضاؤں کو بجنے لگی تھیں مگر۔

اب پچھتائے کیا ہووت ہے جب چڑیا چگ گئیں کھیت

یہ رونا بیکار تھا اس کی کوئی قیمت نہیں تھی۔

ابن زیاد کا خطبۂ فتح

قصر امارت سے اٹھ کر ابن زیاد نہاد مسجد جامع کوفہ میں گیا اور منبر پر چڑھ کر خطبہ دیا یہ خطبہ کیا تھا امام حسین علیہ السلام اور حضرت علی علیہ السلام کو گالیاں تھیں اور یزید کی تعریف تھی اور فتح و نصرت کا اعلان تھا اور امام حسین علیہ السلام کے شہید ہونے پر اللہ کا شکر ادا کیا تھا جس وقت ملعون ابن زیاد نے امام حسین علیہ السلام کو کاذب کہا عبداللہ بن حفیف (یا عفیف) جو ایک با غیرت مسلمان تھے وہ اس بیہودہ سرائی زیادہ گوئی کو برداشت نہ کر سکے اور کھڑے ہو کر کہا کہ اے دشمن خدا خاموش ہو جا۔ تو جھوٹا اور تیرا باپ جھوٹا اور جس نے تجھ کو کوفے کا حاکم بنایا وہ جھوٹا۔ تو نے فرزند نبی اور اولاد رسول کو قتل کیا اور اہلبیت کو بے حرمت کیا۔ اور پھر رسول خدا کے منبر پر چڑھ کر ایسے کلمات کفر بک رہا ہے تجھے نہ خدا کا خوف ہے اور نہ رسولؐ سے شرم۔ ایک روایت میں ہے کہ ابن زیاد نے اِن بزرگ کو شہید کرا دیا۔

بندی چلی ہے شام کو آل رسولؐ کی

اب ابن زیاد نے شمر کو ایک فوجی دستہ دے کر اہل بیت کرام کو طوق و رسن کے ساتھ معہ فرق مبارک امام حسین علیہ السلام کے یزید کے پاس دمشق روانہ کر دیا۔

راستے کے خوارق عادات کرامات

فرق مبارک سے جو خوارق و عادات راستے میں ظہور پذیر ہوئے اور جو کرامتیں ظاہر ہوئیں ان سب کا احصار کیا جائے تو یہ کتاب طویل ہو جائیگی تاہم ایک دو واقعات ذیل میں لکھی جاتی ہیں

یہ تو کوفے ہی میں حضرت زید بن ارقم صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ جب فرق مبارک کی کوفے کی گلیوں میں تشہیر کی جا رہی تھی اور امام عالی مقام کا سر میرے قریب آیا تو میں نے سنا کہ لبہائے امام یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے:۔

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ۝ کیا تم سمجھتے ہو کہ اصحاب کہف اور رقیم کا قصہ میرے فسانۂ شہادت سے زیادہ تعجب انگیز ہے۔

سفر شام کی پہلی منزل میں یزیدی محافظ سپاہی ایک جگہ بیٹھے ہوئے شراب اڑا رہے تھے اور خم کے خم لنڈھا رہے تھے۔ اور بادۂ گلفام کے دور چل رہے تھے کہ غیب سے ایک آہنی قلم پیدا ہوا اور زمین پر خون سے ذیل کا شعر لکھ دیا ؎

اترجوا امة قتلت حسينا شفاعة جده يوم الحساب

یعنی جن لوگوں نے امام حسین علیہ السلام کو قتل کیا ہے کیا وہ توقع رکھتے ہیں ان کے جد امجد جناب محمد رسول اللہ ؐ ان کی شفاعت کریں گے۔

اسی طرح لبہائے مبارک یہ آیت بھی تلاوت کرتے ہوئے سنا بیان کیا گیا ہے۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ۝

اور بھی بہت سے خوارق عادات کا پیش آنا کتب مقاتل وغیرہ میں مذکور ہے جو لوگ خوارق و کرامات کے قائل ہوں وہ سمجھ سکتے ہیں چشم بصیرت و دیدۂ عبرت کو یہ چیزیں نظر آئیں۔

اہلبیت کا ورود دمشق و دربار یزید

جس وقت یہ مدنی قافلہ اور فرق مبارک امام دمشق پہونچا دمشق کی ساری آبادی امڈ کر دیکھنے امنڈ آئی۔ تقریباً ظہر کے وقت یہ مظلوم قافلہ دمشق پہنچا۔

فرق مبارک کے ساتھ گستاخی و بے ادبی

جس وقت سر مبارک ایک طشت میں یزید پلید کے سامنے لایا گیا تو اس نے کہا کہ خدا اس لونڈی بچے کو غارت کرے۔ میں نے حسین کو قتل کرنے کا حکم کب دیا تھا یہ کہکر یزید آبدیدہ ہو گیا۔ لیکن اس کے بعد جو حرکتیں اور جو گستاخیاں اس نے فرق مبارک امام عالی مقام کیساتھ کیں ان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ محض منافقت کا کلام تھا اور محض تصنع اور بناوٹ سے آنسو بہائے تھے اس کے علاوہ جب ابن زیاد

Marfat.com

کے کانوں میں یزید کے یہ الفاظ پہونچے تو کہا کہ یزید نے مجھ کو بدنام و رسوا کرنا چاہا اور قتل حسین کا الزام مجھ پر لگوایا حالانکہ میرے پاس اس کی تحریر موجود ہے جس میں اس نے مجھ کو لکھا تھا کہ یا تو ان سے بیعت لے ورنہ ان کا سر کاٹ کر میرے پاس بھیجدے اور اس کی تصدیق اس امر سے ہوتی ہے کہ جس وقت سر مبارک یزید کے سامنے لایا گیا تو اس نے بھی ابن زیاد کی طرح اپنی چھڑی لب و دندان مبارک پر آہستہ آہستہ مارنی شروع کی یعنی اس سے کھیلتا تھا اس وقت دربار میں سمرہ بن جندبؓ موجود تھے انہوں نے ڈانٹ کر کہا قطع اللہ یدک یا یزید اے یزید خدا تیرے ہاتھوں کو قطع کرے یہ کیا گستاخی اور کیسی بے ادبی کر رہا ہے کہ بوسہ گاہ رسول پر چھڑی مار رہا ہے۔ خدا اور رسول سے شرم نہیں آتی ان لبوں کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پیار کرتے تھے یزید غصے سے بے آپے ہوگیا اور کہنے لگا کہ اے سمرہ رض تیری صحابیت کے خیال سے تجھ کو معاف کرتا ہوں۔ ورنہ ابھی قتل کرا دیتا۔ حضرت سمرہ رض نے فرمایا سبحان اللہ میری صحابیت کا تو اتنا لحاظ اور فرزند رسول کو قتل کرا دیا اور تمام اہل بیت کے سر اڑا دیئے ان کا کچھ خیال نہ کیا ایسا ظلم تو معمولی مسلمانوں کے ساتھ بھی روا نہیں چہ جائیکہ نواسہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی ذریات کے ساتھ یہ کہہ کر سمرہ باہر نکل آئے۔

اس کے بعد یزید نے شمر ملعون سے داستان غم سنی اور شمر نے ایک ایک واقعہ کو تفصیل سے بیان کیا پھر حضرت زین العابدین کی طرف متوجہ ہوا اور بولا تمہارے باپ نے میرے خلاف بغاوت کی تھی اور خلافت مجھ سے چھینا چاہتے تھے انہوں نے مجھ کو میرے حق سے محروم کرنا چاہا اور قرابتداری کا کچھ بھی لحاظ نہیں کیا حضرت زین العابدین نے یہ آیت پڑھی۔ ما اصاب من مصیبة فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتاب من قبل ان نبرأها (سورہ حدید) کوئی مصیبت زمین پر اور تمہارے نفوس پر ایسی نازل نہیں ہوتی جو پہلے ہی سے کتاب تقدیر میں موجود نہ ہو۔

یزید نے ایک درباری عالم کو اشارہ کیا۔ اس نے یہ آیت پڑھی۔

وما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم ویعفوا عن کثیر (سورہ حدید)

کوئی مصیبت ایسی نازل نہیں ہوتی۔ مگر یہ کہ وہ خود تمہارے ہی اعمال کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اور خدا تو بہت سی خطائیں معاف بھی کر دیتا ہے۔

گویا اس طرح امام عالی مقام کو خاطی اور باغی قرار دیا اور جو ظلم و ستم یزید نے کیا اس میں اس کا کوئی قصور نہ تھا۔ بلکہ خدانخواستہ امام علیہ السلام کی غلطی تھی۔ معاذ اللہ۔ پھر حضرت زینبؓ نے فرمایا کہ میرا باپ اور بھائی تیرے باپ سے اور تجھ سے افضل تھے مطلب یہ تھا کہ خلافت کے وہی مستحق

Marfat.com

تھے۔ یزید نے جواب دیا بیشک تمہارے دادا میرے دادا سے بہتر تھے اور تمہاری ماں میری ماں سے بہتر تھیں۔ مگر تمہارا یہ کہنا کہ تمہارا باپ میرے باپ سے بڑا اور اچھا تھا یہ صحیح نہیں۔ لیکن اب تو وہ دونوں خدا کے ہاں ہیں ان کا فیصلہ وہی کریگا کہ کون بہتر اور افضل تھا۔ مگر تجھ سے اور تیرے بھائی سے میں بہتر ہوں جس کا ثبوت یہ ہے کہ میں تخت خلافت پر بیٹھا ہوں اور تو قیدی بنی میرے سامنے کھڑی ہے اور تیرے بھائی کا سر کٹا ہوا رکھا ہے۔

ذرا اس مردود مسلوب العقل کا استدلال دیکھو کہ اپنی برتری کی کیسی خود دلیل پیش کر رہا ہے اگر یہی دلیل برتری کی صحیح تسلیم کر لی جائے تو پھر تمام ظالم و قہار بادشاہ تمام نیک مردوں سے برتر و بہتر ہو جائیں۔

حضرت زینبؑ نے جواب میں یہ آیت تلاوت کی۔ اللھم ملک الملک تؤتی الملک من تشاء (آل عمران) ملک کا مالک اللہ ہی ہے جس کو چاہتا ہے ملک کا مالک بنا دیتا ہے۔ مطلب یہ تھا کہ اس ملک و دولت پر گھمنڈ فضول ہے اور اس سے اس امر کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔

آخر میں یزید نے اہل بیت کے طوق و رسن کھلوا دیئے اور ان کو اندر اپنے محل میں بھجوا دیا اور زندان کی مصیبت سے نجات ملی۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ یزید نے امام زین العابدین سے دریافت کیا کہ بتلاؤ اب تم کیا چاہتے ہو اور تمہاری کیا خواہش و آرزو ہے۔ تاکہ میں اس کو پورا کر دوں۔

حضرت عابد نے چار امور پیش کئے اول قاتل امام حوالے کیا جائے۔ دوئم سر مبارک ان کے سپرد کر دیا جائے۔ سوم مدینہ منورہ میں ان کو واپس کیا جائے۔ اور رہنے کی اجازت دیجائے اور چہارم یہ کہ جامع دمشق میں آپ کو نماز جمعہ خطبہ جمعہ پڑھنے کی اجازت دیجائے۔

اور اس کے بعد مروی ہے کہ یزید نے سب شرطیں مان لیں مگر آخر میں خطبہ دینے سے گھبرایا کہ کہیں اس کے خلاف شورش نہ برپا ہو جائے اور ایک شامی خطیب کو اشارہ کیا کہ وہ خطبہ دے اس نے دوران خطبہ میں حضرت علی رضا اور امام حسین پر تبرابازی شروع کر دی اور لعن طعن کرنے لگا۔ سید سجاد خطیب گمراہ کی بیہودہ سرائی کو برداشت نہ کر سکے۔ اور کھڑے ہو کر فرمایا کہ اے شخص تو اپنی قوم کا بدترین خطیب ہے اور پھر خود منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ دینا شروع کیا جس میں اپنے اور خاندان رسالت کے امام عالی مقام اور امیر علیہ السلام کے فضائل و مناقب تابہ بیان فرمائے اور جو ظلم و ستم اور جو جفا کی و شقاوت خاندان رسالت و اہل بیت نبوت کے ساتھ دشت کربلا میں برتی گئی سب بیان فرمائی خطابت کی سحر کاریاں اور تکلم کا اعجاز تو اس گھر کی کنیز اور غلام ہی تھیں اس پر حقائق وہ

Marfat.com

واقعات کی صداقت تمام سامعین درد و غم کی تصویر بن گئے اور مسجد کا صحن و دالان شور و واحسینا سے عرصہ محشر بن گیا۔ ہر طرف سے گریہ و بکا کی صداہائے دلخراش بلند ہو گئیں۔ آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب خونیں جاری ہو گیا۔

یہ رنگ دیکھ کر یزید کو خوف پیدا ہوا کہ کہیں اس جگہ شورش نہ برپا ہو جائے اس لئے جلدی سے اقامت صلوٰۃ کہلوا دی اور نماز کے لئے کھڑا ہو گیا۔ موذن نے جس وقت اشہدان محمدا رسول اللہ کی صدا بلند کی تو امام زین العابدین نے لوگوں کو مخاطب کر کے پوچھا یہ کس کا نام ہے کس کا کلمہ ہے یہ میرے کون تھے میں ان کا کون ہوں امام حسین کے یہ کون تھے۔ اور میرے باپ حسین جن کو تین دن کا بھوکا پیاسا رکھکر شہید کیا گیا وہ ان کے کون تھے۔ جن کا نام ابھی قدقامت الصلوٰۃ میں تم لے لیا ہے۔ یہ سوال نہ تھے بلکہ تیر و خنجر تھے جو دلوں میں پیوست ہو گئے۔ ہر طرف ایک شور محشر برپا تھا اور نالہائے جانکاہ اور نعرہ ہائے دلخراش سے مسجد کے بام و در گونج اٹھے۔

دمشق سے مدینے کی واپسی

کچھ دنوں کے بعد یزید نے خانوادۂ رسالت کو رخصت کیا ان کو کپڑے اور زاد راہ دیکر اور بشیر بن نعمان کو محافظ و نگران مقرر کر کے مدینہ واپس کر دیا۔ بشیر بن نعمان کا طرز عمل راستے بھر خادمانہ رہا اور حتی المقدور اس نے اہل بیت کی خدمت میں کوتاہی نہیں کی۔

مظلوم و بیکس اہل بیت مدینۃ النبی میں

جس وقت یہ لٹا ہوا مظلوم قافلہ جوار رسول اللہ میں پہونچا تو ہر طرف سے ایک شور قیامت برپا ہو گیا اور یہ ایک قدرتی امر تھا یہ مدینہ تھا کوفہ اور کربلا نہ تھا یہاں ابھی تک صحابہ کرام و صحابیات زندہ تھیں۔ جنہوں نے اپنی آنکھوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا اور ان کی نظروں کے سامنے وہ مناظر تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امام حسین علیہ السلام کو دوش مبارک پر سوار کئے صحن مسجد اور مدینے کی گلیوں میں لئے پھرتے تھے انہوں نے دیکھا تھا کہ حسین کے رخساروں لبوں اور بالوں کو بوسہ دیتے ہوئے رسول مقبول تھکتے نہ تھے انہوں نے دیکھا تھا کہ خطبہ کہتا لستا میں آنحضرت دوڑکر اپنی گود میں اٹھا لیتے تھے۔ انہوں نے دیکھا تھا کہ حضور سجدے میں ہوتے تھے اور امام حسین آپ کی پشت مبارک پر سوار ہو جایا کرتے تھے اور آپ اس وقت تک سجدے سے سر نہیں

Marfat.com

اٹھاتے تھے جب تک شہزادہ اتر نہ جاتا تھا۔ انہوں نے دیکھا تھا کہ نماز میں امام حسین قدم مبارک کے فرجہ میں سے کبھی آگے سے اور کبھی پیچھے سے نکل جاتے تھے انہوں نے دیکھا تھا کہ اگر کبھی بچپن میں امام حسین ہ کے رونے کی آواز ان کے کان میں آجاتی تھی تو آپ مضطرب اور بے چین ہوجایا کرتے تھے اور اپنی لاڈلی بیٹی فاطمہ زہرا پر خطاب فرماتے تھے کہ کیا تم کو نہیں معلوم کہ حسین کے رونے سے مجھکو اذیت ہوتی ہے۔

اور ان کے کانوں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے سن رکھا تھا۔ کہ میں ان کو دوست رکھتا ہوں الخدا تو بھی ان کو دوست رکھ اور ان کو بھی دوست رکھ جو ان کو دوست رکھیں۔ ان کے کان ارشاد نبوی سے آشنا تھے کہ جس نے ان کو دوست رکھا اس نے مجھ کو دوست رکھا۔ اور جس نے مجھ کو دوست رکھا اس نے خدا کو دوست رکھا اور جس نے ان سے دشمنی رکھی، اس نے مجھ سے دشمنی رکھی اور جس نے مجھ سے دشمنی رکھی اس نے خدا سے دشمنی رکھی وہ جانتے تھے کہ سردار مدینہ نے اپنی عترت کو ایک امانت کی طرح امت کے سپرد فرمایا تھا اور ان کی فروگذاشت اور حسنِ سلوک کی تاکید فرمائی تھی ان کو معلوم تھا کہ قرآن میں اہل بیت کے لئے وارد ہوا ہے۔ قُل لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی ہے یعنی اے پیغمبر امت سے فرما دیجئے کہ میں اس تبلیغ ہدایت و رسالت کا تم سے کچھ معاوضہ نہیں مانگتا۔ کہ میں نے تم کو نیک راہ بتلائی اور صراط ہدایت دکھائی۔ کفر کی ظلمت سے نکالا اور نورِ ایمان سے منور کیا۔ بلکہ صرف اس قدر چاہتا ہوں کہ میرے اہل قرابت سے بطریق مودت پیش آؤ۔

جن اہل مدینہ کے کان ان آیات و احادیث کی صدا ہائے گلبانگ سے گونج رہے ہوں اور جن کی آنکھوں میں محبت نبوی کے وہ جلوے بسے ہوں۔ جب انہوں نے دیکھا ہوگا۔ کہ اسی کا خانوادہ مقدس اس طرح مظلومی و بیکسی کی حالت میں لوٹا ہے تو ان کی کیا حالت ہوتی ہوگی ابھی چند ماہ قبل بھرا پرا گھر یہاں سے گیا تھا گلشن زہرا کا تمام نہال سبز و شاداب اور خزاں کے دستبرد سے بے خوف تھے۔ گلزار مصطفوی پھلا پھولا تھا اور نسیم بہار کے جھونکے ہر طرف چل رہے تھے آج وہی باغ اپنی بہار سے محروم کر دیا گیا ہے۔ خزاں کے ظلمی تھپیڑوں نے شگفتہ پھولوں نیم واکلیوں اور ننھی ننھی کونپلوں تک کو پامال کرکے خاک میں ملا دیا ہو تو ان مدنی سرکار کے غلاموں اور محمد کے جوار کے رہنے والوں پر کیا گذری ہوگی ہر طرف ایک محشرستان غم والم برپا تھا۔ ان کے آہ و نالہ سے

Marfat.com

پھر کا دل پانی ہو رہا تھا ان کی صدائے واحسینا وا محمدا سے کلیجے کے ٹکڑے اڑے جاتے تھے آنکھوں سے اشکوں کا سیلاب امنڈا چلا آتا تھا اور قلوب وارواح کا اضطراب التہاب ماہی بے آب کی طرح ان کو تڑپا رہا تھا ان کی زبانیں بے اختیار وقفِ فغاں بنی تھیں کہ آہ اے حسینؑ اے مظلوم۔ فرزند رسول اے قتیل دشتِ کربلا اور اے ذبیح ارض نینوا تم پر درود وسلام ہو۔ تم کو کن ظالموں نے قتل کر ڈالا وہ کون بے رحم اور سفاک تھے جنھوں نے اس طرح آپ کو شہید کر ڈالا آہ وہ کس قسم کے خونخوار بھیڑیئے تھے جنھوں نے رسول اللہ کی آخری وصیت کو فراموش کر کے محمدؐ کے نواسے کا سر کاٹ لیا اور اس کے جسم اطہر کو جس کو رحمت العالمین سونگھتے تھے اور پیار کرتے تھے گھوڑوں کی ٹاپوں سے روند ڈالا گیا ان درندوں کے قلوب سے ایمان نے اپنا رشتہ منقطع کر لیا تھا۔ کیا ان کی نجس روحوں سے اسلام کا نور بیزار ہو کر دور ہو گیا تھا۔ آہ کیا ایسا بھی اس چرخ نیلگوں کے نیچے اور اس فرش خاکی کے اوپر کبھی ہوا ہے کہ جس نبی کا کلمہ پڑھتے ہوں۔ جس رسول اور اس کی آل پر درود وسلام بھیجتے ہوں اسی کے فرزند اسی کے نور عین کو اسی کے کلمہ پڑھنے اور درود وسلام بھیجنے والوں نے اس طرح شہید کر ڈالا ہو۔ اے خدا تو بے نیاز ہے تیرا بھید کون جان سکتا ہے یہ بھی ایک شان ہے تیری کبریائی کی۔۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ عبداللہ ابن عمرؓ عبداللہ ابن جعفر اور حضرت ام المومنین ام سلمہؓ کی آہ وزاری سے کلیجہ پھٹا جاتا تھا۔ ان کے شرربار نالوں اور شعلہ فشاں آہوں سے دل وجگر پھٹے جاتے تھے۔ مسجد نبوی کے محراب ومنبر حسرتِ ویاس کی تصویر بن گئے تھے اور بام ودر سے فریاد وفغاں کی صدائے بازگشت دلوں پر آرے چلا رہی تھی۔

اس طرف ساکنان مدینہ کا یہ عالم اور ادھر ستم رسیدہ ومظلوم قافلے کی نظر روضۂ اقدس رسول اللہ پر پڑی تو حضرت زینب حضرت ام کلثوم حضرت امام زین العابدین اور تمام سیدانیوں اور نبی زادیوں نے بیتاب وبےچین ہو کر نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں آہ وفغاں کرنی شروع کی کہ اے بے پناہوں کی پناہ، اے بے سہاروں کے سہارے اے مظلوموں کے والی اور بیکسوں کے وارث ذرا خواب استراحت سے بیدار ہو جیے۔ اور اپنی بہوؤں بیٹیوں اور بچوں کا سال زار دیکھئے!۔

اے رحمت ورأفت کے پیکر، اے رحمت وکرم کے مخزن اور اے صبر ورضا کے معدن ذرا

آنکھ تو کھولئے کہ آپ کے نور عین اور آپ کے فرزند حسین پر کیا بیت گئی -

اے جانوروں پر رحم فرمانے والے آقا ذرا دیکھ تو سہی کہ تیرے لاڈلے حسین ؓ کا کیا حال ہوا ہے -

واجداہ - تیرے سوا اس زمین کے اوپر آپ کی یہ دکھیاری رانڈیں اور یتیم بچے اپنی بپتا کس سے کہیں فریاد کریں ان کی فریاد کون سننے والا ہے -

اے پناہ من و پناہ ہمہ تیرے دوش مبارک کا سوار ظلم کی تیغوں سے تین دن کا بھوکا پیاسا بیدردی و بے رحمی کے ساتھ قتل کر دیا گیا جس حسین ؓ کو آپ گود میں لئے اسی مدینے کی گلیوں میں پھرا کرتے تھے آہ اسی حسین ؓ کا سر خاک کربلا میں کاٹ لیا گیا اور وہی جسم جس کی خوشبو آپ سونگھا کرتے تھے گھوڑوں کی ٹاپوں سے روندڈالا گیا -

اے رؤف و رحیم ، اے سراج منیر اور اے رحمۃ للعالمین اس ظلم و سفاکی کی اور اس خونخواری و درندگی کی فریاد میں کس سے کروں کہ نینوا کی تپتی ہوئی خاک پر تیرے اہلبیت پر کیا کیا ظلم توڑے گئے - کیسے کیسے ستم کئے گئے - اور کس کس طرح تیری آل کی گردنیں مروڑی گئیں - آہ !

تَرْحَمُ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ تَرْحَمُ ہ

کہ کربلا کے دریائے ریگ پر تیرے اہل بیت کا جہاز کیسی ستمگاریوں کے ساتھ ظلم و طغیان کے طوفان نے غرق کر دیا -

اے فاطمہ اے محترمہ اٹھئے - ہاں قیامت جس کا وعدہ کیا گیا تھا وہ آ گئی ، باپ کی وفات پر مرتے دم تک رونے والی بضعتہ الرسول گوشۂ قبر سے سر نکالئے کہ اب بیٹے اور پوتوں کے سوگ میں قیامت تک رونے کا سامان غم مہیا ہو گیا ہے - سنتی ہوں کہ نانا جان آپ پر بہت مہربان تھے کہیں جاتے تھے تو سب سے بعد آپ کے گھر تشریف لاتے تھے اور کہیں سے آتے تھے تو سب سے پہلے آپ ہی کے پاس آ کر آپ کو چھاتی سے لگاتے تھے - اٹھئے اور اپنے پدر عالی قدر سے فرمایئے کہ بابا جان حسین ؓ کو تیری امت کے قصابیوں نے ذبح کر ڈالا - اور جن کو آپ نے سید اشباب اہل الجنۃ فرمایا تھا - ان کی اولاد کو بھی تیغ ستم سے مار ڈالا -

سیدہ زینبؓ کی روضۃ الرسول پر حاضری

نانا جان! میں لٹ گئی، میں تباہ و برباد ہو گئی۔ میں مدینے سے ہری بھری گئی تھی۔ لیکن اب سب کچھ لٹا کر لوٹی ہوں۔ سارے ہرے بھرے چمن کو اپنی آنکھوں سے لٹتا ہوا دیکھ آئی ہوں۔

اچھے میرے نانا! میں کیا کروں۔ آہ میں کیا کروں، ہائے میں مر گئی۔ میرے ملجا! میرے ماوا! میرے دکھ کے سہارے! اجی مجھے بتاؤ تو میں کیا کروں نانا! مجھ بدنصیب دکھیاری نے اہل بیت کے سارے کنبے کو بھوکا پیاسا خاک و خون میں تڑپتا ہوا دیکھا ہے۔ مجھ کمبخت نے آپ کی اہل بیت کے زخمیوں کی لاشوں کو گھوڑوں سے کچلتا ہوا دیکھا ہے۔ مجھ مصیبت زدہ نے ننھے ننھے شیر خوار بچوں کے سروں کو نیزے پر دیکھا ہے۔

میرے نانا! میں آپ کے اس چمن کو جس کی حفاظت آپ نے اپنی امت کے سپرد فرمائی تھی۔ آپ ہی کی اُمّت کے ہاتھوں تباہ و برباد ہوتے ہوئے دیکھ کر آئی ہوں۔

آپ کی امت اور آپ کا کلمہ پڑھنے والوں نے آپ کی عزت کے چمنستان کو ایسی بیدردی سنگدلی سفاکی اور وحشت و بربریت سے پامال کیا ہے کہ جس کی مثال نا ممکن ہے۔

نانا جان! آپ کا حسینؑ! وہ حسینؑ جس کو آپ اپنی پشت مبارک پر سوار کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے۔ اس کو آپ کی امت نے سخت بیرحمی سے تین دن کا بھوکا پیاسا رکھ کر شہید کر دیا۔

وہ حسین جس کو آپ کرتے سے الجھا ہو دیکھ کر ممبر سے اتر آیا کرتے تھے اور خطبہ ترک کر دیا کرتے تھے۔ اسی حسین کو اہل شام نے کربلا کے رتیلے میدان اور تپتے ہوئے میدان میں نماز کی حالت میں شہید کیا اور عین اس وقت شہید کیا جبکہ مساجد میں جمعہ کا خطبہ پڑھا جا رہا تھا۔

وہ حسین جس کو بارہا آپ نے لوریاں دے دیکر اپنے سینہ مبارک پر سلایا تھا۔ اسی حسینؑ کے سینے کو نیزوں سے زخمی کیا گیا۔ اسی حسینؑ پر اس کے ننھے معصوم بچوں پر اس کے رفقاء پر اور اس کی بے گناہ بیویوں اور بہنوں پر دریائے فرات کا پانی روک دیا گیا۔ اور اس کے چھوٹے چھوٹے بچوں کو ایسی حالت میں جبکہ شدت پیاس سے ان کی زبانیں منہ سے نکلی پڑتی تھیں اسی حسین

Marfat.com

کی آنکھوں کے سامنے تلواروں کی دھاروں سے بھالوں کی نوکوں سے اور برچھیوں کی انیوں سے زخمی کیا گیا اور ذبح کر ڈالا گیا۔

وہی حسینؑ جس کو آپ صبغۃ منی فرمایا کرتے تھے۔ اس کے ٹکڑے کئے گئے اور اس کے جسم اطہر کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے روندا گیا۔

نانا جان وہ حسین جس کے متعلق آپ نے فرمایا تھا من اذا کا فقد اذانی اس بگینا وہ پر اس قدر مظالم ڈھائے گئے کہ کوئی ظلم اٹھا نہیں رکھا گیا۔ جب وہ اپنے شیر خوار اور معصوم تین دن کے پیاسے بچے علی اصغر کے لئے پانی مانگنے کو خیمے سے نکلا اور اس نے ننھے سے بچے کے خشک ہونٹ دکھا کر اور آپ کی صاحبزادی بتول الزہرا مرضیہ کا واسطہ دیکر پانی مانگا تو ظالموں نے تیروں سے جواب دیا اور معصوم علی اصغر کو حسینؑ کی گود میں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اور آپ کے حسینؑ کا بازو بھی زخمی کر دیا گیا۔

وہ حسینؑ جس کو آپ جوانانِ جنت کا سردار فرمایا کرتے تھے اس حسینؑ کے نوجوان اٹھارہ سالہ بچے علی اکبرؓ کو کربلا کے میدان میں قتل کر دیا اور جب علی اکبر نے زخمی ہو کر اپنے باپ کو پکارا اور حسینؑ اپنے جوان بیٹے کی لاش کو اٹھانے کے لئے گئے تو دشمنوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اور اس سفاکی سے تیر چلائے کہ علی اکبر کی لاش اور حسینؑ کے جسم کو زخمی کر دیا۔

نانا جان وہ حسین جس میں آپ کو جنت کے پھولوں کی خوشبو آتی تھی۔ آپ کے اس پھول کو آپ کے اس گلاب کو خون آشام شامیوں نے مسل ڈالا تیز دھوپ اور تپتی ہوئی ریت میں اس کے زخمی اور مجروح جسم کو بے آب و دانہ ڈالدیا۔ اس پر بھی ظالموں کی سفاکی ختم نہ ہوئی بلکہ شمر نے خنجر سے تین دن کے پیاسے حسینؑ کا گلا کاٹا اور ابن زیاد کے حکم سے اس کی بیجان لاش کی بیحرمتی کی گئی۔ اور گھوڑوں سے آپ کی لاش کچلوادی گئی۔

جس حسینؑ کے ہونٹوں کو آپ مسرت وانبساط سے بوسے دیا کرتے تھے ان مبارک ہونٹوں پر پانی حرام کیا گیا اور بھرے دربار میں اس کے نازک مگر خشک ہونٹوں پر چھمیاں ماری گئیں اور دشمن ان تمام حیاسوز اور شرمناک حرکتوں پر ہنستے اور خوش ہوتے تھے۔

نانا جان دشمن تو ظالم بدبخت آپ کی نسل ہی منقطع کرنا چاہتے تھے۔ ان کی خواہش اور آرزو یہ تھی کہ عابد کو بھی شہید کر دیں اور ایک دفعہ تو ظالموں نے عابد کے قتل کا ارادہ ہی کر لیا تھا لیکن میں دوڑ کر عابد کو لپٹ گئی اور میں نے یزید سے کہا اگر گلستان محمد اور آل محمد کے اس آخری پودے

Marfat.com

کو اگر ہاتھ لگایا تو میں ابھی نانا جان کو پکارتی ہوں اور یاد رکھو اگر میرے نانا میری فریاد کو پہونچے تو پھر خیر نہ ہوگی۔ میری اس دھمکی سے وہ مرعوب ہو گیا۔ اور آپ کی دہائی کے خوف سے عابد کی جان بچ گئی۔

میرے نانا۔ آپ کی نواسیوں کو آپ کی بہوؤں کو قیدی بنا کر یزید کے دربار میں پیش کیا گیا۔ عابد بیمار کے ہاتھ ہتھکڑیوں سے جکڑے گئے۔ اس کے پاؤں میں بیڑیاں ڈالی گئیں اس کو اونٹ کی ننگی پیٹھ پر بٹھایا گیا اور راہ میں بار بار اس بیمار کو پیدل چلنے پر مجبور کیا گیا۔

حرم کو بدرون ہودج کے کربلا سے شام تک لے گئے۔

حسینؑ اور حسینؑ کے رفقاء کے سروں کو نیزوں پر لٹکا کر جلوس نکالا گیا۔ فتح کے نقارے بجائے گئے۔

میرے نانا۔ میرے آقا۔ میرے مولا۔ اے بیکسوں کے فریاد رس اے مظلوموں کے حامی و ناصر اے مفلسوں اور محتاجوں کے والی اے بیواؤں اور یتیموں کے ملجا۔ اپنی زینب پر کرم فرمائیے۔ زینب غمزدہ۔ زینب مصیبت زدہ۔ زینب دکھیاری۔ زینب ستم رسیدہ زینب آپ کی پیاری صاحبزادی۔ فاطمہ زہرا رضی کی بیٹی۔ زینب کربلا کے لٹے ہوئے قافلے کی یادگار زینب کی داد رسی کیجئے۔

ابھی میرے نانا اپنی آرامگاہ سے ہاتھ نکالئے اور اپنی زینب کو آغوش رحمت میں لے کر چھپا لیجئے۔ کہ میں اپنی زندگی سے تنگ آ چکی ہوں مجھے اپنی ہی گود میں سلا لیجئے۔ مجھے اپنی ہی آرام گاہ میں دفن کر لیجئے اور اس دارِ فانی سے ہمیشہ کے لئے معدوم کر دیجئے۔ کیونکہ زینبؓ اس حیات مستعار سے بیزار ہو چکی ہے۔

ابھی میرے نانا! مجھے میری اماں فاطمہ رضہ اور میرے بھائی حسینؑ کے پاس پہونچا دیجئے کہ اب ان کی جدائی ناقابلِ برداشت ہو گئی ہے

Marfat.com

اسوۂ حسینی

ہم کتاب کے اکثر موقع پر اس حقیقت سے بحث کر آئے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام نے یہ راہِ شہادت کیوں اختیار کی۔ کوئی شخص جان بوجھ کر بغیر کسی اہم مقصد کے موت کے منہ میں اپنے آپ کو نہیں دیا کرتا۔ امام عالی مقام نہایت آسانی سے جان بچا سکتے تھے اور صرف اپنی بلکہ اپنے تمام خاندان کی اور اپنے تمام انصار و اعوان کی جان بچا سکتے تھے، اور بصرف یزید کی بیعت کر لینے پر ہو سکتا تھا۔ عمر وسعد نے آخری وقت تک بھی یہی کوشش کی کہ کسی طرح آپ یزید کی بیعت کا اقرار کر لیں۔ اس نے بار بار کہا کہ آپ اپنے ابن عم کی بیعت قبول کر لیں مگر آپ نے ہر دفعہ اس درخواست کو ذلت حقارت کے ساتھ ٹھکرا دیا۔ اور صاف صاف فرمایا کہ حسینؑ ذلت کی زندگی پر عزت کی موت کو ترجیح دیتا ہے۔

امام عالی مقام کے نزدیک اس سے بڑھ کر ذلت کی زندگی اور کوئی نہیں ہو سکتی تھی کہ وہ دین کو رسوا اور ذلیل ہوتے دیکھیں۔ اور شریعت مطہرہ کو بدعات میں گھرا ہوا پائیں اور خاموش رہیں اور محض حیات دنیا کے لئے چپ ہو جائیں اور امت کو اس امر کے سمجھ لینے کا موقع دیں کہ جب حسین علیہ السلام خاموش ہو گئے اور یزیدی حکومت کی لعنت پر مہر تصدیق اپنی بیعت سے ثبت کر دی تو وہ سب کچھ صحیح ہو گا جس طرح یزیدی حکومت کا قیام عمل میں آیا۔ اور جو کچھ اب ہو رہا ہے اس دورِ حکومت میں وہ بھی صحیح ہو گا۔

امام عالی مقام نے اول دن سے بیعت یزید سے صاف انکار کر دیا تھا۔ یعنی اس وقت جبکہ امیر معاویہ یزید کے لئے بیعت لے رہے تھے۔ اسی وقت آپ نے انکار فرما دیا تھا کیونکہ وہ طریقہ بالکل غلط اور خلافِ سنت خلفائے سابقین راشدین تھا اور قیصر و کسریٰ کی سنت کے مطابق تھا جیسا کہ حضرت عبدالرحمٰن ابن ابی بکرؓ نے عین خطبہ کے وقت خطبہ کے اندر ہی ٹوک کر بتلا دیا تھا کہ اس طرح یزید کی بیعت جو لی جا رہی ہے یہ سرتا پا غلط اور اسلامی روح حقہ شرعیہ کے خلاف ہے۔

بہر حال امام عالی مقام نے اسی وقت بیعت سے انکار فرما کر یہ حقیقت ظاہر کر دی کہ میں ایسی بدعت کو جائز نہیں سمجھتا۔ اور نہ اس کو برداشت کروں گا۔ اوّل تو استقرار بیعت یزید غلط۔ پھر یزید جیسا شخص، اگر صحیح طریقہ پر اس کی بیعت عمل میں آ بھی جاتی تب بھی اس کی حالت اور اس

Marfat.com

کی بیدینی وگمراہی کا علم ہو جانے کے بعد لازم ہو جاتا کہ اس کو خلافت سے معزول کیا جائے۔ اس بنا پر امام عالی مقام نے بیعت سے انکار کر کے دنیا پر ظاہر کر دیا کہ محمد رسول اللہ کا نواسہ غلطی کو غلطی گمراہی وضلالت کو گمراہی وضلالت ہی سمجھتا ہے اس نے ظلمت کو نور نہیں سمجھا اور نہ تاریکی کو روشنی۔

اس کے بعد جب مسلمانوں کی ایک جماعت از خود آمادہ و تیار ہو گئی۔ کہ یزید کی ملعون حکومت سے مسلمانوں کی گردنوں کو چھڑایا جائے۔ جن کی گردنوں میں زبردستی یزیدی بیعت کا طوق ڈالدیا گیا تھا۔ تو امام عالی مقام نے اپنا فرض سمجھا کہ اس جماعت کی رہنمائی کا فرض انجام دیں خواہ اس راہ میں کسی قدر مصائب وآلام کا سامنا کیوں نہ ہو۔ آپ کو اپنے نانا جان کا یہ ارشاد یاد تھا امر منکر کو اگر استطاعت ہو تو ہاتھ سے دور کرنا چاہئے۔ ہاتھ سے دور کرنے کی استطاعت نہ ہو تو زبان سے دفع کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اور اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو دل سے اس کو برا سمجھنا چاہئے اور یہ درجہ اضعف الایمان ہے۔

آپ نے سب سے پہلے امر منکر کو تسلیم کرنے سے انکار فرمایا اور اس طرح اس سے اپنی بیزاری کا اظہار کر دیا اس وقت تک اس سے زیادہ کی استطاعت پیدا نہ ہوئی تھی۔ پھر استطاعت کے ظاہری اسباب پیدا ہوئے۔ اور اہل کوفہ نے نصرت حق وحمایت صداقت کے عہد وپیمان کئے اور حلقہ بیعت امام پہنا تو آپ نے بزور قوت امر منکر کے دفع کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر درمیان ہی میں کوفیوں کی غداری وبیوفائی سے وہ اسباب استطاعت ناپید ہو گئے۔ تو آپ نے اس ارادہ کو بھی ترک فرمایا لیکن یہ ناممکن تھا کہ کوئی ایسا فعل آپ سے سرزد ہو جس سے اس امر کی تائید وتصدیق کا پہلو نکلتا ہو اور لوگ اس غلط فہمی اور گمراہی میں مبتلا ہو سکیں کہ امام حسین علیہ السلام کی رضامندی اس بات کی دلیل ہے کہ یزید کی خلافت مشروع طریقے سے منعقد ہوئی تھی۔ چنانچہ اس واہمہ اور اس ظن فاسد کے لئے آپ نے ذرہ برابر گنجائش نہیں چھوڑی، اور گمراہی وضلالت سے امت کو بچانے اور محفوظ رکھنے کے لئے آپ نے وہ سب کچھ برداشت کر لیا جو راہ حق پر مستقیم رہنے کی وجہ سے آج تک کسی کو بھی برداشت نہیں کرنا پڑا آپ نے جو مصائب برداشت کئے اور امر حق کی حفاظت کے لئے جو قربانی آپ نے کی رشد وہدایت کی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔

یہ کیوں صرف اس لئے تاکہ امت کو درس دیں کہ امر منکر کے سامنے کسی حال میں بھی گردن خم نہ کرنی چاہئے اور حق کی پاسداری حفاظت میں سب کچھ قربان کر دینا چاہئے۔

Marfat.com

یہی وہ امور ہیں جن کی بنا پر جناب امام حسین علیہ السلام نے دشت کربلا میں وہ سب کچھ برداشت کر لیا جو آج تک کسی نے برداشت نہیں کیا۔ اور شاید کیا یقیناً آیندہ بھی کوئی برداشت نہ کر سکے گا۔

یہیں سیرت حسینؑ اور اسوہ حسینی سے سب سے اہم اور قیمتی سبق بھی ملتے ہیں۔ اور یہی حاصل کرنے چاہئیں کہ کبھو باطل کے سامنے گردن نہ جھکے۔ خواہ کچھ ہی کیوں نہ گذر جائے۔ اور حق کی پرستاری میں سب کچھ قربان کر دینے سے بھی دریغ نہ کرنا چاہیئے۔

اگر اس کتاب کے مطالعہ سے ہمیں یہ اسباق حاصل کرنے کی توفیق ملجائے تو سمجھ لینا چاہئے کہ بڑی دولت ہم کو نصیب ہو گئی۔ اور اسی مقصد کو پیش نظر رکھ کر یہ تالیف مرتب کی گئی ہے

شعر

بابر دہ ام از صدق بخاک شہدا ، تا دل دو دیدہ خوں تا بہ نشانم داوند

الٰہی بحق بنی فاطمہؑ — کہ بر قول ایماں کنم خاتمہ

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب

Marfat.com

برقِ انتقام اور قاتلین آلِ محمدؐ کا انجام

گمراہ دشقی و کوفی و شامی خاندانِ رسالت کو تباہ و برباد کر کے مطمئن ہوں گے کہ اپنا کام کر کے اپنی دنیاوی خواہشیں پوری کر لیں۔ مگر خدائے قہار اِن ظالموں کو کیسے چھوڑ سکتا تھا ان بدبختوں میں سے ایک ایک نابکار ونابکار عذاب اخروی کے علاوہ عذاب دنیا میں مبتلا ہو کر بُری طرح ذلت و رسوائی کی موت مرا اور کیوں نہ مرتا کہ مخبرِ صادق نے جس طرح شہادت امام حسین علیہ السلام کی پیشین گوئی کی تھی۔ اسی طرح قاتلین حسین کے قتل کی پیشین گوئی بھی فرمادی تھی۔ چنانچہ امام حاکم حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ کی سند سے روایت کرتے ہیں کہ :-

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اوحی اللہ تعالیٰ الی انی قتلت بیحیٰی بن زکریا سبعین الفا وانی اقاتل بابن بنتک سبعین سبعین الفا یعنی جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھکو بذریعہ وحی مطلع فرمایا ہے کہ میں نے حضرت یحییٰ بن زکریا کے خون کے عوض میں ستر ہزار آدمیوں کو قتل کرایا تھا۔ اور اب آپ کی بیٹی فاطمہ رضؓ کے فرزند کے قتل کے انتقام میں اس کے دونے قتل کرادوں گا۔

اور کتب تاریخ کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ یہ پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہوئی۔ یعنی ان لوگوں میں سے جو کربلا میں موجود تھے ایک شخص بھی نہیں بچا ہر ایک یا تو انفرادی طور پہ عذاب میں مبتلا ہو کر ذلت و رسوائی کے ساتھ موت کے منہ میں گیا یا پھر اس کو مختار ثقفی اور مصعب بن زبیر نے قتل کرادیا۔

آتشِ انتقام اور برقِ قہرِ الٰہی دو صورتوں سے ان ظالموں پر گری ایک صورت تو یہ ہوئی کہ انفرادی طور پہ خدا نے ان کو سخت و شدید عذاب میں مبتلا کر دیا کوئی دیوانہ ہو گیا۔ کوئی کوڑھی ہو کر مرا اور کوئی مبروص ہو گیا۔ کسی کو کتوں نے پھاڑ ڈالا کوئی اندھا ہو کر مرا کوئی پیاس کے مرض میں مبتلا ہو کر موت کے منہ میں گیا۔ کسی کا چہرہ جھلس گیا۔ کوئی لنجا اور شل ہو گیا۔

دوسری صورت یہ ہوئی کہ مختار ثقفی نے جو محمد بن حنیفہ کے داعی تھے جس وقت ان کو عراق اور کوفہ پر تسلط حاصل ہوا تو انہوں نے چن چن کر تمام قاتلین حسین و شہدائے کربلا کے قاتلوں کو اس بے رحمی بے دردی سے قتل کرا دیا۔ جس درندگی کے ساتھ ان ظالموں نے امام حسینؑ اور شہدائے کربلا کو شہید کیا تھا۔

Marfat.com

چنانچہ عمر و سعد شمر ذی الجوشن خولی بن یزید الاصبحی وغیرہ کو اپنی آنکھوں کے سامنے قتل کرایا اور یہ کہہ کر یہ بدلہ ہے امام حسین علیہ السلام کے قتل کا خولی جس نے سر مبارک امام حسین کو نیزے پر چڑھایا تھا۔ ہاتھ پاؤں کٹوا ڈالے تھے اور پھر سولی پر لٹکوایا اور اس کے بعد اس کی لاش جلوا دی۔

غرضکہ چن چن کر تمام قاتلوں کو مختار نے قتل کرا دیا۔ اور پھر ابن زیاد بدنہاد کی سرزنش کے لئے۔ ابراہیم بن مالک اشتر کو مقرر کیا۔ اور ایک فوج دیکر موصل کی طرف روانہ کیا ہے وہاں ابن زیاد اور ابراہیم بن اشتر کی فوجوں میں مقابلہ ہوا اور انجام کار ابن زیاد بدنہاد مارا گیا ابراہیم نے اس کا سر قلم کر کے مختار کے پاس بھیج دیا اور مختار نے اسی دار الامارۃ میں اس جگہ بیٹھ کر دربار منعقد کیا تھا۔ اور اسی جگہ ابن زیاد کا سر اسی طرح رکھا یا جس طرح پر ابن زیاد نے دربار منعقد کیا تھا۔ اور امام حسین کا سر اس کے سامنے لاکر رکھا گیا تھا اس موقع پر مختار نے ایک مناسب موقع کی تقریر کی اور لوگوں کو عبرت دلائی اور امام حسین علیہ السلام کی مظلومانہ شہادت یاد دلائی۔

یہ تو وہ اثر تھا جو بہت جلد یعنی واقعہ شہادت کے چھ برس کے بعد ظہور پذیر ہوا۔ لیکن اس کے علاوہ خود بنی اُمیہ کی حکومت و بادشاہت کا جو انجام ہوا وہ بھی کم قابل عبرت نہیں ہو کہ سو برس کے اندر اس شہنشاہیت کے قصر کی اینٹ سے اینٹ بج گئی۔ اور سفاح نے ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر اور چن چن کر بنو اُمیہ کو قتل کرایا اور سبعین سبعین کی پیشین گوئی پوری ہوئی۔

دیکھو آج یزیدی حکومت ہی نہیں بلکہ اس خاندان کا کہیں نام و نشان نہیں ہے اور حسین مظلوم کا نام ہر ایک مسلمان کی زبان پر ہے اور ان پر رات و دن درود و سلام بھیجا جاتا ہے اور ان کا مرقد مطہر زیارت گاہ خاص و عام ہے اور ان کا سلسلہ نسب کشجرۃ طیبۃ اصلھا ثابت تمام روئے زمین پر پھیلا ہوا ہے اور سلسلہ ہدایت کا نور قلوب وارواح مومنین کو جگمگا رہا ہے۔

پرنٹر ۔۔۔۔۔ شیر اعظم
پریس ۔۔۔۔۔ الکتاب پرنٹرز
۱۲ ۔ پرانا سانده روڈ ۔ کمال گنج ۔ لاہور

Marfat.com

Marfat.com